کنزالایمان دہلی کا

شارح بخاری نمبر

- حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے حالات وکوائف کا مکمل دستاویز
- شارح بخاری اور نزھۃ القاری کا چشمہ جاری
- شارح بخاری! بہار چمنستان رضوی وامجدی کی بہار جاوداں
- شارح بخاری! برکات مارہرہ کا خصوصی فیضان
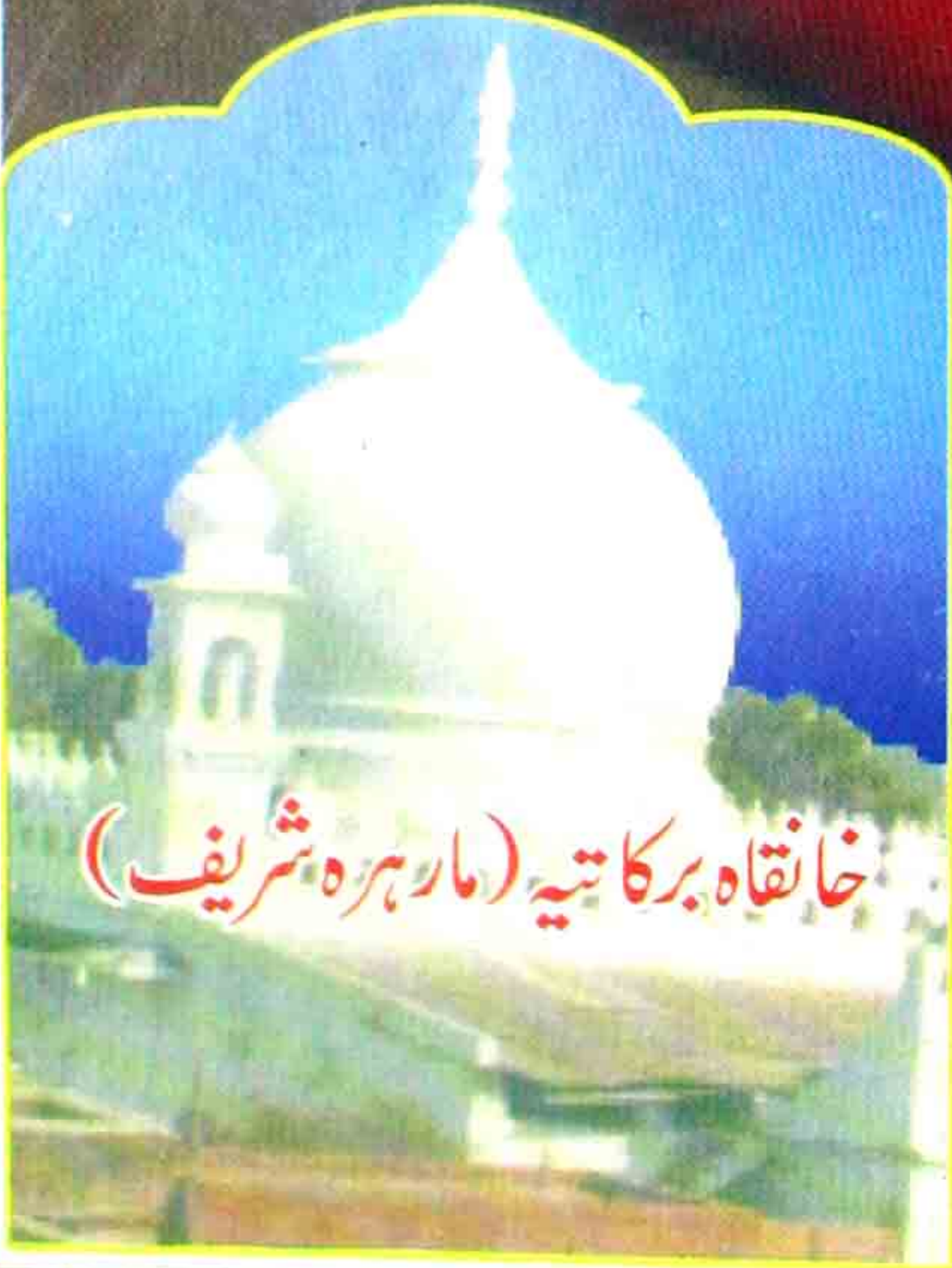
خانقاہ برکاتیہ (مارہرہ شریف)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نجات کی شرط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
آخری زمانہ میں ایسے فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تم نے کہیں سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے، پس بچو ایسے لوگوں سے اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو تا کہ وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم یہود کی حدیثیں سنتے ہیں اور وہ ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ ہم کو اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان حدیثوں میں سے بعض کو لکھ لیں۔ آپ نے فرمایا:
کیا تم بھی ایسے ہی حیران ہو جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہیں۔ میں تمہارے پاس صاف اور روشن شریعت لایا ہوں اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اطاعت پر مجبور ہوتے۔ (احمد)

کنز الایمان دہلی

شارح بخاری نمبر

۲۳؍اپریل ۲۰۰۱ء — ۲۸؍محرم ۱۴۲۲ھ

سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے مشاہیر علماء ہند مثلاً

شیخ عبد الحق محدث دہلوی

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی

شاہ احمد سعید مجددی رام پوری

علامہ فضل حق چشتی خیرآبادی

علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی

علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی

... شاہ آل رسول احمدی مارہروی

... ارشاد حسین مجددی رام پوری

... غلام دستگیر قصوری لاہوری

علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی

... احمد رضا قادری برکاتی بریلوی

... شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی

... الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

... مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان اور جادۂ

... و عرفان کا ہادی و رہنما

مراسلت و ترسیل

Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal,
Jama Masjid,
Delhi-110006 (INDIA)
Ph. & Fax : 326 4524

ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
فون اور فیکس: ۳۲۶۴۵۲۴

زر کا پتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نائب حضور مفتی اعظم شارح بخاری فقیہ اعظم ہند

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

سابق صدر شعبۂ افتاء وناظم تعلیمات

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(وصال ۱۴۲۱ھ)

کی حیات وخدمات اور دینی وعلمی کارناموں کے مختلف اہم گوشوں پر اہلسنت

کے ممتاز اصحاب علم وقلم کے گراں قدر مضامین ومقالات اور منظومات کا دلکش مرقع

شارح بخاری نمبر

ادارہ کنزالایمان دہلی کا خراج تحسین وتبریک

بفیض روحانی

سیدنا ومرشدنا شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد مصطفیٰ رضا

قادری برکاتی نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

طابع وناشر

رضوی کتاب گھر

423 مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 110006

فون (011) 3264524

انتساب

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری کے مربی و محسن اور مخدوم و محبوب اکابر علماء کرام

① صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا الشاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی
(وصال ۱۹۴۸ء)

② مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی
(وصال ۱۹۸۱ء)

③ حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری
(وصال ۱۹۷۶ء)

④ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری لائل پوری
(وصال ۱۹۶۲ء)

⑤ مجاہد ملت حضرت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی
(وصال ۱۹۸۱ء)

علیہم الرحمۃ و الرضوان کے نام

عقیدت کیش

محمد قمر الدین رضوی

پروپرائٹر رضوی کتاب گھر دہلی، بھیونڈی

تھدیہ

سادات و مشائخِ مارہرہ مطہرہ کے چہیتے خلیفہ

برکاتی مفتی

نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبۂ افتاء و ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ انڈیا) رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

کی بابرکت خدمت عالیہ میں

نیاز مند
محمد قمر الدین رضوی
مدیر ماہنامہ کنز الایمان دہلی

نیاز مند
شمس الدین انصاری
بھیونڈی آفس

شارح بخاری نمبر! فہرست مضامین

شارح بخاری اور نزہۃ القاری کا چشمۂ جاری

یٰسٓ اختر مصباحی

تاریخ کا وسیع مطالعہ اور گہری بصیرت رکھنے والے افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ مختلف شعبہائے زندگی میں ممتاز حیثیت حاصل کرنے اور نمایاں کردار ادا کرنے والی عظیم شخصیات کچھ تو ایسی ہوتی ہیں کہ اس بزم ہستی سے اٹھتے ہی ان کی خدمات کا تسلسل منقطع ہو جاتا ہے۔ ان کی باقیات کو سنبھالنے اور ان میں جلاء پیدا کرنے والا نہ ان کی اولاد میں کوئی ہوتا ہے نہ ان کے حواریوں و حاشیہ برداروں میں ہوتا ہے۔ ان کا نام اور کام سب کچھ دنوں بعد پردۂ خفاء میں چلا جاتا ہے۔ بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے بعد ان کی اولاد یا ان کے نام لیواؤں میں کوئی صاحب فضل و کمال آگے آتا ہے اور ان کی گرانقدر وراثتوں کا حامل و امین بن جاتا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ دو ایک پشت سے زیادہ نہیں چل پاتا ایک مختصری مدت کے بعد گردش روزگار اور اضمحلال و زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ معدودے چند شخصیات ایسی بھی ہوا کرتی ہیں کہ ان کی جلالتِ قدر، عظمتِ شان اور روشن کارناموں کو ان کی صلبی یا معنوی اولاد مدتوں تک زندہ و تابندہ رکھتی ہے۔

ہندوستان کی مذہبی، علمی، ثقافتی، سماجی، سیاسی تاریخ کی ورق گردانی کرتے وقت اس طرح کی شخصیات، ان کے خاندان، ان کے تلامذہ اور ان کے متبعین کے درمیان مذکورہ بالا تجزیاتی مطالعہ کے سیکڑوں شواہد اور نمونے مل جائیں گے۔ یہاں کی مردم خیز زمین میں صناع فطرت و خالق کائنات نے ہر طرح کی تخم ریزی کی ہے۔ جن سے ہر نوع کے پودے اُگے ہیں۔ اور ان کی سرسبز شاخوں میں ہر ذائقہ کے پھل آئے ہیں اور ہر رنگ کے پھول کھلے ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کی اسلامی شخصیات میں صاحب البرکات حضور سید شاہ برکت اللہ عشقی قادری مارہروی قدس سرہٗ (ولادت ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء۔ وصال ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) اس باب فضیلت میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں کہ جہاں وہ بذات خود دینی و علمی و روحانی علوم مرتبت شرف و فضیلت و نجابت ہے اور حسنین کریمین کا ظل ہمایونی اس کے سروں پر سایہ فگن ہے۔ اسی طرح معنوی اولاد کا برکاتی سلسلہ بھی دین و علم کی دولت سے بہرہ ور اور اپنے نصیبہ کی اخروی ارجمندی میں قابل صد رشک ہی نہیں بلکہ جنت بداماں بھی ہے۔

اس سرچشمۂ روحانیت سے سیراب ہونے والوں میں علماء بدایوں و علماء بریلی کو اپنے اپنے دور میں سبقت و تقدم حاصل ہے۔ اور ان کے ذریعہ اس سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کو بے پناہ فروغ حاصل ہوا۔ امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ مقدسہ نے ایک ملاقات میں مجھ سے فرمایا کہ سفر بغداد کے موقعہ پر آستانہ عالیہ قادریہ بغداد شریف کے سجادہ نشین نے بدایوں و بریلی سے مارہرہ کی نسبت قادریت کے بارے میں سوال کیا۔ تو میں نے کہا کہ بدایوں و بریلی کو ہم نے سب ایجنسی دے رکھی ہے، ہماری وکالت میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔

اپنی سرکاروں اور اپنے آقاؤں کا بول بالا کرنے والوں میں عاشق رسول فقیہ اسلام امام اہل سنت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا نام تیرہویں صدی ہجری سے اب تک سرفہرست ہے۔ "چشم و چراغ خاندان برکات" کا اعزاز اس عاشق رسول و فدائے آل رسول کو افق برکاتیت پہ مہر و مہ کی طرح فروزاں کئے ہوئے ہے۔ دانش و حکمت، فقہ و بصیرت، جودت و ذکاوت اور مہارت و جامعیتِ علوم و فنون میں جس کا اپنے عہد بلکہ صدی دو صدی آگے تک کوئی ثانی نظر نہیں آتا، اس کے دیئے ہوئے پیغام عشق مصطفیٰ اور چھیڑے ہوئے ترانۂ مدحت خیر الوریٰ کی گونج اردو دنیا کی حدود سے نکل کر بحر و بر کی وسعتوں میں سنائی دے رہی ہے۔ قدیم مدارس سے لے کر عالمی جامعات تک اور

طرف سے اسے موضوع فکر وتحقیق بنا کر خراج تحسین پیش کیا جارہا ہے۔

دینی وعلمی اور خاندانی وراثت کے تسلسل اور توسیع کے باب میں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی اپنے شاہِ برکات وبرکات پیشیاں حضور صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی قادری کے پرتو اور عکسِ جمیل ہیں۔ خانوادۂ برکاتیہ کا فیضان سحابِ رحمت کی طرح خانوادۂ رضویہ پر برسا اور جھوم جھوم کر برسا، آفتابِ برکاتیت کی شعاعوں نے ماہتاب رضویت کو اپنی روشنی بخشی اور اس کے وجود کو اتنا جگمگایا کہ مطلع انوار وتجلیات بنادیا۔

امام احمد رضا کی اولاد اور تلامذہ وخلفاء تو علم وفضل کے نجوم وکواکب تھے ہی۔ ان کے بعد کی نسل بھی اپنے دور اور اپنے معاصرین کے لئے باعث رشک اور سرمایۂ افتخار تھی، آپ کے شہزادگان حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد حامد رضا قادری برکاتی (وصال ۱۹۴۳ء) ومفتی اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی (وصال ۱۹۸۱ء) ہوں یا آپ کے درجنوں خلفاء میں سے خصوصی فیض پانے والے صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی (وصال ۱۹۴۸ء) وصدر الافاضل فخر الاماثل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (وصال ۱۹۴۸ء) ہوں۔ ان کے دینی وعلمی کارناموں کے نقوش برصغیر ہندو پاک وبنگلہ دیش کی زمین کے کس خطے میں تابناک نہیں۔ اور ان کا اجالا کس مسلم آبادی میں ہر روز سپیدۂ سحر کی طرح نمودار نہیں ہوتا۔ مساجد کی محرابوں اور مدارس کی درسگاہوں سے لے کر خانقاہوں کی محافل اور خطابت کے منبروں تک انہیں کے مستفیدین وفیض یافتگان کی جلوہ آرائیاں ہیں۔ حامدی ونوری اور امجدی ونعیمی اور پھر شاخ در شاخ انہیں سلسلوں کی بزم آرائیاں ہیں۔

حجۃ الاسلام کے ذریعہ امام احمد رضا کا شجرۂ طوبیٰ برگ وبار لایا تو مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں بریلوی (وصال ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) اور پھر شہزادگان مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ریحان رضا بریلوی (وصال ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) وجانشین مفتی اعظم حضرت مولانا محمد اختر رضا ازہری بریلوی مدظلہ العالی زیب وزینت شاخ وگل ہوئے۔ اور صدر الشریعہ کے ذریعہ [illegible] کی [illegible] شاخیں ثمردار ہوئیں ان میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری لائلپوری (وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) وحافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری (وصال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی (وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کاروانِ اہل حق کی سیرابی وشادابی کا دل نواز سازوسامان بن گئے۔ شہزادگان صدر الشریعہ میں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (وصال ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی کی علمی وتدریسی خدمات کا دائرہ بھی مبارکپور سے کراچی تک پھیلا ہوا ہے۔

امام احمد رضا کے صلبی ومعنوی فرزندوں نے موروثی فضل وکمال کو پشت در پشت منتقل کیا۔ اور رضوی امجدی فیضان کا استاذ گرامی حافظ ملت نے جامع منقول ومعقول حاویٔ وصول وفروع حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی (وصال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) اور شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (وصال ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) کو خصوصیت کے ساتھ حامل ووارث بنایا۔

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھی ثم میرٹھی تلمیذ صدر الشریعہ بھی شارح بخاری کے استاد تھے۔ اور مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ (یوپی) میں مدت دراز تک علم وفن کا دریا بہاتے رہے۔ وہ اپنی درسگاہ میں کبھی کبھی اپنے طلبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے۔

حضور صدر الافاضل وحضرت صدر الشریعہ ہمارے استاد تھے۔ جن کا پورے ہندوستان میں کوئی جواب نہیں تھا۔ ان کے زمانہ نے ان جیسا آفتاب علم وفضل نہیں دیکھا۔ ان کے شاگردوں کا بھی یہی حال تھا۔ یہ مولوی سردار احمد (محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی) ۔ یہ مولوی حبیب الرحمٰن (مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری رضوی اڑیسوی)۔ یہ مولوی یزدانی (حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی)۔ یہ حافظ صاحب (حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری)۔ یہ مولوی شمس الدین (شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین احمد جعفری رضوی جونپوری)۔ یہ مولوی رفاقت حسین (مفتی اعظم [illegible] مفتی رفاقت حسین مظفرپوری)۔ یہ مولوی محمد سلیمان

(حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری)۔ میرے ان ساتھیوں کا بھی کوئی جواب نہیں۔ لائے زمانہ میرے ان ساتھیوں کا جواب۔ میرے ساتھیوں کا کوئی جواب نہیں تو پھر اساتذۂ کرام کا جواب کوئی کہاں سے لاسکتا ہے؟

شارح بخاری اپنے محسنین و اساتذہ میں سے حضرت صدرالشریعہ، حضرت مفتیٔ اعظم ہند، حضرت حافظ ملت، حضرت محدث اعظم پاکستان اور حضرت مجاہد ملت کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کی شخصیت، ان کے علم وفضل، ان کے کردار و عمل، ان کے اخلاص وللّٰہیت اور ان کی ایک ایک ادا کے عاشق زار تھے۔ کبھی کبھی تو زبان پر ان کا نام آتے ہی آپ کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں اور پوری محفل پہ رقت طاری ہوجایا کرتی تھی۔ ان کی شفقتیں، محبتیں اور نوازشیں جب بیان کرتے تو جذبات عقیدت سے آپ کا دل سراپا سپاس بن جاتا۔ ایک بار فرمایا کہ حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں اپنا لکھا ہوا فتویٰ پیش کیا۔ اور ایک پہلو پر نہایت ادب وسعادت مندی کے ساتھ کچھ معروضات کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت مفتی اعظم نے فرمایا مجھے پڑھایئے مت میں بہت پڑھ چکا ہوں۔ یہ محبت آمیز خفگی بیان کی اور پھر آپ اشکبار ہوگئے۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اور کافی دیر کے بعد آپ اپنے اوپر قابو پاسکے۔

قصبہ گھوسی، قصبہ مبارک پور، میرٹھ، بریلی شریف میں شارح بخاری نے اپنی طالب علمی کا زمانہ نہایت محنت و جانکاہی سے تحصیل علم کرتے ہوئے نیک نامی کے ساتھ گزارا۔ اساتذۂ کرام کے منظور نظر رہے۔ امتحانات میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی پائی، اساتذہ بھی آپ کو وہ ملے جن پر درسگاہیں ناز کریں۔ بالخصوص حافظ ملت، محدث اعظم پاکستان، صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی اور شیخ العلماء حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی کے تلمذ وکفش برداری نے آپ کی استعداد و صلاحیت کو نکھار بخشا۔ اور محسن ومربی صدرالشریعہ و مفتیٔ اعظم ہند نے اپنی نگاہِ کیمیا اثر سے اس مس خام کو کندن بنادیا۔

فقہ وافتاء سے شارح بخاری کو عہد طالب علمی ہی سے خصوصی لگاؤ تھا۔ اور صدرالشریعہ کی تربیت نے انگلی پکڑ کر اس میدان میں چلنا سکھایا اور آپ کو صحیح رخ پر لگا کر درجۂ کمال تک پہنچنے کی روشنی عطا فرمائی۔ مدرسہ شمس العلوم قصبہ گھوسی میں اپنے ابتدائی عہد تدریس کے بارے میں شارح بخاری فرمایا کرتے تھے۔

میں روزانہ دوپہر میں مدرسہ سے فارغ ہوکر ظہر کے وقت تک کم از کم دو گھنٹے حضرت (صدرالشریعہ) کی خدمت میں حاضر رہتا۔ نجی خطوط پڑھ کر سناتا۔ حضرت جو جوابات ارشاد فرماتے میں ان جوابات کو لکھتا۔ استفتاء بھی پڑھ کر سناتا اور حضرت کے جوابات کا املاء کرتا۔ لیکن یہ املا صرف املا نہیں تھا۔ بلکہ افتاء کی مشق تھی۔ بلکہ افتاء کی تربیت بھی تھی۔ کوئی آسان مسئلہ ہوتا تو فوراً جواب لکھوادیتے۔ لیکن اگر مسئلہ میں کوئی اہمیت سمجھتے تو فرماتے بہار شریعت نکالو۔ بہار شریعت میں جس کتاب کا حوالہ ہوتا حکم دیتے اس کو نکالو پھر کبھی کبھی دوسری کتابوں کا حوالہ نکالنے کا بھی حکم دیتے۔ جب التحقیق الکامل فی قنوت النوازل لکھوائی تو احادیث اور فقہ کی پچاسوں کتابوں سے عبارتیں نکلوائیں اور پڑھوا کر سنیں۔ اس اثناء میں میرے سیکڑوں شبہات کے جوابات بھی ارشاد فرمائے۔

مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں شارح بخاری گیارہ سال تک رہے، سفر وحضر میں ساتھ رہے، اپنے ظرف کے مطابق خوب خوب استفادہ کیا۔ اور ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے ہزاروں استفتاء کے جوابات لکھ کر آپ سے اصلاح لی۔ بریلی شریف میں قیام کے دوران تقریباً بیس ہزار فتاویٰ آپ نے لکھے جن پر مفتی اعظم ہند کی تصدیقات ہیں۔ اور اسی فیضانِ خدمت سے ملک بھر میں آپ نائب مفتی اعظم کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

درسگاہی اساتذہ میں حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان سے شارح بخاری بیحد متاثر نہیں بلکہ دل سے قدرداں اور عقیدت کیش تھے۔ ان کی عقیدتوں کا چراغ آپ کے دل میں ہمیشہ روشن رہتا تھا۔ ان کا ذکر جب آپ کی زبان پر آجاتا تو عالم وارفتگی میں ان کے علمی تبحر، جلالتِ شان، تقویٰ وطہارت اور اخلاق کریمانہ کے بیان کا دفتر کھل جاتا، اشرفیہ مبارکپور (ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی) کے ایک علمی مذاکرہ (دسمبر ۱۹۸۹ء) میں آپ نے فرمایا۔

استاذ العلماء جلالۃ العلم حافظ ملت قدس سرہ العزیز ماضی قریب

کے ان علماء امت میں تھے جو حقیقی معنی میں نائب الرسول بقیۃ السلف حجۃ الخلف تھے۔ بے پناہ فضائل و کمالات کے جامع تھے۔ ایسی ہستیاں امت کے افراد میں بہت کم نظر آتی ہیں۔ علم وحکمت کے بحر بیکراں، اعلیٰ سیرت و کردار کے سیل رواں، زہد و اتقاء کے پیکر جمیل، خوش اخلاقی کی مجسم تصویر، سب کے دکھ درد میں کام آنے والے، سب کا غم بٹانے والے اور بے کس و باکس کے مرقع جمیل، سادگی و فروتنی عادت ثانیہ، اس کے باوجود خودداری اور وضع داری سے مزین، ایک انسان جن جن اوصاف اور خوبیوں کا حامل ہوسکتا ہے ان سب کے عطر مجموعہ، دوراندیش، صائب الرائے، باغیرت، ملت کے دردمند، دین کے فروغ کے لئے بے تاب، دوستی دشمنی جینا مرنا سب کچھ دین کے لئے، اپنے اوقات کے پابند، کسی حال میں اپنے وقت کا ایک منٹ بھی ضائع نہ ہونے دینا۔ خود فرماتے تھے ”زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام“ اعداء و حاسدین شرپسند عناصر کے سخت سے سخت زہر میں بجھے ہوئے جملے سن کر خاموش اور صرف اس پر اکتفاء کرنا کہ ان سب کا جواب کام ہے۔

اشرفیہ مبارک پور ہی کے ایک دوسرے مذاکرہ (دسمبر ۱۹۹۰ء) میں شارح بخاری نے حافظ ملت کے بارے میں فرمایا:

حافظ ملت کا کارنامہ صرف یہی نہیں تھا کہ انہوں نے عظیم الشان باغ لگایا (باغ فردوس اشرفیہ) جو تر و تازہ رہنے کے لئے مالیوں اور باغبانوں کا محتاج رہتا ہے، حافظ ملت کا کام یہ تھا کہ انہوں نے باغ بھی لگایا اور باغباں بھی پیدا کئے۔ بلکہ باغباں گر پیدا کئے، باغباں ساز باغباں آفریں پیدا کئے۔

حافظ ملت کو جانو سمجھو پہچانو کسی بھی فرد کو مقتدا بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں چار بنیادی خوبیاں ہوں اور یہ خوبیاں جتنی زیادہ ہوں گی وہ اتنا ہی بڑا مقتدا ہوگا جوہر ذاتی، خلوص، ایثار اور جہد مسلسل۔

میں نے سات سال مسلسل شب و روز ان کے ظل عاطفت میں رہ کر اور طالب علمانہ و ناقدانہ نگاہوں سے دیکھا، جلوت خلوت، رزم بزم، مدرسہ، گھر، جلسۂ عام، جلسۂ خاص سب میں دیکھا اور عقابی تیز نگاہوں سے ہر ہر پہلو دیکھا۔ اپنے اساتذ[illegible] علماء کے دربار میں دیکھا۔ ہم سبق ساتھیوں میں دیکھا، ہم عصروں کے جھرمٹ میں دیکھا، طلبہ میں دیکھا، طلبہ پر شفقت کرتے دیکھا، طلبہ پر عتاب کرتے دیکھا، غربائے ملت کے ساتھ دیکھا، اعزہ و اقارب کے ساتھ دیکھا، اہل و عیال کے ساتھ دیکھا، ہر جگہ، ہر محفل میں ہر مجمع میں سب کے ساتھ دیکھا اور یہ فیصلہ کرنا پڑا کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔ شمارہ فروری ۱۹۹۱ء)

محدث اعظم پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے شارح بخاری کہتے ہیں:

ایک بار مجھ سے فرمایا، میرے پاس استفتاء کی کافی ڈاک جمع ہے، تم بھی آکر کے کچھ لکھو، میرا کام ہلکا ہوجائے گا اور تم کو فتویٰ لکھنا بھی آجائے گا۔ پہلی بار دو لفافے دیئے، جن میں ایک مسئلہ رضاعت کا تھا، اور ایک محرم کے سپاہیوں کے بارے میں۔ میں نے پہلے رضاعت کا مسئلہ لکھا۔ اس لئے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اور مفتی اعظم ہند نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا تھا۔ لکھ کر پیش کیا۔ پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور بلا کسی ترمیم کے تصدیق فرمادی۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد میں کبھی ترمیم فرمادیتے۔ کبھی ہدایت دیتے اور کبھی دوسرا لکھنے کو فرماتے۔

اخلاق و عادات اور معمولات کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

خود ہمیشہ باوضو پڑھاتے، طلبہ کو بھی تاکید فرماتے کہ باوضو پڑھو، سخت سے سخت گرمی میں بھی صرف کرتہ پہن کر کبھی درس حدیث نہیں دیا، کم از کم شیروانی ضرور پہنتے۔ عمامہ بھی ہوتا، کبھی کسی عذر کی وجہ سے شاید بایدٹوپی رہتی۔ چھ چھ گھنٹے مسلسل بیٹھ کر پڑھاتے۔ مگر کسی مسند یا دیوار پر ٹیک نہیں لگاتے۔ درمیان درس میں بڑے سے بڑا آدمی آجائے کبھی نہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے اور نہ درس حدیث قطع کر کے کسی سے بات کرتے۔ حدیث پڑھانے والے عام مدرسین اپنا سارا زور بخاری و ترمذی میں دکھاتے ہیں۔ وہ بھی چند موضوعات پر۔ مگر آپ کا دستور یہ تھا کہ صحاح ستہ میں جو حدیث پہلے آجاتی اس پر سیر حاصل تقریر فرماتے۔ بامحاورہ ترجمہ، لغات کی تشریح، مطلب باب کے ساتھ مطابقت، حدیث کی کیفیت، صحیح ہے کہ حسن کہ ضعیف۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کے ذہن رسا کی نکتہ آفرینی کا جوہر اس وقت کھلتا جب کہ مسائل اختلافیہ میں مذہب اہل سنت و جماعت اور مسلک حنفی کی تائیدی [illegible] کرن بریلی، شمارہ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء)

قلب کی جس گہرائی سے محدث اعظم پاکستان کے وصال کا ذکر کیا ہے وہ چشم عقیدت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ شارح بخاری اپنے اس عظیم المرتبت استاذ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان کی رحلت انجمن سیارگاں کا ماند پڑنا نہیں، مہ کامل کا خسوف ہے۔ ذروں کا بے نور ہونا نہیں، آفتاب عالم تاب کا غروب ہے۔ صرف لائل پور بے نور نہیں، صرف پاکستان بے نور نہیں، سارا عالم دھندلا دھندلا نظر آرہا ہے۔ آفتاب غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا۔ آفتاب کے غروب ہونے سے زمین کی سطح درختوں کی شاخیں پہاڑوں کی چوٹیاں بے نور ہو جاتی ہیں۔ لیکن مہ وانجم آفتاب ہی سے اکتساب نور کر کے عالم کو روشنی ودلکشی بخشتے ہیں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان آفتاب علم وفضل تھے۔ افق دنیا سے روپوش ہونے کے بعد فنا نہیں ہوئے۔ وہ زندہ ہیں، وہ زندہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ اعلیٰ علّیین کی بلندیوں سے فیض بانٹ رہے ہیں، مگر حصہ لینے کے لئے مہ وانجم کی سی بلندی وعالی ظرفی چاہئے۔ ہم سطح زمین پر رہنے والے اگر محروم ہیں تو یہ اپنی پستی اور ظرف کی عدم صلاحیت ہے۔ جو لوگ مہ وانجم کی بلندیاں رکھتے ہیں۔ ان کا ظرف رکھتے ہیں۔ وہ ان کی ضیا باریوں سے خود بھی چمک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی چمکا رہے ہیں۔

(ملخصاً ماہنامہ نوری کرن بریلی، شمارہ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء)

اپنے ان اساتذہ واکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شارح بخاری نے بھی اپنی زندگی گزارنے اور اسے دینی وعلمی وروحانی واخلاقی طور پر سجانے سنوارنے کی کوشش کی۔ اور انہیں کے صدقہ میں اپنے اس مقصد میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا آخری دور نہایت شاندار اور قابل رشک بن گیا۔ اور رحمت رب سے یقین ہے کہ بطفیل سید عالم ﷺ جنت کی بیشمار نعمتوں سے آپ سرفراز ہو رہے ہیں۔

آپ کے تدریسی دور کی یادگار آج کے بہت سے علماء اور مدرسین کرام ہیں جو مدارس اسلامیہ اور معروف درسگاہوں کی زینت ہیں۔ تلامذہ وفیض یافتگان کی ایک طویل فہرست ہے۔ اور ان تلامذہ کے ذریعہ آپ کا وہ فیض طلبہ کے درمیان تقسیم ہو رہا ہے جسے آپ نے حافظ ملت ومحدث اعظم پاکستان ودیگر اساتذہ سے پایا تھا۔

آپ کی خطابت بڑی عالمانہ اور بامقصد ہوا کرتی تھی دل سے نکل کر دل میں اثر اور گھر کر جایا کرتی تھی۔ آورد نہیں بلکہ آمد کا سیلاب ہوتا تھا۔ خطابت کے ذریعہ آپ کا علم ومطالعہ دریا کی طرح مواج اور رواں دواں تھا۔ سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ جس موضوع پر خطاب کرتے تھے اسے پانی پانی کر دیتے تھے۔ آپ کی خطابت کا ایک پہلو یہ ہے کہ بیان واقعات کے سلسلے میں خطباء اہل سنت سے آپ فرمایا کرتے تھے۔

اگر ایک طرف آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ نے غزوۂ خیبر میں مرحب جیسے بہادر کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تو دوسری طرف یہ بھی بیان کیجئے کہ لوہے میں منڈھے ہوئے ابوذات الکرش کو غزوۂ بدر میں حضرت زبیر بن العوام نے ایسا نیزہ مارا کہ اس کی آنکھ میں گھس گیا اور زمین پر گرنے کے بعد اس کے چہرہ پر پاؤں رکھ کر قوت سے نیزہ نکالتے وقت اس کی نوک مڑ گئی۔ اس نیزہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور یادگار اپنے پاس رکھ لیا جو عہد بہ عہد خلفاء راشدین کے درمیان منتقل ہوتا رہا۔ مولائے کائنات حضرت علی اور حواریٔ رسول حضرت زبیر دونوں اسلام کے شجاع وبہادر بطل جلیل ہیں۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ذوالفقار عطا کر کے سر بلند فرمایا تھا تو حضرت زبیر کا نیزہ اپنے پاس رکھ کر انہیں بھی سرفراز فرمایا تھا۔

اگر حضرت امام حسن بن علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سجدہ میں اپنی پشت پر سوار کر کے اس وقت تک سجدہ دراز فرماتے جب تک کہ حضرت حسن آپ کی پشت سے نہ اترتے۔ تو دوسری طرف حضرت امامہ جو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب کی بیٹی تھیں انہیں بھی حالت نماز میں اپنی گود میں لے لیتے اور رکوع وسجدہ کی حالت میں زمین پر رکھتے پھر گود میں اٹھا لیتے تھے۔

اگر ایک طرف حضرت امام حسین بن علی بہتر زخموں سے چور ہو کر میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے تو دوسری طرف حضرت جعفر طیار کو جنگ موتہ میں بہتر سے زائد زخم لگے اور آپ کے دونوں بازو کاٹ لئے گئے تھے۔ اس قابل رحم حالت میں آپ کی شہادت ہوئی۔ اسی طرح حضرت حمزہ جو میدان احد میں آرام فرما رہے ہیں ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا گیا تھا

فرق باطلہ بالخصوص وہابیہ کے خلاف جب شارح بخاری کا خطاب شروع ہوتا تھا تو بادلوں کی گھن گرج کا سماں بندھ جاتا تھا۔ اور نامی گرامی ہتھوڑوں پر اس طرح اپنا گھن برساتے کہ انہیں چکنا چور کر ڈالتے تھے۔

فنِ مناظرہ میں آپ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ تحریری ہو یا تقریری ہر مناظرہ میں آپ کو یکساں عبور حاصل تھا۔ کئی مناظرے آپ نے خود کئے اور بعض مناظروں کی صدارت بھی کی۔ ان مناظروں میں آپ کی ذہانت واستحضار اور فریق مخالف پر پے درپے وار کے ایسے نمونے سامنے آتے کہ وہ دم بخود ہو کر رہ جاتا۔ اس میں مہارت ودلچسپی کا عجیب عالم تھا۔ بریلی شریف اور مبارکپور جہاں بھی رہے آپ کو اکابر علماء میدان مناظرہ میں بھیجتے اور جہاں پہ معرکہ گرم ہوتا تھا وہاں کے ذمہ دار حضرات آپ کو بلانے کی بھرپور تحریک کرتے تھے اور آپ بھی دوسرے پروگرام منسوخ کر کے ایسی جگہوں پر پہنچتے تھے جہاں شرپسند وہابی مقررین کی سرکوبی وبیخ کنی کرنی ضروری ہوتی تھی۔ اس فن کے آپ شناور ومردِ میدان تھے۔ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی قادری برکاتی رضوی پیلی بھیتی (وصال ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری برکاتی رضوی اڑیسوی (۱۹۸۱ء) کی قابل فخر یادگار تھے۔ جن کا نام لیتے ہی وہابی تھرانے لگتے تھے۔

تصنیف وتالیف کے شعبہ میں بھی شارح بخاری کی گراں قدر علمی خدمات ہیں۔ رسائل وجرائد میں مضامین ومقالات کے علاوہ آپ کی کئی کتابیں مقبول عوام وخواص ہیں۔ جن میں سرفہرست نزہۃ القاری شرح بخاری ہے۔ اشرف السیر، اسلام اور چاند کا سفر، السراج الکامل، اشک رواں، تحقیقات، اثبات ایصال ثواب، سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ، مقالات امجدی، وغیرہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ جن میں آپ نے علم وتحقیق اور موضوع کتاب کا حق ادا کر دیا ہے۔

۱۳۶۷ھ میں شارح بخاری کو حضرت صدرالشریعہ سے بیعت وارادت کا شرف حاصل ہوا۔ اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔ حضرت مفتی اعظم ہند اور احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۹۹۵ء) سے بھی مختلف اجازات واسانید حاصل ہیں۔ جشن شارح بخاری (منعقدہ بمبئی جنوری ۲۰۰۰ء) میں مجمع عام کے سامنے [illegible] قادری برکاتی مدظلہ نے شارح بخاری کو اجازت سلاسل برکاتیہ عطا فرمائی۔ احسن العلماء اور حضرت نظمی میاں کے ذریعہ سلاسل برکاتیہ قدیمہ وجدیدہ دونوں سے آپ فیض یاب ہوئے۔ قرآن وحدیث وفقہ اور طریقت واوراد ووظائف کی بہت سی اجازتیں آپ کو اکابر واسلاف سے حاصل تھیں۔

شارح بخاری جن لوگوں کو بیعت کرتے اور اجازت دیتے تھے۔ اس کا ایک نمونہ ذیل کے مکتوب میں ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا محمد کوثر خاں نعیمی (مدرسہ اظہار العلوم جہانگیر گنج ضلع امبیڈکر نگر یوپی) کو لکھتے ہیں:

...... میں آپ کو تمام معمولات سلسلۂ امجدیہ رضویہ، رضویہ برکاتیہ، قادریہ کی اجازت دیتا ہوں۔ جن میں کے اکثر مجموعۂ اعمال رضا اور شمع شبستان رضا میں مطبوع ہیں۔ اللہ عزوجل آپ کو معمولات کے ورد اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے ذریعہ اپنی مخلوق کو نفع پہنچائے۔ آمین

نیز اس سلسلۂ عالیہ رضویہ برکاتیہ کی اجازت وخلافت بھی دیتا ہوں کہ اگر کوئی بندۂ خدا آپ سے بیعت کا خواہش مند ہو تو اسے داخل سلسلہ کر لیں۔

مگر یاد رکھیں کہ اسے دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنائیں۔ بلکہ خلق خدا کو راہ پر لگانے کا ذریعہ جانیں۔ مخلوق سے کوئی طمع کوئی امید نہ رکھیں۔

ہمارے سلسلہ کی بنیاد ان تین چیزوں پر ہے۔ طمع مت کر۔ منع مت کر۔ جمع مت کر۔ ارادت مند بخوشی کچھ دیں اگرچہ شئی حقیر ہو قبول کر لیں۔

مگر زراندوزی نہ کریں۔ اسے صرف کر دیں۔ پھر دروازہ بند نہ ہوگا۔

محمد شریف الحق امجدی۔ ۹ ررمضان ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱/۲/۱۹۹۲ء

دینی وعلمی وروحانی زندگی تو تھی ہی شارح بخاری کی۔ مگر وہ ملکی حالات ومعاملات اور وہ سیاسی مسائل جن کا تعلق مسلمانوں سے ہوتا تھا ان پر بھی آپ کی گہری نظر اور صائب رائے ہوا کرتی تھی۔ جس کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ بابری مسجد اور اس کی شہادت سے متعلق آپ کی ایک تحریر کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء میں ساڑھے چار سو سالہ قدیمی بابری مسجد کو وشوہندو پریشد اور بجرنگ دل کے رضاکاروں نے مقامی افسران، [illegible] میں شہید کر کے اس کے ستون ملبے کو ہٹا کر

بنیاد کھود کر رام مندر کی تعمیر شروع کردی۔ اپنے خیال میں اس مہان دھارمک سیوا کی بدولت یہ لوگ ایک آواگون کے چکر سے مکت ہو کر بیکنٹھ کے مستحق بن گئے تو دوسری طرف ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں پر فتح حاصل کرکے واقعی بجرنگ بلی بن گئے۔

اب مرکزی کانگریسی حکومت کہہ رہی ہے کہ یہ سب بھاجپا کی صوبائی حکومت کی غفلت اور کوتاہی سے ہوا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا نرسمہاراؤ اور مسٹر چوان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بھاجپا کے تمام منسٹروں نے اجودھیا جاکر رام مندر کے سامنے یہ سوگند کھائی تھی کہ ہم رام مندر بنا کر رہیں گے۔ کیا گزشتہ کارسیوا کے وقت کلیان سنگھ نے صاف یہ بیان نہیں دیا تھا کہ ہم سادھوسنت پر گولی نہیں چلاسکتے۔ اس کے باوجود جب ان سے مطالبہ ہوا کہ بابری مسجد کے علاقہ کو مرکز کی تحویل میں لے لیا جائے تو کیوں نہیں لیا؟ اور کلیان سنگھ کے اس وعدہ پر کیسے اعتماد کرلیا کہ میں کارسیوا نہ ہونے دوں گا۔ اور مسجد کی حفاظت کروں گا؟

چلئے اعتماد کرلیا تھا مگر جب اشوک سنگھل نے یہ اعلان کیا کہ کارسیوا ہوگی اور جب اڈوانی نے علی الاعلان کہا کہ کارسیوا ہوگی تو مرکزی حکومت نے اس پر دھیان کیوں نہیں دیا؟ جب چار دن پہلے سے کارسیوک اجودھیا پہنچنے لگے تو اس طرف توجہ کیوں نہیں دی؟ کیا ان کے سی آئی ڈی سورہے تھے؟ یا سب کارسیوا میں شریک ہو گئے تھے؟

تماشا تو یہ ہے کہ چھ دسمبر کو تقریباً دس بجے مسجد توڑی جانے لگی۔ پانچ بجے شام تک زمین کے برابر کردی گئی۔ ملبہ اٹھایا گیا۔ مندر کی تعمیر شروع ہوگئی۔ مگر مرکزی حکومت کو خبر نہ ہوئی۔ اور خبر ہوئی تو بے دست و پا رہی۔ اور جب دیواریں پانچ فٹ اونچی ہوگئیں اور دوبارہ مورتی لاکر رکھ دی گئی تو خبر ہوئی۔ فوج پہنچی۔ اور لاٹھی چارج کرکے آنسو گیس کا استعمال کرکے کارسیوکوں کو بھگادیا۔

ان سب باتوں کو ملاکر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوا وہ صوبائی اور مرکزی حکومت کی مشترکہ سازباز، مشترکہ بنائی ہوئی اسکیم کے تحت ہوا۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ مسجد ڈھانے والے غنڈوں پر چلانے کے لئے حکومت کے پاس گولی تو کیا آنسو گیس بھی نہیں تھی مگر حق و انصاف طلب کرنے اور احتجاج کرنے والے نہتے مسلمانوں کو بھوننے کے لئے حکومت کی میگزین میں گولیاں ہیں۔ رائفلیں بھی ہیں، اسٹین گن، مشین گن سب کچھ ہے۔

بابری مسجد میں بت رکھے جانے، اس کا تالا کھولنے، شیلا نیاس کرانے تک کے واقعات پر غور کریں تو میں نے جو عرض کیا ہے سب حرف بحرف صحیح ثابت ہوگا۔ جب بابری مسجد میں بت رکھا گیا، اس وقت مرکز میں بھی اور صوبہ میں بھی کانگریس کی مضبوط حکومت تھی۔ اور کانگریس کے مضبوط لیڈر مسٹر نہرو وزیراعظم اور مسٹر پنت یوپی کے وزیر اعلیٰ تھے۔ وہ چاہتے تو یہ قضیہ چشم زدن میں ختم ہوسکتا تھا۔ ان دونوں لیڈروں کا پورے ملک میں اور ہندوؤں پر کافی اثر تھا۔ کوئی دم نہیں مارسکتا تھا۔ مگر بساط سیاست کے شاطروں نے اس جھگڑے کو ختم نہیں کیا۔ باقی رکھا۔ کس لئے؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، شمارہ جنوری ۱۹۹۳ء)

شارح بخاری اخلاق و کردار اور عادات و اطوار کے آئینہ میں بھی صاف و شفاف نظر آتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں اوقات کا نظم و ضبط بھی تھا۔ نماز اور جماعت کی پابندی تھی۔ اکابر کی بارگاہ میں مؤدب اور اصاغر پہ شفیق و مہربان تھے۔ مہمانوں کی دلجوئی اور واردین و صادرین کی طرف خصوصی توجہ و التفات فرمایا کرتے تھے۔ طبیعت میں جلال تھا، کبھی کبھی کسی ناگوار بات پر برس پڑتے تھے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد سنبھل جاتے تھے۔ خرد نوازی میں بے مثال تھے۔ خفا ہوتے تو اس میں بھی محبت و شفقت کی آمیزش ہوتی تھی۔ طلبہ کو دل سے تنبیہ و ہدایت کرتے۔ ان کی خیر خواہی کرتے۔ بزرگوں کا ادب و احترام سکھاتے۔ اصلاح طلب باتوں کی طرف بروقت رہنمائی فرماتے۔

آخری دور میں مرجع علماء اور یادگار اسلاف تھے۔ دقیق و غامض اور پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے اصحاب علم آپ کی طرف راجع ہوتے تھے۔ علمی مذاکرات کے صدر نشین ہوتے، اختلاف آراء کی شکل میں آپ ہی مشارٌ الیہ ہوا کرتے۔ آپ سے گفتگو کرکے مسئلہ کی صحیح نوعیت سمجھ میں آجاتی۔ ہر پہلو روشن ہوجاتا اور لوگوں کی تشفی ہوجاتی۔

[illegible] قدم رہتے، غیرت و حمیت بلا کی

تھی، اپنی پریشانی اور تنگ دستی کا اظہار یا کسی کے سامنے حسن طلب کو بھی روا نہیں رکھتے تھے۔ یہ باتیں میں اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر لکھ رہا ہوں۔

۱۹۸۰ء کے لگ بھگ آپ کو درد گردہ کی شدید شکایت ہوئی۔ کرب و اذیت میں مبتلا ہوئے۔ کسی طرح علاج کرایا۔ علاج کے لئے رقم پاس نہیں تھی۔ ناچار اپنی وہ کتابیں آپ کو فروخت کرنی پڑیں جنھیں آپ عزیز اور نہایت عزیز رکھتے تھے۔ فروختگی کتب کا عمل آپ کے اوپر کتنا شاق گزرا۔ اور دل پر پتھر رکھ کر کس طرح یہ کتابیں آپ نے فروخت کیں اس کا تصور بھی اس وقت تک میرے لئے باعث کرب ہے۔ میں یا آپ کے فرزند ڈاکٹر محب الحق رضوی یا آپ کے تلمیذ مولانا افتخار احمد قادری مصباحی یا عصائے پیری مولانا عبدالحق رضوی مصباحی یا اس طرح کے دیگر مقامی و غیر مقامی افراد بھی اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں تھے کہ آپ کے لئے کچھ کرسکیں۔ دوسرے تلامذہ و محبین کی کسی قابل ذکر مالی خدمت کا مجھے علم نہیں۔ سب کچھ آپ نے اکیلے ہی جھیلا۔ آپ کے احباب و مخلصین میں سے کوئی بندۂ خدا رازداری کے ساتھ شریک درد و غم ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جزاء خیر سے نوازے۔ آمین

اہل سنت کے معروف تصنیفی ادارہ المجمع الاسلامی مبارک پور کی تعمیر و ترقی کے آپ دل سے خواہاں تھے۔ اس کے بانی ارکان مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا بدرالقادری مصباحی اور راقم السطور **یٰس اختر** مصباحی کو آپ نہایت عزیز رکھتے تھے۔ سب کی صحت و عافیت اور ترقیٔ درجات کے لئے دعاء گو تھے۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ یہ سبھی ارکان حضور مفتیٔ اعظم ہند کے مرید، حضور حافظ ملت کے شاگرد اور شارح بخاری کے خوشہ چیں ہیں۔ اشرفیہ مبارک پور کے فاضل اور اس سے مختلف مراحل میں تدریس و ادارت اشرفیہ کے لحاظ سے وابستہ رہے ہیں۔ اور قلبی وابستگی تو ان سب کی تا حیات رہے گی۔ ان شاء اللہ

اشرفیہ مبارک پور میں صدر شعبۂ افتاء کی حیثیت سے شارح بخاری نے اپنی زندگی کے چوبیس سال گزارے۔ اور اپنے علم و مطالعہ و تجربہ و مشاہدہ کو اشرفیہ کے لئے قربان کر دیا۔ آپ خود الگ سے ایک دارالعلوم قائم کر کے اسے چلا سکتے تھے مگر ایسا نہ کر کے اپنے حافظ ملت کی یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی خد[illegible]

لیا۔ اپنی ساری صلاحیت اس کے لئے وقف کردی۔ اور اپنی عزت و شہرت سب کچھ نذر اشرفیہ کر کے وہیں آخری سانس تک رہ کر حافظ ملت اور اشرفیہ سے اپنے عشق و وفاداری کا نقش ثبت کر دیا۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

راقم سطور اور صدیق محترم مولانا افتخار احمد قادری مصباحی کی درخواست، تحریک اور اصرار پر شارح بخاری نے صحیح بخاری شریف کے ترجمہ و تشریح نزہۃ القاری کا آغاز کیا۔ کام میں کئی رکاوٹیں آئیں کئی موڑ آئے۔ صدیق مکرم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی کا مخلصانہ علمی مشورہ بھی شارح بخاری نے قبول کیا۔ حافظ عبدالحق رضوی مصباحی نے نزہۃ القاری کی تکمیل تک ہر قدم پر ساتھ دیا۔ بالآخر نو ضخیم جلدوں پر مشتمل نزہۃ القاری منظر عام پر آ ہی گئی۔ جس کے لئے اصحاب خیر کا تعاون بھی مستحق شکریہ ہے۔ نزہۃ القاری قوم و ملت کے لئے اس وقت سرمۂ چشم ہے۔ سامان افتخار ہے۔ لائبریریوں اور درسگاہوں کی زینت ہے۔ اور اس عظیم خدمت حدیث کا شارح بخاری کو یہ اعزاز ملا کہ رضا اکیڈمی ممبئی کی طرف سے جنوری ۲۰۰۰ء میں شاندار جشن شارح بخاری منایا گیا۔ اور آپ کو چاندی سے وزن کیا گیا۔ رقت قلب سے اس وقت حاضرین و سامعین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں جب آپ نے یہ اعلان کیا کہ اس چاندی کی دو تہائی قیمت اشرفیہ مبارک پور کو اور ایک تہائی رضا اکیڈمی ممبئی کو میں وقف کرتا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ برکت و خوشحالی کا دور اور نعمتوں کی بارش نزہۃ القاری کا صدقہ ہے، جب سے آپ نے اس کا کام شروع کیا اور دو ایک جلدیں چھپیں اسی وقت سے آپ کی اس مقبولیت و شہرت کا آغاز ہوا جو آپ کے معاصرین و اقران کے لئے بھی باعث رشک ہوا۔ ۱۹۹۸ء میں رضا اکیڈمی ممبئی نے آپ کی خدمت میں امام احمد رضا ایوارڈ پیش کیا جو ایک تمغہ اور پچیس ہزار روپے پر مشتمل تھا۔ حج ہاؤس ممبئی میں آپ کو یہ اعزاز دیا گیا۔

سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۹۷۴ء) اور احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ حیدر حسن میاں قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۹۹۵ء) کی خصوصی عنایات کی سعادت تو شارح بخاری کو بہت پہلے سے حاصل تھی۔ خود [illegible] میں برکاتی مفتی کا نعرہ لگاتے اور دوسروں

سے لگواتے تھے۔ عرس میں جب تک آپ نہیں پہنچتے آپ کا شدید انتظار فرماتے۔ اور آپ کے پہنچتے ہی احسن العلماء پکار اُٹھتے کہ اب ہمارا عرس مکمل ہوگیا۔ سالانہ شہید اعظم کانفرنس ممبئی میں سید العلماء اپنی تقریر سے پہلے آپ کی تقریر کرایا کرتے تھے۔ عرس قاسمی مارہرہ میں قل سے پہلے آپ ہی کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ اس مرحمت و الطاف خسروانہ کو ہزاروں لوگوں نے درجنوں بار دیکھا ہے۔ اور دیکھنے والوں سے سنا ہے۔ اور یہ سب تو گویا ابھی کل ہی کی بات ہے۔ جبکہ مارہرہ مقدسہ سے شارح بخاری کا تعلق و نسبت نصف صدی پر محیط ہے۔

دہلی کی ایک تازہ ملاقات میں شہزادۂ احسن العلماء امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سے میں نے عرض کیا کہ شارح بخاری سادات و مشائخ مارہرہ اور مارہرہ شریف کے عاشق تھے۔ کہیں بھی جب ذکر مارہرہ چھڑ جاتا تو آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی۔ حضور و غیبوبت کی یہ کیفیت یکساں تھی۔ امین ملت نے فرمایا۔ ہم نے بھی ان کا انتخاب یوں ہی نہیں کیا تھا۔ اور ہمارے بزرگوں نے انہیں یوں ہی نہیں نوازا تھا۔

اکتوبر ۱۹۹۹ء کے عرس قاسمی مارہرہ میں درجنوں علماء و مشائخ اور ہزاروں زائرین کی موجودگی میں امین ملت نے بحیثیت سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شارح بخاری کو "فقیہ اعظم ہند" کا خطاب دیا اور جشن شارح بخاری ممبئی جنوری ۲۰۰۰ء میں بھی اس کا اعلان فرمایا۔

نسبت مارہرہ اور خدمت صحیح بخاری نے شارح بخاری کے ستارۂ اقبال کو رشک مہ و انجم بنا دیا اور شہرت و ناموری و عزت و مقبولیت کے بام عروج تک پہنچا دیا۔ برکاتی فیضان شارح بخاری کے قلب امجدی رضوی پہ جاری ہوا اور آپ کا سارا وجود سرشار و نہال ہوگیا۔ اور اب انشاء اللہ نزہۃ القاری اور شارح بخاری کا چشمۂ جاری صدیوں تک اہل سنت کو سیراب کرتا رہے گا۔

یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے اور علماء اہل سنت کے درمیان آپ پورے ہندوپاک میں اس اعتبار سے منفرد ہیں کہ آپ کی حیات میں آپ پر سیمینار (۱۹۹۴ء دراشرفیہ مبارکپور) ہوا۔ آپ کی حیات ہی میں شارح بخاری کے نام سے تقریباً تین سو صفحات کی کتاب (۱۹۹۹ء میں) مرتبہ از راقم سطور یٰسٓ اختر مصباحی دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی سے شائع ہوئی۔ جس کی مکتبۃ المدینہ کراچی سے بھی بعد وصال اشاعت ہوئی۔ اسی طرح معارف شارح بخاری کے نام سے گیارہ سو صفحات کا عظیم اور خوبصورت مجموعہ ۲۰۰۰ء کے جشن شارح بخاری از رضا اکیڈمی ممبئی کے موقعہ پر شائع و جاری ہوا۔ ماہنامہ کنزالایمان دہلی اور ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے صفحات پر بعد وصال بہت سارے مضامین اور تعزیتی خطوط چھپے۔ ماہنامہ اشرفیہ کا ایک مختصر سا فقیہ اعظم نمبر بھی شائع ہوا۔

میں نے ماہنامہ کنزالایمان دہلی کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے جشن شارح بخاری حج ہاؤس ممبئی (جنوری ۲۰۰۰ء) میں اعلان کیا تھا کہ انشاء اللہ ماہنامہ کنزالایمان کا ایک شاندار شارح بخاری نمبر بہت جلد منظر عام پر آئے گا۔ افسوس کہ اس اعلان کے چند ماہ بعد ہی حضرت شارح بخاری کا وصال ہوگیا اور اب ان کے بعد ممبئی ہی میں رضا اکیڈمی کی طرف سے اس کے اجراء کا اسی حج ہاؤس ممبئی میں اہتمام ہو رہا ہے اور امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی کے دست مبارک سے اس کا اجراء ہو رہا ہے۔ کاش کہ اس پُر مسرت موقعہ پر شارح بخاری بھی موجود ہوتے تو وہ اسے اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر ماہنامہ کنزالایمان دہلی و رضا اکیڈمی ممبئی کو اپنی بے پناہ دعاؤں سے نوازتے۔

۲۳ر اپریل ۲۰۰۱ء کے اس جشن اجراء کا اہتمام الحاج محمد سعید نوری رضا اکیڈمی ممبئی نے کیا۔ حافظ محمد قمرالدین رضوی، رضوی کتاب گھر دہلی نے اپنے رضوی کتاب گھر کے ماہنامہ کنزالایمان کا شارح بخاری نمبر اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ رضا اکیڈمی ممبئی و رضوی کتاب گھر دہلی کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ ماہنامہ کنزالایمان کو زندہ و تابندہ رکھے۔ الحاج محمد سعید نوری اور حافظ محمد قمرالدین رضوی کو خدمت اہل سنت و علماء اہل سنت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے اور اس نمبر کے سلسلے میں جن لوگوں نے جس طرح کا بھی تعاون کیا ہے اسے قبول فرما کر سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

یٰسٓ اختر مصباحی۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنزالایمان دہلی
وبانی و مہتمم دارالقلم دہلی

دوشنبہ مبارکہ بتاریخ ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
مطابق ۹ر اپریل ۲۰۰۱ء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم اور تمام انبیاء کے سردار ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
میں قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔ (مسلم)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں رسولوں کا سردار ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ (ترمذی)

پہلا باب

شارح بخاری! اپنی زبانی

بیادگار:-
حافظ کلام باری وصحیح بخاری صدر
مجلس علماء اہلسنت حضور قبلۂ
عالم سید عبدالصمد چشتی
قدس سرہٗ

زیر سرپرستی:-
سید المتوکلین فرد الوقت شیخ طریقت
حضرت سید
محمد اکبر میاں صاحب قبلہ
صاحب سجادہ آستانہ عالیہ
صمدیہ پھپھوند شریف

جامعہ صمدیہ

پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)

چودھویں صدی ہجری کی ایک فقید المثال علمی، روحانی شخصیت حضور قبلۂ عالم حافظ بخاری خواجہ بیکس نواز سید عبدالصمد چشتی قدس سرہ کی آخری آرام گاہ ہونے کی بنا پر ضلع اوریا کا قصبہ ''پھپھوند شریف'' لاکھوں بندگان خدا کا مرکز عقیدت ہے جو شہر کانپور سے ایک سو کلومیٹر دور جانب مغرب واقع ہے۔

فساد امت کے اس خطرناک عہد میں جب کہ اسلام دشمن طاقتیں اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خاتمے کے لئے عالمگیر تحریک چلا رہی ہیں۔ ملت کے بیدار مغز افراد نے اگر دفاعی مورچہ نہیں سنبھالا تو مستقبل انہیں معاف نہیں کرسکتا۔

ایک مسلمان کی زندگی میں دینی تعلیم کی کتنی اہمیت ہے؟ بتانے کی ضرورت نہیں، لیکن اس حقیقت سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ سائنسی ترقی کے اس دور میں باوقار زندگی گزارنے کے لئے جدید علوم وفنون سے آراستہ ہونا ناگزیر ہے۔

انجمن چشتیہ صمدیہ مصباحیہ (رجسٹرڈ) کے ارکان نے اسی نصب العین کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایسے عظیم الشان ادارہ کے قیام کا منصوبہ بنایا جہاں ملت کے نونہالوں کو اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تکنیکی نصاب کی بھی تکمیل کرائی جائے۔

پہلے مرحلہ میں انجمن نے فیوض صمدیہ جونیئر ہائی اسکول کے نام سے ایک ادارہ کی بنا ڈالی جو آستانہ عالیہ صمدیہ کے زیب سجادہ شیخ طریقت حضرت علامہ سید محمد اکبر میاں صاحب قبلہ چشتی دام فیضہ کی سرپرستی میں ۱۹۹۲ء سے چار سو طلبہ وطالبات اور چودہ اساتذہ کا تعلیمی کارواں لے کر منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ دوسرے مرحلہ میں انجمن نے قصبہ سے متصل اعلیٰ دینی وتکنیکی تعلیم کے لئے ساڑھے تین ایکڑ زمین حاصل کرلی ہے جس پر تقریباً تین کروڑ کی لاگت سے کئی پرشکوہ عمارتوں کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔

الحمدللہ سینٹرل بلڈنگ کا گراؤنڈ فلور جو اٹھارہ ہزار چار سو بہتر اسکوائرفٹ پر مشتمل ہے اس وقت تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ جامعہ صمدیہ میں حفظ وقرأت، اور درس نظامی کی تعلیم کا معقول انتظام اور طلبہ کے قیام وطعام کا بہترین بندوبست ہے۔ شوال کے پہلے عشرہ میں داخلہ کے لئے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

جامعہ صمدیہ کے نام سے تعمیر ہونے والا یہ ادارہ انشاء اللہ اپنی مثال آپ ہوگا۔ دینی حمیت رکھنے والے قوم کے غیور اور ارباب ثروت افراد سے پرزور اپیل ہے کہ اس عظیم الشان منصوبہ کو تکمیل کی منزل تک پہونچانے کے لئے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیں۔

رابطہ کا پتہ

منیجر جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف ضلع اوریا، یوپی ۲۰۶۲۴۷

کوڈ نمبر:- 05683 فون نمبر:- 40162

شارح بخاری! اپنے حالات وکوائف

نام : محمد شریف الحق

تاریخ پیدائش: ۱۳۴۰ھ دن اور مہینہ معلوم نہیں

مقام پیدائش : محلہ کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو مشرقی یوپی انڈیا

والد کا نام : عبدالصمد دلال صاحب

تعلیمی لیاقت : فاضل فل درس نظامی قدیم

والدہ کا نام : سکینہ

ان کی کوئی نصیحت، دادا چچا ماموں کی نصیحت؟

والدہ کا وصال شعور پختہ ہونے سے پہلے ہی ہو چکا تھا اور دادا صاحب کا وصال میری پیدائش سے پہلے۔ چچا اور ماموں کا زمانہ پایا گیا مگر ان لوگوں کی کوئی نصیحت یاد نہیں۔

ننھیا، ددھیال یا سسرال میں کوئی عالم یا صوفی ہوئے ہیں تو ان کے نام اور ضروری معلومات؟

میری چوتھی پشت میں اوپر حضرت مولانا خیرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جو عالم ظاہر و باطن عارف باللہ تھے، ذاکر شاغل تہجد گزار بزرگ تھے، بلاناغہ مسجد میں جاکر تہجد پڑھتے پھر ذکر و مراقبہ کرتے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد بھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے نماز اشراق پڑھ کر گھر واپس آتے انہیں کی نسل سے صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ منصف بہار شریعت بھی ہیں۔

تعلیم: درجہ چار تک پرائمری قدیم فارسی نصاب سکندر نامہ تک قرأت بروایت حفص درس نظامی قدیم مکمل بشمول امور عامہ مسلم الثبوت شمس بازغہ اقلیدس افتاء۔

اساتذہ کے نام ابتداء سے اخیر تک؟

مولوی غلام یسٓ، مولوی محمد شریف [illegible] علی صاحب، (گھوسی کے اساتذہ) مبارکپور کے اساتذہ) مولانا سید شمس الحق، مولانا غلام محی الدین بلیاوی، مولانا ثناء اللہ صاحب مئوی، مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری، استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور (میرٹھ) جناب مولانا سید غلام جیلانی صاحب، جناب مولانا غلام یزدانی صاحب اعظمی (بریلی)، حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب، حضرت صدرالشریعہ ابوالعلیٰ مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت۔ اخیر کے دو بزرگوں سے کچھ احادیث بھی پڑھی ہیں مزید افتاء کی تعلیم و تمرین انہیں دونوں بزرگوں سے حاصل کی ہے۔

اپنے کن اساتذہ نے متاثر کیا وہ اساتذہ کن علوم میں ماہر تھے ان سے متعلق یادیں؟

اساتذہ میں سے جس نے مجھ کو سب سے زیادہ متاثر کیا ان میں حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ سرفہرست ہیں ان کی کسی خاص فن میں امتیازی شہرت نہیں میں نے ان سے نحو، تفسیر حدیث، منطق، فلسفہ، عقائد پڑھا میں نے ان کو ان تمام علوم میں بحر بیکراں پایا دوسرے حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب ہیں میں نے ان سے صرف دورۂ حدیث پڑھا ہے اور میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ یہ علم حدیث میں اپنے وقت کے ابن حجر عسقلانی اور بدرالدین محمود عینی تھے ان کی خدمت میں حمداللہ کے سبق میں بھی بیٹھ جاتا ان کو منطق کا بھی ماہر پایا ان کی خدمت میں فتویٰ نویسی کی ابتداء کی تھی میں نے ان کو فقہ اور عقائد کا بھی امام وقت پایا حضرت صدرالشریعہ، [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible] اس ہم کے بارے میں کچھ کہنا آفتاب کو

چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کی جامعیت اور عبقریت سب کو معلوم ہے کہ آج پوری دنیا میں اہل سنت کے علماء فضلاء خطباء ادباء مشائخ کی غالب اکثریت حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ ہی کے بواسطہ یا بلا واسطہ فیضیاب ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ہند نے چونکہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری نہیں رکھا اس لئے ان کی شہرت فقہ اور عقائد کے علاوہ دوسرے علوم میں نہیں ہوئی لیکن میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ بھی جملہ علوم معقول ومنقول کے امام تھے ایک بار دار العلوم منظر اسلام کے ایک مدرس جو حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے کچھ کدورت بھی رکھتے تھے فلسفہ کے ایک مسئلہ پر بحث کرنے آگئے وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت مفتی اعظم ہند نے کبھی فلسفہ پڑھا ہوگا اب بھول گئے ہوں گے انہوں نے جب بحث شروع کی میں بھی حاضر تھا مجھے بھی وسوسہ گزرا اور میں نے چاہا کہ ان کو بحث نہ کرنے دوں غالباً حضرت مفتی اعظم ہند میرے اس خطرے پر مطلع ہوگئے اور کچھ جلال کے ساتھ فرمایا یہ مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کیوں بیچ میں دخل انداز ہو رہے ہیں۔ بہر حال انہوں نے اپنا سوال پیش کیا اور حضرت مفتی اعظم ہند نے ایسا محقق مدلل مسکت جواب دیا کہ وہ دم بخود رہ گئے اپنی ملائی کے باعث کچھ نہ کچھ بولتے ضرور رہے لیکن بے جان باتیں۔ میں تو دنیا سے مخاطب ہو کر کے اپنے اساتذہ کے بارے میں یہ کہتا ہوں۔

اولئك ساداتی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یاجریر المجامع

آپ کو علم کی کس شاخ میں زیادہ دلچسپی تھی تفسیر، حدیث فقہ یا کوئی اور

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ عصری علوم کا مطالعہ بھی ضروری ہے؟

میرے خیال ہی میں نہیں بلکہ اپنے تجربہ کی روشنی میں مَیں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء خصوصاً مبلغین اور مفتی صاحبان عصری علوم کو ضرور حاصل کریں اس کے بغیر جدید پیدا ہونے والے مسائل کا حل ممکن نہیں نیز معاندین اسلام کے اوہام وشبہات کا ازالہ بھی ممکن نہیں۔

آپ کو دستار فضیلت کس نے پیش کی؟

گستاخی معاف...... پیش کی...... پیش کی نہیں...... عطا فرمائی۔ بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ مجھے میرے مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ اور مسند وقت حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اور حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ اور حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل سردار احمد صاحب اور استاذ العلماء حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے میرے سر پر دستار فضیلت باندھا۔ پندرہ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام کے جلسۂ دستار بندی میں۔

آپ کا کیا مشغلہ ہے؟

اس وقت بائیس سال سے فتویٰ نویسی اور تبلیغ دین کی خدمت انجام دے رہا ہوں اس کے قبل تدریس بھی میرے ذمہ تھی۔ والد صاحب کا مشغلہ بہت چھوٹی موٹی تجارت تھی۔

کہاں کہاں ملازمت کی؟

مدرسہ بحر العلوم مئو، مدرسہ خیر الاسلام حسین آباد جپلہ، ضلع پلاموں، مدرسہ، سنیہ حنفیہ مالیگاؤں، مدرسہ عین العلوم گیا، شمس العلوم گھوسی، فضل رحمانیہ، بچ پیڑوا ضلع بلرام پور، دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف، جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور، مدرسہ ندائے حق جلال پور، جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

موجودہ ملازمت: جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ۔

موجودہ پتہ: نو شوال لغایت ۱۱ر شعبان جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی، کوڈ نمبر ۲۷۶۴۰۴۔

۱۲ر شعبان لغایت ۸ر شوال برکات نگر، کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو، یوپی، پن کوڈ نمبر ۲۷۵۳۰۴۔

بیعت وخلافت؟

۱۳۵۹ھ میں حضرت صدر الشریعہ مولانا ابو العلی محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ برکاتیہ رضویہ [illegible] حضرت صدر الشریعہ میں علم ظاہر و باطن، تصلب

فی الدین، اتباع شریعت، زیادہ پایا اس لئے ان سے بیعت ہوا۔

نیز حضرت ہی نے ۱۳۶۷ھ کے شوال میں سلسلۂ برکاتیہ رضویہ کی اجازت عطا فرمائی نیز حضرت مفتی اعظم ہند نے بتاریخ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو سلسلۂ برکاتیہ رضویہ کی اجازت کے ساتھ ساتھ رسالہ مبارکہ "النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء" میں مندرج تمام سلاسل حدیث وطریقت کی اجازت عطا فرمائی نیز ۱۴۰۳ھ میں عرس قاسمی کے موقع پر قل کے وقت احسن العلماء زین الاصفیاء سرکار حضرت مولانا شاہ حافظ حسن میاں صاحب مارہروی برکاتی قدس سرہٗ العالی تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ مطہرہ نے اپنے خاندان عالیشان کے تمام سلاسل جلیلہ کی اجازت عطا فرمائی اور دستار بندی فرمائی۔ نیز حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے خاص سلسلۂ معمریہ منوریہ رضویہ کی اجازت عطا فرمائی جو سلسلہ برکاتیہ کے علاوہ اور طریقے سے ہے۔

حضور تاج العلماء، سید العلماء، احسن العلماء رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کس کو آپ نے برتا؟

حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے اور ملاقات سے میں مشرف نہیں ہوسکا میری تالیف "اشک رواں" حضرت کی خدمت میں پیش ہوئی حضرت نے اسے بہت پسند فرمایا اور میرے حق میں دعا فرمائی اور بہت سی جگہوں پر حضرت نے اس کتاب کو بھجوایا۔

حضرت سید العلماء واحسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے بارہا ملاقاتیں بھی ہوئیں اور ان کے ساتھ کئی کئی دن تک رہنے کا اتفاق بھی ہوا دونوں بزرگوں کی کرم نوازی اور ذرہ پروری آج بھی یاد آتی رہتی ہے۔ ان حضرات سے میرے تاثر کا سبب ان حضرات کے عقیدے کی پختگی اور ان کا تصلب فی الدین، استقامت علی الحق، حق گوئی اور اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور دنیوی سود وزیاں کی پرواہ نہ کرنا ہے۔

جب آپ کے شیخ طریقت نے آپ کی خلافت کا اعلان کیا تو کون کون علماء ومشائخ محفل میں موجود تھے؟

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ نے رات میں تنہائی میں خلافت عطا فرمائی تھی تہجد کے وقت۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے جب خلافت عطا فرمائی تو علماء کا کثیر مجمع تھا جن میں سے صرف حضرت مولانا بدرالدین احمد صاحب رضوی یاد ہیں۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے عرس قاسمی کے قل والی مجلس میں قل سے پہلے اعلان فرمایا تھا سبھی حضرات شہزادگان موجود تھے علماء میں صرف حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھ یاد ہیں اور احباب میں جناب مولوی بشیر احمد صاحب اُرئی والے ویسے کثیر علماء موجود تھے۔

آپ کو اس وقت کیا محسوس ہوا تھا؟

میں کیا جانوں رات کی بات

زبان پر برکاتی قفل لگا ہوا ہے برکاتی ساقی کتنی ہی پلائے جائے پیتے چلے جائیں پی کر بہکنے والے نہیں کہ میخانے کی بات میخانے سے باہر ہوسکے میاں آپ کیا چاہتے ہیں دارالافتاء میں بیٹھے رہنے دیں گے یا نہیں؟

خلیفہ بننے سے پہلے کیا محسوس کرتے تھے اور بعد میں کیا محسوس کرتے ہیں؟

گزر چکا کہ حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے ۱۴۰۳ھ کے عرس قاسمی میں خانقاہ برکاتیہ کے اندر قل کے وقت عرس کے منبر پر عطا فرمائی تھی چونکہ عرس قاسمی کی تاریخیں معین نہیں اور اتفاق سے اس سال کی تاریخیں یاد بھی نہیں۔

خلافت ملنے کے بعد آپ کی اپنے شیخ طریقت سے جو پہلی گفتگو تھی وہ کیا تھی؟

چونکہ احسن العلماء قدس سرہٗ نے صرف سلاسل جدیدہ کی اجازت دی تھی اور یہ بلا طلب تھی خلافت ملنے کے بعد میری پہلی گفتگو حضرت سے جو ہوئی میں نے عرض کیا حضور سلاسل قدیمہ کی بھی اجازت عطا

فرمائیں فرمایا پھر دیکھا جائے گا۔

کیا آپ کے شیخ طریقت نے آپ کو خط لکھے ان کی نقل، آپ نے جواب لکھا اگر اس کی نقل ہو؟

سرکار احسن العلماء قدس سرہٗ سے میری کافی خط و کتاب تھی لیکن وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں ضائع ہو گئے یا کہیں ایسی جگہ دب گئے کہ مل نہیں رہے ہیں، مخصوص خطوط کا ایک بکس جس میں اور بھی نوادر تھے مثلاً اس مخصوص حزب یمانی کا وہ نسخہ جسے حضرت مفتی اعظم ہند نے پڑھ کر سنایا تھا وہ کوئی سارق اٹھالے گیا میں کوشش کروں گا اگر کچھ خطوط مل گئے تو اس کی زیروکس کاپی حاضر کروں گا۔

آپ نے شیخ طریقت سے دنیاوی امور یا دینی امور میں جو گفتگو وقتاً فوقتاً کی اسے نقل فرما دیجئے؟

میری حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ سے بہت کافی دنیوی امور پر بھی اور دینی امور پر بھی بات چیت ہوئی ہے کبھی کبھی دو دو تین تین گھنٹے تک ہوئی ہے لیکن وہ باتیں اچھی طرح یاد نہیں اور جب اچھی طرح یاد نہیں تو ان کو نقل کرنے میں کچھ رد و بدل ہو سکتا ہے۔ اس لئے معذرت خواہ ہوں اس وقت میں بے حد مصروف ہوں فرصت ملنے پر سوچوں گا اور قطعی طور پر جو باتیں یاد آجائیں گی ان کو لکھ کر حاضر کر دوں گا۔

آپ کے شیخ طریقت آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے تھے؟

مفتی صاحب۔ ہمارے مفتی صاحب۔

آپ کو اپنے شیخ کی سیرت کے کس پہلو نے بہت زیادہ متاثر کیا دیگر پہلو کا بھی ذکر کیجئے:؟

مجھے حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کی سیرت کے اس زریں پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا کہ آپ مذہب حقہ اہل سنت و جماعت خصوصاً مسلک اعلیٰ حضرت کے اعلیٰ درجے کے پابند تھے اور اس میں اتنا تصلب تھا کہ کم بینوں کو تعصب کا دھوکہ ہوتا تھا مسلک اعلیٰ حضرت میں نہ ادنیٰ سی مداہنت خود فرماتے تھے اور نہ اس کو برداشت فرماتے تھے اگر کسی اپنے مرید یا متعلق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ذرے کے برابر بھی متجاوز دیکھتے تو برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی نیازمند ظاہر کرے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے تھے الاستقامة فوق الکرامة کی عملی تصویر تھے۔ ایک بہت مشہور سلسلے کے افراد ہیں جن کا تعلق تاج العرفاء حضور اچھے میاں صاحب کے عہد پاک سے ہے اس خاندان کے بہت سے افراد بعض مشائخ برکاتیہ کے استاذ بھی ہیں اور یہ لوگ ظاہری نیازمندی اور عقیدت ظاہر کرنے میں سب سے آگے بھی ہیں اور یہ لوگ جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے احسن العلماء ان کی شایان شان ان کی آؤ بھگت فرماتے مگر جب انہوں نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ایک فتوے پر کچھ ناروا جملے استعمال کر دیئے تو حضور احسن العلماء قدس سرہٗ نے ان لوگوں سے بالکلیہ تعلقات منقطع فرما دیئے ہندوستان کے ایک بہت بڑے سنی خطیب ہیں اور وہ حقیقت میں سنی صحیح العقیدہ ہیں عقیدے کے معاملے میں ان کے اندر ذرا بھی ان میں لچک نہیں مگر سیاسی ماحول میں پھنس کر بدمذہبوں کے ساتھ کبھی کبھار کھا پی لیتے ان کے ساتھ اسٹیج پر تقریر بھی کر لیتے ایک دفعہ کچھ لوگوں نے گزارش کی احسن العلماء سے عرس قاسمی میں انہیں بھی مدعو فرمائیں جلال آگیا فرمایا وہ بدمذہبوں سے ملتے جلتے ہیں ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں ان کو مدعو کروں گا؟ یاد رکھئے وہ کبھی از خود بھی آگئے تو منبر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دوں گا تقریر تو دور کی بات ہے۔ رہ گئے احسن العلماء کی سیرت کے دوسرے پہلو ان کو میں نے ماہنامہ اشرفیہ کے سیدین نمبر کے لئے جو مضمون احسن العلماء پر لکھا ہے وہ حضور کے یہاں نظر ثانی کے لئے موجود ہے تکلیف فرما کر اسے ملاحظہ کر لیں میں ان کے کس کس پہلو کا ذکر کروں علم، فضل، زہد و ورع، اخلاق، کرم، علماء نوازی، بلکہ علماء کا اعزاز و اکرام، کشف و کرامت، تصرف، استجابت دعا، کن کن باتوں کو ذکر کروں ان سب کے باوجود تواضع، فروتنی، ایسی کہ ہم جیسے لوگ شرم سے پانی پانی ہو جاتے عرس کے ایام میں کثیر بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے، عوام ہیں کہ گرے پڑتے ہیں باہر نکلنا تو الگ حویلی کے اندر سجادے پر بیٹھنا مشکل ہے لیکن عادت کریمہ تھی کہ قل کے روز اس بوڑھے غلام کی قیام گاہ پر ایک بار ضرور تشریف لاتے۔

چپ ہو رہا ہوں کہہ کے کہ کیا کیا کہوں تجھے

کیا آپ نے خلافت ملنے کے بعد سلسلہ کا اجراء کیا؟

اللہ کے فضل سے تھوڑا بہت کیا ہے۔

آپ نے خانقاہ برکاتیہ کا ذکر کس عمر میں سنا؟

یہ یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ شعور پختہ ہونے کے بعد ہی سے خانقاہ برکاتیہ سے متعارف ہوا اور اس کا سبب حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی ذات گرامی تھی۔

آپ کو خانقاہ برکاتیہ آنے کا شوق کیوں پیدا ہوا؟

اس کا بنیادی داعیہ یہ ہوا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ خانقاہ برکاتیہ ہی سے مرید تھے ذہن میں پہلا نقش یہی ثبت ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ جس خانقاہ کے مرید ہیں وہ خانقاہ سب سے بڑی خانقاہ ہوگی۔

اعراس جو خانقاہ میں منعقد ہوتے ہیں ان کی نوعیت آپ کو کیسی لگتی ہے؟

بہت عمدہ اور بہت اچھی۔

درگاہ خانقاہ کے انتظامات آپ کو کیسے لگتے ہیں؟

بہت اچھے اور مناسب۔

خانقاہ برکاتیہ کے علمی وروحانی وقار کے بارے میں آپ کیا خیال ہے؟

ہندوستان کی جن خانقاہوں کو میں جانتا ہوں ان سب میں خانقاہ برکاتیہ بہت باوقار ہے علمی اعتبار سے بھی اور روحانی اعتبار سے بھی اگر چہ بظاہر خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں دینی نصاب نہیں پڑھا ہے لیکن ان حضرات کو دینی معلومات عقائد کی بھی اور اعمال کی بھی اتنی زیادہ ہے کہ اس دور میں ننانوے فیصد مدرسہ کے فارغین میں نہیں اس کا سبب بزرگوں کی دینی ماحول میں تربیت اور مسلسل تعلیم وتلقین اور کثرت مطالعہ اور روحانی فیض ہے۔

خانقاہ برکاتیہ کا امتیاز کیا ہے؟

خانقاہ برکاتیہ کے امتیازات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یہ حضرات تحقیقی طور پر سید ہیں جس میں نہ کہیں داغ ہے اور نہ کہیں لوچ اور اس کی دلیل اس خانقاہ کے افراد کے وہ اخلاق ہیں جو اخلاق نبوی کے مانند ہیں۔

(۲) صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پورے طور سے پابند جس میں کوئی مداخلت اور پلپلا پن نہیں۔

(۳) ان کا سلسلہ بلاشبہہ متصل اور بیعت وارشاد کے اصول کے عین مطابق ہے جس میں کہیں کوئی خلاء نہیں، ان کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے۔

(۴) شریعت کے کما حقہ متبع ہیں خلاف شرع کسی بات کو گوارہ نہیں کرتے۔

(۵) استقامت علی الحق اور حق کی اعانت ونصرت اور ہر باطل کا رد و تردید ان کا طرۂ امتیاز ہے۔

(۶) علماء کرام کا کما حقہ اعزاز واکرام کرتے ہیں انتم ما الاعبید لآبائی کے غرور میں آ کر یا جلب منفعت کی امید میں مالداروں اور سیٹھوں کو ان پر ترجیح نہیں دیتے۔

(۷) مریدین سے کوئی طمع نہیں رکھتے بلکہ عند الضرورت اپنے مریدین کی کافی امداد واعانت کرتے ہیں میرے علم میں ہے کہ حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے ایک عالم کو علاج کے لئے پچیس ہزار روپے نقد یک مشت عطا فرمایا تھا اور اپنی بارگاہ کے اس بوڑھے ناکارہ غلام پر ایک بار نہیں متعدد بار کرم فرمایا۔

(۸) عرس کی تقریبات میں کوئی رسم خلاف شرع یہاں رائج نہیں سارے مراسم عرس شریعت کے دائرے میں ادا ہوتے ہیں ایام عرس میں پابندی کے ساتھ پنج وقتہ وقت معینہ پر اذان اور باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے نسبت کے تعلق سے کیا شیخ طریقت نے آپ کو کوئی تحفہ دیا کیا وہ محفوظ ہے؟

نہیں عطا فرمایا۔

اہل سنت کی آواز قدیم واہل سنت کی

آواز جدید کے بارے میں آپ کا کیا تبصرہ ہے؟

''اہل سنت کی آواز'' قدیم کا بالاستیعاب میں نے مطالعہ کیا ہے جس کی روشنی میں مَیں کہہ سکتا ہوں کہ اس رسالۂ مبارکہ نے مذہب حقہ اہل سنت وجماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ایسے وقت میں ترجمانی اور نشرو شاعت کی ہے جب کہ ہر طرف سکوت طاری تھا بلکہ جس وقت کہ مذہب اہل سنت وجماعت کے بعض احکام کی صریح خلاف ورزی ہورہی تھی ہندوستان کے جرائد ورسائل میں اہل سنت کی آواز قدیم کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے بلاخوف لومۃ لائم حق ظاہر فرمایا اور اعلانیہ شائع فرمایا یہ رسالہ جن نامساعد حالات میں نکلتا تھا خود ایک بہت اہم معاملہ ہے۔ جنگ اعظم کے اثرات سے ان دنوں نہ آسانی سے کاغذ مل رہا تھا اور نہ کسی رسالے کے لئے پرمیشن مل رہا تھا۔ یہ حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کی کرامت ہی تھی کہ رسالہ نکل رہا تھا اسی رسالے نے اس رسالے کے مدیر حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کی علمی ادبی عظمت میرے دل میں بیٹھائی اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ عام طور پر خانقاہیں شمشیر وسنان اوّل طاؤس ورباب آخر کی مصداق ہے۔ لیکن یہ متبرک مقدس خانقاہ ہمیشہ اوّل بھی آخر بھی طاؤس و رباب سے دور رہی بلکہ طاؤس ورباب شکن رہی اور اوّل بھی شمشیر وسنان کی مالک رہی اور آج بھی، فرق اتنا ہے کہ جب آہنی شمشیر وسنان کا زمانہ تھا تو اس کے دشمن تھے اور آج جب کہ قلمی سیف وسنان کا زمانہ ہے اس کے بھی یہ لوگ دشمن ہیں۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ خانقاہ کے موجودہ مشائخ اور شاہزادگان قدیم روایات خانقاہ کی حفاظت کررہے ہیں کیا دوسرے تقاضوں سے واقف ہیں؟

جی ہاں خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ تقاضوں سے بھی واقف ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ قدیم برکاتی شراب کو جدید عمدہ سے عمدہ اچھے سے اچھے ظروف میں بھر کر دنیا کو پلا رہے ہیں جس کی دلیل دن بدن عرس مبارک کے مجمع کی زیادتی ہے مجمع کی زیادتی اس عظیم تناسب سے ہو رہی ہے کہ ہم جیسے بوڑھوں کو سوچنا پڑتا ہے کہ اس میں شریک ہوں یا نہ ہوں اس لئے کہ علماء نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لینے کے لئے نہ کسی کو دباؤ اور نہ دبو نہ کچلو کچلاؤ۔

رسے ست کہ مالکان تحریر آزاد کنند بندۂ پیر

مگر یہ جذبہ صرف سوچنے کی حد تک ہے ورنہ جب عرس قریب آتا ہے تو ع دیدنت دشوار و نادیدن ازاں دشوار تر

کشاں کشاں لئے ہوئے پہونچا ہی دیتی ہے۔

ان کی دینی وتبلیغی کاوشوں کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے؟

اس خانقاہ کی دینی وتبلیغی کاوش قابل صد ستائش ہے۔ البتہ خواہشمندوں حاجتمندوں کی درخواستوں کے قبول کرنے کا تناسب اور بڑھا دینا چاہئے اگر اس پر عمل ہو گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا چشم سر سے دیکھ لے گی کہ اذا جاء نہر اللہ بطل النحر الباطل۔

کیا آپ نے ادارہ برکات کے بارے میں سنا؟

جی ہاں سنا اور بانی ادارہ کی زبانی سنا اور بہت کچھ سنا یہ وقت کی سب سے اہم اور مفید ضرورت ہے خدا کرے جلد اس کی تکمیل ہو جائے تو اب بوڑھا از کار رفتہ ہو چکا ہوں سوائے دعا کے اور کچھ نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ اس ادارے کو جلد مکمل کرائے۔ اور اس کے فیض کو پوری دنیا میں پہونچائے میری آرزو ہے کہ میں وہ دن دیکھوں اور ادارے میں حاضر ہو کر دنیا کو سناؤں:

جو ابر یہاں سے اٹھا ہے وہ سارے جہاں پہ برسا ہے
اور جو ابر یہاں سے اٹھے گا وہ سارے جہاں پہ برسے گا

قال بفمہ وامر برقمہ

محمد شریف الحق امجدی

خادم الافتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

یکم رجب ۱۴۲۰ھ ۱۰/۱۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء

●●

شارح بخاری!

اجازات واسانید

از:- شارح بخاری علیہ الرحمہ

۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی سے میری فراغت ہوئی۔ اس وقت دارالعلوم کی عام سند کے علاوہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے اپنی مخصوص سند بھی عطا فرمائی جس کا عنوان تھا۔

"سند التکمیل لمن اکمل التحصیل"

جس پر مجیز کی جگہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے حضرت صدر الشریعہ سے دستخط کرایا اور خود ایک مختصر جامع عبارت لکھ کر دستخط فرمایا۔ اس سال حضور حافظ ملت قدس سرہٗ بھی دارالعلوم مظہر اسلام کے جلسۂ دستار بندی میں شریک ہوئے تھے انہوں نے اپنی خاص عبارت لکھ کر اس سند پر دستخط فرمایا حضرت محدث اعظم پاکستان کو حضرت صدر الشریعہ کے علاوہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب سے بھی اجازت حاصل تھی ان دونوں سلسلوں سے اجازت عطا فرمائی۔

مرشدی صدر الشریعہ قدس سرہٗ جب اخیر بار حج کے لئے جارہے تھے تو شاہ گنج اسٹیشن پر ۱۳۶۷ھ میں سلسلۂ برکاتیہ رضویہ کی اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حبر امت مسند وقت حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب نے رسالہ مبارکہ النور و البہا فی الاسانید و سلاسل الاولیاء میں مندرج ۳۹ر سلاسل قرآن مجید و احادیث اور اولیائے کرام کی اجازت مرحمت فرمائی نیز صحاح ستہ کی وہ خاص سند عطا فرمائی جو پوری دنیا میں سب سے عالی ہے اور بہت مختصر اور نیز سلسلۂ منوریہ معمریہ رضویہ کی بھی سند عطا فرمائی نیز فتح الباری کے اخیر میں نسائی شریف کی حدیث جو مذکور ہے اس کی اپنی خاص سند کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی نیز حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ نے حدیث مسلسل بتحریک الشفتین کی اجازت عطا فرمائی نیز حضرت احسن العلماء مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب قدس سرہٗ تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ نے تمام سلاسل برکاتیہ جدیدہ کی اجازت عطا فرمائی۔

نیز حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے ان تمام سلاسل فقہ کی اجازت عطا فرمائی جو ان کے پاس تھے۔

(قدرے تفصیل)

(۱) اجازت قرآن:-

النور والبہا میں سب سے پہلی سند قرآن مجید کی ہے حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے النور والبہا کے تمام سلاسل کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی بھی اجازت عطا فرمائی اس کے بعد میری درخواست پر مختلف اوقات میں مجھ سے قرآن مجید بھی سنا یہ اجازت قرأت امام عاصم بروایت حفص کی ہے نیز سند تکمیل میں بھی قرآن مجید کی اجازت ہے جو اس تفصیل کے مطابق ہے جو ابھی سلاسل حدیث میں آتی ہے وہ دس سندوں پر مشتمل ہے اس طرح بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید کی ۱۱ر سندیں اس خادم کو حاصل ہوئی۔

(۲) جامعہ اشرفیہ سے بھی یہ اجازت مجھے حاصل ہے۔

(سلاسل احادیث)

صحاح ستہ: اوّل...... حضرت صدر الشریعہ سے۔

دوم...... حضرت مفتیٔ اعظم ہند سے۔

ان دونوں حضرات کو اپنے شیخ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے اجازت تھی۔

سوم...... حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ حافظ عبدالعزیز صاحب، بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے۔

چہارم...... محدث اعظم پاکستان سے۔

ان کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب سے اور ان کو ان کے والد ماجد حضرت مجدد اعظم قدس سرہٗ سے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو ان کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب سے ان کو ان کے والد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب سے ان کو اپنے استاد مولانا خلیل الرحمٰن صاحب رامپوری سے ان کو اپنے استاذ حضرت مولانا محمد اعلم صاحب سندیلی سے ان کو حضرت ملک العلماء ابوالعیاش محمد عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی لکھنوی سے ان کو اپنے والد ماجد حضرت مولانا نظام الدین صاحب سے قدست اسرارھم۔

نیز اس میں ایک دوسری سند بھی ہے جو اس سے عالی ہے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اپنے مرشد برحق خاتم الاکابر مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی سے انہیں عارف باللہ، مولانا نور الحق المدعو بمولانا نور بن مولانا انوار الحق المدعو بمولانا انوار سے اور انہیں حضرت بحرالعلوم قدس سرہٗ سے۔

یہ دونوں سندیں تفصیلی ہیں اس کے علاوہ باختصار یہ مذکور ہے "واجازات اخر عن المشائخ الکرام و العلماء الاعلام" اس طرح فراغت کے وقت حضرت مفتی اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ قدست اسرارہم نے اپنے ان تمام سلاسل کی اجازت دیدی جو انہیں اپنے اساتذہ و مشائخ سے ملی تھی اس سند میں قرآن مجید کی بھی اجازت ہے اس طرح یہ سند دس اجازتوں پر مشتمل ہے۔ ۵ سلسلہ خاندانیہ اور ۵ سلسلہ مارہرہ مطہرہ۔ اس طرح دس سلسلے کی اجازتیں ہوئیں۔

یہ پانچ اجازتیں خاص سلسلۂ رضویہ کی ہیں جو خاندانی ہیں اور حضرت بحرالعلوم ابوالعیاش عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی قدس سرہٗ کے واسطے سے صحاح ستہ کے مصنفین تک پہونچتی ہیں۔

النور والبہا میں مندرجہ ذیل سلاسل حدیث کی اسناد ہیں۔

صحاح ستہ، موطا امام مالک، حصن حصین، بقرأت اطراف اجازت سنن ابوداؤد بقرأت اطراف یہ آٹھ سندیں ہوئیں۔

حدیث مسلسل بالا ولیۃ

(۱) بطریق شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ (۲) بطریق حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۳) بطریق صوفی احمد حسن مرادآبادی۔

پہلے سلسلے میں سیدنا مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ اور سیدنا حافظ زین الدین عراقی کے مابین بارہ واسطے ہیں اور دوسرے طریقے میں گیارہ تیسرے طریقے میں صرف چھ اس لئے تیسرا طریقہ سند کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہے۔

حدیث یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک و تعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے جو لوگ زمین پر ہیں ان پر رحم کرو تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔

حدیث مسلسل بالا ضافہ

(۱) بطریق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) بطریق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

وہ حدیث یہ ہے اضافنی امیر المومنین علی بن ابی طالب علی الأسودین التمر و الماء قال اضافنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الأسودین التمر و الماء قال من اضاف مومنا فکانما اضاف آدم و من اضاف اثنین فکانما اضاف آدم و حواء و من اضاف ثلثة فکانما اضاف

جبرئیل و میکائیل و اسرافیل۔

(امام حسین شہید کربلا نے فرمایا) امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب نے دوکالی چیزوں سے میری مہمانی کی، کھجور اور پانی، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوکالی چیزوں، کھجور اور پانی سے میری مہمانی کی، فرمایا۔ جس نے ایک مومن کی میزبانی کی گویا اس نے آدم علیہ السلام کی میزبانی کی، اور جس نے دو کی میزبانی کی گویا اس نے آدم و حواء علیہما السلام کی میزبانی کی، اور جس نے تین کی میزبانی کی گویا اس نے جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل کی میزبانی کی۔

حدیث مسلسل بالمصافحة

اس حدیث کے بھی دو طریقے ہیں ایک (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ سے (۲) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ صافحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم أرخزآ ولاقزا ألين من كف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا میں نے کسی ریشمی کپڑے کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا۔

(۱) علاوہ ازیں حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے صحاح ستہ کی اپنی بہت خاص سند بھی اپنے دست مبارک سے لکھ کر عطا فرمائی تھی، جس میں اعلیٰ حضرت مجدد اعظم قدس سرہٗ سے لے کر بہت کم وسائط تھے۔ افسوس ہے کہ حرز یمانی کے ساتھ یہ بھی غائب ہوگئی۔

(۲) نیز حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے نسائی شریف کی اس حدیث کی بھی مع سند قرأت فرمائی اور اجازت عطا فرمائی جو سند الحفاظ علامہ علی بن احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کے اخیر میں اپنی سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

(۳) حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل سردار احمد صاحب قدس سرہٗ نے صحیح بخاری کے درس کے وقت حدیث مسلسل بتحریک الشفتین کی قرأت فرمائی اور اپنے ہونٹوں کو ہلایا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلایا تھا۔ یہ حدیث بخاری شریف بـ ب بدء الوحی میں مذکور ہے۔

یہ اتنالیس اجازتیں احادیث کریمہ کی ہیں اس کے علاوہ "النور والبهاء" میں مصافحات خمسہ بھی اپنے سندوں کے ساتھ مذکور ہیں۔

اوّل:- مصافحة الجنية، دوم:- مصافحه جنيه اخرىٰ یہ خاص ان صحابی جنوں میں سے ایک سے مروی ہے جو لیلۃ الجن میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے، جن کی عمر سات سو سال ہوئی تھی۔ سوم:- مصافحه خضريه اس میں اپنی سند کے ساتھ شاہ عبدالعزیز صاحب نے روایت کیا ہے جو بطریق ابو عبداللہ حز میری حضرت ابوالعباس خضر علیٰ نبينا عليه الصلوٰة و التسليم سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ چہارم:- مصافحة المعمرية اس میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف سات واسطے ہیں۔ پنجم:- مصافحة المنامية اس میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سند کے ساتھ شیخ ابوالحسن علی باغوزانی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے اپنی انگشتان مبارک میری انگلیوں میں داخل فرمائیں اور فرمایا اے علی۔ شَابِكْنِي فمن شابكني دَخَلَ الجنة و مازال يعد حتى وصل الى سبعة ثم استيقظت و اصابعي في اصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اے علی اس طرح مجھ سے مصافحہ کر اور جو اس طرح مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ جنت میں داخل ہوگا اسے بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ سات بار فرمایا اس کے بعد میں جاگا اور میری انگلیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں میں تھیں۔

یہ پانچ خاص احادیث کی خاص سندیں ہیں اب اگر اس کو ملا لیا جائے تو میرے سلاسل احادیث کی تعداد چوالیس (۴۴) ہو جائے گی۔

سلاسل طریقت

اوّل:- سلسلۂ امجدیہ رضویہ۔ جو حضرت صدر الشریعہ قدس

سرہٗ سے ملا۔

دوم:- سلسلۂ رضویہ احمدیہ۔

سوم:- سلسلہ رضویہ نوریہ۔

مزید برآں حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے ان تمام سلاسل اولیاءاللہ کی اجازت دی جو "النور و البهاء" میں مذکور ہیں۔ جن کی تعداد یہ ہے۔

اوّل:- سلسلة قادريه بركاتيه سلسلة الذهب جديدة۔

دوم:- قادريه قديمة

سوم:- قادرية رزاقية بطريق سيدنا شاه حمزه عن السيد اسماعيل المولوى عن السيد عبدالرزاق البانسوى۔

چہارم:- عن خاتم الاكابر عن الشاه المولوى نورالحق المدعو بمولينا نور عن ابيه المولوى انوارالحق المدعوا بمولينا انوار عن السيد عبدالرزاق البانسوى۔

پنجم:- قادرية منورية معمرية

جو سب سے عالی ہے اور حضرت شاہ منور حسین الہ آبادی عن الشاہ دولھا عن غوث الثقلین السید ابی محمد محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس سرہٗ سے ہے اس سلسلے میں حضرت شاہ دولھا صاحب قدس سرہٗ کی عمر مبارک بہت طویل پانچ سو سے زیادہ تھی۔

سلسلۂ چشتیہ: (۱) قدیمہ (۲) جدیدۃ

سلسلۂ سہروردیہ: (۱) قدیمہ (۲) جدیدۃ

سلسلۂ نقشبندیہ: (۱) صدیقیہ۔

یہ سلسلہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بواسطہ امام قاسم بن محمد بن ابی بكر صديق عن سيدنا سلمان الفارسى عن سيدنا ابى بكر الصديق عن النبى صلى الله عليه وسلم جاری ہے۔

(۲) نقشبندیہ علویہ۔ یہ سلسلہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے آگے ائمۂ اہل بیت کے بواسطہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے۔ یہ دونوں سلسلے حضور سیدنا میر ابوالعلی اکبر آبادی قدس سرہٗ کے واسطے سے ہے۔ یہ سلسلے حضرت شیخ [illegible]

سلسلے کے علاوہ ہیں یہ بھی جدیدۃ ہیں۔

سلسلۂ بدیعیہ: حضرت بدیع الدین مدار مکن پوری قدس سرہٗ کا سلسلہ ہے عند التحقیق یہ سلسلہ مشکوک ہے۔ لیکن جن بزرگوں نے اسے عطا فرمایا ان کے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ سلسلہ مشکوک ہے۔ وہ اپنے مشائخ کے طریقے پر اپنے خلفاء کو اس سلسلہ کی اجازت دیتے تھے خلفاء میں جن لوگوں کے علم میں یہ بات تھی یہ سلسلہ مشکوک ہے وہ بھی اپنے شیخ کے ساتھ ادب کی بنا پر کچھ کہتے نہیں تھے۔ اس راہ میں بنیادی بات شیخ کا ادب ہے۔ عارف شیرازی نے کہا ہے۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

اس خادم کو بتحقیق معلوم ہے کہ ہمارے مشائخ خاص سلسلہ بدیعیہ مداریہ میں کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔

سلسلۂ برکاتیہ:- سرکار احسن العلماء حضرت مولانا سید حافظ شاہ حسن میاں صاحب مارہروی تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ نے اپنی بارگاہ کے اس ادنیٰ غلام کو بلا طلب عرس قاسمی کے موقع پر تمام سلاسل برکاتیہ جدیدۃ کی اجازت عطا فرمائی۔ مارہرہ مطہرہ میں حضور سیدنا برکت اللہ قدس سرہٗ سے دو متوازی سلسلۂ طریقت جاری ہیں۔ قدیمہ اور جدیدۃ۔ قدیمہ خاندانی سلسلہ ہے جو بواسطہ سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی حضور سیدنا مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ کے ذریعہ پھیلا ہے۔ یہ سلاسل تین ہیں۔

قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ

حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کو اپنے گھر سے روحانیت کا بہت بڑا خزانہ ملا تھا چونکہ حضرت کا ظرف بہت اعلیٰ و اعظم تھا اس سے سیر نہیں ہوا اس عہد میں کالپی شریف میں حضور سیدنا شاہ سید فضل اللہ ترمذی قدس سرہٗ کا ڈنکا بج رہا تھا۔ حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کالپی شریف حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور سیدنا شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام فرمایا اور اپنے سینے سے لگا کر ارشاد فرمایا "دریا بہ دریا پیوست" اور اپنے تمام سلاسل، اوراد، وظائف، اذکار عطا فرمایا، جو سلاسل حضرت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ سے حاصل [illegible] ہیں۔

قادریہ سلسلۃ الذہب چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، صدیقیہ، علویہ، بدیعیہ۔ اسی طرح حضور سیدنا شاہ اویس قدس سرہٗ کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے جو سلاسل مشائخ برکاتیہ کو ملے وہ بھی جدیدہ کہلاتے ہیں۔ جیسے سلسلہ قادریہ۔ رزاقیہ۔ سلسلہ عزیزیہ۔ منامیہ۔

سلسلۂ علویہ منامیہ: یہ سلسلہ حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ کو اپنے استاذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"ایک رات میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا اور عرض کیا کہ مجھ سے بیعت لے لیں۔ حضرت امیر المومنین نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت لی"۔

اہل طریقت کے یہاں یہ چیز مسلّم ہے کہ اگر کوئی عارف باللہ خواب میں کسی بزرگ سے بیعت کرے تو وہ معتبر ہے۔

سلسلۂ منوریہ رضویہ

سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے اپنے اس خادم کو "النور والبہا" میں مذکور سلسلہ کے علاوہ ایک اور طریقے سے اس سلسلے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کسی ذریعہ سے ملی تھی۔ افسوس کہ یہ بھی سند ضائع ہوگئی۔

یہ حضرات اولیائے کرام کے اٹھارہ سلسلے ہوئے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک اور اگر ان سلاسل کی ان ذیلی شاخوں کو شمار کیا جائے جو درمیان میں پیدا ہوئیں اور بعد میں سمٹ گئیں تو تعداد اور بڑھ جائے گی۔ مثلاً حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کو خاندان برکات کی مختلف اجازتیں اور خلافتیں حاصل تھیں۔ حضور سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے تھے۔ حضور سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں اور حضور سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں قدست اسرارہم ان حضرات کے خاندان ہی کے افراد میں کثیر خلفاء تھے مگر پھر ان سب نے حضور سیدنا شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن میاں قدس سرہٗ کو خلافتیں عطا فرمائیں یا ان کے والد ماجد حضور سیدنا شاہ سید محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح حضور سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ کے منبع سے مختلف ندیاں نکلیں اور وہ سب بعد میں حضور سیدنا شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہٗ کی ذات میں جمع ہوگئیں۔ حتیٰ کہ جو سلسلہ حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ کا حضور سیدنا ابوالحسین احمد نوری سے چلا وہ بھی یہاں آ کے سمٹ گیا۔ اور اب سلسلہ نوریہ اور سلسلہ قاسمیہ کے وارث دو بزرگ ہیں۔ حضور مولانا سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب سید ملت اور حضور سید شاہ مولانا محمد امین میاں صاحب امین ملت مدت اظلالہم العالیہ و دامت فیوضہم القدسیہ۔

اوراد و وظائف

دلائل الخیرات:- دلائل الخیرات شریف کی پہلی اجازت مجھے مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے حاصل ہے ایک بار حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ بنارس ریوڑی تالاب جناب حاجی عبدالغفور صاحب سابق سکریٹری مدرسہ فاروقیہ کی دعوت پر تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا ان دنوں میں پابندی سے دلائل الخیرات شریف پڑھتا تھا۔ حضرت صدر الشریعہ نے دیکھ لیا فرمایا لاؤ میرے سامنے پڑھو میں بھی سنوں حضرت نے ارشاد فرمایا میں پابندی کے ساتھ دلائل الخیرات شریف پڑھتا تھا اب بصارت کی کمزوری کی وجہ سے پڑھ نہیں پاتا تین دن تک ایک ایک حزب میں نے حضرت کو پڑھ کر سنایا اجازت اس سے پہلے حاصل کر چکا تھا دوسری اجازت حضرت مفتی اعظم ہند نے النور والبہاء کے ساتھ عطا فرمائی حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے بھی حزب اوّل اور حزب ثامن پورا پڑھوا کر سنا حزب ثامن میں جہاں دعا قبول ہونے کی مخصوص جگہ ہے وہاں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے بہت دیر تک دعائیں کیں۔

حرز یمانی: جسے دعائے سیفی بھی کہا جاتا ہے اس کی بھی اجازت النور و البہاء کے سلاسل کے ساتھ عطا فرمائی۔ پھر میری استدعا پر پوری دعا پڑھ کر مجھے سنائی اور خصوصی اجازت عطا فرمائی اور دعوت صغیر دعوت کبیر دعوت اکبر کی پوری تفصیل تعلیم فرمائی پھر فرمایا آپ اس سب میں مت پڑیئے گا آپ کے ذمہ جو خدمت سپرد ہے وہ انجام دیتے رہئے گا آپ کے دنیا اور آخرت کے سب کام بنیں گے۔

حزب البحر:- النور والبہا کے سلاسل کی اجازت کے [illegible] عطا فرمائی پھر پوری دعا حــــزب

البحر پڑھ کر سنائی اور اس کی بھی تینوں دعوتوں کی تفصیل بتائی پھر اشتغال سے منع فرمایا۔

اسمائے اربعین:- النور والبھاء کے سلاسل کے ساتھ اس کی بھی عمومی اجازت عطا فرمائی پھر تمام اسماء پڑھ کر مجھے سنایا اوران سب کی دعوات کا طریقہ تعلیم فرمایا پھر فرمایا اگر آپ کا جی چاہے تو ان اسماء میں سے کسی ایک کا ذکر الٰہی کی نیت سے ورد کیا کریں۔

رسائل ثلاثہ:- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے تین رسالے ہیں النفل المبین ۔ الدر الثمین ۔ النوادر ۔ النور والبھا میں یہ بھی درج ہیں النور والبھا کے ساتھ ان کی بھی اجازت عطا فرمائی۔

سند التسبیح:- بزرگوں میں یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ ان کا جس پر خصوصی کرم ہوتا ہے اس کو اپنی تسبیح عطا فرماتے ہیں اور سند کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں النور والبھا میں تسبیح کی سند بھی مذکور ہے۔

سرکار مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے میری اور حضرت مولانا بدر الدین احمد صاحب رضوی کی درخواست پر براؤں شریف مدرسہ فیض الرسول میں ہم دونوں کو اور کئی ایک حضرات علمائے کرام کو النور والبھاء کے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی مگر ہم میں سے کسی نے نہ کسی حدیث کی قرأت کی اور نہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے قرأت فرمائی اور نہ کسی کو تحریری سند عطا فرمائی۔ میں نے ۱۳۸۱ھ میں النور والبھا کے اس نسخے سے جو حضرت مفتی اعظم ہند کے یہاں موجود تھا جناب مولانا سلطان احمد صاحب اعظمی زید مجدھم سے پورا نقل کرایا اور حضرت مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور اس پر اجازت کے کلمات تحریر فرمادیں۔

فرمایا میں ایک مضمون لکھ دیتا ہوں اس کو بھی اسی پر لکھوا لیجئے پھر لائیے گا میں دستخط کردوں گا اسی کے مطابق حضرت کی تحریر فرمودہ سند کے مسودہ کو النور والبھاء کے اخیر میں لکھوا کر ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ میں بعد نماز عشاء حاضر ہوا حضرت نے ازراہ کرم سند پر دستخط فرمادیا اور پوری کتاب اپنے دونوں دستان مبارک میں لے کر علی برکۃ اللہ تعالیٰ ثم علی برکۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرمائی اس وقت [illegible] آئے تو ہمت ہوئی میں نے عرض کیا حضور اس میں صحاح ستہ وغیرہ کے اطراف کا ذکر ہے حضور اجازت دیں تو میں بھی اطراف پڑھوں۔

حضرت نے اجازت دے دی میں نے صحاح ستہ مؤطا امام مالک کی ابتدا کی دو حدیثیں اور ایک ایک اخیر کی قرأت کی حضور نے سماعت فرمایا۔ حصن حصین شریف نہیں مل سکی تھی اس لئے اس کے اطراف کی قرأت نہیں ہوسکی اس موقع پر دلائل الخیرات شریف کے حزب اول اور حزب ثامن بھی پڑھ کر سنایا اسی دن حزب یمانی حزب البحر اسماء اربعین کی حضرت مفتی اعظم ہند نے قرأت کی اور مجھے سنایا اسی دن میں نے گزارش کی حضور اور کوئی خاص سند ہو تو عطا فرمائیں تو حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے سلسلہ منوریہ معمریہ رضویہ کی اجازت مع سند کے عطا فرمائی نیز صحاح ستہ کی وہ مخصوص سند جو بہت مختصر اور عالی ہے تحریر فرما کر عنایت فرمائی۔

پھر اس کے کئی مہینہ بعد فتح الباری کے اخیر میں نسائی کی حدیث کو اپنی مخصوص سند کے ساتھ مجھے پڑھ کر سنائی اور اجازت دی۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

سند فقہ:- ان سب نعمتوں کے ہوتے ہوئے نہ تو مجھے کبھی ہمت ہوئی کہ میں سند فقہ طلب کروں اور نہ حضرت مفتی اعظم ہند نے کبھی اس طرف توجہ فرمائی میرے نزدیک ساری سندوں سے اہم سند فقہ ہے میں اپنی حیثیت اور اس کی عظمت کے پیش نظر اس کی ہمت نہیں کرتا تھا لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا کرم تھا حضرت مفتی اعظم ہند نے ازخود بغیر طلب کے یہ بھی عطا فرمائی ہوا یہ کہ ایوب خان کے عہد حکومت میں حکومتی سطح پر پاکستان میں ایک تجویز پاس کردی گئی کہ پورے پاکستان کا ایک شرعی قاضی القضاۃ ہو اور وہ عید وغیرہ کے موقع پر رویت ہلال کے سلسلہ میں جو فیصلہ صادر کردے اس کا حکومتی سطح پر بذریعہ ریڈیو اعلان ہوجائے اور اسی کے مطابق پورے پاکستان کے مسلمان عمل کریں۔

حکومت کی اس تجویز کو پاکستان میں پائے جانے والے مدعی اسلام تمام فرقوں نے تسلیم کرلیا تھا اور اہل سنت کے علماء میں سے بھی [illegible] اکثریت نے بھی اس کو تسلیم کرلیا حضرت

محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل سردار احمد صاحب قدس سرہٗ اور دیگر محتاط متدین علمائے اہل سنت نے اس تجویز کو قبول نہیں فرمایا اس لئے کہ یہ رویت ہلال کے اجماعی قطعی احکام کی خلاف ورزی تھی جس کی وجہ سے پاکستان میں خود علمائے اہل سنت کے مابین کافی کشیدگی پیدا ہوگئی اور دونوں طرف سے تحریری تبادلہ ہونے لگا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے حکم سے ان کے بعض تلامذہ نے حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی خدمت میں فریقین کی تحریروں کی نقل کے ساتھ ایک استفتاء بھیجا حضرت مفتی اعظم ہند نے مجھے اس کا جواب لکھنے کا حکم صادر فرمایا میں نے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر فل اسکیپ کے چار صفحات پر مشتمل ایک مبسوط فتویٰ لکھا اور تیسرے دن حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ طویل فتویٰ سننے سے گھبراتے تھے اسے بھی دیکھا تو فرمایا اسے کون سنے گا میں نے عرض کیا حضور یہ پاکستان سے رویت ہلال کے سلسلہ میں آئے ہوئے استفتاء کا جواب ہے یہ سننے کے بعد فرمایا سناؤ۔ سننے کے بعد بہت مسرور ہوئے دعائیں دیں اور خود فرمایا کہ میں آپ کو اعلیٰ حضرت کی ان تمام اسناد کی جس میں سند فقہ بھی ہے اجازت دیتا ہوں جو الاجازات المتینة میں مطبوع ہیں اس کرم سے متاثر ہوکر میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا حضرت مفتی اعظم ہند کی یہ عادت کریمہ تھی کہ قدم پر سر رکھنے کو تو کیا گوارہ فرماتے اگر کوئی قدم پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دینا چاہتا تو اسے بھی جھڑک دیتے لیکن ؎ کریما کہ در فضل بالاترند

اس وقت عجیب منظر تھا میں ان کے قدم پر سر رکھے ہوئے ہوں اور مفتی اعظم اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھے ہوئے تھے اس بے خودی و سرشاری میں میں کتنی دیر رہا یاد نہیں پھر بڑے پیار سے سر کو اٹھایا اور فرمایا کہ یہ کیا کررہے ہیں یہ کیا کررہے ہیں سر اٹھایئے میں نے بمشکل سر اٹھایا تو حضرت مفتی اعظم ہند نے میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا اور فرمایا علیٰ برکة اللّٰہ تعالیٰ ثم علی برکة رسولہ ﷺ میں آپ کو ان تمام سلاسل قرآن واحادیث وفقہ وسلاسل اولیاء اللہ کی اجازت دیتا ہوں۔ جو مجھے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے حاصل ہیں۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک۔

جن سلاسل کی مجھے اجازت ہے ان کی تعداد مختصر (۷۸) ہے۔ اجازات قرآن مجید ۱۱۔ سلاسل احادیث ۳۹۔ سلاسل اولیاء اللہ ۱۸۔ حرز یمانی حزب البحر وغیرہ اور اوراد ووظائف کی اجازتیں ۹۔ سند فقہ:۔

حدیث میں ہم سب لوگ حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کے تلمیذ ہیں حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ نے حدیث سید المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے۔ انہوں نے مولوی احمد علی سہارنپوری محشی بخاری شریف سے پڑھی ہے انہوں نے مولوی محمد اسحاق دہلوی مصنف مائة مسائل سے پڑھی ہے اور انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے۔

مگر حضرت صدرالشریعہ نے کسی کو یہ سند نہیں عطا فرمائی ایک دفعہ میں نے گزارش بھی کی تو فرمایا کہ اس سند میں یہ یہ سقم ہے پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی سند عالی کے ہوتے ہوئے کسی سند کی کیا حاجت۔

حضرت صدرالشریعہ نے اگرچہ یہ بات ایک خصوصی واقعہ کے موقع پر فرمائی تھی لیکن یہ میرے دل میں ایسی گھر کرگئی کہ پھر میں نے آج تک نہ کہیں کسی عالم سے کوئی سند لی اور نہ اس کی خواہش ظاہر کی۔ ہمارے گھوسی کے ایک عالم صاحب حج کے لئے گئے تو حضرت مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی خاص سند حاصل کرکے لائے ایک دفعہ وہ اس سند پر فخر ومباہات کرتے ہوئے مجھ پر طنز کیا کہ آپ کے پاس سوائے مدرسہ کی سند کے اور کیا ہے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا جناب دنیا میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی سند سے اصح واعلیٰ کوئی سند نہیں اس کے ہوتے ہوئے مجھے کسی اور کی سند کی کوئی حاجت نہیں سن لیجئے میرا عقیدہ یہ ہے۔ ؎

بندہ ات غیرت برد گر بر در غیرت رود
در رود چوں بنگر دہم شاہ آں ایواں توئی

میں نے عرض کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مولانا سید محمد مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے صحاح ستہ کی سلسلہ عالیہ رضویہ کی سند حاصل کی اس طرح وہ میرے استاذ بھائی ہوئے آپ نے ان سے سند حاصل کرلی تو کیا تیر مارا نتیجتاً آپ میرے بھتیجے ہوئے۔

●●●

جان ومال سے جہاد بڑی کامیابی ہے

اے ایمان والو!
کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم جانو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں، جو بسنے کے باغوں میں ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔
(الصف۔ آیت ۱۰۔۱۱۔۱۲)

دوسرا باب

شارح بخاری! حیات وخدمات

خدا کی رحمت وسیع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو
میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں۔
اور اگر وہ مجھے سب کے سامنے یاد کرتا ہے تو میں بھی ان سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر وہ
بالشت بھر مجھ سے نزدیک ہوتا ہے تو میری رحمت ایک ہاتھ بڑھ کر اس کی طرف آتی ہے اور اگر وہ
ایک ہاتھ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے تو میری رحمت گز بھر اس کی طرف بڑھتی ہے اور اگر وہ
میری طرف چل کر آتا ہے تو میری رحمت دوڑ کر اس کا استقبال کرتی ہے۔
(بخاری)

شارح بخاری! حیات اور کارنامے

مولانا نفیس احمد مصباحی بارہ بنکوی ☆ استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

چودہویں صدی ہجری کے اواخر اور پندرہویں صدی ہجری کے اوائل میں برصغیر ہند وپاک کے سپہر علم و فضل پر جو قد آور، مقتدر اور باوقار و باعظمت شخصیتیں مہر وماہ بن کر ضوفگن ہوئیں، اور اپنے انوار وتجلیات سے ایک عالم کو منور ومجلیٰ کیا ان میں فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا نام نامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، آپ آفاقی فکر ونظر کے حامل، پرعزم حرکت وعمل کی چلتی پھرتی تصویر، اور جہد مسلسل، سعی پیہم، اخلاص ووفا کے پیکر جمیل، علم وحکمت کے بحر بے کراں، عمل وکردار کے سیل رواں اور گوناگوں فضائل وکمالات کے جامع کامل تھے۔

ولادت ونسب:

آپ کی ولادت ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں ضلع اعظم گڑھ (حال ضلع مئو) کے نہایت مشہور ومعروف اور مردم خیز خطہ قصبہ گھوسی کے محلہ کریم الدین پور میں ہوئی، آپ کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

''مفتی شریف الحق امجدی بن عبد الصمد بن شاء اللہ بن لعل محمد بن مولانا خیر الدین اعظمی''

مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ اپنے عہد میں پائے کے عالم اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، ان کا یہ روحانی فیض آج تک جاری ہے کہ ان کے عہد سے لے کر اس دور میں پانچویں پشت تک ان کی نسل میں اجلۂ علمائے کرام موجود ہیں انہیں میں سے ایک شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی بھی تھے۔ جو ماضی قریب میں ہند وپاک کے مسلمانان اہل سنت کے صف اوّل کے مقتدا اور پوری دنیا کے اہل سنت کے مرجع فتاویٰ اور مرکز عقیدت تھے۔

تعلیم وتربیت:

محلہ باغیچہ قصبہ گھوسی کے مقامی مکتب میں آپ نے ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی۔ اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی رضوی اعظمی کے منجھلے بھائی حکیم احمد علی علیہما الرحمہ سے گلستاں بوستاں پڑھی، بڑے ہی شوق، دلچسپی اور لگن کے ساتھ یہ تعلیم حاصل کی۔ ابتدا ہی سے آپ کے دل میں یہ امنگ اور جذبہ کارفرما تھا کہ کسی بڑی درس گاہ میں داخلہ لے کر جلیل القدر اساتذہ اور ماہرین علوم وفنون سے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں، چنانچہ اسی تمنا اور لگن کے زیر اثر آپ نے ۱۰؍شوال المکرم ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء کو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا۔

واضح رہے کہ اس سے ایک سال قبل ۲۹؍شوال ۱۳۵۲ھ قصبہ مبارک پور کا بخت خوابیدہ بیدار ہوا، اور وہاں کی مبارک سرزمین کو صدر الشریعہ کے عزیز ترین شاگرد، حافظ ملت، ابو الفیض علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارک پوری کی قدم بوسی نصیب ہوئی کہ جن کی نگاہ کیمیا اثر نے اس قصبہ کی تقدیر ہی بدل کر رکھ دی۔ صدر الشریعہ کے حکم پر حافظ ملت کے مبارک پور آنے کی خوشخبری جوں ہی نسیم سحر کی طرح ضلع اعظم گڑھ اور اطراف وجوانب میں پھیلی تشنگانِ علوم نبویہ کے قافلے کشاں کشاں مبارک پور کی سرزمین کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ ان سابقین اولین میں سے ہیں، جو حافظ ملت قدس سرہ کے مبارک پور آنے کے ایک سال بعد ہی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہیں آپ نے حافظ ملت کے زیر سایہ رہ کر آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ نے فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ابتدائی عربی سے لے کر [illegible] ترمذی شریف تک کتابیں بڑی محنت، عرق

ریزی اور جاں سوزی کے ساتھ پڑھیں، اور حافظ ملت کے فیضان علم سے آپ کا سینہ موجزن ہونے لگا۔

محرم الحرام ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں سات آٹھ ماہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ کے بھی آپ طالب علم رہے، یہاں آپ نے صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھ ثم میرٹھی سے حاشیہ عبد الغفور اور شمس بازغہ وغیرہ اور خیر الاذکیا، حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی سے خیالی وقاضی مبارک وغیرہ اہم کتابوں کا درس لیا۔

شوال ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں آپ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی، محلہ بہاری پور، بریلی شریف پہنچے جہاں ابو الفضل حضرت علامہ سردار احمد گورداس پوری ثم لائل پوری محدث اعظم پاکستان کا خورشید علم تمام تر تابانیوں کے ساتھ اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ محدث اعظم پاکستان سے آپ نے صحاح ستہ حرفاً حرفاً پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ اور ۱۵ شعبان ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کو درس نظامی سے آپ کی فراغت ہوئی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا قادری، نوری اور دیگر اجلہ علما مشائخ اہل سنت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دستار فضیلت اور جبہ سے نوازا اور اسی مبارک ومسعود موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے غایت کرم سے مدرسے کی عام سند کے علاوہ اپنی سند خاص سے بھی سرفراز فرمایا۔

اساتذہ کرام میں جن حضرات کی تعلیم وتربیت کا آپ کی زندگی پر گہرا اثر تھا۔ ان میں حافظ ملت ابو الفیض مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور محدث اعظم پاکستان ابو الفضل مولانا سردار احمد قادری رضوی بانی مظہر اسلام بریلی شریف وجامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور، فیصل آباد پاکستان سرفہرست ہیں، خصوصیت کے ساتھ آپ نے حافظ ملت سے سب سے زیادہ فیض پایا۔ اسی لئے حافظ ملت سے آپ کو غایت درجہ قلبی الفت ومحبت اور والہانہ عشق وعقیدت تھی۔

درس نظامی کے علاوہ فتویٰ نویسی کی تعلیم وتمرین ایک سال سے زائد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ [illegible] حضور مفتی اعظم [illegible] مشائخ عظام سے مختلف مقامات پر مختلف

سرہٗ کی بارگاہ میں گیارہ سال رہ کر فتویٰ نویسی سیکھی یہاں تک کہ ایک معتمد ومستند مفتی اور فقیہ کی حیثیت سے آپ کی ذات گرامی برصغیر ہند وپاک میں معروف ومشہور ہوگئی اور ''نائب مفتی اعظم ہند'' کے لقب سے آپ کو علمی حلقوں میں یاد کیا جانے لگا۔

شیوخ واساتذہ:

شارح بخاری کے دور طالب علمی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کے شیوخ واساتذہ کی فہرست میں درج اسمائے گرامی آتے ہیں۔

(۱) صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی، (مصنف بہار شریعت، فتاویٰ امجدیہ وغیرہ)

(۲) مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی

(۳) حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

(۴) محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی گورداس پوری ثم لائل پوری،

(۵) صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھ ثم میرٹھی (مصنف بشیر القاری شرح بخاری وغیرہ)

(۶) خیر الاذکیا، مولانا غلام یزدانی اعظمی، سابق صدر المدرسین مظہر اسلام، بریلی شریف

(۷) شیخ المعقولات، مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، سابق شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ رضویہ، مدن پورہ بنارس، یوپی۔

(۸) مولانا ثناء اللہ محدث مئوی،۔

(۹) مولانا غلام محی الدین بلیاوی

(۱۰) شیخ التجوید مولانا قاری محمد عثمان اعظمی (صاحب مصباح التجوید)

(۱۱) بلبل فارسی مولانا سید شمس الحق گجہڑوی، مبارک پوری

(۱۲) حکیم احمد علی اعظمی، (برادر صدر الشریعہ)

(۱۳) ماسٹر علیم اللہ خان، قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔

(۱۴) مولوی محمد شریف اعظمی، قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔

(۱۵) مولوی غلام یٰسین، قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔

اوقات میں شارح بخاری نے درس لیا، استفادہ کیا، ان کے دامن فضل وکمال سے خوشہ چینی کی، اور اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ وپیراستہ کیا۔

تغمدهم الله تعالىٰ بغفرانه وأسكنهم بحبوحة جنانه۔

تدریسی میدان میں

ماہر فن اور جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب علم کرنے کے بعد حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے تقریباً چوبیس سال تک نہایت ذمہ داری کے ساتھ بڑی عرق ریزی وجاں سوزی اور کمالِ مہارت کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، ہر فن کی مشکل سے مشکل ترین کتابیں پڑھائیں، برسہا برس تک دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ اور اخیر میں درس وتدریس کا مشغلہ چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں شعبۂ افتا کی مسند صدارت پر متمکن ہو کر چوبیس برس تک رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ جن درس گاہوں کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے علم وحکمت کے گوہر آبدار لٹائے اُن کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) مدرسہ بحر العلوم، مئوناتھ بھنجن، ضلع اعظم گڑھ، (۲) مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع اعظم گڑھ (۳) مدرسہ خیر الاسلام جپلہ پلاموں، بہار (۴) مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں، مہاراشٹر (۵) مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا، گونڈہ (۶) مدرسہ عین العلوم، گیوال بیگہ، گیا، بہار، (۷) جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور، گونڈہ (۸) دار العلوم ندائے حق، جلال پور، فیض آباد، (۹) دار العلوم مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف۔

تلامذہ

آپ کی درس گاہ فیض سے شعور وآگہی کی دولت حاصل کرنے والے طلبہ اتنے کثیر ہیں کہ ان سب کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ ان میں سے چند مشہور حضرات کے نام پیش خدمت ہیں جو اس وقت جماعت اہل سنت وجماعت کے نامور علما میں شمار کیے جاتے ہیں۔

● خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی ● مولانا مجیب اشرف، اعظمی ثم ناگ پوری ● قاضی عبد الرحیم بستوی بریلی شریف ● مولانا رحمت حسین کلیمی، بائسی، پورنیہ ● مولانا قمر الدین اشرفی اعظمی ● مولانا حفیظ اللہ اعظمی ● مولانا سلطان احمد ادروی ● مولانا امام الدین مصطفوی ● مولانا محمد کوثر خاں نعیمی (جہانگیر گنج) ● مفتی شفیق احمد شریفی (الٰہ آباد) ● حاجی شفیق احمد عزیزی اعظمی ● مولانا افضال احمد (گونڈہ) مولانا محمد عمر بہرائچی ● مولانا غلام ربانی فائق القادری، ● مولانا رحمت اللہ بلرام پوری، ● مولانا عبد الودود فقیہ (رائے بریلی) ● مولانا قاری شفیق احمد (پچپڑوا) ● مولانا طیش محمد شریفی۔

اور اساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ● مفتی محمد نظام الدین رضوی ● مولانا حافظ عبد الحق رضوی ● مفتی معراج احمد قادری ● مفتی بدر عالم فیض آبادی ● مفتی محمد نسیم مصباحی۔

اور ارکان المجمع الاسلامی مبارک پور علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی ● مولانا یٰسٓ اختر مصباحی ● مولانا افتخار احمد قادری ● مولانا عبد المبین نعمانی اور مولانا بدر القادری مصباحی نے سیکڑوں بار سیکڑوں مباحث ومسائل میں آپ سے استفادہ کیا۔ اس اعتبار سے مذکورہ ارکان بھی آپ کے تلامذہ کی صف میں شمار کیے جاتے ہیں۔

(شارح بخاری، ص:۲۳)

بیعت وخلافت:

دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور کے ایک جلسہ منعقدہ ۱۳۵۹ھ میں صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی قادری رضوی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا قادری بریلوی مبارک پور تشریف لائے تو بغیر کسی ترغیب وتحریک کے آپ انہیں سے بیعت ہوئے آپ حضرت صدر الشریعہ کے سابقین اوّلین مریدوں میں سے ہیں۔ شوال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء کو دوسرے سفر حج وزیارت کے موقع پر صدر الشریعہ قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت دی، اور بریلی شریف کے قیام کے زمانے میں حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری، بریلوی خلف اصغر مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہما نے ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو "النور والبهاء" میں مذکور پچیس سلاسل قرآن وحدیث وسلاسل اولیاء اللہ کی تحریری اجازت کے ساتھ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اجازت مرحمت فرمائی علاوہ ازیں شوال [illegible] "[illegible]ـزات المتينة" میں درج تمام

سلاسل کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ اور احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے عرس قاسمی ۱۴۰۴ھ کے موقع پر بلاطلب اپنے خاندان کے تمام سلاسل جدیدہ کی اجازت عطا فرمائی اور دستار بندی فرمائی۔

خلفاء ومریدین:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ تک آپ جلد کسی کو مرید نہیں فرماتے تھے۔ جو طالب آتا اسے مفتی اعظم یا حافظ ملت سے مرید کرا دیتے۔ ان بزرگوں کے وصال کے بعد بھی جب کوئی بہت اصرار کرتا۔ تو آپ بیعت فرماتے یہی حال خلافت کا تھا۔ اسی لئے آپ کے مریدین اور خلفا کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ خلفا میں چند نام یہ ہیں:

● حضرت علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ (لاہور) ● مفتی شفیق احمد شریفی (الہ آباد) ● مولانا خلیق احمد اعظمی (بجڑیہہ، بنارس) ● مولانا حافظ عبدالحق رضوی (جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) ● مولانا رجب علی بلرام پوری (بنارس) ● مولانا طیش محمد شریفی (دھول پور) ● مولانا ولی اللہ شریفی (ممبئی) ● حافظ شمیم الزماں فیض آبادی (ہوڑہ) ● مولانا محب اللہ شریفی (کرناٹک) ● مولانا بشیر احمد قادری (جالون) ● صاحبزادہ مولانا حافظ حمید الحق (قصبہ گھوسی، اعظم گڑھ) مولانا بدر عالم مصباحی (جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) ● مولانا محمد نسیم مصباحی (جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)

ہندو بیرون ہند کے علماء ومشائخ کو اجازتیں:

آپ کو اپنے اساتذہ ومشائخ سے سلاسل قرآن وحدیث، سلاسل طریقت اور اوراد و وظائف کی اجازتیں حاصل تھیں، جن کی تفصیل خود آپ کے تحریر کردہ مقالہ بعنوان "اجازات واسانید" مطبوعہ معارف شارح بخاری، صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۹ میں موجود ہے۔ اتنی اجازتیں آپ کے معاصرین میں شاید باید چند علماء کو حاصل ہوں۔ اس طرح آپ کی ذات ان تمام سلاسل کی سنگم اور مجمع البحار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو بیرون ہند کے بہت سے علماء ومشائخ نے آپ سے اجازتیں لیں، اور آپ نے طالب کے ظرف کے مطابق قرآن وحدیث وفقہ اور دیگر سلاسل کی اجازتیں عطا کیں۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

● مولانا مفتی مجیب اشرف اعظمی ثم ناگپوری ● مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری ثم لاہوری (علیہ الرحمہ) ● مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ قادریہ لاہور ● مولانا مفتی محمد حسن علی، میلسی پاکستان ● شیخ سمیر القاضی، امریکہ ● شیخ سلیم علوان، انڈونیشیا ● شیخ حسام قراقیرہ، رئیس جمعیۃ المشاریع الخیریہ، بیروت، لبنان ● شیخ غانم جلول، طرابلس ● شیخ ابراہیم شافعی، آسٹریلیا ● شیخ نزار فاخوری، سوئزرلینڈ ● شیخ موفق رفاعی، سوئزرلینڈ ● الاستاذ ریاض ناشف، امریکہ ● الاستاذ محمد کابہ غیبیا ● شیخ ماہر تمیم، اوکرانیا ● شیخ محمد الولی، ڈنمارک ● شیخ ڈاکٹر احمد تمیم اوکراینا ● شیخ یوسف داؤد، جرمنی ● شیخ ڈاکٹر سید ارشاد احمد، بنگلہ دیش ● شیخ کمال راغب، بیروت لبنان۔

حج وزیارت

حرمین شریفین کی حاضری اور فریضۂ حج کی ادائیگی دونوں جہان کی برکتوں اور سعادتوں کا ذریعہ ہے۔ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار دیار حرم کی آبلہ پائی فرمائی۔ ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ/ستمبر ۱۹۸۵ء میں آپ نے پہلا حج فرمایا، بمبئی سے جدہ کے لئے پرواز کرنے میں جانشین سید العلماء، حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی مارہروی، مولانا خلیل احمد پٹھان، (ماہم شریف، ممبئی) قاری تراب علی رضوی (منارہ مسجد، ممبئی) ایک ہی ہوائی جہاز سے حضرت شارح بخاری کے ہم سفر تھے............ دوسرا حج ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء میں فرمایا۔ ایک عمرہ کا سفر ۱۹۹۶ء میں اور دوسرا عمرہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ جنوری ۱۹۹۸ء میں دوسرے سفر حج سے پہلے کیا۔

تبحر علمی

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متبحر اساتذۂ کرام سے بڑے شوق، محنت اور دلچسپی سے اکتساب علم کیا اور جملہ علوم وفنون متداولہ میں مہارت تامہ حاصل کی، درسی کتابوں کے علاوہ بے شمار علمی، فنی، اور مذہبی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا، یہاں تک کہ آپ کی ذات علوم اسلامیہ اور فنون دینیہ کی بحر بیکراں بن گئی، آپ نے علم وفن کی ہر وادی [illegible] کے ہر میدان کو سر کیا، شعور ومعرفت کے ہر

چشمے سے سیرابی حاصل کی یہاں تک کہ اپنے ہم عصر علماء میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہوگیا اور عوام تو عوام، خواص بھی اپنے پیچیدہ اور لاینحل مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرنے لگے، اور ماضی قریب میں تو آپ جیسا گوناگوں فضائل وکمالات کا حامل اور ہمہ جہت خوبیوں کا مالک اہل علم کی انجمن میں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

فقہ وافتاء

یوں تو حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تمام مروجہ علوم وفنون میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر فقہ وافتا میں آپ کو جو نمایاں اور امتیازی مقام حاصل تھا اس کی نظیر عہد حاضر میں کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ بات حقائق مسلمہ میں سے ہے کہ فتویٰ نویسی کیلئے صرف علوم اسلامیہ اور فنون دینیہ میں مہارت کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کسی ماہر تجربہ کار فقیہ و مفتی کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کرنا اور اپنے تحریر کردہ فتاویٰ کو سنا کر اصلاح لینا ضروری ہے اس طرح اس کو بڑی حد تک طب سے مشابہت ہے جو صرف پڑھ لینے اور مطالعہ کر لینے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی طبیب حاذق کے مطب میں باضابطہ مشق وممارست ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

شعبان ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء سے شوال ۱۳۶۷ھ/ اگست ۱۹۴۸ء تک مسلسل چودہ مہینے آپ نے اپنے وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی قادری رضوی اعظمی علیہ الرحمہ سے مختلف انداز سے فقہی استفادہ اور فتویٰ نویسی کی مشق کی۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانہ تدریس از شوال ۱۳۷۵ھ/ جون ۱۹۵۶ء تا ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء گیارہ سال، دو ماہ، تین دن کی طویل مدت میں آپ نے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ہزاروں بار، ہزاروں مسائل میں علمی استفادہ کیا اور فتویٰ نویسی کی بھرپور مشق وتمرین کی۔ اور جلد ہی اپنی خداداد قابلیت ولیاقت، ذہانت وذکاوت، مطالعہ کے ذوق وشوق کی بنا پر حضرت مفتی اعظم کے معتمد بن گئے اور عوام وخواص میں "نائب مفتی اعظم ہند" کے لقب سے مشہور ہوگئے............فقہ وافتا کے میدان میں امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے تلامذہ وخلفا میں صدر الشریعہ اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ کو جو امتیازی شان حاصل ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں، امام احمد رضا نے ان دونوں حضرات کو پورے متحدہ ہندوستان کا قاضی ومفتی مقرر کیا تھا جس سے قضا وافتا میں ان کی جامعیت اور تفوق کی واضح نشان دہی ہوتی ہے۔ ایسے دو عظیم ترین فقہا ومفتیان کرام کے نظر کردہ وپروردہ اور معتمد مفتی حضرت شارح بخاری کی فقہی وفنی حیثیت روز روشن کی طرح نمایاں ہے۔

یہ بھی ایک تاریخی حسن اتفاق ہے کہ فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے سب سے پہلا مسئلہ رضاعت کا تحریر فرمایا۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا پیش ہوا جس کا آپ نے جواب دیا، اور ان کے پوتا شاگرد و نائب مفتی اعظم (شارح بخاری) نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا۔

تقریباً پچیس ہزار فتاویٰ آپ نے بریلی شریف میں قیام کے دوران تحریر فرمائے اور زبانی طور پر عوام وخواص کو ہزاروں مسائل سے روشناس کیا اور یہ سلسلہ ان سبھی مدارس اہل سنت کے زمانۂ تدریس میں جاری رہا جہاں آپ مختلف اوقات میں استاذ کی حیثیت سے پہنچتے رہے۔ لیکن ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ/ دسمبر ۱۹۷۶ء سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تشریف لانے کے بعد صرف افتا کی خدمت آپ کے سپرد تھی، کئی معاون مفتی آپ کی سرپرستی ونگرانی میں آپ کے شعبۂ افتا میں تھے اور صدر شعبۂ افتا کی حیثیت سے آپ فتاویٰ کی اصلاح وتصدیق فرماتے۔ اور خود بھی برجستہ فتاویٰ املا کراتے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں قیام کے دوران آپ کے لکھے ہوئے فتاویٰ تقریباً ساٹھ ہزار ہیں۔

انہیں خصوصیات وامتیازات اور فقہ وافتا میں نصف صدی کی مشق وممارست، تجربہ ومہارت، نظر دقیق وفکر عمیق، اور نیابت مفتی اعظم ہند نے پندرہویں صدی ہجری کے ربع اول اور بیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر میں شارح بخاری کو "مرجع الفتاویٰ" کے منصب رفیع پر فائز کردیا ہے یہاں تک کہ اس دور اخیر میں حنفیہ کی ریاست آپ کی ہشت پہلو ذات پر ختم ہوگئی۔

ردومناظرہ

ماضی کے اکابر علماء اہل سنت میں شیر بیشۂ اہلسنت مولانا ہدایت رسول قادری برکاتی رام پوری ثم لکھنوی، مناظر اہل سنت مولانا حشمت

علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی، اجمل العلماء مفتی شاہ محمد اجمل حسین سنبھلی ردو مناظرہ کے مرد میدان تھے اور ماضی قریب میں شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان ان شیران اسلام کی یادگار اور ان کے پرچم حق کے علمبردار تھے۔

یوں تو تدریس، افتا اور تصنیف سب کے سب بہت اہم کام ہیں مگر بعض وجوہ کی بنا پر مناظرہ سب سے اہم ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تدریس بہت مشکل کام ہے مگر مدرس جانتا ہے کہ ہمیں کل فلاں کتاب میں فلاں سبق پڑھانا ہے اس لئے وہ شروح وحواشی اور دیگر معاون کتابوں کی مدد سے اس کی بھرپور تیاری کرلیتا ہے، پڑھنے والے نیازمند شاگرد ہوتے ہیں اگر درسی تقریر میں کوئی غلطی ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، اس کی تصحیح ہوجاتی ہے۔ تصنیف میں مصنف ایک موضوع ذہن میں متعین کرکے اس سلسلے میں گہرا مطالعہ کرتا ہے اور حاصل مطالعہ میں سے جو چاہتا ہے سکون واطمینان کے ساتھ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر صفحۂ قرطاس پر منتقل کردیتا ہے۔ افتاء میں اگرچہ کبھی سوالات بہت پیچیدہ اور اہم ہوتے ہیں مگر مفتی کو غور وفکر اور مطالعہ کا موقع رہتا ہے کہ گھنٹے دو گھنٹے، ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے میں جب مسئلہ حل ہوجائے جواب لکھے۔ لیکن مناظرہ ان سب سے مختلف ایک جاں گداز اور دل سوز عمل ہے۔ مناظر مناظرہ سے پہلے موضوع کے متعلق موافق ومخالف دلائل و شواہد اور ابحاث ذہن میں بٹھالیتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ بحث اسی دائرہ میں محدود رہے۔ موضوع اور اس کے دلائل کے متعلق کوئی بھی سوال اٹھ سکتا ہے اور بحث چھڑ سکتی ہے۔ اس لئے اس میں منقولات و معقولات میں تبحر، اسلامی وعربی علوم وفنون پر عبور، تاریخ واحوال زمانہ سے آگہی، حریف و مدمقابل کی شاطرانہ چالوں سے باخبری، اس کی کمزوری پر نظر، تحقیقی والزامی جواب، حملہ ودفاع کا بروقت فیصلہ، اور استحضار علمی وحفظ قلبی جیسے اوصاف کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نہ صرف ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے بلکہ ان میں کمال ومہارت رکھتے تھے۔

آپ نے بہت سے مناظروں میں مختلف حیثیتوں سے شرکت فرمائی، کبھی مناظر اہل سنت کا علمی تعاون کیا کبھی خود مناظرہ کیا کبھی مناظرہ کی صدارت کی، درج ذیل مقامات کے مناظروں میں آپ کا سرگرم اور نمایاں کردار رہا۔

۱۔ رائے پور ضلع لکھیم پور کھیری ۲۔ باندو چترا ضلع پلاموں ۳۔ بھمن گاؤں، ضلع بستی ۴۔ سیتاپور ۵۔ جھریا ضلع دھنباد ۶۔ کٹک، اڑیسہ ۷۔ بجڑیہہ، بنارس ۸۔ سعدی مدن پور، ضلع فتح پور ۹۔ بدایوں۔

وعظ وخطابت

تقریر وخطابت کی سحر انگیزی اور سرعت تاثیر ساری دنیا میں مسلم ہے خود حدیث نبوی میں بھی اس صفت کا بیان موجود ہے کہ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحراً" خالق لم یزل نے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کو دیگر اوصاف حمیدہ کے ساتھ تقریر وتبلیغ اور وعظ وخطابت کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ بحیثیت مقرر مدت دراز سے آپ ملک کے بے شمار شہروں کا دورہ کرتے رہے، مفتی اعظم قدس سرہ کی معیت ورفاقت میں بھی آپ سیکڑوں بار ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جاکر تقریر وتبلیغ کی۔ لاکھوں افراد آپ کی تقریر سے متاثر اور بہت سے لوگ معاصی و منکرات سے تائب ہوئے۔ آپ کی تقریریں پُر مغز، پُر درد، موثر، دل پذیر اور پتھر کو موم بنانے والی ہوتی تھیں۔ جس موضوع پر بولتے بہت جلد اس کے تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کرکے ان پر بھرپور روشنی ڈالتے، قرآن و حدیث، اقوال صحابہ وتابعین اور آثار سلف سے استدلال فرماتے۔ اور کمال یہ ہے کہ اہم سے اہم اور پیچیدہ سے پیچیدہ عنوان پر برجستہ تقریر کرتے اور اس سے متعلق ایسی معلومات پیش کرتے کہ عوام تو عوام، خواص بھی انگشت بدنداں نظر آتے۔ خود میں نے آپ کی بہت سی تقریریں سنی ہیں۔ "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین" کے عنوان پر گہوارۂ علم وادب لکھنؤ کی سرزمین پر میں نے آپ کی ایسی پُر مغز اور پُر نکات تقریر سنی کہ اس ڈھنگ سے اس عنوان پر آج تک کسی بڑے سے بڑے خطیب اور عالم سے تقریر سننے میں نہ آئی۔

آپ کی تقریریں تبلیغ واشاعت دین اور احقاق حق وابطال باطل کی نیت سے ہوتی تھیں، اس لئے ان میں اخلاص بھی ہوتا تھا اور سادگی بھی، [illegible] بھی، قوت وتوانائی بھی ہوتی تھی، اور معانی و

مفاہیم کی کثرت بھی، اپنوں کے دل کی ٹھنڈک بھی ہوتی تھی اور منکرین کے لئے تلوار و نیزہ کی مار بھی، عشق کا سوز و ساز بھی ہوتا اور حق کی آواز بھی۔

تحریر و تصنیف

عہد طالب علمی ہی سے آپ کو لکھنے کا شوق تھا، زمانہ طالب علمی کی مشاقی فارغ ہونے کے بعد اوج کمال تک پہنچ گئی، زمانہ تدریس میں تدریس و افتاء کی گراں بار ذمہ داریوں کے ساتھ آپ قرطاس و قلم کا بھی پورا حق ادا کرتے رہے۔ تحریر و تصنیف کا یہ سلسلہ نصف صدی کو محیط ہے۔ اس عرصے میں آپ کے قلم سیّال سے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں معرض وجود میں آئیں، آپ کی قیمتی، پُرمغز اور جامع تحریریں دبدبۂ سکندری رام پور، نوری کرن بریلی شریف، پاسبان الٰہ آباد، جام کوثر کلکتہ، استقامت، کانپور، اشرفیہ مبارکپور، رفاقت پٹنہ، حجاز جدید دہلی وغیرہ مشہور رسائل و جرائد میں چھپ کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں۔ آپ کے قلم میں کلکِ رضا کی حمایت حق و استیصال باطل کی جلوہ آرائی و کارفرمائی ہوتی ہے۔ درج ذیل کتابیں آپ کے اشہب قلم کا نتیجہ ہیں۔

(۱) نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (۹ جلدیں) (۲) اشرف السیر (۳) اسلام اور چاند کا سفر (۴) اشک رواں (۵) السراج الکامل (۶) تحقیقات (۲ جلدیں) (۷) اثبات ایصال ثواب (۸) سنی دیوبندی اختلاف کا منصفانہ جائزہ (۹) مقالات امجدی (۱۰) روداد مناظرۂ بنارس (حواشی) (۱۱) فتنوں کی سرزمین کون، نجد یا عراق؟ (۱۲) مفتی اعظم اپنے فضل و کمال کے آئینے میں (۱۳) حواشی فتاویٰ امجدیہ (۱۴) اذان خطبہ (افادات) (۱۵) تنقید برمحل (افادات) (۱۶) مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا (۱۷) مجموعۂ فتاویٰ (زیر ترتیب) (۱۸) مقالات شارح بخاری (۳ جلدیں)۔

حاضر جوابی

گوناگوں اوصاف و کمالات اور فضائل و محاسن کی جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاضر جوابی کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ آپ مخاطب کی بات سنتے ہی نہایت برق رفتاری کے ساتھ اس کے تمام گوشوں کا احاطہ کر لیتے اور پھر برجستہ ایسا جواب عنایت فرماتے کہ اگر وہ معاند اور ہٹ دھرم ہے تو لاجواب ہو کر خاموش ہو جاتا ورنہ مطمئن ہو کر واپس جاتا۔

جولائی ۱۹۹۶ء میں آپ نے پاکستان اور افریقہ کا ایک طویل دعوتی و تبلیغی سفر کیا، اسی موقع سے تنزانیہ کے دار السلطنت "دار السلام" میں ایک شخص نے جسے وہابیوں نے اپنے چنگل میں لے لیا تھا علم غیب رسول سے متعلق متعدد سوالات کئے ان میں سے ایک سوال یہ تھا۔

سوال:- جب بتا دیا گیا تو غیب کہاں رہا؟ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے"۔ اس کا آپ نے برجستہ یہ جواب دیا:

جواب:- یہ دراصل وہابیوں کا مطالعۂ عامۃ الورود ہے، جاہلوں میں اس کا بڑا پروپگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ اچھا بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے یا نہیں؟

وہ بھولا بھالا، اس نے ایمان کی بات کہہ دی کہ "اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے" پھر حضرت نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے یا نہیں؟...... اس نے کہا "دیکھتا ہے"۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اب غیب کہاں رہا؟ یہ سن کر وہ بے چارہ دم بخود ہو گیا۔ بعد میں حضرت نے اسے سمجھایا کہ یہ غیب ہمارے اعتبار سے ہے اللہ عزوجل اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے نہیں، جس پر وہ مطمئن ہو گیا اور خوش خوش واپس ہو گیا۔

(معارف شارح بخاری، صفحہ ۳۶۸)

ایک مرتبہ آپ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے ہمراہ جونا گڑھ کاٹھیاواڑ کے تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے اسی سفر کی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"اسی سفر میں جونا گڑھ کے ایک شیعہ نے حضرت (مفتی اعظم قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث قرطاس لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ حضرت (مفتی اعظم) نے پہلے اس کو ڈانٹا کہ تمیز سے بات کرو، ہم حضرت فاروق اعظم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرطاس کس سے مانگا تھا؟ اس نے کہا:

حاضرین سے۔ میں نے کہا مریض جب کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کو مہیا کرنا گھر والوں کا فرض ہوتا ہے۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ پر پہلے یہ فرض عائد تھا کہ قرطاس حاضر کرتے۔ انہوں نے کیوں نہیں حاضر کیا؟ اور اگر یہ جرم ہے تو تمہارے اعتراض اور نکتہ چینی کے مطابق اس کے سب سے بڑے مجرم حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ ہیں۔ اس پر اس کی بولتی بند ہوگئی اور پھر اٹھ کر چلا گیا"۔ (حوالہ سابق، صفحہ ۴۱۹)

حق گوئی

حق گوئی اور بے باکی، ایک داعی، مبلغ، مصلح، مرشد، عالم دین اور مومن کامل کی صفات لازمہ سے ہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حق تعالیٰ نے یہ وصف بھی آپ کی ذات میں خوب ودیعت فرمایا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ منکرات سے صلح کو حرام سمجھتے تھے۔ اور اس باب میں آپ ذرہ برابر صرف نظر اور چشم پوشی کے قائل نہیں تھے، شرع مطہر کے خلاف کوئی بات دیکھتے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی میں کوئی لچک اور نرمی روا نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی کی رعایت فرماتے۔ بہت سے لوگ آپ کے اس مومنانہ اور مجاہدانہ وصف کو "شدت"، "سختی" اور نہ جانے کن کن الفاظ وکلمات سے تعبیر کرتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث نبوی "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، و ان لم يستطع فبلسانه" پر عمل ہوتا تھا۔ اور ارشاد رسالت "الساكت عن الحق شيطان آخرس" ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔

داد و دہش اور مہمان نوازی

مہمان نوازی اور سخاوت و فیاضی اخلاق کریمانہ اور صفات مومنانہ میں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان اوصاف میں بھی منفرد اور نمایاں تھے۔ غائبانہ طور سے تو میں پہلے ہی اس بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا مگر اس وصف کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب کہ شوال ۱۴۱۸ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں بحیثیت استاذ میرا تقرر ہوا۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ ... اپنے کمرہ کے سامنے برآمدہ میں کرسی پر تشریف رکھتے اور اساتذۂ جامعہ اشرفیہ حاشیوں پر بچھی ہوئی کرسیوں پر تشریف فرما ہوتے آپ بلاتردد روزانہ اپنی جیب خاص سے عصرانہ کا انتظام فرماتے۔ اس کے علاوہ باہر سے آنے والے مہمانوں کا بھی ایک تسلسل رہتا جن کی ضیافت کا فریضہ بھی آپ بحسن وخوبی انجام دیتے۔

گیارہ بجے شب میں گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کو گیارہ علمائے کرام کی موجودگی میں جب نزہۃ القاری شرح بخاری تکمیل آشنا ہوئی تو آپ نے فوراً وسیع پیمانے پر علما اور صلحا کی افطاری اور ضیافت کے اعلیٰ پیمانے پر انتظام کا حکم دیا آپ کے فرزند اکبر ڈاکٹر محب الحق رضوی انتظام والصرام میں ہمہ تن مصروف ہوگئے، طرح طرح کے لذیذ کھانوں، پھلوں، میووں اور اشیائے خورد ونوش سے دسترخوان سجایا گیا۔ اسی ہجوم میں حکیم مولانا رمضان علی علیہ الرحمہ کے بڑے صاجزادے مرغوب احمد، ڈاکٹر صاحب کو لینے آگئے۔ مولانا مرحوم حضرت شارح بخاری کے معاصرین اور رفقا میں شمار ہوتے ہیں۔ مرغوب احمد اور ان کی لڑکی کی علالت کی خبر سن کر حد درجہ طول خاطر ہوئے۔ فوراً ڈاکٹر صاحب کو مریضہ کا معائنہ کر کے مرض کی صحیح تشخیص کے بعد ہر طرح کی سہولت بہم پہنچانے کی تاکید اور ہدایت فرمائی اور اپنی جیب خاص سے سو روپے نکال کر مرغوب احمد کو عنایت فرمائے اور بعد میں ملتے رہنے کے لئے بھی آپ نے ہدایت فرمائی۔

(معارف شارح بخاری، صفحہ ۴۳۴)

اوقات کی پابندی

وقت ایک ایسی انمول دولت ہے جو گزرنے کے بعد کسی طرح واپس نہیں آسکتا، وقت کو کام میں لانا اپنی زندگی کو کارآمد بنانا ہے اور وقت کو ضائع کرنا خودکشی کے مترادف ہے، عربی کی مشہور حکیمانہ کہاوت ہے "الوقت هو الحياة فلا تقتلوه"

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ و الرضوان شروع ہی سے اوقات کی حد درجہ قدر فرماتے اور ان کی بھرپور نگہداشت اور پابندی فرماتے تھے۔ ایک لمحہ بھی بیکار ضائع نہیں ہونے دیتے، عام علماء کا تو یہ ... چھٹیوں ... فراغت کے اوقات سیر و تفریح اور دیگر

غیرضروری امور میں صرف کردیتے ہیں اوران میں مطالعۂ کتب، مذاکرہ علمی، درس وتدریس اور دیگر علمی مشاغل کو شجر ممنوعہ سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت شارح بخاری کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ اکیاسی برس کی عمر اور ضعف بصارت کے باوجود اگر کوئی معاون نہیں ملتا تو تنہا دارالافتاء میں بیٹھ کر ٹیبل لیمپ جلا کر خوردبین کی مدد سے باریک اور نہایت چھوٹے حروف والی کتابیں مطالعہ فرماتے۔ آپ نے اپنے اوقات مختلف دینی وملی، علمی وفنی اور تحریری وتصنیفی کاموں کے لئے بانٹ رکھے تھے جن کی آپ ہر موسم میں پابندی فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

اکابر کی معتمد علیہ شخصیت

انہی وہبی اوصاف اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اکابر اہل سنت نے ہمیشہ آپ پر اعتماد فرمایا اور متعدد اہم مواقع پر آپ کو مقدم رکھا اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ آپ پر اتنا اعتماد فرماتے کہ رمضان شریف میں صحیح خواں حافظ نہ ملنے کی وجہ سے سورہ تراویح پڑھتے اور عشا وتراویح کے لئے آپ کو امام بناتے اور خود آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے۔ حالانکہ دیگر علما بھی موجود تھے۔

(شارح بخاری، صفحہ ۴۶، ۴۷)

حضور مفتی اعظم، حضرت مجاہد ملت، حضرت حافظ ملت، حضرت محدث اعظم پاکستان، حضرت سیدالعلماء، حضرت احسن العلماء، حضرت محدث اعظم ہند رحمہم اللہ نے مختلف مواقع پر بدمذہبوں کے مقابلے میں آپ کو پیش پیش رکھا اور کئی بار از راہ کرم باصرار صدارت کی شہ نشین پر بٹھایا، کٹک اڑیسہ کے مشہور مناظرہ میں حضرت مجاہد ملت قدس سرہ نے آپ کو صدر مناظرہ مقرر فرمایا، جوناگڑھ، کاٹھیاواڑ کے دعوتی سفر کے موقع پر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ایک شیعہ معترض کے حدیث قرطاس کو لے کر اعتراض ونکتہ چینی اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے پر اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لئے آپ کو موقع دیا (ایضاً، صفحہ ۵۲)

بڑہل گنج ضلع گورکھپور میں حضرت محدث اعظم ہند کے نام ایک دیوبندی مولوی کا چیلنج مناظرہ آیا جس کا جواب لکھنے کے لئے آپ نے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا اور شارح بخاری کے مناظرانہ جواب کو سن کر حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ اور دیوبندی مولوی کو سانپ سونگھ گیا۔ (ایضاً، صفحہ ۵۵)

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ اگر مبارک پور میں کوئی مناظرہ کے لئے کہیں سے مناظر طلب کرتا تو آپ اسے حکم دیتے کہ مفتی شریف الحق صاحب کو ضرور مدعو کرو۔ نیپال کی سرحد مدھوبنی، دریاپور، ضلع مالدہ (بنگال)، باندو چترا ضلع پلاموں (بہار) کے مناظروں میں حافظ ملت ہی کی طلب پر آپ نے شرکت فرمائی۔ (ایضاً، صفحہ ۶۱)

سیدالعلماء حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی آپ پر بہت اعتماد فرماتے۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی میٹنگوں میں آپ کو صدر بناتے (معارف شارح بخاری، صفحہ ۲۵۱)

اوراحسن العلماء حضرت علامہ سید حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ علم اور معاملات دونوں شعبوں میں آپ کو معتمد سمجھتے اور بعض اہم مسائل میں بھی آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے (ایضاً، صفحہ ۲۵۴)

درج بالا حقائق وشواہد کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے اکابرین کے کس قدر معتمد اور منظور نظر تھے اور ان کی دوررس اور حقیقت بین نگاہیں آپ کے جوہر فن کی کس قدر قدرشناس تھیں۔ و ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

جامعہ اشرفیہ سے والہانہ تعلق

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ سے آپ کو عشق وشیفتگی اور جنون ودیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ جامعہ کے عروج وارتقاء کی طرف بڑھتے ہوئے ہر قدم سے شاداں وفرحاں، اور اس کے ہر نقصان وخسران سے غمزدہ وافسردہ ہوجاتے، وصال سے تقریباً دو مہینہ پہلے ایک مرتبہ دوران گفتگو آپ نے فرمایا "مولانا! جامعہ اشرفیہ سے مجھے اس قدر گہرا قلبی لگاؤ صرف اس لئے ہے کہ یہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی یادگار، علم ومعرفت کا حسین مینار، اور اسلام وسنیت کا مضبوط قلعہ ہے، قوم مسلم کی صلاح وفلاح کا راز اس کے عروج وارتقاء اور ترقی وبقا میں مضمر ہے"۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ کا مادر علمی بھی الجامعة

الاشرفیہ تھا جس کے چشمۂ فیاض سے آپ نے سیرابی حاصل کی اور علمی وفنی اسلحوں سے لیس ہوکر اسلام وسنیت کے بیباک مجاہد بنے، پھر اپنی حیات مبارکہ کے آخری چوبیس سال یہیں کے شعبۂ قضاء وافتا کے صدر، مجلس شرعی کے سرپرست، ناظم تعلیمات اور مجلس شرعی کے رکن رکین کی حیثیت سے گزارے، اور آغوش اشرفیہ ہی میں اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کی۔

آخر گل اپنی صرف در میکدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

بذلہ سنجی

شارح بخاری خاموش طبع، متین اور سنجیدہ طبیعت کے بزرگ تھے، علمی مشاغل کی وجہ سے لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم ہوتا، لیکن مخلص احباب کے جھرمٹ میں بہترین جلیس اور شگفتہ مزاج بذلہ سنج نظر آتے، اور ایسے لطائف وظرائف ایجاد کرتے، جو اردو ادب کے نادر نمونے ہوتے۔ اس وقت کوئی اجنبی انسان مشکل ہی سے یہ باور کرتا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو دارالافتاء میں وقار وتمکنت کے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک بار بڑھیا ضلع بستی جلسے میں جا رہے تھے، روڈ سے بڑھیا کا راستہ خام اور دشوار گزار ہے۔ بارش کا زمانہ تھا، پھر راستے میں ایک ندی بھی پڑتی ہے، سواری کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، دعوت دینے والے نے یہ بتایا تھا کہ روڈ سے بمشکل چار فرلانگ ہوگا لیکن فاصلہ کتنا ہے وہ بہت سے لوگوں کو معلوم ہے۔ جب آپ چلتے چلتے گھبرا گئے تو ساتھ والوں سے پوچھا ارے بھائی! بڑھیا کتنی دور ہے؟ کسی نے کہا وہ دیکھئے بتی نظر آرہی ہے، حضرت نے بے ساختہ فرمایا "نظر آنے کو تو آسمان کے تارے بھی نظر آرہے ہیں، یہ بتاؤ کہ ان تاروں کی نسبت قریب ہے یا دور"؟۔ اگر آپ کے اس قسم کے جملے جمع کر لئے جائیں تو اردو ادب کے سرمایہ میں اچھا خاصا اضافہ ہو جائے۔

ترجمان مسلک

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی کتاب وسنت کی پیروی، سلف صالحین کا اتباع، عشق رسالت پناہی ومحبت اولیاء اللہ، احقاق حق اور ابطال باطل ... دیکھنے اور پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے

آپ نے پوری زندگی مذاہب باطلہ اور افکار فاسدہ کے خلاف قلمی و لسانی جہاد فرمایا، اور توحید خداوندی وعشق نبوی کا درس دیا۔ انہیں اوصاف ومحاسن کی بنا پر حضرت شارح بخاری کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے والہانہ لگاؤ تھا وہ اپنے آپ کو مخالفین ومعاندین، اعداء وحاسدین کے تیرونشتر کا نشانہ بنانا تو گوارہ کر لیتے مگر فکر رضا کے خلاف منظر عام پر آنے والی کسی چھوٹی سے چھوٹی تحریک اور مہم کو برداشت نہیں کرتے، اس طرح کا کوئی بھی موقع رہا ہو، دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی خرمن باطل پر برق تپاں بن کر گرے ہیں اور اپنی تحریر وتقریر کے شعلوں سے اس کو خاکستر بنایا ہے، آپ امام احمد رضا کے مسلک عشق وعرفان کے سچے ترجمان تھے، آپ کی تقریروں کے علاوہ تحریروں میں بھی اس کے جلوے جا بجا نظر آتے ہیں تحقیقات، فتنوں کی سرزمین، کون؟ منصفانہ جائزہ، امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر، اذان خطبہ، تنقید برمحل، اشرف السیر اور آپ کے بے شمار فتاویٰ اسی سلسلۃ الذہب کی انمول کڑیاں ہیں۔

نمایاں خصوصیات

بقول استاذ گرامی خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الادب والتفسیر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور آپ کی ذات درج ذیل خصائص بارزہ کی حامل ہے۔

۱۔ دینی وملی غیرت واحساس میں معاصرین پر فائق تھے، جب بھی اسلام وسنیت یا اکابر دین وملت پر کوئی حملہ آور ہوتا تو وہ بے تاب ہو جاتے، اور اس کے دفاع کے لئے اپنی ممکنہ تدبیر سے باز نہیں آتے۔

۲۔ علم میں وہ رسوخ حاصل تھا کہ جب کسی خاص موضوع پر لکھنے یا بولنے پر آتے تو بہت جلد اس کے تمام گوشوں کا احاطہ و استحضار کر کے بھرپور روشنی ڈالتے۔

۳۔ فقہی جزئیات کا استحضار، حالات زمانہ پر نظر، سائلین کے فکر و مزاج سے آگاہی، بعض سائلوں کی چالاکی وعیاری سے باخبری اور دیگر لوازم سے آراستگی ایسی تھی کہ زمانۂ دراز سے فتاویٰ کا

کہ بہت مناسب اور برمحل جواب دیا گیا ہے جو کسی ماہر مفتی کا نتیجۂ قلم ہے یا کافی غور وخوض اور محنت و تیاری کا ثمرہ۔

۴۔ جماعت اور اداروں کے احوال پر بھی نظر رکھتے، اور اپنے طویل تجربات کی روشنی میں بڑی قیمتی رہ نمائی اور لاجواب عقدہ کشائی سے نوازتے۔

۵۔ اصلاح و تربیت کا بھی خاص ملکہ رکھتے تھے اور اہل تعلق کو مناسب ہدایت و تنبیہ سے برابر سنوارتے رہتے تھے۔

۶۔ عرصۂ دراز تک تدریس، افتاء، تبلیغ و تقریر کا جو وسیع تجربہ تھا اس میں انفرادیت کے ساتھ تحریر و تصنیف خصوصاً سرعت تحریر اور حسن تفہیم میں یکتائے زمانہ تھے۔ (مقدمہ شارح بخاری)

فیضان مارہرہ مطہرہ

شارح بخاری علیہ الرحمہ پر ابتدائے شباب سے آخری وقت تک سرکاران مارہرہ مطہرہ و مشائخ برکاتیہ کا ابر فیض و کرم پیہم برستا رہا۔ جس سے آپ کا ظاہر و باطن نہال و شاداب ہوتا رہا۔ اس فیضان و کرم کی ابتدا اس وقت ہوئی جب کہ آپ نے مسلمانوں کے سیاسی موقف اور کانگریس و مسلم لیگ کے سلسلے میں "اشک رواں" نام کی ایک کتاب لکھ کر شائع کی جسے تاج العلماء حضرت مولانا سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی زیب سجادۂ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے مطالعہ فرما کر بیحد پسند فرمایا اور پھر خود ایک خط شارح بخاری کے نام تحریر فرمایا دعاؤں سے نوازا اور حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے، اسی دوران بہار و بنگال میں مسلم کش فسادات ہوئے، مسلمانوں کی مالی امداد کے لئے ایک وفد لے کر سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی، بہار کے مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے شہر گیا پہنچے وہیں آپ سے شارح بخاری کی پہلی ملاقات ہوئی اور آپ نے انہیں شفقتوں، عنایتوں سے نوازا۔ پھر تقریباً آج سے چالیس برس پہلے آپ پہلی مرتبہ عرس نوری کے موقع پر مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے، سید العلماء و احسن العلماء حضرت سید حسن میاں کی خدمت میں پہنچ کر نیازمندانہ ملاقات کی اور اسی موقع پر سید العلماء کے حکم پر آپ کی پہلی تقریر ہوئی جو مقبول ہوئی، اور اسی موقع پر آپ کے عرض کرنے پر سید العلماء نے احسن العلماء کو حکم دیا کہ دربار میں ان کی مخصوص حاضری کرادیں۔ تقریباً دو بجے رات میں جب آپ کی حاضری ہوئی تو آپ شاہان برکاتیہ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوگئے، اس کے بعد سے برابر عرس قاسمی میں آپ وہاں حاضر ہوتے رہے اور قل شریف سے پہلے کی تقاریر میں آخری تقریر آپ کی ہونے لگی اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا، حضرت احسن العلماء آپ پر خصوصی کرم فرماتے تھے اور علم و معاملات دونوں شعبوں میں آپ کو معتمد سمجھتے تھے، کوئی شخص آپ سے فتویٰ کے بارے میں پوچھتا تو فرماتے کہ شارح بخاری سے استفتاء کرو، ان کا جو فتویٰ ہوگا وہی ہمارا فتویٰ ہے۔ خانقاہ مارہرہ مطہرہ سے آپ کا یہ روحانی رشتہ تادم وصال اسی طرح برقرار رہا، شہزادہ سید العلماء حضرت سید حسنین میاں نظمی، و شاہزادگان احسن العلماء حضرت سید محمد امین میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، حضرت سید افضل میاں، حضرت سید اشرف میاں اور حضرت سید نجیب میاں سب سے محبت و اخلاص کا رشتہ ویسے ہی تھا جیسے ان کے بزرگوں کے ساتھ تھا، علمی و دینی معاملات میں استفادہ کی روایت بھی برقرار تھی۔

فقیہ اعظم ہند کا خطاب

شارح بخاری کے ہمہ جہت علمی کمالات و محاسن، دینی و ملی کارناموں، فقہ و افتاء میں ذروہ اختصاص تک پہنچنے اور اقران و معاصرین پر فائق ہونے کی بنا پر ہندو پاک کے علمائے دین و مفتیان شرع متین پر آپ کی سیادت و ریاست سب کے نزدیک مسلّم تھی، اسی لئے بعض اہل علم نے آپ کے لئے "فقیہ اعظم ہند" کے خطاب کی تجویز رکھی ان میں سرفہرست حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی پرنسپل اجمل خاں طبیہ کالج دہلی ہیں، جس کی تائید رئیس القلم علامہ ارشد القادری بانی جامعہ نظام الدین دہلی، علامہ یٰسٓ اختر مصباحی بانی دارالقلم دہلی، اور مفتی محمد میاں ثمر دہلوی جیسے سربرآوردہ علمائے اہل سنت نے کی۔ پھر عرس قاسمی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء کے مبارک و مسعود موقع پر امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے قل سے پہلے علمائے اعلام و مشائخ اسلام کے جم غفیر میں اس کا اعلان فرمایا، اعلان کے سنتے ہی "فقیہ اعظم ہند" "شارح بخاری" کے نعروں سے ساری فضا گونج اٹھی۔

حلیۂ مبارک

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قد میانہ، رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، ناک تناسب کی حد تک بلند، داڑھی کے بال ہلکے اور سفید تھے، اکثر اوقات ٹوپی کے ساتھ عمامہ استعمال فرماتے، کرتا کلی دار سفید اور شلوار پہنتے، جوسنت کے مطابق ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی کے قریب ہوتی، کرتا پر اکثر صدری اور کبھی کبھار جبہ پہنتے، رومال بھی استعمال فرماتے۔ صفائی پسند ہونے کی وجہ سے لباس صاف ستھرے ہوتے، افراط وتفریط سے دور اور اعتدال پسند تھے، تکلف، تصنع اور بناوٹ کو پسند نہیں فرماتے، چہرہ باوقار، بارعب اور نورانی اور بیاسی برس کے ہونے کے باوجود آواز نہایت بلند تھی، جلال علم و جمال باطن، حصانت عقل و ذکاوت ذہن اور استقامت قلب کے جامع تھے۔

ازواج واولاد

شارح بخاری کی پہلی شادی آپ کے ماموں حافظ عبدالرحمٰن ساکن مدن پور ضلع دیوریا کی منجھلی صاحبزادی مساۃ زینب سے ۲۰؍ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء کو ہوئی جن کے بطن سے ایک فرزند محمد حبیب الحق تولد ہوا۔ ۱۴؍ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ/ ۲۳؍جنوری ۱۹۵۱ء کو آپ کی زوجہ کا اور ۱۲؍شعبان ۱۳۷۶ھ/ ۱۵؍مارچ ۱۹۵۷ء کو محمد حبیب الحق کا انتقال ہوگیا۔ دوسرا نکاح زوجۂ اولیٰ کی وصیت کے مطابق ان کی چھوٹی بہن مساۃ نورالنساء بنت حافظ عبدالرحمٰن سے بتاریخ ۲۲؍رجب ۱۳۷۰ھ/ ۲۸؍اپریل ۱۹۵۱ء کو ہوا، زوجۂ ثانیہ سے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کی ولادت ہوئی جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ محمد محب الحق: جامعہ عربیہ انوارالقرآن بلرام پور سے جلالین، مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ڈاکٹری کا پانچ سالہ کورس بی۔ یو۔ ایم۔ ایس مکمل کیا۔ آج کل اپنے وطن قصبہ گھوسی مدھوبن روڈ پر واقع اپنی ڈسپنسری ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے چلا رہے ہیں۔ صاحب اولاد ہیں، مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل ہے۔ سنجیدہ و متین، خوش اخلاق وخوش اطوار ہیں۔

۲۔ محمد مطیع الحق:۔ بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

۳۔ محمد وحید الحق:۔ الجامعۃ الاشرفیہ [illegible] تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس وقت فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو میں مدرس ہیں۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

۴۔ محمد حمید الحق:۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ عالم اور حافظ ہیں۔ چند سالوں سے زمبابوے افریقہ میں دینی وتبلیغی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بال بچے بھی ساتھ رہتے ہیں۔

۵۔ محمد ظہیر الحق:۔ گھریلو کاروبار میں معروف ہیں، شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

۶۔ طلعت فاطمہ:۔ قصبہ گھوسی ہی میں ان کی شادی ہوئی ہے۔ صاحب اولاد ہیں۔

مطبوع تذکرے:۔ درج ذیل کتابوں میں آپ کا تذکرہ و سوانح موجود ہے۔

(۱) ماہنامہ حجاز جدید دہلی، بابت فروری ۱۹۹۰ء/ رجب ۱۴۱۰ھ شمارہ ۲۔ جلد ۳۔ از علامہ بدرالقادری ہالینڈ (۲) تذکرہ علمائے اہل سنت از مولانا محمود احمد رضوی (۳) خلفائے مفتی اعظم از مولانا شہاب الدین بہرائچی (۴) تذکرہ خلفائے مفتی اعظم از مولانا سلطان رضا نوری (۵) حدیث نبوی کے اردو تراجم از مولانا محمد عاصم اعظمی (۶) سوغات رضا، مطبوعہ رضا اکیڈمی از مولانا محمد نسیم مصباحی (۷) معارف شارح بخاری، مرتبہ علامہ محمد احمد مصباحی و مولانا یٰسین اختر مصباحی وغیرہ (۸) شارح بخاری، از مولانا یٰسین اختر مصباحی، یہ کتاب اردو کے ساتھ انگریزی، گجراتی، اور عربی زبانوں میں بھی طبع ہو چکی ہے۔

وصال

۶؍صفر ۱۴۲۱ھ/ ۱۱؍مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ میں نماز فجر اور وظائف و معمولات کی ادائیگی کے بعد دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے پانچ بج کر چالیس منٹ پر اچانک اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کیا، اور یہ علم وفن کا راز داں اور استقامت و ثابت قدمی کا کوہ ہمالہ ہمیشہ کے لئے آغوش زمین میں محو خواب ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائے گا
[illegible] آغوش زمیں میں آسماں سو جائے گا

شارح بخاری! حیات وخدمات

مولانا ابوالحسن قادری مصباحی
جامعہ امجدیہ قصبہ گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق قبلہ امجدی فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ علم وفضل، فکروفن، فقہ ودرایت، درک ومہارت، تقویٰ وطہارت، فہم وفراست کے سنہرے ورق کا ایک دوسرا نام ہے آپ خیابان امجد ورضا کے وہ شگفتہ گل ہیں جس کی عطر بیز خوشبوؤں سے انفس وآفاق مہک رہے ہیں۔ آپ کی آفاقی اور قدر آور شخصیت کی پرنور علمی ضیا سے آج اہل سنن اپنی انجمن دل روشن کر رہے ہیں۔ عقیدت کیش آپ کے بے حجاب جلوؤں سے اکتساب فیض کر رہے ہیں۔

کوئی تقریر کا فنکار ہوتا ہے کوئی تدریس کا شہسوار، کوئی منصب افتاء کا شہنشاہ ہوتا ہے کوئی مسند قضا کا بادشاہ، کوئی مناظرہ ومباحثہ کا تاجور ہوتا ہے۔ کوئی تحقیق وتدقیق کا شناور غرض کہ یہ سارے محاسن وکمالات بمشکل تمام کسی ایک ذات میں جمع ہو پاتے ہیں۔ مگر حضرت شارح بخاری بلامبالغہ بیک وقت مذکورہ سبھی فضائل وکمالات کے سلطان تھے۔

آپ رب قدیر کی طرف سے اہلسنت وجماعت کے لئے بے مثال نعمت اور انمول جوہر ہیں، ایسے حضرات روز پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ حیات برسوں برس دست بدعا اور سرگرم فغاں رہتی ہے۔ تب کہیں بزم عشق محمدی میں آپ جیسا کوئی چراغ روشن ہوتا ہے۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے اپنے بلند کردار وعمل سے اسلام کی قابل فخر خدمات کی بنیاد پر وہ ثبات ودوام حاصل کرلیا ہے کہ صفحات دہر سے آپ کے نشانات مٹ نہیں سکتے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

ولادت: فضل وکمال کا یہ نیر تاباں، فکر وعمل کا مہر درخشاں ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ مطلعِ افقِ ارضی پر طلوع ہوا۔ جس کی علمی ضیا پاشیوں نے ایک جہان کو روشن و پرنور کردیا۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی بن عبدالصمد بن شاء اللہ بن لعل محمد بن مولانا خیرالدین۔

آپ کا خاندان عرصۂ دراز سے علم وفضل کا معدن ہے۔ والد گرامی نہایت منکسر المزاج متواضع، متقی وپرہیزگار تھے۔ پردادا حضرت مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ اسم بامسمیٰ تھے۔

رب قدیر نے آپ کو حکمت ودانائی کی ایسی لازوال دولت سے سرشار فرمایا تھا جس کی جھلک آپ کی نسل کے اندر آج بھی صدرالشریعہ اور فقیہ اعظم علامہ مفتی محمد شریف الحق علیہما الرحمہ کی شکل میں دکھائی دے رہی ہے۔

وطن: آپ کا وطن شمالی ہند کا وہ خطہ ہے جو مدینۃ العلماء گھوسی کے نام سے متعارف ہے۔ جہاں فکروفن کے گلاب مہکتے ہیں تعلیم نبوی کے حسین گلدستے سجائے جاتے ہیں۔ علم وفضل کے ایسے چشمے اُبلتے ہیں جن کے آب زلال سے ایک عالم آسودہ وسیراب ہے۔ جہاں فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ارشد تلمیذہ اور محبوب ترین خلیفہ حضرت صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی اور علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور مولانا غلام جیلانی علیہم الرحمہ جیسی تقدس مآب شخصیتیں اور جلیل القدر فقہا وعلماء پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: آپ کے والد گرامی آپ کو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہترین عالم اور قوم کی امانت بنانے کے خواہش مند تھے۔ اس لئے گھوسی ہی کے اندر محلہ باغیچہ میں چلنے والے ایک اسلامی مکتب میں داخل فرمایا۔

ذہانت وفطانت کی بنیاد پر شارح بخاری بہت کم مدت میں مکتب

کی تعلیم سے آراستہ ہوگئے۔ پھر آپ نے روشِ اسلاف کے مطابق عربی فارسی، منقولات ومعقولات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر کا رختِ سفر باندھا۔ اپنے والدین اور وطن عزیز کو چھوڑ کر مدرسہ مصباح العلوم مبارکپور، تشریف لے گئے اور انتہائی تنگ دستی اور معاشی عسرت کے باوجود بڑی تندہی، محنت و جفاکشی کے ساتھ علم شریعت حاصل کیا۔ محنت اور وفورِ شوق کا یہ عالم کہ رات، رات بھر کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ کتب بینی ومطالعہ اس درجہ انہماک سے کرتے کہ متعدد بار صبح ہوگئی۔ فجر کی اذان ہوئی تو آپ کو شبہہ ہوا کہ شاید پڑوس میں کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ جس کے کان میں اذان پڑھی جارہی ہے۔''

کثرتِ مطالعہ وشب بیداری کے سبب آپ کی صحت اس طرح متاثر ہوگئی تھی کہ جسم کی ہڈیاں گوشت سے تقریباً خالی ہوگئی تھیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر رات، رات بھر جاگنے سے منع فرمایا۔ جیسا کہ خود شارح بخاری فرماتے ہیں۔

میں ملاحسن وغیرہ پڑھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ دیگر کتابیں بھی بہت تھیں۔ اسباق بھی کافی ہوتے تھے اس کی وجہ سے میں راتوں کو بہت دیر، دیر تک مطالعہ کرتا جس سے میری صحت خراب ہوگئی۔ جسم میں صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا۔ یہ دیکھ کر حافظ ملت نے بہت سختی کے ساتھ حکم دیا کہ تم بارہ بجے کے بعد مطالعہ نہیں کرسکتے۔ ابتداء میں، مَیں نہیں مانا پھر بہت سختی سے ڈانٹا۔ (شارح بخاری، ص:۱۱۷)

اور اسی سال امتحان سالانہ کے موقع پر تقریری امتحان کے لئے حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ تشریف لائے۔ جب امتحان سے فارغ ہوکر حافظ ملت کے پاس تشریف لے گئے تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے شارح بخاری کو ان کے پاس بلاکر ارشاد فرمایا کہ:

''اس نے اتنی زیادہ محنت اور شب بیداری کی ہے کہ اپنی صحت بھی خراب کرلی ہے۔ اس کو دیکھئے کیا ہوگیا ہے۔ حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب طبیب بھی تھے۔ ارشاد فرمایا رمضان میں اس کا علاج آپ ہی فرمادیں۔'' (شارح بخاری، ص:۱۱۸)

مذکورہ دونوں اقتباسوں سے روشن ہے کہ شارح بخاری نے دور طالب علمی میں بے پناہ محنت کی ہے۔ [illegible] بے کراں شفقت وعنایت بھی رہی ہے۔

شارح بخاری ہی کی یہ جفاکشی ودلسوزی اور حوصلہ شکن عسرت تنگدستی سننے کے بعد ایک استعجابی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور زبان پر برملا یہ شعر آجاتا ہے:

چیتے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجسس
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ

شارح بخاری نے دنیائے سنیت کے ایسے عظیم وجلیل اساتذہ سے علمی تشنگی بجھائی، جو عظمت کے مینار اور ہدایت کے علمبردار تھے۔ علوم ومعارف کے پیکر اور زہد وتقویٰ کے کوہ گراں تھے۔ جن کے جلال میں جمال کے جلوے عیاں تھے۔ یعنی جلالۃ العلم استاذ العلماء حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد قادری لائل پوری، صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، خیر الاذکیاء علامہ غلام یزدانی اعظمی۔

اور علم طریقت، تزکیۂ باطن اور تربیت افتاء فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور شہزادۂ مجدد اعظم حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان نوری، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری سے حاصل کی۔

ان ستودہ صفات ہستیوں کی مجموعی توجہ وعنایت خاص نے اس مس خام کو کندن بنادیا۔ اور آپ نے ان کے بادۂ علم وحکمت سے خوب مچل، مچل کر سیرابی حاصل کی۔ اور گویا بزبان حال یہ عرض کررہے تھے۔

مجھے پینے دے پینے دے کہ تیرے جام لعلیں میں
ابھی کچھ اور ہے کچھ اور ہے، کچھ اور ہے ساقی

قوت حافظہ اور استحضار علمی: آج ہر طرف شارح بخاری کے فضل وکمال کا جو غلغلہ فلک پیا شخصیت کی دھمک مثالی کارناموں کا آوازہ وشہرہ ہے، وہ آپ کی خداداد ذہانت وفطانت، جہد مسلسل کے حسین امتزاج کا کرشمہ ہے۔ رب قدیر نے حضرت شارح بخاری کو زبردست قوت حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ درس نظامی پڑھے ہوئے آپ کو برسہا برس گزر گئے۔ لیکن آخر [illegible] ذہن میں نقش کالحجر تھیں۔

آپ خود فرماتے ہیں "درس نظامی کی جن کتابوں کو میں نے پڑھا ہے اگر آج بھی میرے سامنے آئیں تو بلا تکلف بتادوں گا کہ یہ مضمون دائیں صفحہ پر ہے۔ کہ بائیں پر۔ اوپر ہے کہ نیچے۔ عرصہ ہوا گلستاں، بوستاں پڑھی تھیں۔ مگر ان کے اشعار اور عبارتیں اتنی زیادہ یاد ہیں کہ مجھے خود حیرت ہے۔ کتب فتاویٰ کی ہزاروں عبارتیں یاد ہیں اور احادیث کا تو شمار نہیں۔" (حافظ ملت نمبر ۱۱۹)

لیکن اس خداداد استعداد کے ساتھ محنت اور لگن، جہد مسلسل، عمل پیہم، جفاکشی، دماغ سوزی بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہوتا ہے۔ اور اقبال مندی وارجمندی کے دروازے کھلتے ہیں۔ شارح بخاری نے صرف اپنی ذہانت پر تکیہ نہ کیا بلکہ شوق وجذبہ کے ساتھ محنت ومشقت بھی فرمائی جس کے نتائج دنیا والوں کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

تبحر علمی : آپ تمام علوم مروجہ منقولات، معقولات میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے۔ قرآن وحدیث، تفسیر واصول، معانی وبلاغت، لغت وبیان، منطق وفلسفہ، فقہ وافتاء تاریخ وسیر، نحو وصرف ہر ایک میں ماہر وبے مثال تھے۔ اور ہر ایک میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ چنانچہ تمام علوم میں آپ کے درک کمال پر تقریباً ایک لاکھ تحقیقی فتاویٰ شاہد عدل ہیں۔ حدیث میں مہارت پر نزہۃ القاری کا نقطہ نقطہ گواہ ہے۔ علم ہیأت وتوقیت پر آپ کی تصنیف "اسلام اور چاند کا سفر" تاریخ وسیر میں کمال وقوف پر "تحقیقات اور اشرف السیر" منہ بولتے ثبوت ہیں۔ غرض کہ ہر فن میں کامل عبور تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر تحریر تحقیق وتدقیق کی شہکار اور ہر فتویٰ دلائل وبراہین سے آراستہ، علمی موشگافیوں، فقہی خزانوں سے مالا مال ہوتا ہے اور اہل عقل وہوش اپنی آنکھوں سے لگاتے، قلبی سکون حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اُدبا بڑے بڑے فقہاء اور بڑے بڑے دانشور آپ سے خوشہ چینی کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جو آپ کے تبحر علمی کا بین ثبوت ہے۔

بایں ہمہ فضل وکمال حضرت شارح بخاری کے یہاں نہ ترفع وتعلی تھی نہ زعم ہمہ دانی، بلکہ شفقت ومحبت، تواضع وانکسار، اخلاص ووفا، اسلامی غیرت وحمیت کے رواں دواں چشمہ تھے۔ جس کے آب شیریں سے ہر کہ ومہ سیراب وشاد کام ہو رہا تھا۔ ملت وقوم کا وہ سوز ودرد رکھتے تھے۔ کہ جب بھی ملت اسلامیہ پر کوئی آنچ آتی، مسلک اہلسنت وجماعت پر کوئی داخلی یا خارجی حملہ ہوتا یا فرق باطلہ کی دیسسہ کاریاں عروج پر آتیں شان الوہیت ورسالت اور عظمت صحابہ واولیاء پر کوئی یلغار ہوتی یا کسی نئے فتنے کا فتح باب ہوتا تو حضرت شارح بخاری کی حمیت وغیرت، دینی ہمدردی موج تلاطم خیز کے مانند جوش میں آجاتی تھی پیرانہ سالی، ضعف ونقاہت کے باوجود مانند سحر، رنگ شباب دکھائی دیتا تھا۔ آپ کا خون آتش بننے کو بیقرار ہوجاتا اور بلا احساس خطرہ آپ ہر ایک سے نپٹنے کے لئے یکہ وتنہا میدان میں یہ کہتے ہوئے اُترتے۔

بہار آئی ہے شورش ہے جنون فتنہ ساماں کی
الٰہی خیر رکھنا تو میرے جیب وگریباں کی

اور آپ کا حال یہ ہوتا

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

اس کے بعد اپنے قلم برق بار سے باطل پر اس شدت سے وار فرماتے کہ اس کے تانے بانے بکھر کر رہ جاتے۔ اس کے مزعومات باطلہ کے شیش محل چکنا چور ہوجاتے اور کیوں نہ ایسا ہو کہ آپ غلام امام احمد رضا ہیں۔ جن کی تیز دھار تلوار اہل باطل کے لئے ہمیشہ بے نیام رہی۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اور شارح بخاری کے ایثار واخلاص کے بیان کے لئے یہ اشعار کافی ہیں:

ایثار کی پاپوش ہے اخلاص کا جامہ
بے نفسی کردار کا ہاتھوں میں عصا ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں
کہتی ہے صداقت کہ کوئی مرد خدا ہے

بزرگوں سے عقیدت۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ سلف صالحین اولیائے کاملین خصوصاً اساتذہ وشیوخ مارہرہ مطہرہ وبریلی سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے فضائل وکمالات نہایت جذب آگیں انداز میں بیان کرتے مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا جو قلبی ربط وتعلق تھا جس وفور شوق کے ساتھ ان کا ذکر جمیل کرتے ہیں۔ اس کو آپ ادیب شہیر علامہ یٰسین اختر مصباحی کی زبانی سماعت فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں: شیخ الاسلام والمسلمین فقیہ اسلام امام اہلسنت فاضل بریلوی کی یکراں محبت سے آپ

کا دل لبریز ہے۔ جن کا ذکر آپ جب بھی کرتے ہیں۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر بن مو سے ادب واحترام اور شیفتگی ووارفتگی کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ اور دل عقیدتوں کا آبشار بنا ہوا ہے۔ علم وفضل کمال تفقہ، کارہائے تجدید، ژرف نگاہی دیدہ وری، عشق ومحبت رسول، سنیت وحنفیت کی مدت العمر تائید، حمایت، اتباع سنت وشریعت استیصال بدعت وضلالت طرد وتعاقب نجدیت ووہابیت وفرق باطلہ، نصرت واعانت اہل حق سرعت تحریر، لطافت طبع، مکارم اخلاق وکردار، مجتہدانہ فکر ونظر، اور کثرت افادات وافاضات کے باریک گوشے بیان کرتے، کرتے خود آپ کی زبان چشمۂ فیوض وبرکات، دماغ آئینۂ علوم وفنون اور سینہ گنجینۂ اسرار ومعارف بن جاتا ہے۔"

اسی بنیاد پر آپ برکاتی فیضان سے سرشار ہیں اور رضوی فیضان سے بھی۔ دریائے امجدی کے کوثر وسلسبیل سے شادکام ہیں اور عزیزی آبشار سے بھی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ کے انمٹ نقوش پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عشق رسالت: حضرت شارح بخاری اپنے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار دل رکھتے تھے، اکثر آپ کی زبان سرکار رسالت پناہی کی مدح وستائش اور ذکر سے تر رہتی تھی۔ اور محبت رسول اور اطاعت حکم رسول میں اپنی زندگی کا بیشتر اثاثہ صرف کردیا اور کررہے ہیں من احب شیئاً اکثر ذکرہ اور جب بھی حجاج کرام کا کاروان شوق یا کوئی قافلہ ارض محبوب کی سمت رخ کرتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو فرط جذبات سے مچل اٹھتے۔ آنکھیں اشک بار ہوجاتی تھیں اور بڑی عاجزی ووارفتگی کے ساتھ بارگاہ ناز میں حاضری کی سعادت کی دعا، سلام عقیدت کا تحفہ پیش کرنے کی گزارش کرتے آپ کی یہ کیفیت ماہ شوال میں دیکھی جاسکتی تھی۔ جب مبارکپور سے قافلۂ حجاج روانہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی اور مولانا افتخار احمد صاحبان جب حج وزیارت حرمین کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے پاس شرف حضوری کا خط لکھا تو شارح بخاری انتہائی رقت انگیز والہانہ انداز میں درج ذیل الفاظ میں جواب لکھتے ہیں کہ "حرمین کی حاضری کے موقع پر ناکارہ کو والہانہ دعاؤں میں ضرور [illegible] سلام پیش کرنے کے بعد یہ معروضہ پیش کردیں کہ کبھی اس سگ بے ہنر کو بھی حاضری کا موقع عنایت فرمائیں اور کیا لکھیں۔

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

ماہنامہ حجاز جدید دہلی، بابت مئی، جون ۱۹۹۱ء

اسی طرح ایک دوسرے خط میں آپ کی بے مثال تمنا اور عشق رسول کا جلوہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں۔ یہ آپ حضرات کو یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں کہ میں نہیں تو میرا فرستادہ خط سرکار عرش جاہ کے دیار میں پہنچ جائے۔ میری دو درخواستیں سرکار میں پیش فرمادیں ایک یہ کہ کسی وقت مجھے بھی بارگاہ میں بلالیں۔ دوسرے یہ کہ بخاری شریف کے ترجمہ تعلیق کا کام ضرور بالضرور انجام پذیر ہوجائے۔ پہلے بصد ادب اس سگ بے ہنر کا سلام پیش کریں۔

بیعت وخلافت: فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہٗ سے ان کے آخری سفر حج وزیارت کے حسین وپربہار موقع پر آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔ اور احسن العلماء حضرت علامہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں نیز مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہما سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ اس طور پر آپ میکدۂ برکاتی ورضوی وامجدی ہر ایک کے بادۂ معرفت سے سرشار ہیں۔

خدمات: حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی پوری زندگی خدمت دین میں صرف ہوئی عام طور پر اسلام کی منظم خدمات کے چند ذرائع ہیں۔ تدریس، تقریر، افتاء، مناظرہ ارشاد وتبلیغ، تصنیف وتالیف حضرت قبلہ نے اسلامی، قومی، سماجی خدمات کے لئے درج بالا سارے طریقے اپنائے ہر ایک میں آپ کے زریں کارنامے ہیں۔ ذیل میں قدرے تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

تدریس: استحکام ایمان وعمل، تبلیغ احکام، نشر سنت واسلام کا پائیدار اور پرتاثیر ذریعہ ہے ممدوح موصوف اس میدان کے بادشاہ رہ چکے ہیں۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی رقم طراز ہیں۔

تحصیل درس نظامی وتکمیل علوم اسلامیہ کے بعد اتر پردیش، بہار [illegible] یہ میں شارح بخاری نے تدریسی فرائض

انجام دیئے پینتیس سال تک تسلسل کے ساتھ منقولات ومعقولات کی سبھی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔ محنت ومطالعہ اور کمال مہارت کے ساتھ اسباق کی تفہیم اور دفع اعتراض ورفع اشکال آپ کا طرہ امتیاز رہا۔ منتہی کتابوں کے متعلق مباحث کوضبط وترتیب کے ساتھ طلبہ کے ذہن میں اُتار دینا آپ کی نمایاں خصوصیت تھی۔ آپ کی درسگاہ علم وحکمت سے مستفید ہونے والے ہزاروں طلبہ میں آج سیکڑوں علماء مختلف دینی مدارس کے ممتاز مدرسین ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ تدریس کا ملکہ رکھتے اور مشکل باتیں طلبہ کے ذہن میں اُتار دینے کی قدرت رکھتے ہیں اور یہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تقریر: آپ میدان خطابت کے ایسے شہنشاہ ہیں کہ ایک عرصہ دراز تک ہندوستان میں آپ کا خطاب سکۂ رائج الوقت رہا۔ ہر اجلاس اور کانفرنس کی کامیابی کی ضمانت آپ کی شرکت ہوتی۔ آپ کا خطاب سادہ عام فہم ہوتا۔ مگر زمزمۂ بیان ہمہمۂ افکار تلاطم انظار کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہوتا۔ اور کلام کی سنجیدگی لب ولہجہ کی بلند آہنگی طنطنہ وبیان کی سحر کاری سامعین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی۔ تسلسل وروانی ایسی ہوتی جیسے کوئی البرز کی وادیوں کی سخت چٹان سے رستا ہوا میٹھا چشمہ کسی فراز سے نشیب کی طرف گزر رہا ہو اور اس کی روانی سے پیدا ہونے والی آواز پردۂ سماع پر ایک اہتزاج اور کیف آگیں اثر چھوڑ رہی ہو۔

آپ کی تقریری خوبیاں اور خصوصیات کے بارے میں زبدۃ الاتقیاء خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی نائب صدر المدرسین وشیخ الادب جامعہ اشرفیہ مبارکپور یوں رقم طراز ہیں کہ تقریر میں چند خاص باتیں میں نے محسوس کیں۔ (۱) عالمانہ وقار (۲) اعتقادی وعلمی لحاظ سے پختگی (۳) جملوں اور مضامین کی صحت وندرت (۴) مضمون علمی ومشکل ہونے کے باوجود بہت آسان انداز میں ایسا بیان کہ عوام کو بھی بخوبی سمجھ میں آئے۔ (۵) ترتیب میں ایسی عمدگی کہ پورا خطاب ذہن نشین رہے۔ اور چاہیں تو اسی ترتیب کے ساتھ سامعین دوسروں کو سمجھا سکیں۔ (۶) ایسا دلچسپ اور مؤثر خطاب کہ اکتاہٹ نہ ہو (۷) سطحی وغیر تحقیقی سے مکمل اجتناب (معارف شارح بخاری ص:۲۹۰)

آج اسی سال کی عمر سے متجاوز ہو جانے کے بعد بھی جب جوش میں آتے ہیں تو رنگ شباب عود کر آتا ہے۔ وہی کھنکتا ہوا لب ولہجہ، شیر کی چنگھاڑ، مقناطیسی تاثیر، کوثر وسلسبیل سے دھلے ہوئے الفاظ ہوتے ہیں۔ معانی ومطالب، اسرار ومعارف، حقائق ودقائق کے دفتر کھلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ الحاصل یہ کہ آپ کی تقریر میں عالمانہ وقار محدثانہ انداز مفکرانہ شان مفسرانہ اسلوب ہوتا ہے۔ اور ہر خطاب احقاق حق وابطال باطل کا آئینہ دار ہوتا ہے کہ خرمن باطل میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے۔ اس کے فاسد عقائد کی بنیاد مسمار ہوتی چلی جاتی ہے۔

ہلا کر رکھ دیا زور بیاں سے تونے باطل کو

مخالف مانتا ہے آج بھی لوہا خطابت کا

افتاء: یہ خاص آپ کا میدان ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ بریلی شریف کے بعد افتاء کے ذریعہ سب سے زیادہ آپ کی خدمات ہیں۔ آپ کے فتاویٰ علوم ومعارف کے گنج گراں مایہ ہوتے ہیں۔ فتویٰ نویسی میں ایسے ماہر ہیں کہ محض ایک مفتی ہی نہیں مفتی ساز بھی ہیں۔ مرجع عوام ہی نہیں مرجع خواص بھی ہیں۔ عرصہ دراز سے از ہر ہند مرکز اہلسنت جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے صدر شعبۂ افتاء ہیں۔ ہر ماہ سیکڑوں استفتے آتے ہیں آپ قرآن وحدیث، تفسیر واصول، اقوال صحابہ وآثار سے مزین ایسا شافی جواب دیتے ہیں کہ قاری کی زبان پر برجستہ یہ شعر رقص کرنے لگتا ہے۔

تیرے فتوے ہیں کہ ایمان ویقیں کے شاہکار

جلوۂ تحریر ہے یا کوثر و زم زم کی دھار

مناظرہ: اظہار حق وصواب کا اعلیٰ ترین ذریعہ مناظرہ ہے۔ اس وادی میں بھی آپ نے قدم رکھا اور اپنی علمی جلالت، فکری وسعت، ذہنی قوت، حاضر دماغی کی بنیاد پر اپنی کامیابی کا جھنڈا نصب کر دیا۔ آپ مناظرہ کے سارے آداب پر علمی حصار رکھتے ہیں مخالف وحریف کے دلائل کا بڑے تعمق وامعان نظر سے جائزہ لیتے اس کے بعد اپنا دعویٰ دلائل وشواہد سے اس طرح آراستہ کرتے ہیں کہ مخالف دم بخود اور

مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ اب تک درج ذیل گیارہ مقامات پر بدمذہبوں سے مناظرہ کیا اور ایسی شکست فاش دی ہے کہ انہیں دم مارنے کی ہمت نہیں۔ بریلی شریف، گیا، رائے پور، بھمن گاؤں باندہ، چترو، کٹک، اڑیسہ، جھریا، بنارس، بدایوں، سیتا پور، ہر ایک مناظرہ آپ کے تحقیقی تنقیدی، فکری، بالغ نظری، استحضار علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آپ کی مناظرانہ خدمات کا شہکار ہے۔

ارشاد و تبلیغ: یہ اصلاح معاشرہ خدمت قوم وملت کا گراں بہا وسیلہ ہے۔ شارح بخاری چونکہ قوم و مذہب کے سچے ہمدرد ہیں اس لئے اس شعبے میں بھی آپ کی قابل قدر خدمات ہیں۔ ملک کے اطراف وجوانب میں نیز باہر ممالک کا تبلیغی دورہ کرتے رہتے تھے۔ اس کے ذریعہ ہزاروں گم گشتگان راہ کو حق وصداقت کی روشنی عطا فرمائی اور راہِ راست سے لگایا۔

تحریر: سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **قیدوا العلم بالکتابۃ** آپ نے اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے تحریر کے ذریعہ دین کے زریں کارنامے انجام دیئے، شروع ہی سے تحریر وتصنیف کی طرف آپ راغب تھے۔ آپ کی تمام تحریرات، تصنیفات وتالیفات حقیقت وواقعیت پر مبنی ہوتے ہوئے اس قدر پُر تاثیر ہیں کہ بوقت مطالعہ دل کے پردۂ احساس پر ایک ایسا فطری لمس محسوس ہوتا ہے کہ قلب کے جذبات رقص میں آجاتے اور اضافۂ علم پر دل اَبر بہاری کی طرح جھومنے لگتا ہے۔

اور وفور علم، زور قلم، جرأت نقد ونظر، وسعت فکر وفن احادیث وروایات پر وسعت، تاریخ وسیر سے آشنائی، بیان کی چاشنی، تفہیم کا حسن ہر ایک آپ کے اشہب قلم میں پایا جاتا ہے۔ آپ کی قلمی رشحات یہ ہیں۔

(۱) نزہۃ القاری شرح بخاری، ۹ رجلدیں
(۲) اسلام اور چاند کا سفر
(۳) سنی، دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ
(۴) اشرف السیر فی سیرت خیر البشر
(۵) اشک رواں
(۶) تحقیقات (دو حصے)
(۷) مقالات امجدی
(۸) فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق؟
(۹) امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر
(۱۰) اثبات ایصال ثواب
(۱۱) السراج الکامل
(۱۲) اذان خطبہ (افادات)
(۱۳) تنقید برمحل (افادات)
(۱۴) مفتی اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں
(۱۵) حواشی فتاویٰ امجدیہ (اوّل ودوم)
(۱۶) فتاویٰ اشرفیہ (زیر ترتیب)

یہ تصنیفات آپ کو تا قیام قیامت زندہ وتابندہ رکھیں گی، مولیٰ تعالیٰ آپ کے بحر علم ومعرفت سے جمیع اہلسنت وجماعت کو خوب سے خوب تر سیراب وشاد کام فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

●✤✱✺●

شارح بخاری! حیات و خدمات کا تحلیلی جائزہ

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب جماعت اہل سنت کے ممتاز ترین علماء میں شمار کئے جاتے تھے، صدر شعبہ افتا کی حیثیت سے ملک کی عظیم ترین درسگاہ ''الجامعة الاشرفیہ'' مبارک پور میں کئی سالوں خدمت انجام دی، کئی ہزار فتاوے ان کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر آئے۔ وہ اپنے زمانہ میں مرجع فتاویٰ تھے دنیا کے کونے کونے سے ان کے پاس فتاوے آتے جس کا وہ مدلل اور شافی جواب دیتے۔

علم حدیث پر بھی ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ ملک کے کئی ایک دینی مدرسہ میں حدیث کا درس دیا اور شیخ الحدیث کے اہم منصب پر فائز ہو کر اشاعت حدیث کی اہم خدمت انجام دی۔ سیکڑوں طلبہ نے ان سے استفادہ کیا آج بھی علمی دنیا میں ان کے کئی ایک شاگرد دینی مدارس میں اہم عہدوں پر مامور ہو کر علم دین کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں۔

قبلہ مفتی صاحب نے صرف یہی نہیں کہ حدیث نبوی کے تعلق سے مدارس میں درس دیا بلکہ اس فن شریف کے تعلق سے اپنی فنی مہارت اور سالہا سال کی نچوڑ کو کتابی شکل میں بھی پیش کیا۔ بخاری شریف کی معرکۃ الآراء شرح ''نزہۃ القاری'' نو ضخیم جلدوں میں اس کا بین ثبوت ہے۔ بخاری شریف کی اس شرح میں مفتی صاحب نے صرف یہی نہیں کہ بخاری شریف میں درج احادیث کا ترجمہ کر دیا اور مختصر توضیح کر دی رجال اور امکنہ کی تخریج کے ساتھ سلسلہ اسانید پر بھی جامع گفتگو کی ہے۔ اب تک اردو زبان میں بخاری شریف کی جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں جو اغلاط ہیں یا حدیث نبوی کے تعلق سے جو غلط فہمیاں ان کے شارحین میں پائی جاتی ہیں ان کی بھی نشاندہی ''نزہۃ القاری'' میں کر دی گئی ہے۔

احقاق حق اور ابطال باطل مفتی صاحب کی زندگی کا محبوب شیوہ تھا علمی ہو یا ادبی، سماجی ہو یا سیاسی، دینی ہو یا دنیاوی کسی قسم کی بے راہ روی انہیں برداشت نہ تھی حتی المقدور اپنی خفگی کا اظہار کرتے اور اس تعلق سے اظہار حق میں کسی مصلحت کو روا نہیں رکھتے۔

سیاسی و سماجی بے ضابطگی کے علاوہ دینی بے راہ روی کے مفتی صاحب شدید مخالف تھے۔ عقائد باطلہ کی تردید میں انہوں نے کتابیں لکھیں اور بحث و مباحثے اور مناقشے و مناظرے بھی کئے وہ انتہائی حاضر جواب اور نکتہ سنج تھے ترکی بہ ترکی جواب دینا کوئی سیکھے تو ان سے، حق و باطل کے مناظرہ میں اکثر انہوں نے بحیثیت مناظر شرکت کر کے اپنے حریف کو مات دی اور اپنی زیرکی و دانائی کی بنیاد پر اپنے مدمقابل کو شکست فاش سے دوچار کیا، اصلاح عقائد کے تعلق سے انہوں نے صرف مناظرے ہی نہیں کئے بلکہ اس موضوع پر شرح و بسط کے ساتھ متعدد کتابیں لکھیں اس سلسلہ میں ان کی تصنیف ''سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ'' متعدد زبانوں میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہے۔

اصلاح فکر و اعتقاد کے تعلق سے ان کے یہاں کوئی لچک نہیں تھی اپنے ہوں یا بیگانے جہاں بھی انہیں دینی بے راہ روی اور مذہبی بے ضابطگی نظر آتی تو ان کی زبان اور قلم دونوں تیغ براں کی طرح چل پڑتے اس میں چھوٹے بڑے کسی کی رعایت نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے ان کے فتاویٰ کی زد سے کئی اہم لوگ بھی اپنا دامن نہ بچا سکے اور انہیں توبہ کرنی پڑی۔

مفتی صاحب جس قدر جلد کسی بے ضابطگی پر ناراض ہوتے اسی قدر جلد شکایت دور ہونے کے بعد ان کی ناراضگی شفقت و محبت میں [illegible] کر کے خوگر تھے جب تک وہ بقید حیات رہے

لوگوں پر شفقت و عنایت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ مفتی صاحب کو پہلی بار میں نے اس وقت دیکھا تھا جب وہ جامعہ انوار القرآن بلرام پور میں شیخ الحدیث کے اہم منصب پر فائز تھے۔ یہ کوئی ۱۹۷۲ء یا ۱۹۷۳ء کی بات ہوگی ان دنوں میں جامعہ حشمتیہ معراج العلوم بھدوکھر بازار میں مولوی درجات کا طالب علم تھا۔ اہل محلہ نے سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا تھا مفتی صاحب اپنے ایک شاگرد خاص کے ہمراہ اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ ان سے میری دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب میں حصول تعلیم کی غرض سے ''الجامعة الاشرفیہ'' پہنچ گیا، اور مفتی صاحب قبلہ جامعہ انوار القرآن کو خیر باد کہہ کر مدرسہ ندائے حق جلال پور ضلع امبیڈکر نگر۔ یوپی چلے گئے۔ اہل علم حضرات سے ملاقات اور ان سے فیضیاب ہونے کا شوق مجھے بچپن سے ہی تھا۔ یہی وہ شوق تھا جو مجھے کشاں کشاں ندائے حق جلال پور لے گیا۔ مفتی صاحب قبلہ نے ایک عام طالب علم کے ساتھ شفقت و محبت کا جو رویہ پیش کیا وہ اس دور کے اکابر علماء کے لئے قابل تقلید ہے۔ میری خوشی کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب اشرفیہ میں دوران تعلیم مجھے یہ معلوم ہوا کہ مفتی شریف الحق امجدی صاحب قبلہ صدر شعبہ افتا کی حیثیت سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تشریف لے آئے ہیں ان دنوں اشرفیہ میں اگرچہ میں متوسط درجات کا طالب علم تھا مگر مفتی صاحب کی خدمت میں میری باریابی اپنے سینئر ساتھیوں کی طرح ہوتی تھی۔ میں نے ان سے باضابطہ تعلیم تو حاصل نہیں کی اور نہ ہی ان کے حلقۂ تلمذ میں بیٹھنے کا کبھی مجھے شرف حاصل ہوا البتہ ان کی علمی مجلسوں سے فیضیاب ضرور ہوا ہوں ان کی کرم فرمائیاں مجھ پر ہمیشہ رہیں۔ اور جب بھی ملتے بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھاتے اور تعلیمی سرگرمیوں سے متعلق پوچھ گچھ کرتے اور مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے پاس ادب کی وجہ سے میں ''ہاں ہوں'' میں جواب دے کر ٹال جاتا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میرا ارادہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے اور پھر انہوں نے اپنے لائق فرزند ڈاکٹر محب الحق رضوی جو ان دنوں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طب یونانی کے طالب علم تھے، مجھے ان کے بارے میں بتایا پھر میں نے مراسلت شروع کر دی اور جب ڈاکٹر محب الحق رضوی اور ان کے ساتھی ڈاکٹر سعید احسن بستوی کی کوشش [illegible] ۱۹۸۱ء [illegible] علی گڑھ پہونچا تو مفتی صاحب سے تعلق خاطر کی بنیاد پر ڈاکٹر محب الحق کی خصوصی توجہ مجھے حاصل ہوئی۔ شفیق باپ کے مشفق بیٹے نے میرے ساتھ جس شفقت و محبت کا مظاہرہ کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ صرف میرے ساتھ ہی کیا ہر ایک سے خندہ پیشانی اور فراخدلی کے ساتھ ملنا ان کا شیوہ تھا۔ اور شاید اب بھی ہو علی گڑھ کی زندگی میں تو میں نے انہیں لال پیلے ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔ علی گڑھ کے ابتدائی ایام میں میں نے کچھ مہینے انہیں کے ساتھ کشمیر ہاؤس میں گزارے۔ ان کے پاس رہنے میں میں نے بڑی راحت محسوس کی اس طرح مفتی صاحب کی کرم فرمائیاں عنایات و نوازشات کبھی براہ راست ان سے اور کبھی ان کے فرزند ارجمند کے واسطے سے ہمیشہ حاصل رہیں باپ اور بیٹے دونوں نے جس طرح مجھ پر عنایات و نوازشات کی بارش کیں میں ان کی توقعات پر پورا اتر سکا یا نہیں یہ تو میں نہیں بتا سکتا البتہ اتنا ضرور ہے کہ جس قدر بھی خلاق عالم نے مجھے صلاحیت بخشی ہے اخلاص دل کے ساتھ اسے بروئے کار لاتے ہوئے اشاعت دین حق میں سرگرم عمل ہوں۔

مفتی صاحب قبلہ مدینۃ العلماء قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور میں ۱۱ رشعبان المعظم ۱۳۳۹ھ/ ۲۰ راپریل ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ پیدائش کے وقت قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے ماتحت تھا اس لئے اعظمی کہلائے اب وہ قصبہ ضلع مئو کے ماتحت ہے۔

مفتی صاحب کے والد عبد الصمد دلال بڑے ہی عابد و زاہد اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ خدا نے زبان میں وہ تاثیر دے رکھی تھی کہ جس پر پڑھ کر دم کر دیا کرتے اسے ضرور شفا مل جاتی۔ مفتی صاحب چونکہ اپنے والد ماجد کے سچے جانشین تھے اس لئے ان کے محاسن کا پرتو آپ پر پڑنا فطری امر تھا۔ محلہ بڑا گاؤں باغیچہ میں ایک مکتب تھا جس کی نگرانی حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مجھلے بھائی حکیم احمد علی فرماتے تھے۔ اسی مکتب میں انہوں نے ابتدائی تعلیم کے لئے داخلہ لیا اور کچھ سالوں کے بعد جب وہ مکتب بند ہوگیا تو قبلہ حکیم صاحب نے اپنے گھر پر ہی انہیں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔ حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۳۵۲ھ میں مبارکپور تشریف لائے اور مدرسہ مصباح العلوم میں [illegible] اہتمام دینا شروع کیا تو اس کے ایک ہی سال

بعد مفتی صاحب ۱۰ر شوال ۱۳۵۳ھ مطابق جنوری ۱۹۳۵ء کو برائے تعلیم اس مدرسہ سے وابستہ ہوگئے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے خود ان کا داخلہ ٹسٹ لیا اور آزمائش میں کامیاب قرار دینے کے بعد حضرت مولانا شمس الحق گجھوی جو سعدیٔ وقت سے مشہور تھے کے سپرد کردیا آپ نے ان سے فارسی زبان و ادب اور عربی کی ابتدائی کتابوں کا درس لیا اپنی گوناگوں صلاحیت اور پیہم جدوجہد کے باعث ہمیشہ طلبہ کی جماعت میں ممتاز رہے جس فن کی طرف انہوں نے توجہ مبذول کی ان میں کمال حاصل کیا یہی وجہ ہے کہ عربی و فارسی زبان پر کامل قدرت رکھنے کے ساتھ فنون کی کتابوں پر بھی ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ حضور حافظ ملت کی خدمت میں رہ کر منتہی کتابوں کا درس لیا۔

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی (م ۱۹۷۸ء) کی علمی جلالت کا اس زمانہ میں نحو میں اعلیٰ درک حاصل ہونے کے باعث اس فن کا انہیں امام مانا جاتا تھا۔ تو اکتساب فیض کے لئے مفتی صاحب مبارکپور کو خیرباد کہہ کے صدر العلماء کی بارگاہ میں میرٹھ پہنچ کر مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میں داخلہ لیا اور امام النحو کی بارگاہ میں حاضری دے کر شرح جامی، حاشیہ عبدالغفور اور شمس بازغہ کا درس لیا۔ وہاں سات آٹھ ماہ رہ کر دورۂ حدیث کے لئے شوال ۱۳۶۱ھ میں مدرسہ مظہر اسلام محلہ مسجد بی بی جی بریلی شریف سے وابستہ ہوگئے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل سردار احمد رضوی لائل پوری (م ۱۹۶۲ء) سے حدیث کا درس لیا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں قادری قدس سرہٗ کے عرس چہلم ۶ر مئی ۱۹۴۳ء کو مفتی صاحب اور ان کے دیگر رفقائے درس کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ (م ۱۹۴۸ء) نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دے کر شرف تلمذ بخشا۔ شب کی نورانی محفل میں اس دور کے اکابر علماء کی موجودگی میں ان کے سر پر دستار فضیلت باندھ کر جبہ مبارکہ سے سرفراز کیا گیا۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ بظاہر علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ تو ہوگئے لیکن علم کی پیاس نہ بجھی، اساطین علم و فن کی خدمت میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کرنا ان کی زندگی کا محبوب مشغلہ بن گیا یہ سلسلہ عرصۂ دراز تک چلتا رہا۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ حکیم امجد علی اعظمی مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری (م ۱۹۸۱ء) اور حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی (م ۱۹۷۶ء) سے خصوصی طور پر استفادہ کیا یہی وہ شوق علم تھا جس نے مفتی صاحب کو علم و فن کی اس بلندی پر پہونچا دیا جہاں تمام مدعی علم و فن بونے نظر آتے ہیں۔

جس محنت اور جانفشانی کے ساتھ مفتی صاحب قبلہ نے تعلیم حاصل کی تھی اسی محنت اور لگن کے ساتھ اس کی تدریس اور اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے اس زریں سلسلہ کا آغاز مئو ناتھ بھنجن کے مدرسہ بحر العلوم سے ۱۹۴۳ء میں کیا اور ملک کے دسیوں مدارس میں علم و فن کے جواہر لٹانے کے بعد جو ۱۹۷۶ء میں ملک کی عظیم ترین درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے وابستہ ہوئے تو زندگی کی آخری سانس تک وہیں رہ گئے۔ اس مرکزی ادارہ میں مفتی صاحب کو علم و فن کی نشر و اشاعت کا بڑا خوشگوار ماحول ملا اور اک گونہ ان کے ذہن و فکر کو آسودگی ملی جس کے باعث حدیث نبوی کے تعلق سے بخاری شریف کی معرکۃ الآراء شرح ''نزھۃ القاری'' نو جلدوں میں وجود میں آئی اور متعدد موضوعات پر ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں فتاوے کے جواب دیئے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ جماعت اہل سنت میں انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ تقریر ہو یا تحریر، درس و تدریس ہو یا رد و مناظرہ، سماجی امور ہوں یا ملکی حالات، فتویٰ نویسی ہو یا مقالہ نگاری ہر ایک میں ان کی انفرادیت مسلم رہی۔ فقہی جزئیات پر کامل عبور ہونے کے باعث پیچیدہ مسائل کے سلسلہ میں ان کا ہر قول ''قول فیصل'' کا درجہ رکھتا تھا۔ مفتی صاحبان عام طور سے ناپ تول کر گفتگو کرنے کے عادی ہوتے ہیں کیوں کہ فتویٰ نویسی انہیں اس مزاج کا عادی بنا دیتی ہے مگر مفتی صاحب پر اس مزاج کا کبھی تسلط نہیں رہا انہوں نے فتویٰ نویسی کی زبان میں دو ٹوک باتیں بھی کی ہیں اور شستہ تحریروں میں مختلف موضوعات پر طویل مقالے، پیش لفظ، تقاریظ اور مقدمے کے علاوہ دلائل و شواہد سے مربوط مبسوط کتابیں بھی لکھی ہیں۔ آپ کے نوک قلم سے نکلے ہوئے فتاویٰ کا ریکارڈ تو موجود ہے لیکن مقالات اور دوسری تحریروں کی کوئی تفصیل

دستیاب نہیں۔ ان کی جو تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم اور ارباب شوق کی نگاہوں کی زینت بن چکی ہیں ان کی ایک فہرست ذیل میں دی جارہی ہے۔

① نزہۃ القاری فی شرح البخاری۔ ۹ جلدیں۔ ② اشرف السیر ③ اسلام اور چاند کا سفر ④ سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ ⑤ فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق ⑥ اشک رواں ⑦ اثبات ایصال ثواب ⑧ امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر ⑨ التحقیقات۔

درج بالا تصانیف کے علاوہ کچھ افاضات بھی ہیں جو ان کے نام سے نہیں بلکہ دوسروں کے نام سے شائع ہوئے ہیں اس کا ذکر یہاں بحث سے خارج ہے۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے۔ مفتی صاحب صرف ایک عالم دین ہی نہیں تھے جن کا دائرہ عمل صرف مسجد سے مدرسہ تک محدود ہو بلکہ ان کے ذہن میں وسعت تھی وہ آفاقی فکر کے حامل تھے۔ ایک عالم دین کا تعلق بظاہر جن علوم سے غیر ضروری معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب کی ان علوم پر بھی گہری نظر تھی۔ امریکہ کے راکٹ (اپالو نمبر ۱۱) کے چاند پر پہونچنے کے بعد حلقہ علماء میں ہلچل سی مچی کہ ایسا کیوں کر ممکن ہو سکا اس کشمکش کے ماحول میں مفتی صاحب نے اپنے ایک مقالہ ''چاند اور خلاء کی کشتی'' کے ذریعہ مولویوں کی اس کشمکش کا سدباب کیا یہ مقالہ ماہنامہ ''نوری کرن'' بریلی میں شائع ہوا۔

(معارف شارح بخاری، صفحہ ۳۰۵)

مفتی صاحب نے اسلام کی روشنی میں جس طرح سائنس کی اس ایجاد اور اس کے چاند پر پہونچنے کی عالمانہ توجیہ فرمائی وہ ایک مولوی کیلئے یقیناً باعث تعجب ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی صلاحیتوں سے ثابت کردیا کہ ایک عالم دین کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ وہ علم دین میں ماہر ہو بلکہ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عصر حاضر کے تقاضوں سے غافل نہ ہو۔ جب تک موجودہ زمانہ کے تقاضوں پر اس کی نظر نہیں ہوگی اسلام کے آفاقی پیغام سے دنیا والوں کو کبھی متعارف نہیں کرا سکتا۔

مفتی صاحب قبلہ یوں تو جامع الکمالات اور مجمع المحاسن تھے لیکن ان کی ایک خوبی جس کا تعلق جرأت و بے باکی سے ہے وہ ان پر پوری طرح ان میں سرایت کئے ہوئے تھی

اگر چہ انہیں سخت سے سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس سے کبھی وہ گھبرائے نہیں۔ مارچ ۱۹۷۳ء میں گونڈہ جیل میں نظر بندی بھی ان کی اسی جرأت وبیباکی کے نتیجے میں عمل میں آئی۔ اس نظر بندی کا پس منظر کچھ اس طرح تھا کہ بھنگا بازار جو آج کل سراوتی ضلع کا ایک خاص بازار ہے وہاں کے ایک پنڈت نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اس پنڈت کی گستاخی کا مفتی صاحب نے اپنی جرأت وبیباکی سے منہ توڑ جواب دیا تھا جس کے باعث وہاں کے غیر مسلموں میں بڑی کھلبلی مچی جب مفتی صاحب کی اس تردیدی تقریر کا جواب کسی سے نہ بن پڑا تو دیوبندی مولوی جو شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کا ارتکاب بہت کرچکے ہیں۔ انہوں نے غیر مسلموں کو شہ دے کر مفتی صاحب کی مخالفت پر برانگیختہ کیا یہ معاملہ رفتہ رفتہ طول پکڑتا گیا اور بالآخر انہیں تین یوم کے لئے گونڈہ جیل میں نظر بند ہونا پڑا۔ بہر حال یہ معاملہ ہو یا کوئی اور وہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ سننے کے لئے روادار نہ تھے ایسے موقعوں پر ہمیشہ وہ ایک عالم ربانی کی حیثیت سے سامنے آئے اور ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی۔

مفتی صاحب قبلہ کی عظمت وشہرت کو چار چاند اس وقت لگے جب خاندان برکات کے چشم وچراغ مارہرہ مطہرہ کے تاجدار حضرت قبلہ سید احسن العلماء حیدر حسن میاں صاحب قبلہ کی نظر محبت ان پر پڑی انہوں نے آپ کی علمی صلاحیت کو سند بخشی اور عالمانہ زمانہ سے اس کا اعتراف کرایا علمی صلاحیت تو مسلم تھی ہی عقیدہ وایمان کی [illegible] نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت وارادت کا شرف صدر الشریعہ حضرت علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے دست حق پرست پر ۲۹ اپریل ۱۹۴۳ء کو حاصل کرچکے تھے۔ ۱۲ فروری ۱۹۶۲ء کو سلسلہ عالیہ رضویہ اور ان تمام سلاسل کی جو النور والبہاء میں مذکور ہے خلافت تفویض ہوئی لیکن حضور احسن العلماء نے جب ۱۹۸۲ء میں عرس قاسمی کے موقع پر سند خلافت سے نوازا تو ان کی شہرت وناموری آسمان علم وفضل کے ساتھ ساتھ آسمان رشد وہدایت پر [illegible] نمودار ہوئی اور حلقہ برکاتیت میں برکاتی

مفتی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

دنیائے علم وفن میں شہرت وناموری کے باعث سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیض حاصل کرنے کے لئے لوگ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ ان کا حلقۂ ارادت کس قدر وسیع ہوا اس کی تفصیل تو نہیں معلوم لیکن اتنا مسلّم ہے کہ علمی اعتبار سے ان کی شخصیت تو مستند تھی ہی روحانی اعتبار سے بھی پُرکشش ہو گئی جس کے باعث ہند و بیرون ہند کے معتقدین و متوسلین ان کی ذات ستودہ صفات سے یکساں طور پر مستفید ہونے لگے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دنیا کے بیشتر ممالک کے دورے بھی کئے اور دینی و مذہبی اعزازات سے بھی نوازے گئے۔ شیخ عبدالواحد بلگرامی ایوارڈ پاکستان ۱۹۹۶ء امام احمد رضا ایوارڈ بمبئی ۱۹۹۷ء شاہ برکت اللہ گولڈ میڈل ۱۹۹۹ء اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

ان کی علمی عظمت اور دینی خدمات کا اعتراف مسلمانان ہند و پاک سے جس طرح ممکن ہو سکا کیا القابات وخطابات سے بھی نوازا۔ علمی و روحانی ایوارڈ سے بھی سرفراز کئے گئے۔ مگر اعتراف علم وفن کی ایک روشن مثال اہل سنت و جماعت کی تاریخ میں اس وقت قائم ہوئی جب رضا اکیڈمی بمبئی نے ان کی دینی خدمات کا اعتراف جنوری ۲۰۰۰ء میں جشن تکمیل شرح بخاری کے زریں موقع پر شارح بخاری صاحب نزہۃ القاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کو چاندی کے سکوں میں تول کر کیا۔ اس تاریخی واقعہ کو گزرے ہوئے ابھی سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ علم وفن کا یہ آفتاب دنیا کے رشد و ہدایت کا تاجدار پون صدی سے زائد اپنی نورانی شعاعوں سے عالم اسلام کو منور کرنے کے بعد ۶ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء کو بروز جمعرات بعد نماز فجر ۵ بج کر ۴۰ منٹ پر بیسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے ہمیشہ ہمیش کے لئے خود ہی دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

قبر پہ ہو رحمت حق کا نزول
نور کی چادر بنے ان کا کفن

□□□

توحید ورسالت کا اقرار اور اس کا اجر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور معاذ رضی اللہ عنہ
آپ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ اے معاذ، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول۔
میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
جس شخص نے سچے دل سے خدا کے ایک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کو مان لیا
اللہ نے اس پر دوزخ حرام کر دی۔
معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا؟ میں اس کی لوگوں کو خبر نہ دے دوں تا کہ وہ خوش
ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا ایسا کرو گے تو لوگ بھروسہ کر لیں گے۔ حضرت معاذ
رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی خبر موت کے وقت دی تا کہ گناہ سے
بچ جائیں۔ (بخاری و مسلم)

تیسرا باب

شارح بخاری!
علم حدیث اور نزھۃ القاری

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے دادا، استاذ گرامی

استاذ المحدثین، امام المحققین، سراج السالکین، شیخ الشیوخ فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا قاری مفتی سیدنا محمد عبد الرشید فتح پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقریباً ایک لاکھ فتاووں کا عظیم مجموعہ گیارہ جلدوں پر مشتمل

فتاویٰ فقیہ اعظم ہند قدس سرہٗ

انشاء اللہ جو بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے۔ (ہدیہ مکمل تین ہزار روپے =/Rs.3000)

زیر اہتمام	سرپرستی	ناشر
ادارہ تحقیقات و تصنیفات فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ رشید آباد، سورہ بڑی، ناگپور فون 912-40075	جانشین فقیہ اعظم ہند قدس سرہ السامی فقیہ مہاراشٹر، حضرت مفتی عبد القدیر صاحب مدظلہ العالی سکریٹری مجلس علماء جامعہ عربیہ ناگپور فون 720431-726022	انجمن اہل سنت ورشیدی دار المطالعہ جامعہ عربیہ اسلامیہ، رشید نگر نعل صاحب چوک۔ ناگپور فون 723303-724247

قائم شدہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ر جنوری ۱۹۲۸ء

بفضلہ تعالیٰ اس صوبہ کی سب سے بڑی درسگاہ ہے۔ جس میں اسلامی علوم وفنون وعلوم شرقیہ وفنون عربیہ، تفسیر، حدیث وفقہ، کلام، منطق، ادب وحفظ وتجوید کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ اور بقدر گنجائش، یتیم ونادار طلباء کے قیام وطعام کا بار بھی برداشت کیا جاتا ہے۔ جامعہ وشاخ ہائے جامعہ میں، اس وقت ڈھائی ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں۔ فی الوقت، تفسیر اوّل ودوم اور شعبہ حفظ وتجوید میں داخلہ جاری ہے۔

المعلن:۔ عبد اللطیف انصاری۔ سکریٹری جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔ Fax No. 011- 3286646

شارح بخاری! درس حدیث

مفتی شفیق احمد شریفی۔ دارالعلوم غریب نواز۔ الہ آباد

یہ اس وقت کی بات ہے جب راقم السطور مدرسہ منظر حق ٹانڈہ میں فضیلت کے درجہ اوّل کا طالب علم تھا اور شیخ الحدیث حضرت علامہ شاہ عبدالمصطفےٰ اعظمی (علیہ الرحمہ) کا شہرۂ تدریس سن کر یہاں حاضر ہوا تھا۔ تقریباً تین سال تک موصوف کے دامن سے وابستہ رہ کر علوم وفنون کی تحصیل کی سعی کرتا رہا۔ اتفاقاً مرکز علم جامعہ عربیہ انوارالقرآن بلرام پور میں حاضری کی سعادت ملی اور حضرت "فقیہ اعظم ہند" علیہ الرحمۃ سے شرف ملاقات کے لئے ۱۹۷۱ء میں حاضر آیا۔ بخاری شریف کا درس چل رہا تھا اور نہایت ذہین وفطین طلبہ سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے انہماک سے درس حدیث لے رہے تھے۔ حاضرین طلبہ میں مولانا عبدالودود فقیہ، مولانا سید افضال احمد گونڈہ، مولانا محمد عمر، بہرائچ جیسے باذوق طلبہ شامل تھے۔ راقم السطور مؤدب ہو کر بیٹھ گیا اور مکمل انہماک و توجہ سے حضرت کی تدریسی تقریر سنتا رہا۔ یقین جانئے ایسا لگتا تھا جیسے علم الحدیث کا ایک بحرِ ذخار ہے۔ جس کے موج علم سے طلبہ خوب خوب سیراب ہو رہے تھے۔ اور راقم السطور نے فیصلہ کر لیا کہ دورۂ حدیث کے لئے جس امام فن کا متلاشی تھا رب کریم نے اس کی چوکھٹ پر پہونچا دیا۔ اپنی قسمت پر نازاں تھا، سبق کے اختتام کے بعد دست بوسی وقدم بوسی کر کے عرض مدعا کیا۔ نہایت شفقت سے فرمایا داخلہ ہو جائے گا۔

داخلہ کا فارم وغیرہ لے کر بھر دیا اور پھر ۱۹۷۲ء میں حاضر خدمت ہو گیا۔ حسن اتفاق دیکھئے چند نہایت باذوق طلبہ مزید آ گئے جن میں مولانا شفیق احمد صدرالمدرسین فضل رحمانیہ پچپڑوا، مولانا طفیل احمد، مولانا عبدالرحیم اور مولانا قاری محمد یونس وغیرہ شامل تھے۔ اب شب و روز حضرت "فقیہ اعظم ہند" علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں رہنے کا موقع مل چکا تھا۔ چونکہ آخری سال تھا اس لئے نہایت محنت وجانفشانی سے رفقائے درس اخذ علوم میں لگے ہوئے تھے۔

حضرت "فقیہ اعظم ہند" کا کمال یہ تھا کہ عام محدثین کی طرح بخاری شریف کے صرف ابتدائی اسباق میں ہی آپ کا زور بیان نہ ہوتا بلکہ جو طریقۂ تدریس آغاز میں تھا وہی آخری حدیث تک دیکھنے میں آیا۔ ترجمۃ الباب کی وضاحت اس کے ذیل میں آنے والی حدیث کے راویوں پر مکمل تبصرہ پھر حدیث کی تشریح اور مسائل متخرجہ کی وضاحت کے ساتھ باب سے مناسبت پر ایسی دل نشیں تقریر فرماتے کہ طبیعت جھوم جھوم جاتی۔

ایسی حدیثیں جن سے فرق ضالہ اپنے مسلک کا اثبات کرتے ہیں جب کبھی آتیں تو مسلک اہل سنت کے اثبات پر دلائل و براہین کا انبار لگا کر حدیث زیر بحث کا ایسا ناپا تلا جواب مرحمت فرماتے کہ فرق ضالہ کی ساری دلیلیں خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتیں۔

راقم السطور کی عادت تھی کہ اس طرح کی تقریریں کاپی میں قلمبند کر لیتا تاکہ علمی ذوق کو استحکام حاصل ہو اور نسیان سے محفوظ رہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بخاری شریف کی مشہور حدیث۔ جب سیدۃ نساء العالمین جگر گوشہ رسول طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وصال سید الکونین کے بعد اپنا حق میراث لینے کے لئے خلیفۂ رسول اللہ (ﷺ) حضرت سیدنا صدیق اکبر کے پاس تشریف لائیں اور آپ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی پڑھا۔ لانورث ما ترکنا صدقة الخ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے فوجدت فاطمة علیٰ ابی بکر فی ذالک فهجرته فلم تكلمه حتی توفیت جس سے روافض نے یہ استدلال کیا کہ "ابو بکر نے بنت رسول اللہ کو ایذا دی اور حدیث میں فرمایا گیا جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور ایذاء رسول جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے"۔

مگر حضرت "فقیہ اعظم ہند" نے اس حدیث پر جو تقریر فرمائی اگر

بنظر تحقیق و انصاف اس پر توجہ کی جائے تو روافض کے سارے اوہام و خیالات بکھر کر رہ جاتے ہیں۔ خلاصۂ تقریر یہ ہے:

''اموال بنی نضیر باغ فدک وغیرہ جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنی ازواج مطہرات کا خرچ چلاتے تھے اور جو بچتا اس کو عام مسلمانوں کی ضرورتوں میں صرف فرماتے۔ حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے ان سب کو میراث سمجھا اور اپنا اپنا حق طلب کیا ایسا اس لئے کہ حدیث لا نورث الخ ان دونوں حضرات تک نہ پہونچی تھی اس لئے آیت میراث کے پیش نظر اپنا مطالبہ پیش کیا۔ اس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر نے یہ حدیث سنائی کہ ''ہم انبیاء کرام کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وصدقہ ہے''۔

صحیح اور معتبر روایت کے مطابق حضرت سیدہ اور حضرت عباس نے یہ سن کر سکوت فرمالیا جس پر واضح دلیل یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں یہ بات صریح طور پر موجود ہے کہ اس کی صحت کو خود حضرت علی اور حضرت عباس نے صحابہ کرام کی موجودگی میں تسلیم فرمالیا۔ اور خود روافض کی کتابوں سے بھی اس کا مضمون ثابت ہے۔

اصول کافی باب العلم و التعلم میں ہے ''ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء درہم و دینار میراث نہیں چھوڑتے ہاں علم ان کی میراث ہے، اس لئے جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت حصہ پالیا''۔

اس شیعی روایت میں صراحۃً درہم و دینار کے میراث نہ چھوڑنے کا تذکرہ ہے ہاں اس کا شبہہ ہوسکتا ہے کہ درہم و دینار کے علاوہ اراضی وغیرہ میراث چھوڑتے ہوں اس کا قلع قمع لفظ ''انما'' نے کردیا یہ کلمۂ حصر ہے جس کا مفاد یہ ہوا کہ انبیاء کرام اپنی میراث میں صرف احادیث چھوڑتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں چھوڑتے ہیں۔ اس سے ثابت کہ انبیاء کرام کی میراث صرف علم ہے۔ نہ درہم، نہ دینار، نہ اراضی نہ اور کچھ مال و متاع۔

رافضیوں کے اصول کے مطابق قرآن مجید کے صریح منطوق کے

مقابل ائمہ کے ارشادات اور ان کی مرویات راجح ہیں اس لئے کسی رافضی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہہ کر اس حدیث کو نا قابل قبول قرار دے کہ یہ آیت میراث کے معارض ہے اور ہم اہل سنت کے اصول کے مطابق چونکہ یہ حدیث مشہور ہے اس لئے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے، رہا راوی کا یہ کہنا "فوجدت فاطمة یا فهجرت ولم تكلمه حتی توفیت" تو یہ راوی حدیث کا اپنا استخراج ہے۔

کہ اس نے اپنے فہم سے جو سمجھا وہ بیان کر دیا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت سیدہ ارشاد رسول کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے سے ناراض ہو کر خود ارشاد رسول سے منحرف ہو گئیں اس لئے کہ بلاوجہ شرعی ایک مسلمان سے قطع تعلق اور اس سے ناراضی کی احادیث میں بشدت ممانعت وارد ہے۔ بنظر دقیق بات بہت دور جا پہنچی ہے۔ ارشاد رسول سن کر ارشاد رسول پر عامل سے ناراضگی حقیقت میں رسول سے ناراضگی ہے۔ "العیاذ باللہ"۔

اسی لئے علماء محققین نے "فهجرت ولم تكلمه حتی توفیت" کے یہ معنی بتائے کہ اس کے بعد میراث کا مطالبہ چھوڑ دیا اور اس بارے میں حضرت صدیق اکبر سے زندگی بھر کچھ نہیں فرمایا جیسا کہ امام ترمذی نے اپنے مشائخ سے نقل فرمایا ہے۔ نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمرو بن شیبہ سے مروی ہے فلم تكلمه فی ذالک المال یعنی حضرت سیدہ نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی۔ سیدنا فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں اموال مدینہ کا متولی منتظم حضرت عباس وعلی (رضی اللہ عنہما) کو بنا دیا تھا، جسے یہ حضرات انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہے جن میں سید عالم خرچ فرمایا کرتے تھے۔

اموال مدینہ حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ پھر حضرت امام حسین پھر امام زین العابدین پھر امام حسن بن حسن مثنیٰ پھر زید بن حسن پھر عبداللہ بن حسین کی تحویل میں رہا، ان کے ہاتھ سے بنو عباس نے لے لیا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر رافضیوں کے ادعا کے مطابق حدیث ما ترکنا صدقة صحیح نہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت جب آیا تو انہوں نے خیبر و فدک پر قبضہ کر کے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین پر تقسیم کیوں نہ فرمایا؟ نیز یہ کہ مدینہ طیبہ کی اراضی صرف انہیں کے قبضے میں کیوں رہی؟ اور ان کے بعد صرف ایک فرد کی تحویل میں کیوں رہی؟ رافضیوں کے مزعوم کے مطابق حضرت علی پر فرض تھا اسے بھی حسب حصص شرعیہ تقسیم فرما دیتے، ازواج مطہرات کے حصے انہیں دے دیتے، بنو عباس کے حصے انہیں دے دیتے پھر بعد میں ائمہ اہل بیت میں سے صرف ایک شخص کیوں قابض رہے؟ ائمہ اہل بیت کے اجماعی عملدرآمد نے ثابت کر دیا کہ حدیث "لا نورث ما ترکنا صدقة" حق ہے اور اس کی حقانیت پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے"

اس حدیث پر اس جامع تقریر کے بعد نہ کوئی شبہہ رہ جاتا ہے نہ مزید کسی تنقیح کی ضرورت رہ جاتی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم ہند سے جن تلامذہ نے اخذ علوم کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فن حدیث ہی میں آپ کا یہ کمال نہ تھا بلکہ تفسیر، علوم تفسیر، اسماء رجال، فقہ، اصول فقہ، ادب، علم المناظرہ، تاریخ، علم الکلام، علوم عقلیہ، منطق، فلسفہ و خطابت میں بھی آپ کا یکساں رنگ تھا اور طالب علم کسی بھی علم میں آپ کی درسگاہ میں بیٹھنے کے بعد کسی طرح کی کوئی تشنگی محسوس نہ کرتا تھا۔

❀ ❀ ❀

خدا کی عظمت اور اس کی کبریائی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر چار باتیں بیان فرمائیں۔
خدائے قدوس سوتا نہیں اور نہ یہ اس کے شایان شان ہے۔ میزان عدل کو جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔ رات کے کام دن میں دن کے کام رات میں اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نورانی ہے۔ اگر وہ پردہ اٹھالے تو اس کے چہرے کی تجلیات حدِ نگاہ تک مخلوق کو جلا ڈالیں گی۔
(مسلم، ابن ماجہ)

شارح بخاری! نزہۃ القاری

از:- علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

زندگی اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم عطیہ ہے کہ اگر اس کا ایک ایک لمحہ رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لئے صرف کر دیا جائے اور ہر بنِ مُو صد ہزار زبانوں میں تبدیل ہو کر رب کریم کی حمد اور سپاس گزاری میں محو ہو جائے تو یکے از ہزار بھی ادا نہ ہو سکے۔

اس جہان رنگ و بو میں ہزاروں افراد پیدائش کے مرحلے سے گزرتے ہیں اور ہزاروں موت کی مہیب وادیوں میں اتر جاتے ہیں، ان میں سے کتنے ہیں جو مقصد زندگی کو سمجھتے ہیں اور اسے پورا کرنے کے لئے اپنی سی جدو جہد کرتے ہیں؟ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

عمرہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
یا جنید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

سرزمین پاک و ہند وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے ہزاروں ایسے افراد پیدا ہوئے جو نہ صرف خود صراط مستقیم پر گامزن تھے، بلکہ ان گنت بندگان خدا کے لئے نقوش کف پائے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) روشن کر گئے اور بقول شیخ سعدی "ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را" کا مصداق ثابت ہوئے۔

ایسی ہی ایک شخصیت فقیہ اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی ہیں، جو بلا شبہ نادر روزگار فقیہ اور پاک و ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے ناظم تعلیمات اور شعبۂ افتاء کے صدر نشیں ہیں، ان کے ماتحت متبحر فضلاء کی ایک جماعت ہے جو امت مسلمہ کو پیش آنے والے مسائل میں قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی موجودہ دور کے پاک و ہند کے علماء اہل سنت و جماعت کی صف اوّل کے ممتاز ترین عالم اور جامع الصفات شخصیت ہیں، وہ بیک وقت فقیہ بھی ہیں اور محدث بھی، مدرس بھی ہیں اور مناظر بھی، وہ خطیب بھی ہیں اور ادیب بھی، وہ معقولات کے متبحر فاضل بھی ہیں اور منقولات کے بحر مواج بھی، غیرت ملی کا پیکر بھی ہیں اور عشق خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مجسمہ بھی، انہیں بجا طور پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیر خانے کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید امین میاں مدظلہ العالی نے "فقیہ اعظم ہند" ایسے پُر شکوہ لقب سے نوازا ہے، جس پر ہندوستان کے اکابر علماء اہل سنت نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس عظمت وجلالت کے ساتھ وہ اخلاق جمیلہ کا بہترین نمونہ بھی ہیں ان میں اسلاف کی سادگی اور اصاغر نوازی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو مردم خیز قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ (صاحب بہار شریعت) کے ساتھ جا ملتا ہے، آپ کی ارجمندی ہے کہ آپ کو اس وقت کے متحدہ پاک و ہند کے اساطین علم و فضل اور مقتدایان رشد و ہدایت سے اکتساب فیض کا موقع ملا، ابتدائی عربی کتب سے لے کر صدرا، حمد اللہ، ہدایہ اور ترمذی شریف تک کتب درس نظامی دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ، مصباح العلوم مبارک پور، (جو اس وقت جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نام سے شہرہ آفاق ہے) میں پڑھنے کا موقع ملا، اور جلالۃ العلم، حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مراد آبادی کے فیض علم سے بہرہ ور ہوئے، شوال المکرم ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں مدرسہ مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری کے پاس صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی، حضرت صدر الشریعہ کے یہ دو شاگرد حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان وہ ہیں جن کا علمی اور روحانی فیض نہ صرف پاک و ہند کے گوشے

گوشے میں پہنچا ہوا ہے، بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی جلوہ گر ہے۔ مفتی صاحب ان دونوں کے فیض و برکت کے جامع ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ میں نہ صرف حضرت صدر الشریعۃ، بدر الطریقۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے مرید ہیں، بلکہ ان کے خلیفۂ مجاز بھی ہیں، حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی اور احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن حیدر میاں، سابق سجادہ نشین مارہرہ شریف نے بھی انہیں اجازت و خلافت سے نوازا، مختصر یہ کہ اکابر عصر کی عنایات اور نوازشات کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہوا جسے آج دنیا شارح بخاری اور فقیہ اعظم ہند کے محترم القاب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

حضرت شارح بخاری کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی سے درس بخاری شریف لیا اور چودہ ماہ ان کی خدمت میں رہ کر کار افتاء کا تجربہ حاصل کیا، گیارہ سال دار العلوم مظہر اسلام، بریلی شریف میں مدرس بھی رہے۔ اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی راہنمائی میں فتوے بھی لکھتے رہے، اس دور میں تقریباً پچیس ہزار فتوے آپ کے قلم سے لکھے گئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ متعدد مدارس میں معقولات و منقولات کی آخری کتابیں اور دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء سے شہرستان علم و فن الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تشریف فرما ہیں اور اس وقت صدر مفتی بھی ہیں، ناظم تعلیمات بھی، جدید مسائل کی تحقیق کے لئے قائم "مجلس شرعی" کے سرپرست بھی ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم ہند نے تصانیف کا بھی اچھا ذخیرہ تیار کیا ہے، ان میں سرفہرست نزہۃ القاری شرح بخاری ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے، جس پر وہ بلاشبہ ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں، الحمد للہ! یہ شرح نو جلدوں میں مکمل ہو گئی ہے اور چھپ بھی گئی ہے، اس شرح کا آغاز مولانا علامہ یٰسٓ اختر مصباحی (دہلی) اور مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ) کی تحریک پر ہوا۔ اختصار کے پیش نظر مکرر احادیث کا ذکر صرف ایک دفعہ کیا ہے، اور بخاری شریف کے ابواب [illegible]

لانا ضروری ہوتا، البتہ اہم تراجم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور ابواب کے ذکر کا فائدہ "احکام مستخرجہ" کا عنوان قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے، احادیث کے راوی صحابۂ کرام کے حالات بالالتزام بیان کئے گئے ہیں، بعض تابعین کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ ہر حدیث کا نمبر لگا دیا گیا ہے اور اس کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر عنوان بھی قائم کر دیا ہے، یہ حوالہ بھی دے دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دیگر کتب میں کہاں کہاں واقع ہے؟

مقدمہ میں دیگر ضروری معلومات کے علاوہ خاص طور پر تین عنوانوں پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ (۱) مسامحات بخاری (۲) امام اعظم کی مختصر سوانح اور (۳) فقہ حنفی کا تعارف۔ شرح بخاری میں حدیث کے صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بیان کرنے کے ساتھ ہی حضرات حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور دلائل سے بتایا ہے کہ مذہب حنفی کو کیوں ترجیح ہے؟ اسی طرح اعتقادی مباحث میں مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور برتری اس طرح بیان کی ہے کہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مختصر یہ کہ موجودہ دور میں اردو میں لکھی گئی یہ مکمل اور بہترین شرح ہے جو علماء، وکلاء، مدرسین، طلبہ اور عوام وخواص کے لئے یکساں مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری کو دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور اس شرح کو ملت اسلامیہ کے لئے مفید اور مقبول بنائے۔

۱۹۹۶ء میں شارح بخاری نے حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں، سجادہ نشین مارہرہ شریف کے ہمراہ زامبیا، زمباوے، حرمین شریفین اور پاکستان کا سفر کیا، ۲۸/ اگست کو حضرت شارح بخاری، جناب حاجی ابوبکر (کراچی) کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لائے، حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ، راقم الحروف اور دیگر اساتذہ وطلبہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ناشتے کے بعد روانہ ہونے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ آپ کے پاس وقت ہو تو ہمارے ساتھ چلیں، مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا؟ حاجی ابوبکر صاحب گاڑی چلا رہے تھے، پہلے حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دی، پھر حضرت میراں حسین زنجانی کے مزار پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے، دو موریہ [illegible] کی وجہ سے جل تھل کا سماں تھا، گاڑی وہیں

چھوڑی اور تانگے پر سوار ہو کر حضرت میراں حسین زنجانی کے مزار پر پہنچے، مغرب کی نماز ادا کی، واپسی پر ڈیفنس کی ایک کوٹھی پر لے گئے جہاں کھانا بھی کھایا اور حضرت شارح بخاری سے گھڑی کے چین کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی، حضرت اسٹیل کے چین کو جائز قرار دیتے ہیں، رات گئے واپسی ہوئی۔

۳۱ر اگست کو راقم الحروف کراچی میں حضرت سید محمد شاہ دولہا بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کھارادر، کراچی کے عرس میں شریک ہوا، رات کے بارہ بجے راقم بعنوان ''کرامات اولیاء اور بعد از وصال استمداد'' مقالہ پیش کر رہا تھا کہ حضرت شارح بخاری، لاہور سے فیصل آباد اور ملتان ہوتے ہوئے کراچی تشریف لائے اور اسی وقت عرس کی محفل میں پہنچ گئے، راقم کے بعد حضرت نے پُر مغز خطاب فرمایا اور ابتدا میں چند کلمات راقم کے بارے میں فرمائے، اگرچہ راقم اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا، تاہم حضرت کے اخلاق کریمانہ اور اصاغر نوازی کی جھلک دکھانے کے لئے ذیل میں نقل کر رہا ہوں، حضرت نے فرمایا:

''مجھ سے پہلے رئیس القلم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری تقریر کر رہے تھے، وہ تقریر کے بھی بادشاہ ہیں، تحریر کے بھی بادشاہ ہیں، تدریس کے بھی بادشاہ ہیں اور اللہ نے چاہا تو روحانیت کے بھی بادشاہ ہوں گے''۔ (او کما قال)

ایسے کلمات اپنے سے کم درجہ شخص کے لئے وہی کہہ سکتا ہے جس کے سینے میں سمندر کی وسعت ہو۔

راقم مقالہ پڑھ کر اپنی قیام گاہ پر چلا گیا، رات ڈیڑھ بجے کا وقت ہوگا کہ حضرت شارح بخاری نے ٹیلی فون کے ذریعے حکم دیا کہ میری قیام گاہ، حاجی ابوبکر صاحب برکاتی کی کوٹھی پر آ جاؤ، چنانچہ راقم رات کے دو بجے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات وہیں گزاری۔

۱۹۹۸ء میں راقم انڈیا گیا تو ممبئی، دہلی، بریلی شریف سے ہوتا ہوا ۱۱ر نومبر کو ٹرین (کاشی) کے ذریعے چھ بجے صبح بنارس پہنچا، سربراہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ مدظلہ العالی کے ہونہار صاحبزادے، مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے، یہ حضرات اس فقیر کو لے کر گاڑی پر روانہ ہوئے نو بجے صبح کا وقت ہوگا، جب ہم اہل سنت و جماعت کے ہندوستان میں سب سے بڑے ادارے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور پہنچے، اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ طلباء راستے کے دونوں طرف قطاریں بنا کر کھڑے ہیں، گاڑی سیدھی دارالحدیث کے عظیم الشان گنبد کے پاس جا کر کھڑی ہوئی، باہر نکلا تو سب سے پہلے حضرت شارح بخاری مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ میں کوٹہ راجستھان جا رہا ہوں وہاں ایک مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے، میں چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے روانہ ہوں۔ اللہ اکبر! یہ ہیں بڑے لوگوں کی بڑی باتیں، اس کے بعد دیگر اساتذہ اور طلباء سے ملاقات ہوئی۔ الجامعۃ الاشرفیہ کی زیارت اور وہاں کے اساتذہ اور طلباء سے ملاقات کر کے جو مسرت ہوئی اس کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہے، یاد رہے کہ دہلی سے روانگی کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی مدظلہ نے ٹیلی فون کے ذریعہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور فقیر کی آمد کی اطلاع دے دی تھی، اسی لئے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد بنارس کے اسٹیشن پر استقبال کے لئے تشریف فرما تھے۔

جامعہ اشرفیہ میں فقیر کے دیرینہ کرم فرما اور پیکر اخلاص مولانا محمد احمد مصباحی، محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ (شیخ الحدیث) فاضل نوجوان اور محقق مولانا مفتی نظام الدین، ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر مولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا، بدر عالم مصباحی، مولانا زاہد علی سلامی اور دیگر اساتذہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ جو فقیر کی یادوں کے البم کا قیمتی اثاثہ ہے۔

ہمارے ہاں یہ رسم ہے کہ کسی اہم شخصیت کی رحلت کے بعد ان کے عرس کا اہتمام کرتے ہیں، ان کی سوانح اور خدمات پر کوئی کتابچہ یا کسی ماہنامے کا نمبر شائع کر دیتے ہیں، اگرچہ یہ اہتمام بھی خال خال شخصیات کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن زندگی میں اس بات پر توجہ نہیں دی جاتی کہ ان کی دینی، علمی اور روحانی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا جائے یا ان کے حالات اور علمی افادات کو قلم بند کیا جائے۔

الحمد للہ! اب کسی قدر سوچ میں تبدیلی آ رہی ہے، حضرت شارح بخاری مولانا مفتی شریف الحق امجدی اس اعتبار سے بھی خوش قسمت ہیں کہ اہل سنت کے اصحاب فکر و دانش نے ان کی حیات مبارکہ میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو اہل سنت و جماعت کو بیداری

اور کارِ خیر کی دعوت دیتی ہیں۔

(۱) ۱۹۹۴ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے طلباء نے شارح بخاری سیمینار منعقد کیا جس کے لئے دوسو کے قریب مقالات شارح بخاری پر لکھے گئے۔

(۲) رضا اکیڈمی، ممبئی نے جولائی ۱۹۹۱ء میں ایک سیمینار منعقد کیا، جس کا عنوان تھا "امام احمد رضا کی قلمی خدمات" اس سیمینار میں علامہ یٰسین اختر مصباحی، بانی دارالقلم، دہلی کو "امام احمد رضا ایوارڈ" اور گیارہ ہزار روپے نقد پیش کئے۔

(۳) رضا اکیڈمی، ممبئی ہی نے ۷ر فروری ۱۹۹۸ء کو ایک سیمینار منعقد کیا اور پانچ جلیل القدر علماء کو "امام احمد رضا ایوارڈ" اور پچیس ہزار روپے نقد پیش کئے گئے، ان میں سر فہرست شارح بخاری مدظلہ العالی ہیں۔ امام احمد رضا ایوارڈ برائے ۱۹۹۲ء باقی ارباب فضل وکمال اور اصحاب علم وقلم کے نام یہ ہیں:

ملک التحریر: علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی — امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۳ء)

بحر العلوم مولانا مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی — امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۴ء)

مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی غلام محمد خان ناگپوری — امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۵ء)

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین امجدی — امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۶ء)

ان حضرات کے حالات اور ان کی خدمات کے لئے ملاحظہ ہو "سوغات رضا" مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔

۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء میں علامہ یٰسین اختر مصباحی نے "شارح بخاری" کے نام سے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے، جسے دائرۃ البرکات، قصبہ گھوسی، ضلع مئو نے شائع کیا ہے۔

۶/۵ر نومبر ۱۹۹۹ء کو رضا اکیڈمی ممبئی کے زیر اہتمام "جشن شارح بخاری" منایا گیا جس میں شارح بخاری مدظلہ کو شرح بخاری مکمل کرنے پر ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کیا گیا۔

یاد رہے کہ رضا اکیڈمی، ممبئی جواں سال، مجاہد سنیت جناب محمد سعید نوری اور جناب مولانا عبد الحق صاحب رضوی کی قیادت میں کام کر رہی ہے، رضا اکیڈمی، ممبئی نے اہل سنت وجماعت کی عام روش سے ہٹ کر لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم پر توجہ دی ہے، اب تک اکیڈمی فتاویٰ رضویہ کی قدیم اشاعت کے عکس کے علاوہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے ایک سو رسائل بیک وقت حسین وجمیل ٹائٹل کے ساتھ شائع کر چکی ہے۔ درس نظامی کی کثیر التعداد کتب بھی شائع کی ہیں اور ہر سال دیدہ زیب اور حیرت انگیز حد تک خوبصورت کیلنڈر بھی شائع کرتی ہے۔

(۶) ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، اسلام آباد بھی کئی سال سے رضویات پر کام کرنے والے محققین کو امام احمد رضا ایوارڈ (طلائی تمغہ) دیتا ہے، جامعۂ ازہر شریف اور جامعہ عین شمس، قاہرہ کے تین اساتذہ کو بھی "امام احمد رضا ایوارڈ" دے چکا ہے:

(۱) بساتین الغفران (امام احمد رضا بریلوی کے عربی دیوان) کے مرتب ومحقق، جناب شیخ سید حازم محمد احمد المحفوظ، استاذ کلیۃ اللغات والترجمہ، جامعہ ازہر۔

(۲) ساٹھ کتابوں کے مصنف اور "سلام رضا" کا منظوم عربی ترجمہ اور ایک سو پانچ صفحات کا مقدمہ لکھنے والے ڈاکٹر حسین مجیب مصری، استاذ کلیۃ الآداب، جامعہ عین شمس، قاہرہ

(۳) دکتور رزق مرسی ابوالعباس، استاذ اللغۃ العربیۃ وآدابھا، کلیۃ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ، جامعۃ الازہر، جن کی نگرانی میں فاضل نوجوان ممتاز احمد سدیدی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے جامعہ ازہر میں پانچ سو چھتیس صفحات پر مشتمل مقالہ برائے ایم فل لکھا، جس کا عنوان ہے:

الامام احمد رضا البریلوی شاعرا عربیا

اور بحمدہٖ تعالیٰ اس میں "بتقدیر ممتاز" کامیابی حاصل کی۔

یہ صورت حال یقیناً خوش آئند ہے، اگر ارباب تحقیق قلم کاروں کے اعزاز وتکریم کا یہ سلسلہ جاری رہا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب ہمارے ہاں کسی قسم کے لٹریچر کی کمی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد عجز ونیاز دعا ہے کہ حضرت شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ کا سایہ قادریہ عزت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے، ان کے بکثرت جانشین پیدا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کو لٹریچر کی قوت اور اہمیت کا ہمہ گیر شعور عطا فرمائے۔ آمین۔

(یہ مضمون شارح بخاری کی حیات میں لکھا گیا) ●●

شارح بخاری اور سرمایۂ نزھۃ القاری

مولانا عبد السلام رضوی، جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

جو بادہ کش ہیں پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

۶ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ر مئی ۲۰۰۰ء کو فقیہ العصر، شارح بخاری، حضرت علامہ مولانا، مفتی شریف الحق صاحب قبلہ رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی دار الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر نشین چلے گئے، دنیائے سنیت نے ایک متبحر عالم دین، جزئیات فقہ کا استحضار رکھنے والے کہنہ مشق مفتی کو کھودیا۔ جہانِ لوح و قلم ایک سریع التحریر اور بے باک مصنف سے محروم ہوگیا۔

تاریخ مذکور میں جامعہ رضویہ بریلی شریف کے اساتذہ وطلباء حسب معمول درس وتدریس میں مشغول تھے، کہ استاذ جامعہ مولانا عزیز الرحمان صاحب کے ذریعہ آپ کے وصال پر ملال کی اطلاع پہونچی۔ جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی جامعہ کی فضا سوگوار ہوگئی۔ اور جس نے بھی یہ اندوہناک خبر سنی نمناک آنکھوں اور غمناک دل کے ساتھ کلمۂ استرجاع ادا کیا اور حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔

اسی روز جامعہ میں ایک مجلس ایصال ثواب منعقد کی گئی۔ جس کی صدارت صدر العلماء حضور علامہ، شاہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نے فرمائی۔ جملہ اساتذہ وطلبہ نے مجلس میں شرکت کی۔ قرآن خوانی اور نعت خوانی ہوئی۔ اور حضرت شارح بخاری کی روح اقدس کو ثواب نذر کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد حنیف خانصاحب رضوی قبلہ پرنسپل جامعہ نے آپ کی حیات وخدمات جلیلہ پر مختصر اروشنی ڈالی۔ موصوف نے فرمایا:۔

"مفتی صاحب قبلہ کی رحلت پوری دنیائے سنیت کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ آپ بلاشبہ اکابرین علمائے اہلسنت میں سے تھے۔ تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت قدس سرہما کی علمی برکات کے آئینہ دار تھے۔ آپ نے تاجدار اہلسنت کی بافیض صحبت میں ایک طویل عرصہ گزارا۔ اور علمی فیوض وبرکات سے خوب خوب مالا مال ہوئے۔ آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔ جو حضرت کے متعلق آپ کی تحاریر سے ظاہر وباہر ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ایک لمبی مدت تک فتویٰ نویسی کے ذریعہ اہل اسلام کی گرانقدر خدمت انجام دی، بریلی شریف کے دوران قیام آپ نے پچیس ہزار فتاویٰ تحریر فرمائے اور اب ان کے کل فتاویٰ کی تعداد ساٹھ ہزار سے متجاوز بتائی جاتی ہے۔"

صلوٰۃ وسلام اور حضور صدر العلماء کی رقت انگیز دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عام آدمی کی موت اس کے اہل خانہ، اہل خاندان اور اہل بستی کے لئے خسارہ ہوتی ہے۔ لیکن ایک عالم کی موت پوری قوم کا خسارہ ہوتی ہے۔ موت العالم موت العالم شہزادۂ استاذ زمن، حضور صدر العلماء صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ نے بڑے عمدہ پیرائے میں اس مفہوم کو ادا فرمایا ہے۔

واللہ! کہ عالم کے لئے موت ہے تحسیں
اک مرد حق آگاہ کا دنیا سے گزرنا

لہذا حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی رحلت اہل خانہ وخاندان وبستی اور الجامعۃ الاشرفیہ ہی کا نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت کا ناقابل تلافی خسارہ ونقصان ہے۔

حضرت شارح بخاری نے مختلف جہتوں سے دین وسنیت کی بیش بہا خدمات انجام دیں، جو فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ درس وتدریس

کے ذریعہ تشنگانِ علم وحکمت کو سیراب فرمایا۔ پر مغز وولولہ انگیز خطابات کے ذریعہ قوم کی رہنمائی فرمائی۔ حتیٰ کہ قید وبند کی حالت میں بھی لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے بہرہ ور فرمایا۔ اور جیل میں ایک کافر آپ کے دست اقدس پر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔ مناظروں کے ذریعہ احقاقِ حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔ فتاویٰ کے ذریعہ ملک اور بیرون ملک کے لوگوں کی دینی مشکلات کو حل فرمایا اور مختلف موضوعات پر متعدد معرکۃ الآرا تصانیف کا عظیم سرمایہ بھی قوم کو عطا فرمایا۔ غرضیکہ آپ کی پوری حیات مبارکہ دینی وعلمی خدمات سے عبارت ہے۔

یوں تو آپ کی جملہ تصانیف علمی دنیا میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ لیکن ''نزہۃ القاری'' شاہکار اور عظیم ترین علمی ودینی کارنامہ ہے۔ اس پر آپ کی خدمت میں جس قدر بھی تعریف وتوصیف کا خراج پیش کیا جائے کم ہے۔ اس ضعف وپیری کے عالم میں بخاری شریف جیسی عظیم کتاب کی شرح لکھنا معمولی امر نہیں، بڑے اعلیٰ حوصلہ اور بلند ہمتی کی بات ہے۔ آپ نے اپنا خون جگر صرف کیا ہے تب یہ عظیم دولت ہمارے ہاتھوں میں آئی ہے۔

حضرت شارح بخاری کو ''نزہۃ القاری'' کی تصنیف میں کیسے صبر آزما اور دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ اور اس راہ میں آپ نے کیسی محنت شاقہ کا تحمل کیا ہے۔ آپ خود اس کی ایک جھلک دکھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر میرے حجرے میں آتے اور ابھی میرے حجرے میں جو دھوپ ہوتی وہ دیوار پر نہیں چڑھی رہتی۔ وہ لوگ جو مدینہ گئے ہیں بتائیں کہ حجرۂ مبارک میں دھوپ کس طرف سے آتی تھی؟ اس لئے کہ حجرۂ مقدسہ سے دیوار مسجد متصل ہے۔ بعد نماز عصر حجرۂ مقدسہ میں دھوپ یا تو دکھن سے آئے گی یا پچھم سے آئے گی۔ پچھم طرف مسجد اقدس ہے جس کی چھت حجرے سے لگی ہوئی ہے۔ اور دکھن طرف حضرت عائشہ کا حجرہ تھا۔ کدھر سے دھوپ آتی؟

میں نے یہ بات سمجھنے کے لئے دھوپ کدھر سے آتی تھی ایک ہفتہ تک پڑھا۔ اور کیسے پڑھا؟ روزانہ سات گھنٹہ پڑھا۔ پڑھنے کے بعد فتحیاب ہوا۔ بات یہ ہے کہ مسجد نبوی پہلے چھوٹی تھی۔ اور جب تنگ ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو برابر کی زمین خرید کر مسجد کو دے کر جنت لیتا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدی یہ فتح مکہ سے پہلے کی بات ہے۔ مسجد چھوٹی تھی۔ مسجد اور حجرے کے بیچ میں فصل تھا۔ تو دھوپ آتی تھی۔

(ملخصاً از ماہنامہ اشرفیہ بابت مارچ، اپریل ۲۰۰۰ء)

حضرت شارح بخاری نے محنت ومشقت کا یہ ایک نمونہ ذکر فرمایا ہے۔ ورنہ معلوم نہیں کتنی پیچیدگیاں پیش آئی ہوں گی جنہیں سلجھانے میں آپ کو ایسی ہی محنت ومشقت کرنی پڑی ہوگی۔ لیکن صد بار آفریں آپ کی جواں ہمتی پر کہ ایک بار جو ارادہ کر لیا تھا اس کو پورا کر کے ہی دم لیا۔

حضرت شارح بخاری کو بڑی فکر تھی کہ کہیں ''نزہۃ القاری'' کی تکمیل سے پہلے ہی سانس کی ڈور نہ ٹوٹ جائے۔ لہٰذا آپ نے دعا فرمائی کہ ''اللہ مجھے اتنی زندگی تو دے دے کہ بخاری شریف کی شرح مکمل کر لوں۔'' مشیت ایزدی نے آپ کی آرزو کی مساعدت فرمائی اور دنیائے سنیت کو یہ گنج گرانمایہ نصیب ہوا۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے شاہ شیراز ابوبکر سے مخاطب ہو کر ان کے والد سعد زنگی کے بارے میں فرمایا تھا۔

نرفت از جہاں سعد زنگی بدرد
کہ چوں تو خلف نام بردار کرد

یعنی سعد زندگی دنیا سے حسرت وافسوس کے ساتھ نہیں گیا اس لئے کہ اس نے تجھ جیسا نامور جانشیں بنایا۔

میں حضرت شارح بخاری کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتا ہوں:

نرفت از جہاں آں معظم بدرد
کہ او نزہۃ القاری تکمیل کرد

حضرت مفتی صاحب قبلہ دنیا سے حسرت لے کر نہیں گئے اس لئے کہ ''نزہۃ القاری'' کی تکمیل فرما کر گئے۔

حضرت شارح بخاری یقیناً ایک عظیم ترین شخصیت تھے۔ اہلسنت کا قیمتی سرمایہ اور باعث فخر وناز تھے۔ ان کی رحلت پر آنکھیں اشک برسائیں تو بجا ہے۔ دل بے چین و بے قرار ہوں لائق ہے۔ آپ کی جدائی کا زخم آسانی سے مندمل ہونے والا نہیں۔

جان کر من جملہ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

مقام عبرت ہے کہ متعدد مقامات پر آپ کی زریں خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے جشن کے پروگرام تھے۔ لیکن کے معلوم تھا کہ صاحب جشن پہلے ہی داغ مفارقت دے جائیں گے۔ اور جن اجتماعات میں آپ کو مبارکبادیاں دی جانی ہیں، برکت عمر کی نیک خواہشات پیش ہونی ہیں، ان میں آپ کی رحلت پر قلبی تاثرات کا اظہار ہوگا اور مغفرت کی دعائیں کی جائیں گی۔

آج حضرت شارح بخاری ہم میں نہ رہے، لیکن ان کے ہزارہا ہزار فتاویٰ، ان کے مستفیدین وتلامذہ اور ان کی عظیم الشان تصنیفات الواح ذہن سے ان کی یاد محو نہ ہونے دیں گی۔

میں چھوڑوں گا نقش ایسے اپنی وفا کے
ہمیشہ تمہیں یاد آتا رہوں گا

اور حضرت ممدوح ہم میں نہ رہتے ہوئے بھی اپنے یادگار کارناموں کی وجہ سے ہم میں موجود رہیں گے۔

نیامد کس اندر جہاں کو بماند
مگر آں، کزو نامِ نیکو بماند

اَخـوالـعِـلْـمِ حيٌّ خَـالـدٌ بَعْدَ موته
وَاَوْصَـالُـهٗ تـحـتَ التُّـراب رَمِيم

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں حضرت شارح بخاری کی تربت اقدس پر پیہم اپنی رحمت وغفران کی بارشیں فرمائے۔ آمین

آہ! حضرت فقیہ العصر (۲۰۰۰ء)

چوتھا باب

شارح بخاری! فقہ و افتاء

نوشتۂ تقدیر اٹل ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ دوزخ اور جنت میں معین ہوگیا ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم تقدیر پر بھروسہ نہ کرلیں؟ اور عمل کرنا نہ چھوڑیں۔ آپ نے فرمایا عمل کرو ہر ایک کو اس چیز کے لئے سہولت دی جاتی ہے۔ جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ اہل سعادت سے ہے تو اس کے لئے نیک عمل آسان کئے جاتے ہیں۔ اور جو بد بخت ہے اس کو بدبختی کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) جس نے خدا کے راستہ میں دیا، اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھی بات کو سچا جانا ہم اسے بھلے کاموں کی توفیق دیں گے۔
(بخاری و مسلم)

شارح بخاری! فقہی بصیرت

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کسی شخصیت کے تعارف کا بڑا ذریعہ خود اس کے کارنامے ہوتے ہیں اس لئے ہمیں اب یہ جائزہ لینا ہے کہ فقہ و فتاویٰ کے حوالے سے آپ کے کارنامے کیا ہیں، کیسے ہیں، اور آپ کے فتووں کا فقہی مقام کیا ہے؟

حضرت شارح بخاری کے فتاویٰ اور فقہی کارنامے کثیر بھی ہیں، عظیم بھی، نزہۃ القاری شرح بخاری، منصفانہ جائزہ، مقالات شارح بخاری اور تحقیقات سے آپ کے فقہی کارناموں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اور فتاویٰ کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ میں سمجھتا ہوں عصر حاضر کے مفتیان کرام میں آپ کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ ہے ایک اندازہ کے مطابق اب تک آپ کے کل فتاویٰ کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے۔

اس نوع کا حضرت دام ظلہ العالی کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ارباب فتویٰ کی ایک ٹیم پیدا کردی جن کا تذکرہ باب سوم میں آئے گا۔ان شاء اللہ العزیز۔

میری دانست میں حضرت کے فتاویٰ میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک استاذ فن، ماہر مفتی کے فتووں میں ہونی چاہئیں۔ مثلاً:

(۱) کتاب اللہ سے استدلال۔
(۲) حدیث رسول اللہ سے استدلال۔
(۳) اجماع امت سے استدلال۔
(۴) فتاویٰ کے ثبوت میں کتاب وسنت کے عموم واطلاقات سے استدلال
(۵) فقہی جزئیات سے استدلال۔
(۶) متعارض دلائل میں تطبیق۔
(۷) ناسخ، منسوخ، مطلق مقید کی تعیین، تشریح۔
(۸) فتاویٰ میں تحقیق وتنقیح مناط کا لحاظ۔
(۹) سائل کی الجھن کا ازالہ۔
(۱۰) حالات زمانہ کی رعایت۔
(۱۱) مسائل شرعیہ کے اسرار وحکم کی وضاحت۔
(۱۲) بدمذہبوں کے دلائل کا جواب، اور ان کی گرفت۔
(۱۳) نو پید امسائل کے احکام کی تخریج۔
(۱۴) اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش۔
(۱۵) رسم المفتی پر نظر۔
(۱۶) عناد پر مبنی مسائل کا مسکت والزامی جواب۔
(۱۷) تحقیق بدلنے کی صورت میں حکم سابق سے رجوع۔
(۱۸) جو مسئلہ منقح نہ ہو سکے اس میں توقف، یالا ادری کا اظہار۔
(۱۹) مستفتی کی زبان کی رعایت۔
(۲۰) جواب میں اختصار وجامعیت، وغیرہ وغیرہ۔

ہم یہاں پوری تفصیل تو نہیں پیش کرسکتے مگر اس کے چند نمونے اپنی بات کی وضاحت کے لئے ضرور پیش کریں گے۔

فتاویٰ کی چند خوبیاں

جزئیات پر گہری نظر :-آپ کی نظر فقہی جزئیات پر بڑی وسیع اور گہری ہے کثیر جزئیات تو آپ کو زبانی یاد ہیں۔ جب سے آپ کی نگاہ کمزور ہوگئی تب سے آپ فتاویٰ املا کراتے ہیں اور سند میں ... کی طرف مراجعت کئے ہوئے اپنی حفظ

سے لکھوا دیتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت مفتیٔ اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مشق فتویٰ نویسی کے پہلے بھی آپ فتاویٰ میں جزئیات لکھنے کا التزام فرماتے تھے، شاید یہ فیض تھا حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت کا، ہم یہاں ثبوت میں آپ کی نوعمری کا بس ایک فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

نوعمری کا ایک فتویٰ

بالائے سرش ز ہوش مندی می تافت ستارۂ سربلندی

لگتا ہے بچپنے سے ہی حضرت کی طبیعت فقہ کی طرف زیادہ مائل تھی۔ اور آپ فقہ کا ایک سچا خادم بننا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی برکت نوعمری سے ہی ظاہر ہونے لگی تھی۔ فراغت کے بعد آپ بحیثیت مدرس مدرسہ حنفیہ سنیہ، اسلام پورہ، مالیگاؤں تشریف لے گئے وہاں ربیع الاول ۱۳۶۴ھ تا ۹ رشعبان ۱۳۶۴ھ آپ کا قیام رہا۔ اسی دوران وہاں ایک سوال یہ اٹھ کھڑا ہوا کہ ایک ساتھ کئی مؤذنوں کا اذان دینا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں وہاں کے دیوبندی مفتی کے فتویٰ اور آپ کے فتویٰ میں تعارض ہو گیا۔ تو وہ فتوے دار العلوم دیوبند بھیجے گئے آپ کی دلیل کی قوت کے پیش نظر مفتیٔ دیوبند نے آپ کے مطابق جواب لکھا۔ اب یہ پورا واقعہ حضرت دام ظلہ العالی کی زبانی سنئے، آپ فرماتے ہیں:

ایک ساتھ کئی اذان کا حکم

مدرسہ حنفیہ سنیہ اسلام پورہ مالیگاؤں میں چھ ماہ تک بحیثیت مدرس رہا وہاں فتویٰ نویسی بھی کرتا تھا، وہاں کے قیام کے دوران ایک روز مالیگاؤں کی ایک مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا کہ دو مناروں سے دو مؤذنوں نے ایک ہی مسجد میں اذان دیدی۔ اس پر دیوبندیوں نے فتویٰ دیا کہ یہ ناجائز ہے سنت کے خلاف ہے۔ میرے پاس سوال آیا تو میں نے اسے جائز کہا۔ دلیل میں حرمین شریفین کا تعامل ہدایہ کی عبارت "و اذن المو ذنون" اور مسئلہ اذان جوق پیش کیا۔ یوں یہ مسئلہ دار العلوم دیوبند گیا تو وہاں کے مفتیوں نے بھی جائز ہی لکھا:

ہدایہ کی عبارت یہ ہے: و اذا اذن المو ذنون الاذان الاوّل ترک الناس البیع و الشراء وتوجھوا الی الجمعۃ فاذا صعد الامام المنبر جلس و اذن المو ذنون بین یدی المنبر بذٰلک جری التوارث ولم یکن علیٰ عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا ھذا الاذان۔ (ہدایہ، صفحہ ۱۷۱، جلد اوّل)

شامی میں ہے: ذکر السیوطی ان اوّل من احدث اذان اثنین معا بنو امیۃ قال الرملی فی حاشیۃ البحر، ولم ارنصا صریحا فی جماعۃ الاذان المسمّٰی فی دیارنا باذان الجوق ھل ھو بدعۃ حسنۃ او سیئۃ؟ و ذکر الشافعیۃ بین یدی الخطیب و اختلفوا فی استحبابہ و کراھیتہ و اما الاذان الاوّل فقد صرح فی النھایۃ بانہ المتوارث حیث قال فی شرح قولہ و اذا اذن المو ذنون الاذان الاوّل ترک الناس البیع و ذکر المو ذنین بلفظ الجمع اخراجاً للکلام مخرج العادۃ لان المتوارث فیہ اجتماعھم لتبلغ اصواتھم الیٰ اطراف المصر الجامع اھ۔ ففیہ دلیل علیٰ انہ غیر مکروہ لان المتوارث لا یکون مکروھا و کذٰلک نقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعۃ حسنۃ اذ ما راٰہ المومنون حسناً فھو حسن اھ۔ ملخصاً۔ اقول و ذکر سیدی عبدالغنی المسألۃ کذٰلک اخذاً من کلام النھایۃ المذکور فقد قال ولا خصوصیۃ للجمعۃ اذ الفروض الخمسۃ تحتاج للاعلام۔ (شامی، صفحہ ۵۴۲، جلد ۲)

تحقیق و تنقیح: حضرت نائب مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی کے بیشتر فتاویٰ مختصر مگر جامع ہیں جن میں عموماً سوال کا صرف جواب ہوتا ہے اور دلیل میں کسی معتمد فقہی کتاب کا کوئی جزئیہ ہوتا ہے جس کی وجہ کثرت کار اور جواب میں تعجیل کی اہمیت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی مسئلہ جاننا چاہتا ہے تاکہ اس کے مطابق زندگی گزارے تو اسے جلد از جلد حکم شرع سے آگاہ کر دینا چاہئے تاخیر کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی سمجھ سے درست جان کر کچھ کر بیٹھے اور وہ واقع میں شریعت کے خلاف ہو تو گناہ کا مرتکب ہوگا، اور ممکن ہے اسی دوران اس کا انتقال ہو جائے تو توبہ بھی نہ کر سکے گا۔ اس لئے [illegible] ہے کہ نفس حکم جلد از جلد لکھ کر بھیج دیا جائے اس

کے باوجود جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں جواب تحقیقی لکھتے ہیں اور تحقیق فرماتے ہیں تو تحقیق کا حق ادا کرتے ہیں۔

دوفرضوں کے اجتماع کی صورت میں عمل اہم پر ہوگا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تقریر میں یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر گناہ کو پسند کیا تو وہ نیکی ہوگئی ہے جیسے مثال پیش کیا کہ خودکشی کرنی حرام ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا اس سوراخ پر رکھ دیا جس کو سانپ نے آپ کے آنے سے قبل تیار رکھا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی پیش کیا کہ نماز کا ترک کرنا حرام ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گناہ کیا مگر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا تو وہ نیکی ہوگئی۔

اس کے جواب میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ تحقیق، تنقیح اور تطبیق سب کا نمونہ ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فتوے کے الفاظ یہ ہیں۔

"یہ جملہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اگر گناہ کو پسند فرمائیں تو وہ نیکی ہوجائے کلمۂ کفر ہے وہ ذات گرامی جو گناہوں کو مٹانے کے لئے تشریف لائی تھی گناہ کو کیسے پسند کرسکتی ہے؟ زید پر توبہ و تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی لازم ہے جو واقعات اس نے پیش کئے ہیں ان میں گناہ کو پسند کرنا نہیں بلکہ فرض اور ایک عبادت کو پسند کرنا ہے۔ غار ثور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، پر بیک وقت دوفرض عائد ہوئے تھے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت دوسرے اپنی جان کی حفاظت ان میں ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اہم تھی اور قاعدہ ہے کہ جب بیک وقت دوفرض عائد ہوں اور دونوں کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو اہم کو ترجیح دی جائے گی اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اپنی جان سے اہم ہے۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوراخ میں انگوٹھا رکھ کر اور سانپ کے سر مارنے پر بھی نہ ہٹا کر فرض اہم کو ادا فرمایا اور حفاظت ذات نبوی کو مقدم رکھا یہ بہترین عبادت ہے بلکہ عبادتوں کی جان ہے اسے گناہ وہی کہے گا جو کج فہم، جاہل، علم دین سے بے بہرہ ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ غزوۂ احد میں بعض صحابہ نے اپنے سینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سپر بنا دیا جو تیر حضور کی طرف آتا اسے اپنے سینہ پر لیتے اسے کون جاہل خودکشی کہے گا کون کج فہم گناہ کہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جان خطرہ میں ڈالنی حضور پر اپنی جاں نثار کرنی اہم الفرائض وافضل العبادات ہے حضور نے اگر اسے پسند فرمایا تو گناہ کو نہیں بلکہ افضل العبادات اور اہم الفرائض کو پسند فرمایا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور نماز عصر کا وقت نکلا جارہا تھا تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر دوفرض عائد تھے ایک نماز عصر کی ادائیگی دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یہ دوسرا فرض پہلے سے زیادہ اہم تھا کہ تمام عبادات کی اصل طاعت حضور ہے یہاں تک کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو حالت نماز میں حاضر خدمت ہونا فرض ہے اور اگر نہیں حاضر ہوگا نماز پڑھتا رہے گا۔ سخت گنہگار ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم اس آیت کا شان نزول ہی یہ ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے حضور نے انہیں آواز دی وہ فوراً نہیں حاضر ہوئے نماز پوری کی اور پھر حاضر ہوئے حضور نے جب دریافت فرمایا تو نماز پڑھنے کا عذر بیان کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حالت نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں اور وہ حاضر خدمت ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی وہ حالت نماز ہی میں رہے گا تو جب کہ نماز شروع کرنے کے بعد عین حالت نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت فرض ہے اور حاضری بارگاہ عبادت اور نماز پڑھنے کی وجہ سے ادنیٰ تاخیر حرام و گناہ تو جو ابھی نماز نہ شروع کئے ہو تو اس پر اطاعت حضور کس درجہ فرض ہوگی اور ترک اطاعت کس درجہ قبیح و گناہ! اطاعت حضور میں اگر نماز کا وقت نکل جائے تو یہ گناہ نہیں بلکہ بہترین عبادت ہے اور اہم فرض کی ادائیگی، اس کو گناہ کہنے والا عبادت اور فرض کو گناہ کہہ رہا ہے، غرض کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، پر دوفرض عائد تھے انہوں نے ان میں جو اہم تھا بلکہ روح فرض تھا یعنی اطاعت حضور اس کو ادا کیا لہٰذا اس وقت نماز چھوڑنا قطعاً گناہ نہیں ہوا بلکہ بہترین عبادت ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا تو یہ گناہ کا پسند فرمانا نہیں بلکہ عبادت کو پسند فرمانا

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بیاض فتاویٰ شریفیہ، ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۴۔ مسئلہ ۴۷)

متعارض دلائل میں تطبیق

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسئلے کے دلائل کے درمیان تعارض واقع ہو جاتا ہے مگر وہ تعارض محض بادی النظر میں ہوتا ہے حقیقت کے لحاظ سے ان کے مابین کوئی منافات نہیں ہوتی کیونکہ ہر ایک کا محمل الگ الگ ہوتا ہے اور ہر دلیل دوسرے کے مفہوم کی موید ہوتی ہے اسی کے بیان کو تطبیق کہا جاتا ہے مگر اس دقیق فرق کا ادراک نہایت مشکل اور اہم کام ہے اور اس کی حقیقت تک رسائی محض اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہوتی ہے۔

اس تعارض کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) آیات قرآنیہ کا تعارض آیات قرآنیہ سے۔

(۲) آیات قرآنیہ کا تعارض احادیث نبویہ سے۔

(۳) احادیث کا تعارض احادیث سے۔

(۴) فقہی اصول و فروع کا تعارض فقہی اصول و فروع سے۔

حضرت نائب مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی نے بفضلہ تعالیٰ تعارض کی ان ساری صورتوں میں تطبیق کے جواہر قوم کو عطا کئے ہیں جن کی تفصیل فتاویٰ شریفیہ اور نزہۃ القاری وغیرہ میں موجود ہے، ہم یہاں بطور نمونہ ایک دو مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

(۱) تقلید ائمہ کیا تکمیل دین کے منافی ہے: ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں یہ سوال کیا:

"جو کام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام و تابعین کے زمانے میں نہ ہوا ہو، بعد کے لوگ اس کام کو دینی امر سمجھ کر کریں تو آیت "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" کے خلاف ہے کہ نہیں، جیسا کہ تقلید ائمہ اربعہ۔؟"

اس کے جواب میں حضرت ارقام فرماتے ہیں:

"بہت سے ایسے کام ہیں جو قرون ثلثہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھے، بعد میں ایجاد ہوئے لیکن وہ مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہیں اور یہ خود حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ مسلم شریف میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعد من غير ان ينقص من اجورهم شئ جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا، اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ (مسلم شریف جلد اول، صفحہ ۳۲۷ و جلد ثانی، صفحہ ۳۴۱)

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ (قیامت تک) اچھے طریقے کی ایجاد مستحسن و باعث اجر و ثواب ہے اور تقلید ائمہ اربعہ بھی یقیناً اچھا طریقہ (سنت حسنہ) ہے کہ اس پر ساری دنیا کے مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اس حدیث کو پیش کر کے حضرت مفتی صاحب قبلہ نے یہ ذہن دیا ہے کہ اگر تقلید ائمہ تکمیل دین کے منافی ہے تو کیا حضور ﷺ نے خلاف دین کام کی تعلیم و ترغیب دی ہے، اس طور پر تو حدیث اور قرآن کی یہ آیت مذکورہ میں تعارض لازم آئے گا۔ پھر حضرت نے تطبیق یوں فرمائی، رقمطراز ہیں:

"یہ ایجاد آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم کے منافی نہیں، اس لئے کہ اس سے مراد اصول اور قواعد کلیہ کی تکمیل ہے، رہ گئے جزئیات، ان کی تکمیل مراد نہیں، ہزارہا جزئیات ایسے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں مذکور نہیں، علمائے مجتہدین نے انہیں قیاس سے بیان فرمایا۔ اور یہ ایسا جرم ہے کہ اس میں خود غیر مقلدین بھی مبتلا ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبض و لم یفسرھا لنا (مشکوٰۃ، صفحہ ۲۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور سود کی تفسیر نہیں فرمائی۔ یعنی سود حرام قطعی ہے لیکن کون لین دین سود ہے، کون نہیں اسے مفصل نہیں بیان فرمایا، صرف چھ چیزوں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سود ہے، سونا، چاندی، کھجور، گیہوں، نمک، ان کے علاوہ سیکڑوں چیزیں جن کی خرید و فروخت ہوتی ہے ان میں سے کس میں سود ہے، کس

میں نہیں یہ بیان نہیں فرمایا" (رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، نمبر ۱۲/الف)

(۲) دارالحرب میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟

نیپال کے سید مخدوم شاہ نقشبندی نے یہ استفتاء کیا:

"تین مسجدیں اس شہر میں موجود ہیں اور بلا خوف وخطر نماز جمعہ و عیدین ادا کی جاتی ہیں، عالم دین بیرون ملک کے آکر امامت بھی کرتے ہیں، امید تو نہیں کہ عالم دین ہو کر خلاف شرع کام کریں گے، ہمیں جو اشتباہ ہوا ہے وہ یہ کہ یہ "اسلامی مصر" نہیں، تو کیا یہ مسئلہ بہار شریعت کا:

"جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو تو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ سنی صحیح العقیدہ ہو، احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے لہٰذا وہی جمعہ قائم کرے، بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہو سکتا"۔ (بہار شریعت، صفحہ ۹۵، جلد ۴)

جمعہ یہاں درست قرار دینے میں مدد نہیں پہونچا سکتا، جب کہ تعامل مسلمین کا بھی یہی تقاضا ہے تعامل مسلمین کے متعلق شامی کی عبارت بھی نقل کی ہے و کل مصر فیہ و ال من جھتھم یجوز لہ اقامۃ الجمعۃ و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین۔ (صفحہ ۵۴۰، ۵۴۱)

یہاں جمعہ وعیدین تو بہر حال مسلمین کے ساتھ عالم لوگ پڑھتے آئے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں، اب یہ جو اشتباہ ہمیں ہوا ہے اس کو رفع کیسے کیا جائے، آیا احتیاطی ظہر پڑھ کے گناہ سے بچیں، یا شریک جمعہ نہ ہو کر؟

اس کے جواب میں حضرت نے اولاً نیپال وغیرہ ممالک کا حکم بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ذہن بھی دیا ہے کہ بہار شریعت و شامی کی عبارتوں کا صحیح محمل تلاش کیا جانا چاہئے، آپ فرماتے ہیں:

"اس مسئلے میں مسلسل غور وخوض کر رہا ہوں، یہ مسئلہ صرف نیپال ہی کا نہیں، اب تو عالمگیر بن چکا ہے، امریکہ، برطانیہ وغیرہ کثیر ممالک کے لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہاں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟

علمائے احناف اس پر متفق ہیں کہ دارالحرب میں جمعہ صحیح نہیں جمعہ خاص ہے دارالاسلام کے ساتھ، وہ ممالک جہاں کبھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکی وہ دارالحرب ہی ہیں اگر چہ وہاں شعائر اسلام کی ادائیگی کی مکمل آزادی ہو، اس تقدیر پر نیپال، برطانیہ، امریکہ وغیرہ دارالحرب ہیں"۔

جب علمائے حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دارالحرب میں جمعہ صحیح نہیں تو یہ اس امر کا متقاضی ہے کہ شامی اور بہار شریعت کی عبارتوں کی کوئی مناسب توجیہ کی جائے ورنہ تعارض لازم آئے گا۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں:

"آپ نے بہار شریعت کی جو عبارت نقل کی اس سے، اور شامی کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں کفار کا تسلط ہو وہاں بھی جمعہ صحیح ہے۔ بظاہر ان دونوں مسئلوں میں تعارض ہے۔

اس کے دفع کی یہ صورت میرے ذہن میں آئی کہ بہار شریعت اور شامی کی ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس ملک پر اسلامی حکومت تھی اور وہ ملک اب کفار کے قبضہ میں چلا گیا وہاں جمعہ صحیح ہے اس لئے کہ وہ دارالاسلام ہی ہے، میرا کام صرف یہ ہے کہ کتب مذہب میں جو کچھ لکھا ہے اسے صحیح طور پر نقل کروں، وہی خدمت انجام دے رہا ہوں۔"

اس کے بعد آپ نے بقیہ امور کا جواب دیا ہے۔ یہاں ہمارا مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ یہاں عبارتوں میں بظاہر تعارض تھا، حضرت نے ایک مناسب توجیہ فرما کر سب کے مابین تطبیق فرمادی۔

نو پید امسائل

آئے دن نت نئے مسائل ایسے پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا حکم صریح کتب مذہب میں موجود نہیں اور اہل اسلام کو ان کے حکم شرعی کی ضرورت ہوتی ہے ایسے مسائل کے حل کے لئے مذہب کے اصول اور نظائر کا سہارا لیا جاتا ہے جو بجائے خود بہت ہی مشکل کام ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کا حکم کسی لفظ عام کے ضمن میں موجود ہوتا ہے تو فقیہ اسی لفظ عام سے استخراج حکم کرتا ہے اور یہ بھی بہت ہی دقیق امر ہے۔ حضرت کے فتاویٰ میں ایسے مسائل کی بھی خاصی تعداد موجود ہے ہم یہاں ان کا ایک انتخاب پیش کرتے ہیں۔

(۱) گھڑی کی چین کا مسئلہ

گھڑی دھات کی چین کے ساتھ پہنی جائے یا نہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ یہ ہے کہ ناجائز ہے اور تقریباً یہی موقف عامۂ علمائے اہل سنت کا بھی ہے لیکن اس کے برخلاف حضرت نائب مفتیٔ اعظم ہند دام ظلہ العالی جواز کا موقف اختیار کرتے ہیں آپ کے مجموعہ فتاویٰ میں اس نوع کے کثیر فتاویٰ موجود ہیں، ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، رقمطراز ہیں:

''دھات کی چین گھڑی کے ساتھ باندھنا علماء کے مابین مختلف فیہ ہے، بہت سے علمائے کرام اس کو ناجائز و حرام کہتے ہیں ایسی صورت میں اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔

لیکن اس خادم نے بہت غور و فکر کیا، اور کافی تلاش کیا، مگر اب تک اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اس لئے خادم یہ حکم دیتا ہے کہ اسے باندھنا جائز ہے اور اسے باندھ کر نماز پڑھنی بلا کراہت درست ہے۔

بعض لوگ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اسے ناجائز فرمایا ہے جیسا کہ الملفوظ اور احکام شریعت میں ہے۔

لیکن الطیب الوجیز میں اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا:

''پس بچنا ہی بہتر ہے۔'' او کما قال۔

الملفوظ کا جو حال ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، اس میں سیکڑوں غلطیاں اب تک مل چکی ہیں۔ احکام شریعت ایک میلاد خواں کی جمع کردہ ہے، یہ دونوں کتابیں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد چھپی ہیں اس لئے اس میں غلطی کا امکان بعید نہیں ہے اسی وجہ سے خادم اسی پر فتویٰ دیتا ہے۔

علاوہ ازیں اسٹیل کی یہ چین جو اب کلائی پر باندھی جاتی ہے، اعلیٰ حضرت کے زمانے میں نہیں تھی، اعلیٰ حضرت کے زمانے میں جتنی گھڑیوں میں چین لگائی جاتی تھی اسی کے بارے میں ان تینوں کتابوں میں حکم ہے، اسی کے بارے میں احکام شریعت میں بھی ہے، اس لئے اس کے ناجائز ہونے پر اعلیٰ حضرت کی کسی کتاب کا حوالہ دینا بے محل ہے۔

اب بات وہیں پہونچی کہ اصل اشیاء میں اباحت اور اس چین کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں، اس لئے یہ جائز ہے مگر چونکہ اختلاف علماء سے بچنا اولیٰ ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اسے نہ استعمال کیا جائے۔'' (رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، صفحہ ۶۱۳)

۲۔ جی، پی، ایف کا حکم آپ فرماتے ہیں:

''جی، پی، ایف کے نام سے جمع شدہ رقم پر گورنمنٹ جو زائد رقم دیتی ہے اس کا لینا بلاشبہہ جائز ہے۔ یہ سود نہیں گورنمنٹ یا فیکٹری کا عطیہ ہے جو حسن کارکردگی کے صلے میں دیتی ہے، یا از کار رفتہ ہو جانے کی وجہ سے از راہ ترحم دیتی ہے''۔ (رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، صفحہ ۷۵۵)

۳۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم

اس سلسلے میں آپ سے یہ سوال ہوا:

''ہندہ کی سہیلی نے اپنے شوہر کی منی لے کر ٹیوب کے ذریعہ ہندہ کے رحم میں ڈلوا دیا اور اس کو بچہ پیدا ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ (ا) ہندہ کا رحم میں غیر کی منی ڈلوانا اور اس کی سہیلی کا یہ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے، (ب) جو اولاد ہوگی شرعاً اس کی حیثیت ولد الزنا کی ہے یا ولد الحرام کی؟

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ انتہائی بے حیائی اور سخت حرام ہے کہ کسی مرد کی منی ٹیوب میں لے کر دوسری عورت کے رحم میں داخل کیا جائے۔

اوّلاً:- بلا ضرورت شرعیہ عورت کا اپنی شرمگاہ میں سوائے اپنے شوہر کے آلۂ تناسل کے کسی چیز کو داخل کرنا حرام و گناہ ہے۔

ثانیاً:- کسی عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ کسی عورت کی شرمگاہ کو بلا ضرورت شرعیہ دیکھے یا چھوئے۔ اور ٹیوب استعمال کرنے کا عام طریقہ یہی ہے کہ دوسرا کوئی مرد یا عورت استعمال کرتی ہے۔

اور اگر بالفرض عورت نے خود وہ ٹیوب استعمال کر لیا ہو تو بھی پہلی

وجہ حرمت اپنی جگہ باقی ہے۔ یہ عورت، اس کی سہیلی اور سہیلی کا شوہر تینوں گنہگار ہوئے"۔

(ا-ب) یہ اولاد ثابت النسب ہوگی اور اس کی ماں مانی جائے گی جس کی زوجیت میں یہ عورت ہے حدیث میں فرمایا گیا:

الولد للفراش و للعاھر الحجر (رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، و ماہنامہ اشرفیہ، ماہ جولائی ۱۹۹۱ء صفحہ ۹، ۱۰)

اس مسئلے میں نسب کا مسئلہ اہم ہے جس کا جواب آپ نے حدیث پاک سے دیا۔

۴۔مادہ جانوروں میں ٹیوب کے ذریعہ انتقال منی:

سوال یہ ہے کہ:

"ٹیوب کے ذریعہ مادہ جانوروں کے رحم میں مادۂ منویہ ڈال کر اولاد پیدا کی جاتی ہے شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟ جب کہ سائنسی ترقی نے عملاً اس کو کر دکھلایا ہے؟

آپ فرماتے ہیں:

یہ بھی غیر فطری فعل ہے اور نر کو خلقی حق سے محروم کرنا ہے اس لئے اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہئے اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مادہ کی نسل سے مانا جائے گا۔ حلت و حرمت کے وہی احکام ہوں گے جو اس کی ماں کے ہیں۔ درمختار میں ہے یحل اکل ذئب ولدته شاة (حوالہ مذکورہ)

۵۔پندرہ اگست اور ۲۶ جنوری منانا:

اس سلسلے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"۱۵ر اگست جائز طریقہ سے منانے میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا مطلب ہوتا ہے "انگریزوں سے آزادی ملنے کی خوشی" فی نفسہ اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں۔ رہ گیا ۲۶ر جنوری۔ یہ منانا جائز نہیں یہ دن اس یادگار میں منایا جاتا ہے کہ کانگریس نے اپنا دستور بنا کر اسی تاریخ سے نافذ کیا ہے اس لئے اس دن کے منانے کا مطلب یہ ہے کہ کانگریس کے اس دستور کو ہم شرعی طور پر صحیح مانتے ہیں حالانکہ وہ شرعی طور پر صحیح نہیں"۔

(رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، صفحہ ۸۰ ۷ الف ۴)

۶۔لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ

ہندوستان میں لاؤڈ اسپیکر آتے ہی یہ مسئلہ علمائے کرام کے درمیان موضوع بحث بن گیا کہ "نماز میں اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز" نماز میں اس کی خدمات حاصل کرنے سے نماز فاسد ہوگی، یا صحیح" اس کی بنیاد اس بات پر رکھی گئی کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جو آواز سنی جاتی ہے وہ امام کی اصلی آواز ہے یا نقلی۔ یہ مسئلہ طبیعات کا تھا، اس لئے علماء نے ماہرین طبیعات کی طرف رجوع کیا ان کی تحقیقات میں بھی اختلاف ہوگیا، کوئی کہتا تھا کہ آواز تو اصلی ہے مگر پہلے سے بلند ہوکر سنائی دیتی ہے سائنسدانوں کے اس اختلاف کی وجہ سے علمائے کرام کے درمیان بھی اختلاف ہوگیا کسی نے کہا لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز پر اقتدا درست ہے، نماز صحیح ہوگی جیسے مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، کسی نے جائز خلاف اولیٰ کہا جیسے حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ علیہ، کسی نے مکروہ کہا جیسے حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کسی نے فاسد بتایا جیسے حضرت مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ۔

اس مسئلے کی نزاکت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ "آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا"۔

اس سے حضرت کی شان تفقہ عیاں ہوتی ہے لیکن ایسے جلیل القدر فقیہ کو بھی اس مسئلے میں فکری انقلاب سے دوچار ہونا پڑا، آپ کے اس سلسلے میں دو متضاد فتوے ہیں ایک میں نماز کو جائز کہا ہے اور ایک میں فاسد۔ پھر ان دونوں میں کون مقدم ہے اور کون متاخر، یہ بھی مختلف فیہ ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقہ کا مقام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو پورے ہندوستان کا قاضی مقرر فرمایا تھا لیکن خود آپ کے فتوؤں میں بھی اختلاف تھا، ایک روایت کے مطابق آپ کا پہلا فتویٰ جواز کا تھا، دوسرا عدم جواز کا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے ابتداءً یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع

آواز اگر بولنے والے کی ہے تو اس پر اقتدا صحیح ہے اور اگر اس کی آواز نہیں تو اقتدا صحیح نہیں۔

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فتوے میں تحریر فرمایا کہ مجھے اس کی تحقیق نہیں احتیاط احتراز میں ہے۔

حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ نے تردد پر مبنی دلیل کے پیش نظر ناجائز فرما کر یہ تمنا ظاہر کی لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

مزید اس کی نزاکت کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ پڑھئے۔ فرماتے ہیں:

''ہمارے اکابر علما نے نماز میں اس (لاؤڈ اسپیکر) کے لگانے کو پسند نہیں کیا ☆ بلکہ بعض علماء نے صراحۃً فرمایا کہ اس کا نماز میں لگانا درست نہیں ☆ اور بعض نے فرمایا مفسد نماز ہے ☆ بعض نے فرمایا ہرگز نہ لگایا جائے ☆ بعض نے فرمایا اس کا نماز میں لگانا بدعت سیئہ ہے ☆ اور بعض نے فرمایا کہ نماز تو نماز، اذان و خطبہ میں بھی اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ پاکستان، صفحہ ۱۲، شمارہ شعبان ۱۴۱۵ھ بحوالہ انوار شریعت)

ان حقائق سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مسئلہ علمائے کرام کے لئے بڑا ہی غامض و دقیق مسئلہ بن گیا تھا، اسی لئے ان کے مابین اس کے حکم شرعی کے سلسلے میں طرح طرح سے اختلافات رونما ہوئے۔ ایسے مسئلے میں کوئی قول محقق و منقح پیش کرنا یقیناً بڑی بات ہے۔ حضرت نائب مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی بھی اس مسئلے کی تحقیق و تنقیح کے سلسلے میں کچھ دنوں تک پریشان رہے پھر بار بار غور و خوض کے نتیجے میں ایک محکم رائے پر جم گئے آپ کا یہ غور و خوض متعارض دلائل میں تطبیق اور حکم شرعی کے استنباط کا نمونہ ہے۔ آپ اس مسئلہ غامضہ کی تحقیق کی راہ میں کن مراحل سے گزرے اسے خود آپ کی ہی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:

''ابتدا میں بہت سے علماء نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو صدائے بازگشت مان کر فساد نماز کا حکم دیا تھا، دلیل یہ تھی کہ صدائے بازگشت سے آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، جس کی علت غنیۃ میں یہ بیان فرمائی ''لانها محاكاة ليست بقراءة''۔

لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ یہ صدائے بازگشت ہے اس سلسلے میں پاکستان کے کچھ حضرات نے بہت سے ماہرین صوتیات سے استفسار کیا تھا جس میں یورپ کے بھی بہت سے ماہرین تھے، ان لوگوں نے یہ بتایا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی آواز نہیں، لاؤڈ اسپیکر کی مشین متکلم کی آواز سے دھکا کھا کر اسی کے مماثل دوسری آواز پیدا کرتی ہے مگر یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

پھر پاکستان کے کچھ لوگوں نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں بہت سے ماہرین صوتیات کی یہ تحقیق درج تھی کہ ''وہ عین آواز متکلم ہے جس کو ایمپلی فائر قوی کرکے باہر پھینکتا ہے''۔ یہ بات مجھے لگتی معلوم ہوتی تھی۔

اس وقت تک ''الکشف شافیا'' کا مطالعہ میں نے نہیں کیا تھا، پھر جب الکشف شافیا کا مطالعہ کیا تو دوسرے قول کی تائید اس سے نکلی کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت، حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گراموفون کی آواز کو عین آواز متکلم مانا ہے اور صدائے بازگشت کو بھی۔

پھر میں متردد رہا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز صحیح ہے، یا نہیں؟ پاکستان کے بہت سے علماء جواز کے قائل تھے۔ اور ہندوستان کے بھی کچھ علماء خصوصاً مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف کے کچھ مدرسین بھی جواز کے قائل تھے۔

ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ صدائے بازگشت ہے اور صدائے بازگشت کو اعلیٰ حضرت نے عین آواز متکلم مانا ہے تو پھر نماز کے فاسد ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس لئے کہ مقتدیوں کی تحریمہ صحیح ہے اور نماز ان کی صحیح طور پر شروع ہوئی ہے۔

بہت غور و خوض کے بعد ان سب کا حل میں نے یہ نکالا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز صدائے بازگشت ہرگز نہیں۔ صدائے بازگشت کے لئے ضروری ہے کہ آواز کسی چیز سے ٹکرا کر واپس ہو اور لاؤڈ اسپیکر میں آواز پلٹتی نہیں بلکہ لاؤڈ اسپیکر آواز کو پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ایمپلی فائر اس میں اپنی پوری قوت سے اثر ڈال کر باہر کی طرف پھینکتا ہے، لیکن صدائے بازگشت میں بربنائے اختلاف اقوال دو صورتوں میں سے ایک ہوتی ہے۔

اوّل:- یہ کہ متکلم کی آواز ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہے اور ٹکرانے کے

بعد نیا صوتی سلسلۂ تموج پیدا ہوتا ہے۔

دوسرے:- یہ کہ آواز ٹکرا کر کچھ دیر ساکن ہو کر پلٹتی ہے اور خارج کی قوت اس میں اثر انداز ہو جاتی ہے تو اس کا حکم من کل الوجوہ عین آواز متکلم کا نہیں اور حسب تصریح صاحب غنیۃ و دیگر فقہا محاکات ہے، قرأت نہیں۔ تو جب لاؤڈ اسپیکر میں بہ نسبت صدائے بازگشت کے خارج کا اثر کئی گنا زیادہ ہے۔ کیونکہ متکلم کا سلسلۂ تموج مائکروفون پر جا کر ختم ہو گیا، اور آواز بجلی کے حوالہ ہو گئی، بجلی نے ایمپلی فائر میں پہونچایا، ایمپلی فائر نے اپنی قوت بھر اس میں اثر ڈالا، جس سے وہ قوی ہوئی، اس کے بعد اس کو ہارن تک پہونچایا، اور ہارن نے پھر اس کو ہوا میں پہونچا دیا۔

غرضیکہ صدائے بازگشت میں آواز کا محل ہوا ہی رہی اور یہاں محل تین درجے تک بدل گیا۔ تو اس کو بدرجہ اولیٰ محاکات ہونا چاہئے اور قرأت نہیں ہونا چاہئے، اور اس پر اقتدا سے نماز فاسد ہونی چاہئے۔

رہ گئی یہ بات کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ عین آواز متکلم ہے۔ اور فقہا نے فرمایا کہ یہ محاکات ہے، قرأت نہیں...... ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وہ حقیقۃً عین آواز متکلم ہے اور حکماً محاکات" انتھیٰ۔

اس تفصیل سے یہ عیاں ہو کر سامنے آیا کہ مسئلہ لاؤڈ اسپیکر بڑا دقیق و غامض مسئلہ ہے۔ جس میں فقہائے کرام کے درمیان شدید اختلاف ہے اور یہ بھی کہ اس طرح کے مسئلے میں تحقیق و تنقیح کیسے کی جانی چاہئے۔ حضرت دام ظلہ العالی نے غور و فکر کے جو مراحل بیان کئے ہیں ان سے آپ کی دقت نظر، حسن تفحص اور قدرت استنباط کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ نو پیدا مسئلے میں کامل تحقیق کے بعد ہی حکم صادر کرنا چاہئے۔ اس تحقیق کے بعد حضرت نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز کے کثیر فتاویٰ صادر کئے جو فتاویٰ شریفیہ میں کثیر مقامات پر ابھی تک بکھرے ہوئے ہیں۔

انجکشن مفسد صوم ہے یا نہیں:

اس سلسلے میں خود فرماتے ہیں:

بلرام پور میں زمانۂ قیام کے دوران انجکشن کے مفسد صوم نہ ہونے کے بارے میں ایک فتویٰ لکھا تھا۔ ہمارے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا مکروہ ہے مگر اس کی توجیہ و تفصیل کسی صاحب نے نہیں کی تھی، میں نے اس کو بہت تفصیل سے لکھا جو پہلے "المیزان" پھر "پاسبان" میں چھپا۔

اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مطلقاً دوا یا غذا یا پانی کا جسم میں جانا مفسد صوم نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ آدمی جب نہاتا ہے تو مسامات کے ذریعہ پانی جسم میں داخل ہوتا ہے۔ فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ "سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ تک نہیں پہونچی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا"۔ مدار کار اس پر ہے کہ دوا کسی منفذ کے ذریعہ پیٹ یا دماغ تک پہونچے اور جو دوا یا غذا مسامات کے ذریعہ پہونچے وہ مفسد نہیں۔

پھر علم تشریح کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ انجکشن خواہ گوشت کا ہو یا رگ کا۔ دماغ یا پیٹ تک منفذ کے ذریعہ نہیں پہونچتا، بلکہ درمیان میں مسامات حائل ہو جاتے ہیں۔ گوشت کے انجکشن میں تو ظاہر ہے کہ دوا مسامات ہی میں داخل ہوتی ہے۔ رگ کے انجکشن میں بظاہر ایسا ضرور ہے کہ ابتداءً دوا رگ میں داخل ہوئی جو یقیناً منفذ ہے لیکن پیٹ یا دماغ تک پہونچنے میں مسامات حائل ہو جاتے ہیں اور ذریعہ صرف مسامات ہی رہ جاتے ہیں اس لئے انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

کراہت کا سبب یہ ہے کہ انجکشن کی ہر دوا میں اسپرٹ یا الکحل ہوتی ہے، جو شراب ہے روزہ کی حالت میں جسم کے اندر شراب داخل کرنا یقیناً مکروہ ہے۔

پھول کا سہرا پہننا جائز، یا ناجائز؟

ایک شادی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل مسئلہ درپیش ہے از راہ کرم جواب استفتاء بحوالہ سند وضاحت کے ساتھ مرحمت فرمائیں تو بندہ شکر گزار ہوگا۔ زید کی لڑکی ہے اور عمر کا لڑکا، زید کہتا ہے کہ پھول کا سہرا ومغنہ سر پر باندھ کر نوشہ نہ آوے کیونکہ یہ ناجائز وحرام ہے اور بدعت ہے البتہ اگر پھول کا سہرا ہاتھ میں ہو تو حرج نہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا سر پر پھول کا سہرا باندھنا ناجائز وحرام اور بدعت ہے یا نہیں، مغنہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب...... خالص پھول کا سہرا بلا شبہ جائز ہے خواہ سر پر

باندھے گلے میں لٹکائے ہاتھ میں رکھیں یہ رسوم وغیرہ میں سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں تو مثل اور تمام عادات و رسوم مباح کے مباح رہے گا شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز کو مولیٰ عزوجل اور اس کے رسول اچھا بتائیں وہ اچھی چیز ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے جس سے سکوت فرمائیں وہ اباحت اصلیہ پر ہے کہ اس کے فعل وترک میں نہ ثواب نہ عقاب۔ حدیث میں ہے ماسکت عنه فهو معفو عنه ۔ہدایہ میں ہے الاباحة اصل۔ علامہ شامی نے تحریر سے نقل فرمایا المختار بان الاصل الاباحة اس قاعدۂ کلیہ کے تحت جو اسے ناجائز وحرام بتاتا ہے وہ اس کی دلیل لائے اس کو جائز کہنے والا اصل کے ساتھ متمسک ہے اگر چیزوں کے حلال ہونے کے لئے نص شرعی درکار ہے تو زمانہ حال کے بہت سے کھانے، پینے، کپڑے سامان کے مباح ہونے پر کون سی نص ہے پھول کے سہرے کو ناجائز بتانے والے شیروانی، چوڑے پائنچہ کے پائجامہ وغیرہ کے جواز پر دلیل لائیں یا اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی ناجائز کہیں شادی کے موقعہ پر زیب و زینت زمانہ رسالت سے مروج ہے پھولوں کا سہرا بھی زینت ہی ہے اور ایسی زینت جو شارع علیہ السلام کو بھی محبوب ومرغوب ہے۔ حدیث میں ہے حبب الی من دنیاکم النساء و الطیب و جعلت قرة عینی فی الصلوٰة دوسری حدیث میں ہے من عرض علیه ریحان فلا یرده فانه خفیف المحمل و طیب الریح ۔دوسری حدیث میں ہے ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان لا یرد الطیب ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خوشبو محبوب تھی۔ جس میں پھول بھی داخل ہے اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے پھول رد کرنے سے منع فرمایا ہے اور عادت کریمہ بھی یہی تھی کہ اگر کوئی پھول پیش کرتا ہو تو رد نہ فرماتے اس اطلاق میں شادی کے موقع پر سہرے کا پھول بھی داخل ہے سہرے میں یہی بات تو زائد ہے کہ اسے دھاگے میں پرولیا جاتا ہے دھاگے میں پرونے کی وجہ سے حرمت کہاں سے ٹپک پڑی ہاں وہ سہرا جس میں نکلی ہونا جائز ہے۔ کیونکہ نکلی کا سہرا اور پھول غیر مسلموں کا شعار ہے اس میں ان کے ساتھ تشبہ ہے اس لئے ناجائز ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔(۱۲ بیاض فتاویٰ شریفیہ،ص ۳۵)

حالاتِ زمانہ کی رعایت

شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو حالات زمانہ کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد اول میں اس تبدیلی کے محرکات میں چھ اسباب کو شمار کیا ہے جو یہ ہیں:

ضرورت، عرف، تعامل، حرج، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ۔ (رسالہ اجلی الاعلام)

"حرج کے عموم میں حاجت وعموم بلویٰ بھی داخل ہے۔

حضرت کے فتاویٰ میں ایسے کثیر فتاویٰ ہیں جن میں اسباب ستہ کی بناپر احکام میں تبدیلی کی گئی ہے۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں۔

۱۔مانع حمل تدابیر:

عام حالات میں حمل ضائع کرنا، کرانا جائز نہیں، لیکن آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"ضرورت شرعیہ کے وقت حمل ضائع کرایا جاسکتا ہے۔ضرورت شرعیہ کی تفصیل یہ ہے کہ حمل سے حاملہ کی جان جانے کا ظن غالب ہے، یا ایسا بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے کہ ازالۂ مرض دشوار ہو، وبس۔

چونکہ اس پر تجربہ شاہد ہے کہ کسی جگہ کا تین بار سے زائد آپریشن نہیں ہوسکتا اس لئے اگر ایسی کوئی عورت جو جسے بغیر آپریشن کے بچہ نہ پیدا ہوتا ہو تو وہ عورت یا اس کا شوہر مانع حمل تدابیر اختیار کرسکتا ہے حتیٰ کہ اگر حمل رہ جائے تو اسقاط بھی کراسکتا ہے۔

اسی طرح جو عورتیں بہت کمزور ہوں کہ ایام حمل میں بالکل ہی از کار رفتہ ہوجایا کرتی ہوں، یا فرائض وواجبات کی ادائگی نہ کرپاتی ہوں تو ان کے لئے بھی اس کی اجازت ہے"۔(رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، صفحہ ۸۱۴۔الف۔۴۔)

۲۔دیہات میں جمعہ کا قیام

ظاہر الروایہ میں ہے کہ جمعہ صحیح ہونے کے لئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے اور شہر سے مراد ہی آبادی ہے جو آج بھی عرف عام میں شہر سمجھی جاتی ہے۔ البتہ شرعی نقطۂ نظر سے اس کے شہر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہاں کوئی حاکم بھی رہتا ہو جو فصل مقدمات پر قادر ہو۔

اسی پر عرصہ دراز سے فقہائے کرام فتاویٰ صادر کرتے رہے اور ساتھ ہی اس پر عمل پیرا رہے حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کثیر فتاویٰ بھی اسی روایت پر مبنی ہیں لیکن آج کے زمانے میں دیہاتوں میں قیام جمعہ اور اس میں عوام و خواص کے ابتلائے عام کی وجہ سے آپ نے نادر الروایہ پر فتویٰ دیا جس کے مطابق ہمارے عرف کے لحاظ سے کثیر دیہاتوں میں جمعہ صحیح ہے، آپ کے ایسے فتاویٰ کثیر ہیں جو ایک زمانے سے جاری ہو رہے ہیں۔

۳۔ انگریزی لباس میں نماز

قاضی ریاض عالم نے گجرات سے یہ سوال بھیجا کہ:

"اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انگریزی لباس میں نماز کو مکروہ کہا ہے آج کل عام طور سے یہاں گجرات میں پینٹ، شرٹ پہنا جاتا ہے، پینٹ کے انگریزی لباس ہونے میں تو شک نہیں، لیکن اکثر آدمی پائجامہ یا لنگی کے ساتھ شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں اور مکروہ نہیں جانتے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مروجہ شرٹ انگریزی لباس ہے یا نہیں، اسے پہن کر نماز مکروہ ہوگی یا نہیں، اگر مکروہ ہوگی تو تحریمی یا تنزیہی۔"

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

"مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جب یہ فتویٰ دیا تھا اس وقت انگریزی لباس کا حکم یہی تھا کہ اسے پہننا جائز نہیں تھا، اس لئے اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہوتی تھی، اس لئے کہ اس وقت وہ لباس انگریزوں کا شعار تھا، ہندوستان میں وہی لوگ اسے پہنتے تھے جو انگریزیت زدہ تھے، مسلمان اسے پہننا سخت معیوب جانتے تھے اور اب یہ بات نہیں، انگریز یہاں سے چلے گئے اور یہ لباس ہر طبقے کے ہندوستانی پہننے لگے حتیٰ کہ چپراسی اور بھنگی تک، اب یہ انگریز، یا کسی کافر قوم کا شعار نہ رہا، سب کا لباس ہو گیا اس لئے اسے پہننا جائز و گناہ نہیں، اور اسے پہن کر نماز پڑھنا گناہ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کو اس لباس سے احتراز کرنا چاہئے کہ اب بھی یہ صالحین کا لباس نہیں مگر اسے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔"

(رجسٹر فتاویٰ شرعیہ، صفحہ ۶۶۲۔ الف)

اس فتوے کی اہمیت کا اندازہ آپ کو یوں ہوگا کہ دو سال پہلے ایک مولانا صاحب نے مبارکپور اور گورکھپور وغیرہ میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے یہی مسئلہ بیان کر دیا اور لوگوں میں کھلبلی مچ گئی کہ کثیر مسلمان جو پینٹ شرٹ میں نماز پڑھتے ہیں ان سب کی نمازیں اب تک مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوتی رہیں۔ حوالہ مولانا نے صحیح دیا تھا مگر مسئلہ غلط بتا دیا تھا کیونکہ جس علت کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے وہ مسئلہ تحریر فرمایا تھا آج کے زمانے میں وہ علت مفقود ہو چکی ہے پھر وہ حکم دینا کیوں کر صحیح ہوگا، ایسی صورت میں مسلمانوں کا اضطراب ایک فطری امر تھا اسی لئے رسم المفتی کے آداب سے فقہا نے یہ بات بھی بیان فرمائی کہ مفتی کو اہلِ زمانہ کے حال اور عرف سے باخبر ہونا چاہئے اور جو عرف و حال سے بے خبر رہ کر فتوے دے وہ جاہل ہے۔ "من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل" حضرت دام ظلہ العالی کا یہ فتویٰ اہل زمانہ کے حال سے واقفیت کا کھلا آئینہ دار ہے۔

۴۔ الکحل آمیز دواؤں کا استعمال

الکحل شراب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں لیکن بوجہ عموم بلویٰ آپ نے تقریباً ۱۳ سال پہلے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، پھر یہ مسئلہ مجلس شرعی میں زیر بحث آیا اور باتفاق یہی فیصلہ یہاں سے بھی صادر ہوا۔

بدمذہبوں کے دلائل پر گرفت

بدمذہب اپنے موقف کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتے ہیں کبھی کبھی وہ انہیں بہت قوی اور لاجواب سمجھ کر اہل سنت و جماعت کے دارالافتاء میں بھیجتے ہیں تاکہ دھونس جما سکیں۔ حضرت نائب مفتی اعظم دام ظلہ العالی کی خدمت میں بھی ایسے بہت سے سوالات آئے، آپ نے ان کے دلائل پر جو گرفت فرمائی وہ قابل ستائش ہے، اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۔۲) آپ سے سوال ہوا:

"غیر مقلدین۔ مولوی محمد صادق سیالکوٹی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اپنے دوسرے علماء کے حوالے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ... "یعنی تہجد دراصل ایک ہی چیز کے دو نام

ہیں...... تہجد مع وتر رمضان میں نماز تراویح بن گئی۔

قیام اللیل باجماعت مسجد میں منسوخ ہے سوائے تین دن کے"۔

اس کے جواب میں آپ ارقام فرماتے ہیں:

"یہ غیر مقلدین کی زبردستی ہے کہ نماز تراویح اور تہجد کو ایک ہی چیز بتاتے ہیں، تراویح کے لئے حدیث میں "من قام رمضان" کا لفظ آیا ہے۔ "من قام اللیل فی رمضان" نہیں آیا ہے۔ یعنی یہ آیا ہے کہ "جو رمضان میں قیام کرے"...... یہ نہیں آیا ہے کہ "جو رمضان میں قیام لیل کرے"...... اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیام رمضان (تراویح) الگ چیز ہے۔ اور قیام لیل الگ چیز۔

اور یہ کہنا کہ۔ اس کا باجماعت مسجد میں پڑھنا منسوخ ہے۔ پہلے سے بھی بڑی زبردستی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد جماعت کے ساتھ تراویح ترک کرنے کی وجہ خود ارشاد فرمائی "خشیت ان یتفرض علیکم" میں باہر (جماعت تراویح کے لئے) اس اندیشے سے نہیں نکلا کہ کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے۔ تو اس اندیشے سے ترک (جماعت) کہ کہیں فرض نہ ہوجائے دلیل نسخ نہیں البتہ جماعت کی تاکید میں تخفیف کی دلیل ہے ورنہ لازم آئے گا کہ خلفائے ثلثہ۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، اور تمام صحابۂ کرام منسوخ کو رائج کرکے گمراہ ہوئے۔

(رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، صفحہ ۹۳ الف)

مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے قیام اللیل اور تراویح کو ایک قرار دے کر اپنے عوام کے قلوب پر "اجتہاد" کا جو سکہ جمایا تھا اسے حضرت نائب مفتی اعظم نے "قام اللیل" اور "قام رمضان" کے فرق کو واضح کرکے ھباء منثورا بنادیا جس سے غیر مقلدوں کے دعوئ اجتہاد کی حیثیت بھی عیاں ہوگئی۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین روز تراویح کی جماعت قائم فرمائی، پھر اس کے فرض ہوجانے کے اندیشے سے ترک فرمادیا اس کو مجتہدان جدید نے دلیل نسخ قرار دیا، حضرت نائب مفتی اعظم نے اپنی مختصری گرفت سے یہاں بھی ان کے اجتہاد کی عمارت مسمار فرمادی۔

گرفت کا حاصل یہ ہے کہ حضرات خلفائے ثلثہ اور حضرات صحابۂ کرام نے جماعت کے ساتھ تراویح کی [illegible] ہے اس سے معلوم ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ترک جماعت دلیل نسخ نہیں، بلکہ دلیل تخفیف ہے۔

۳۔ غیر مقلدین کے پاس ۸ر رکعت تراویح کو ثابت کرنے کے لئے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث چوٹی کی حیثیت رکھتی ہے جس کو وہ یوں پیش کرتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف اور غیر رمضان میں ۱۱ر رکعت پڑھتے تھے۔ یعنی حضور نے بھی ۱۱ر رکعتیں تہجد (جس میں تین رکعت وتر شامل ہیں) تراویح کے نام سے رمضان میں صرف تین دن (جماعت سے) پڑھائی۔

دوسری حدیث یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ہم کو رمضان میں ۸ر رکعت تراویح پڑھائی پھر وتر۔ (ابن خزیمہ وابن حبان)

اس کے بعد حضرت جابر کی ایک حدیث اور منقول ہے۔

(تلخیص از صلوٰۃ الرسول۔ و۔ اہل احدیث کا مذہب)

اس کے جواب میں حضرت نائب مفتی اعظم فرماتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث تراویح کے بارے میں ہے ہی نہیں، وہ تو تہجد کے بارے میں ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں "ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرها علی احدی عشرة رکعة" "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں ۱۱ر رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

کیا تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی پڑھی جاتی ہے؟

علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر سونے کے بعد یہ نمازیں پڑھتے تھے، اسی حدیث کے اخیر میں ہے:

اتنام، قبل ان توتر؟ کیا وتر پڑھنے سے پہلے حضور سو جاتے ہیں؟ غیر مقلدین کو خود تسلیم ہے کہ سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ تہجد ہے، یہ ان لوگوں کا عمل بالحدیث ہے کہ عبادت سے جان بچانے کے لئے احادیث میں تحریف معنوی کرتے ہیں۔

پھر غیر مقلدین سے پوچھئے کہ۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ [illegible] تین رکعت وتر پڑھتے تھے ثم یصلی ثلثاً

پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

تو غیر مقلدین اگر اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں تو وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟

پھر اگر حدیث نماز تراویح کے بارے میں ہے اور حضرت عمر نے آٹھ کے بجائے بیس ۲۰/ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت امّ المومنین نے اعتراض کیوں نہیں کیا، ان کے حجرۂ مبارکہ کے متصل بیس رکعت تراویح ان کی زندگی بھر ہوتی رہی اور وہ خاموش رہیں، کیا یہ کسی مسلمان کے سمجھ میں آنے کی بات ہے؟ ان کا حال تو یہ تھا کہ ذرا بھی کوئی بات خلاف دیکھتیں تو تنبیہ فرماتیں، احادیث میں اس کے متعدد قصے موجود ہیں۔

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ تراویح میں جماعت منسوخ ہے۔ اور حضرت ام المومنین باجماعت تراویح پڑھا کرتی تھیں، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ام المومنین نے ایک غلام کو مدبر بنایا، رمضان میں وہ ان کی امامت کرتا، یہ بخاری میں بھی ہے۔

کتاب الآثار میں حضرت امام محمد نے روایت کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کی امامت فرماتیں اور ان کے بیچ میں کھڑی ہوتیں۔

رہ گئیں حضرت جابر کی دونوں حدیثیں۔ ان دونوں حدیثوں پر ہمیں یہی کہنا ہے کہ اگر یہ دونوں حدیثیں تراویح ہی کے بارے میں ہے تو حضرت جابر نے اس وقت اعتراض کیوں نہیں کیا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا، کتنے حیرت کی بات ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں ہی رہتے تھے، ان کی موجودگی میں برسہا برس بیس ۲۰/ رکعت تراویح پڑھی گئی اور انہوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا، یہ قرینہ ہے کہ یہ رکعتیں تراویح کے بارے میں نہیں۔

پھر سب سے حیرت ناک معاملہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ اس روایت کے بموجب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائی، اور خود انہیں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا، وہ جب جاب زندگی بھر بیس رکعت تراویح پڑھاتے رہے۔ ایک بار بھی یہ نہیں کہا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آٹھ رکعت پڑھایا کرتا تھا۔ کیا کسی عاقل کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ صحابی رسول ایسی مداہنت کریں گے؟۔

(رجسٹر فتاویٰ شریفیہ، صفحہ ۹۳۔ الف۔ ۸۔)

حضرت شارح بخاری دام ظلہ العالی کی ان تنقیدات و مواخذات سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ غیر مقلدین حدیث پڑھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں، پھر بھی ہیں مجتہد۔

۴۔ شاستری نگر جے پور کے ایک صاحب نے یہ سوال کیا:

وعن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلالا كان يرقب خروج النبى صلى الله عليه وسلم فاول مايراه يشرع فى الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذا رأوه قاموا فلا يقوم فى مقامه حتى تعتدل صفوفهم قلت و يشهد له ما رواه عبدالرزاق عن بن جريج عن ابن شهاب ان الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر يقومون الى الصلوٰة فلا ياتى النبى صلى الله عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف۔۵۱۔ (بذل المجهود شرح ابو داؤد، جلد ا صفحہ ۳۰۷)

(ترجمہ) بیشک بلال انتظار کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کا لہٰذا جیسے ہی حضور کو دیکھتے اقامت شروع کر دیتے ہیں اس سے پہلے کہ اکثر لوگ آپ کو دیکھتے جب لوگ حضور کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور اپنے مقام (مصلّی) پر نہیں کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ان کی صفیں سیدھی کر دی جاتیں اور اس کی شہادت اس سے بھی ہوتی ہے جیسے عبدالرزاق نے ابن جریج سے انہوں نے شہاب سے نقل کی ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا نماز کے لئے پس نہیں آتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام (مصلّی) پر یہاں تک کہ صفیں سیدھی کر دی جاتی تھیں"۔

حضرت انس ابن مالک نے روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے میرے حکم سے اور فرمان سے انکار کیا وہ میرا

نہیں۔" (میرا امتی نہیں) (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۵۷)

اس کا جواب آپ نے تحریر فرمایا

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث نقل کرنے میں فحش غلطی کی ہے آپ نے لکھا ہے عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلالاً كان يرقب (الحديث) یہ حدیث مسلم شریف کی ہے۔ اس میں بھی "قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" نہیں۔ اور بذل المجهود میں بھی نہیں۔ اس میں معنوی سقم یہ ہوا کہ ان بلالاً كان يرقب پوری حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ آپ نے قال قال رسول الله کہہ کر حضور اقدس ﷺ کا قول بنادیا جس سے حدیث کا پورا مضمون خبط ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ آپ میں بددیانتی بھی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بنادیا جس کی وجہ سے آپ نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا جیسا کہ حدیث متواتر میں ہے۔

"من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" یہ بددیانتی اور جہالت اس کے باوجود مجتہد بن کر حدیث سے حکم شرعی نکالنے بیٹھ گئے۔

۵۔ قیامت کے دن زمین سے آفتاب کی دوری

الملفوظ حصہ چہارم، صفحہ ۷۵ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد منقول ہے۔

"آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا"

اس پر مغربی بنگال کے ایک دیوبندی عالم نے یہ اعتراض کیا کہ حدیث میں "ایک میل" ہے پھر اعلیٰ حضرت نے "سوا میل" کیوں تحریر کیا؟

مولانا غلام صمدانی، مرشدآباد، بنگال نے یہ اعتراض نقل کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجا، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اس دیوبندی عالم نے اسے چیلنج کیا ہے۔ حضرت نائب مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی نے اپنے جواب میں پہلے یہ بتایا کہ اس باب میں روایات مختلف ہیں، پھر میل کی تشریح میں بھی کثیر اختلاف ہے اس کے بعد آپ نے دیوبندی مولوی کی اس دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا جہاں سے اس کے دماغ میں اعتراض کا یہ سودا سمایا تھا، آپ یہ بحث اب حضرت کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"اس بارے میں روایات مختلف ہیں، مسلم شریف اور مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم میں "قدر میل" ہے۔ اور ترمذی و مسند امام احمد جلد ششم میں "قدر میل، اومیلین" ہے۔ اخیر کی دونوں کتابوں کی روایتوں میں بلاشک "قدر میل" فرمایا، یا دو میل اور پہلی روایتوں میں بلاشک "قدر میل" ہے کہ سورج قیامت کے دن ایک میل کی مقدار پر ہوگا۔

حدیث میں اس "میل" سے مراد وہ میل ہے جو اس عہد میں رائج تھا، یہ میل کتنا بڑا تھا اس میں روایات مختلف آئی ہیں"۔

اس کے بعد حضرت نے میل کی مقدار کے سلسلے میں علمائے اسلام کے آٹھ اقوال نقل فرمائے ہیں، پھر نواں قول جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مختار ہے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا کہ میل چار (۴۰۰۰ ہزار) کا ہے اور ہر ہاتھ ۲۴ انگل، اور ہر انگل چھ جو کے برابر، اور ہر جو خچر کے چھ بال کے برابر۔ یہ مقدار چھتیس انچ کے انگریزی گز سے نصف گز ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ شرعی میل انگریزی گز سے دو ہزار گز کا ہوا، اور یہ میل جواب رائج ہے سترہ سو ساٹھ ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے۔ اس کے مطابق شرعی میل موجودہ میل سے تقریباً سوا [illegible] ملفوظ میں میل سے مراد اس وقت کا رائج میل ہے میل [illegible] سوا میل کے لگ بھگ ہوا، اس لئے فرمایا کہ "سوا میل کے فاصلہ پر ہوگا"۔ (رجسٹر، صفحہ ۲۶۵۔ الف)

اس کے بعد حضرت نے اس پر دوسری حیثیت سے بحث کی ہے اور دیوبندی مولوی کی اچھی طرح خبر لی ہے۔

اس فتوے کا حاصل یہ ہوا کہ عہد رسالت کے رائج میل کو دیوبندی مولوی نے اس زمانے کا رائج میل سمجھ لیا، کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ شرعی میل جب اس زمانے کے میل سے تقریباً سوا میل ہے تو اس کا ترجمہ اردو زبان میں آج ایک میل کے لفظ سے غلط ہوگا لیکن دیوبندی سمجھ کا کیا علاج۔

●●●

شارح بخاری! عظیم مفتی

مفتی آل مصطفےٰ مصباحی

جامعہ امجدیہ رضویہ قصبہ گھوسی ضلع مئو۔ یوپی

فقہ حنفی کی نشرواشاعت میں ماضی قریب کے جن اساطین ملت نے قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے، ان میں مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ اور ان کے بعض اخلاف وتلامذہ کے بعد شارح بخاری فقیہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔

ان کی فقہی خدمات نصف صدی سے زائد عرصہ کو محیط ہیں۔ ۶۲-۱۳۶۱ھ سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ اور اخیر عمر تک فتاویٰ صادر فرماتے رہے۔ صرف بریلی شریف کے ایام قیام میں ۲۵؍ ہزار فتاویٰ تحریر فرمائے۔ دیگر مختلف مدارس اسلامیہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کی خدمت بھی انجام دیتے رہے، ان اداروں میں لکھے جانے والے فتاویٰ کی مجموعی تعداد بھی ہزاروں سے کم نہیں۔ پھر جب ۱۴؍ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو عالم اسلام کی مشہور درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شعبۂ افتاء میں صدر مفتی کی حیثیت سے آپ کی تقرری عمل میں آئی۔ تو۔ اخیر عمر تک (جس کی مدت تقریباً ۲۵؍ سال ہے) افتاء کی ذمہ داری پوری سرگرمی کے ساتھ نبھاتے رہے۔ اس طرح مجموعی طور پر آپ کے فتاویٰ کی تعداد ستر ہزار سے زائد ہے۔ علاوہ ازیں نو جلدوں پر مشتمل "نزہۃ القاری شرح بخاری" میں جملہ ابواب کے تحت احادیث کریمہ کی توضیح وتشریح کے ساتھ احناف کے مصحح، مختار، مرجح، اور مفتیٰ بہ مسائل تحریر فرمائے۔ اور مسلک حنفیت کی تائید میں ان مسائل کو کتاب وسنت کے نصوص اور اجماع امت وقیاس مجتہد کی روشنی میں مبرہن فرمایا۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی قدس سرہ کے "فتاویٰ امجدیہ جلد اول و دوم" پر آپ نے گراں قدر تحقیقی حواشی تحریر فرمائے۔ ملک وبیرون ملک کے قدیم وجدید رسائل وجرائد میں آپ کے فتاویٰ شائع ہوتے رہے، آپ کی دیگر تصانیف مثلاً ایصال ثواب، منصفانہ جائزہ، مقالات امجدی وغیرہ میں آپ کی علمی، فکری اور تحقیقی جواہر پاروں کے علاوہ فقہی مباحث ومسائل بھی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس طرح کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے آپ کے فتاویٰ اور فقہی افادات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

راقم الحروف کی نظر میں فقیہ عصر، شارح بخاری کی فقہی خصوصیات کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے، (۱) جملہ ابواب فقیہہ پر گہری نظر (۲) جزئیات کا استحضار (۳) پیش آمدہ مسئلہ پر متعلقہ جزئیات ونصوص کو منطبق کرنے کا ملکہ (۴) نو پید مسائل میں علت منصوصہ کے اجراء، نصوص کی دلالت اور کتب فقہ کے نظائر سے حکم شرعی کا اثبات (۵) قرآن وسنت کے نصوص اور اجماع امت اور قیاس مجتہد سے استدلال (۶) حالات زمانہ کی رعایت (۷) استفتوں کے جوابات لکھنے، لکھوانے میں برجستگی...... ان خصوصیات میں بعض تو وہ ہیں جن پر ان کا مجموعہ فتاویٰ، اور فقہی افادات شاہد عدل ہیں، اور کچھ وہ ہیں جن کی گواہی فقیہ عصر کے دبستان فقہ سے خوشہ چینی کرنے والے دیں گے۔ میرا خود ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حضرت سے افتاء کی ٹریننگ لے رہا تھا، تو املا کراتے وقت میں سوالات سناتا، وہ جوابات لکھواتے۔ جواب کے لئے نہ مسودہ بنواتے، نہ رُک رُک کر جواب لکھواتے۔ بلکہ۔ ایسا معلوم ہوتا کہ پہلے سے یاد کیا ہوا جواب لکھوا رہے ہیں، کتابوں کے حوالہ جات بھی عموماً زبانی ہی لکھواتے، بعض ہی استفتوں کے لئے کتابوں کی طرف مراجعت فرماتے، سوال کے اگر مختلف گوشے ہوتے تو عموماً دوبارہ استفتاء سنے بغیر ہر ہر شق اور پہلو کا جواب لکھواتے، یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں حضرت فقیہ عصر اپنی مثال آپ تھے۔ خدا داد قوت فہم و ذکاء کے علاوہ ان خصوصیات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شارح بخاری نے حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی قادری، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خاں، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قدست اسرارہم کی بہار فقہ سے بے پناہ گل چینی کی۔ بریلی شریف کے ایام قیام میں جو فتاویٰ آپ نے صادر فرمائے ان میں بیشتر پر حضور مفتی اعظم ہند کے تائیدی وتصویبی دستخط ہیں۔ مدرسہ شمس العلوم گھوسی کے ایام تدریس میں مسلسل ۱۶؍ ماہ تک حضور صدر الشریعہ ... افتاء میں اکتساب فیض کیا۔ آپ نے کتاب

الطہارت سے لے کر کتاب الفرائض تک تمام ابواب فقہ سے متعلق ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائے، جس کی وجہ سے جزئیات فقہ کا استحضار اور مسائل کے استخراج کا اتنا ملکہ تھا، کہ وقت کے بڑے بڑے مفتیان کرام آپ کی طرف رجوع کر کے اپنی الجھنیں دور فرمایا کرتے تھے، اگر کہیں دو مفتی ایک ہی مسئلہ سے متعلق مختلف الخیال ہوتے تو اطمینان کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا جاتا، جس کے متعدد شواہد ان کے مجموعۂ فتاویٰ میں موجود ہیں۔

اسی مہارت و حذاقت کی وجہ سے حضرت فقیہ عصر اکابر علماء کے معتمد سمجھے جاتے تھے، خصوصاً صدر الشریعہ قدس سرہ کے آپ معتمد خاص تھے، جب حضرت صدر الشریعہ کی بینائی کمزور ہو چکی تھی۔ اور ''قنوت نازلہ'' سے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ تحریر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے اپنے اس معتمد خاص کو نہ صرف اس فتویٰ کا املا کرایا بلکہ حوالہ جات نکالنے کی ذمہ داری بھی سونپ دی۔ حضرت صدر الشریعہ خود فرماتے ہیں۔ ''اس فتویٰ کی تحریر میں عزیزی مولوی محمد شریف الحق سلمہ سے بہت مدد ملی''۔ بعض اکابرین کا حال یہ تھا کہ بے پڑھے آپ کے فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت فرمایا کرتے تھے۔

فقیہ عصر نے ہزاروں فتاویٰ و مسائل لوگوں کو زبانی بھی بتائے۔ اور ہزار ہا مسائل نجی خط و کتابت میں تحریر فرما کر رہنمائی فرمائی۔ ان دونوں طریقوں سے زیادہ تر اہل علم نے فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۹۸ء میں آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے، پاکستان کے بعض متعلقین و معتقدین کی دعوت پر واپسی میں پہلے پاکستان آئے۔ وہاں کوئی دو ہفتے آپ کا قیام رہا۔ وہاں کے لوگوں نے آپ سے مختلف مرحلوں میں پانچ سو سے زائد زبانی استفتے کئے، حضور شارح بخاری نے کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر اپنے علمی استحضار کی روشنی میں ان کے فوری جوابات دیئے، سوال کرنے والوں میں زیادہ تر اہل علم ان میں بھی عصری علوم کے حاملین تھے، جو جدید انداز کے سوالات کرتے، مگر۔ فرماتے تھے کہ ''بحمدہٖ تعالیٰ مجھے جواب میں دشواری نہیں ہوئی''۔

شارح بخاری کی فقہی بصیرت ہی کی وجہ سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا دارالافتاء، آپ کے عہد میں مرجع خلائق بنا ہوا تھا، استفتوں کی کثرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی تعطیل کلاں میں استفتوں کو بوریوں میں بند کر کے رکھنا پڑتا ... کے ایسے ماہر تھے کہ آپ جب علماء و فقہاء کی مجلس میں ہوتے تو میر مجلس ہوتے۔ نو پید مسائل کی تحقیق و تنقیح کے لئے جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا تو باتفاق رائے آپ کو مجلس کا سرپرست منتخب کیا گیا، مجلس شرعی کے زیر اہتمام ہونے والے فقہی سیمناروں میں آپ کی فقہی تحقیقات و تدقیقات سے بڑی مدد ملتی رہی، اور ایک عظیم فقہی رہنما کی حیثیت سے آپ جانے مانے جاتے تھے۔

یوں تو ان کے صحیفۂ حیات میں بے شمار واقعات و حالات ملیں گے، لیکن جتنا اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ان سے حضور شارح بخاری کی وسعت نظر، سرعت قلم اور فقہی مہارت و ممارست کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کی فقہی خدمات دیگر علمی کارناموں کی طرح زندہ جاوید رہیں گی، اور عوام و خواص کو ان سے بڑا علمی فائدہ پہونچے گا۔ ۶ رصفر المظفر مطابق ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء کو اس بے مثال فقیہ اور جلیل القدر عالم دین نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و انوار کی بارش برسائے۔

●●●

شارح بخاری! شانِ فقاہت

مولانا ظہیر حسن قادری
ضیاء العلوم قصبہ خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)

موجودہ دور اگرچہ مغربیت اور الحاد پرستی کا دور کہا جاتا ہے۔ ایک طرف مغربیت مسیحیت کے پردے میں دین اسلام کی روح کو نچوڑ لینا چاہتی ہے۔ اور اپنی تمام رعنائیوں، چالبازیوں اور دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کے وجود کو اسلام اور بانیٔ اسلام کی محبت وعقیدت اور اس کی تعلیمات حقہ سے یکسر محروم کر دینا چاہتی ہے تو دوسری طرف وہابیت و دیوبندیت، شیعیت ومرزائیت، کثرت مال وزر اور نجدی والحاد پرست آقاؤں کے سہارے مکمل ہنگامہ آرائی اور گھن گرج کے ساتھ سچے اور صحیح العقیدہ مومنوں کے دلوں سے عشق رسول علیہ التحیہ والثناء کی جو شمع روشن ہے اس کے گل کرنے کی سعیٔ پیہم میں مبتلا ہے۔ لیکن تا کجے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مانا کہ موجودہ دور بہت نازک دور ہے۔ ہر طرف فرعون صفت انسان اپنے قلعہ میں بیٹھ کر اسلامی چھاؤنی پر گولے برسا رہے ہیں، ہر موڑ پر راہزن، راہبر کا لبادہ اوڑھ کر دولت ایمان اور عشق رسول کے انمول سرمایہ کو لوٹ لینا چاہتے ہیں لیکن یہ صدی بھی بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ لہذا یہ دور بھی بڑا مسعود اور مبارک کہلانے کے لائق ہے۔ اس صدی میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک نابغۂ روزگار، منفرد المثال اور باکمال شخصیتیں جلوہ بار ہوئیں۔ جنہوں نے اپنے فکر وفن، علم وعمل اور خداداد ذہانت وفطانت سے زمین سے اٹھنے والی ظلمتوں کا پردہ چاک کیا اور کفر والحاد کا قلع قمع کر کے اسلام کا بول بالا کیا۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے قلوب کو روشن ومزین کیا اور صدہا ابھرنے والی باطل تحریکوں کا مقابلہ کر کے ان کے باطل افکار ونظریات اور گمراہ کن عقائد وخیالات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ بدعت وضلالت، وہابیت ودیوبندیت نیچریت ودہریت کے فاسد عقائد کے خلاف ایسی ٹھوس اور مستقل مدلل ومبرہن کتابیں تصنیف فرمائیں کہ ہم مضبوطی سے آج بھی ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہم جادۂ مستقیم سے متزلزل نہیں ہو سکتے۔

انہیں باکمال اور پر عظمت شخصیتوں میں فقیہ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات بھی ہے جنہوں نے اپنے علم وعمل وقلمی کارناموں سے اکناف عالم کو روشن ومنور فرمایا۔ رب قدیر نے انہیں گوناگوں خوبیوں اور علم وکمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ بلند وبہتر نعمت جو ملی وہ ان کی شان تفقہ ہے۔ جس کے بارے میں حدیث پاک ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین حضرت فقیہ اعظم کی علمی بصیرت اور استحضار جزئیات کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے اور بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور ان کے تمام فتاویٰ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو جائیں تو دنیا دیکھ لے گی کہ حضرت کے اندر فقاہت کی کیا شان تھی اور جزئیات پر کتنا عبور تھا۔ ثبوت کے لئے ان کی فقہی بصیرت کی چند مثالیں پیش کر کے مضمون کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔

۱۴۰۵ھ میں حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کا پہلا حج ہوا اس کی پوری سرگزشت نزہت القاری جلد دوم میں درج ہے۔ لکھتے ہیں ہمارا ہوائی جہاز سات بجے شام کو قبل مغرب ممبئی سے روانہ ہوا۔ نماز مغرب جہاز میں پڑھنی پڑی۔ جہاز کے عملہ نے اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ اب یہاں سے ان کی شان فقاہت ملاحظہ کریں۔ اور جزئیات فقہ کا استحضار دیکھیں۔ کہتے ہیں کہ تمام حاجیوں نے اپنی اپنی سیٹوں پر ہی بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حضرت حسنین میاں مارہروی قبلہ نے کھڑے ہو کر پورے قیام ورکوع وسجود

خشوع وخضوع کے ساتھ نماز مغرب پڑھی۔ فرماتے ہیں چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں ایسی یکسوئی ہوتی ہے کہ اس میں کھڑے ہونے سے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی اس لئے سیٹوں پر نماز پڑھنے میں نماز صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ قیام ورکوع وسجود فرض ہے اور بیٹھے بیٹھے یہ تینوں فرض ادا نہیں ہو پاتے۔ لہذا حجاج کرام کو اس کا خیال رکھنا فرض ہے۔

غور فرمایئے کتنے حجاج کرام ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہوائی سفر سے حواس باختہ ہوجاتے ہیں وہ اتنا کہاں خیال کرسکیں گے کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھنی چاہئے یا بیٹھ کر۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو نماز پڑھ لینی چاہئے۔ معلوم ہوا کہ پروردگار عالم نے انہیں فقیہ بنایا تھا اور ہر نازک موقع پر ان کی فقاہت کی شان ظاہر ہی ہوکر رہتی تھی، فالحمدللّٰہ علی ذالك

ناظرین پھر میرے ساتھ کتابوں کی ورق گردانی کریں اور ان کی شان تفقہ اور علمی بصیرت ملاحظہ کریں۔ سرگزشت بہت لمبی ہے۔ لیکن میں اختصار کے ساتھ اصل مدعا کی طرف رجوع کروں گا۔

اپریل ۱۹۹۹ء کا ماہنامہ اشرفیہ ہے۔ شرعی عید اور عرفی عید کے عنوان سے یہ مضمون شائع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں امسال عید کے معاملے میں اختلاف ہوگیا۔ ایک مکتبۂ فکر والے جن کے مذہب کی بنیاد ریڈیو اور ٹیلی فون پر ہے انہوں نے ۲۹ر کے حساب سے منگل کو عید کرلی۔ اس طبقہ سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا مذہب الگ ہمارا مذہب الگ۔ وہ جو چاہیں کریں لیکن ہمارا روئے سخن اہلسنت وجماعت کے ان افراد کی طرف ہے جو کہتے ہیں کہ آخر ہم لوگ شاہی امام دہلی جیسے شہرت یافتہ اور گورنمنٹی رجسٹرڈ امام کا فیصلہ کیوں نہیں مانتے، اس بات میں ہمارا گریجویٹ طبقہ وکیلوں، ماسٹروں پروفیسروں اور ڈاکٹروں کا ہے جو زیادہ پیش قدمی کرتا ہے۔ اور علمائے اہل سنت کو ہدف ملامت بناتا ہے کہ دیکھو یہی علماء موت وزیست، آمد ورفت اور دیگر ہر معاملہ میں ریڈیو وٹیلی فون کی خبر معتبر جانتے ہیں پھر چاند کے معاملے میں کیوں نہیں معتبر سمجھتے۔

حضور مفتی صاحب انہیں کے لہجے میں جواب دیتے ہیں کہ سنو! مسٹر گاندھی کو ناتھورام گوڈسے نے قتل کیا اس وقت ملک کی سب سے بڑی شخصیت پنڈت جواہر لال نہرو کی تھی جو وزیر اعظم تھے انہوں نے ریڈیو اسٹیشن سے اعلان کیا کہ ہمارے باپو کو [illegible] گوڈسے نے قتل کیا ہے۔ لیکن حیرت ہے اتنی بڑی شخصیت کے اعلان کے باوجود گوڈسے کو سزا نہیں دی گئی جب تک کہ ان سے کم تر درجے کے گواہوں نے قانونی طور پر جج کی کچہری میں آکر چشم دید گواہی نہیں دی اب آپ ہی لوگ بتائیں آخر ایسا کیوں ہوا۔ اس پر نہایت ہی طنز آمیز لہجہ میں بول کر یہ گریجویٹ طبقہ خاموشی اختیار کرلیتا ہے کہ قتل کے کیس اور چاند کے ہونے نہ ہونے سے کیا علاقہ کہ اس پر قیاس کرتے ہیں۔ اتنا سننے کے بعد حضور شارح بخاری کا تیور بدل جاتا ہے اور ایمانی حرارت اپنا کام کرجاتی ہے کہتے ہیں ہمیں افسوس ہوتا ہے ان معزز مسلمانوں پر جنہوں نے نماز روزہ کو آلو اور ٹماٹر کے برابر سمجھ لیا ہے کہ فون پر آلو ٹماٹر کا بھاؤ آگیا تسلیم کرلیا گیا۔ کاش یہ لوگ مذہب کی روح سمجھتے اور نماز وروزہ کی اہمیت جانتے تو نماز وروزہ کے بارے میں کبھی بھی ایسا تصور نہیں کرتے۔ پھر یہاں سے ان کا فقیہانہ قلم آگے بڑھتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

سنئے! شوال کے چاند کا معاملہ بہت اہم ہے۔ ایک طرف یہ ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے مگر یہ صرف ایک گناہ ہوا۔ دوسری طرف یہ ہے کہ اگر ۲۹ر کا چاند ثابت نہیں اور کسی نے روزہ نہیں رکھا اور عید کرلی تو چار چار گناہ کا مرتکب ہوا۔

(۱) غیر شرعی طریقے کو معتبر مان کر اس پر عمل کیا یہ ایک گناہ ہوا

(۲) جب کہ دوسرے دن روزہ فرض تھا اسے چھوڑ دیا یہ دوسرا گناہ ہوا۔

(۳) اس دن ۳۰ر رمضان تھی اور نماز عید پڑھ لی جس کا وقت ابھی نہیں ہوا تھا تو نماز عید نہیں ہوئی زیادہ سے زیادہ نفل ہوئی اور یہ نفل تداعی کے طور پر ہوئی، جو صحیح نہیں۔ اس کے باوجود اس کو عبادت سمجھ کر کیا یہ الگ گناہ ہوا

(۴) یکم شوال کو نماز عید واجب تھی اسے پڑھا نہیں یہ چوتھا گنا ہوا۔

یہ فقیہ العصر کی شان فقاہت نہیں تو پھر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک جیتا جاگتا واقعہ لکھا ہے جس میں ان کی فقہی بصیرت اور ناقدانہ کمال اور بھی کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

لکھتے ہیں ہمارے ضلع مئو اور اعظم گڑھ کے مطلع پر بہت گہرا بادل تھا تہ بہ تہ بادلوں کے اندر چاند نہ دیکھنے کے باوجود دیوبندیوں نے ۲۹ر کے حساب سے عید کرلی۔ شاید انہوں نے اپنے مذہب کا ایک جز، یہ [illegible] ۲۹ر کو عید کریں گے۔ اسی اثنا میں جامعہ اشرفیہ

مبارک پور کے دفتر میں اطلاع ملی کہ غازی پور میں چاند دیکھا گیا ہے۔ فوراً حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے دو افراد کو غازی پور مدرسہ چشمۂ رحمت میں بھیجا۔ یہ لوگ وہاں پہونچے۔ وہاں کے مفتی صاحب نے جو تحریر ان لوگوں کو دی اس کی نقل لفظ بہ لفظ یہ ہے کہ اس کو بغور پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت فقیہ العصر کی شان تفقہ، فقہی بصیرت اور فقہ کے ہر ہر نوک و پلک کی گیرائی و گہرائی ملاحظہ فرمائیں۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ غازی پور میں کئی افراد نے جو متشرع اور دین دار ہیں عینی شہادت دی کہ ہم لوگوں نے شوال کا چاند دیکھا ہے۔ لہذا ان معتبر حضرات کی گواہی سے یہاں رویت کا اعلان کر دیا گیا۔ میں اپنی یہ تحریر مولانا محبوب صاحب اور ماسٹر فیاض صاحب کو پانچ افراد کے سامنے دے رہا ہوں یہاں میرے گھر پر مہر نہ ہونے کے سبب مہر نہیں لگایا ہے۔ دو بجے رات میں تحریر کر رہا ہوں۔

الفقیر جمیل احمد غفرلہٗ

خادم الافتاء مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور

۱۸ر جنوری ۱۹۹۹ء مطابق ۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

ناظرین! اس تحریر کے عجائبات کو ملاحظہ کریں۔ اس تحریر پر شرعی گرفت وہی کر سکتا ہے جو واقعی منصب افتا کے لائق ہو مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ تحریر اگر رویت ہلال کے شرعی طریقوں سے کسی میں داخل کی جاسکتی ہے تو وہ کتاب القاضی الی القاضی ہے جس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ قاضی اپنے نام و پتہ کے ساتھ مکتوب الیہ کا بھی نام اور پتہ لکھے اور اس تحریر میں کسی مکتوب الیہ کا نام نہیں ہے۔ دوم قاضی صاحب نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ مطلع صاف تھا یا ناصاف تھا جس کی بنا پر حکم بدل سکتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ غازی پور میں مطلع صاف تھا تو جم غفیر درکار ہے کہ ایسی صورت میں کئی افراد کی گواہی مسترد ہے۔ سوم گواہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے شوال کا چاند دیکھا کس دن اور کس تاریخ میں دیکھا کچھ تحریر نہیں ہے۔ چہارم کس سنہ کے شوال کا چاند دیکھا غائب پنجم آگے قاضی صاحب لکھتے ہیں یہاں رویت کا اعلان کر دیا گیا غائب ششم کس مہینہ کی رویت کا اعلان کر دیا گیا کچھ تحریر نہیں۔ غور کیجئے ہر چگہ ظن و تخمین و قرائن سے کام لیا جاسکتا ہے مگر قاضی صاحب کی تحریر میں کوئی ایسی وضاحت نہیں جو دوسری جگہ کے قاضی کے لئے ثبوت فراہم کر سکے۔ ہفتم سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ تحریر لکھنے کا وقت ۲ر بجے رات۔ تاریخ لکھی ۱۸ر جنوری ۱۹۹۹ء مطابق ۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ ناظرین! نوٹ کریں۔ انگریزی تاریخ ۱۲ر بجے شب سے بدلتی ہے اور قمری تاریخ غروب آفتاب کے بعد بدلتی ہے اب اگر قاضی صاحب کی عیسوی اور ہجری تاریخ کا لحاظ کیا جاتا ہے تو لازم آتا ہے کہ انہوں نے یہ تاریخ اتوار کا دن گزار کر دوشنبہ کی رات میں دو بجے لکھی ہے۔ تو لازم آیا کہ ان کی تاریخ کے مطابق ان کے سامنے اتوار کا دن گزار کر شام کو جب کہ ۲۸ر رمضان المبارک تھی مغرب سے پہلے یا مغرب کے بعد غازی پور میں چاند ہوا۔ لیکن قبلہ قاضی صاحب نے یہ تحریر دوشنبہ ۱۸ر جنوری کا دن گزار کر رات میں دو بجے لکھی جب کہ ۱۹ر جنوری شروع ہو چکی تھی۔ اگر واقعی ان کے یہاں اس وقت سے پہلے گزشتہ شام میں چاند ہونے کی شہادت شرعیہ گزر چکی تھی تو یہ رات ۲۹ر رمضان المبارک کی نہیں ہوئی بلکہ یکم شوال کی ہوئی اور اگر گزشتہ شام چاند نظر نہیں آیا تو اس رات کو ۳۰ر رمضان المبارک ہوئی نہ ۲۹ر رمضان المبارک پھر آگے شارح بخاری لکھتے ہیں: ہوش و حواس کا یہ عالم اور بیٹھے ہیں غازی پور کے منصب افتاء و قضا پر۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ہے: واتخذ الناس رؤوسا جہالا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے بغیر علم فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ بہر حال حضرت فقیہ اعظم شارح بخاری کی شان فقاہت بڑی عظیم تھی۔ اسی طرح دوسرے علوم و فنون میں یکتائے وقت اور کامل دسترس رکھتے تھے۔ کوئی بھی لاینحل مسئلہ آتا آپ اپنے ناخن عقل و تدبر سے گرہ کشائی فرما دیتے۔ ان کی کون کون سی خوبی شمار کی جائے وہ مجمع فضائل و کمالات تھے۔

آخر کار یہ آفتاب فضل و کمال ۶ر صفر ۱۴۲۱ھ بوقت صبح روپوش ہو گیا اور مسند افتاء و قضا سونی کر گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تحصیل علم دین اور تلاوت قرآن پاک کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جس نے کسی مومن کی دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی تکلیف دور فرمائے گا۔ اور جس نے کسی تنگی والے پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا۔ اور جس نے کسی کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص علم کی تلاش میں نکلا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور جب کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں تلاوت قرآن پاک اور اس کے درس کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اور خدا کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔ اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک والوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ اور جس کے عمل پیچھے رہ جائیں وہاں نسب سبقت نہیں کرتا۔ (مسلم)

جامعہ حضرت بلال بنگلور کی طرف سے شارح بخاری کی خدمت میں خراج عقیدت

صوبہ کرناٹک میں جامعہ حضرت بلال کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے جو قوم وملت کے نونہالوں کو زیور علم سے آراستہ کر رہا ہے۔ خیر و برکت اور اجر آخرت حاصل کرنے کے لئے آپ اپنا دست تعاون دراز کریں۔ اپنے صدقات و عطیات سے اس کی بھرپور مدد فرمائیں۔ ادارہ آپ کا شکر گزار ہوگا۔

رابطہ کا پتہ :-

مرکز اہلسنّت جامعہ حضرت بلال

نمبر ۱۱، ایچ بی کمپلیکس، بلال نگر، بنگلور، کرناٹک ۵۶۰۰۴۵

شارح بخاری! خدمت افتاء

مولانا مجیب الرحمن خان، گونڈوی

اس عالم ہستی کے وجود سے لے کر اب تک نہ جانے کتنی بار ستاروں کی بزم طرب میں ماہتاب رونق افروز ہو کر رخصت ہوا۔ بے شار انسانوں نے اس خاکدان گیتی پر جنم لیا اور اپنی مستعار زندگی کے لمحات گزار کر رخصت ہو گئے۔ اور ان کی یادیں لوگوں کے خواطر واذہان سے محو ہو گئیں لیکن اس عالم اسباب کو کچھ ایسے پاکیزہ نفوس نے زینت بخشی جنھوں نے اپنے بلند پایہ افکار و خیالات کی بناء پر علوم و فنون کی دنیا میں چار چاند لگا دیئے۔ اور مسلمانوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لے کر مذہب و ملت کی وہ عظیم خدمات انجام دیں جسے اسلامیان عالم فراموش نہ کر سکیں گے۔

ایسی عظیم شخصیات کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی، رحمۃ اللہ علیہ کی قدآور شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ اقران و معاصرین میں نہایت ممتاز اور فائق المرتبت تھے جس نہج سے بھی دیکھا جائے آپ کی شخصیت کا ایک انوکھا باب نظر آتا ہے۔ مگر آپ کی زندگی کا سب سے انوکھا باب اور نمایاں وصف آپ کی فقاہت ہے، جب کسی مسئلہ پر استدلال کرتے تو ایسا لگتا کہ دلائل کا ایک بحر ذخار ہے جس کی موجیں مخالف کو لاجواب اور مبہوت کر دیتیں، عقلی اور نقلی دونوں قسم کے ایسے مسکت دلائل پیش کرتے کہ حریف کو قبول کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہتا۔ نمونہ کے طور پر ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

مستفتی لکھتا ہے کہ وشنا سنکیت شاہجہانپور کے پندرہ اور اکیس مارچ ۱۹۹۹ء کے شماروں میں ایک مضمون بنام ''کیا سچ مچ اسلام جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت دیتا ہے؟'' از:- ایڈوکیٹ ایچ ایم سلمان ارشد شائع ہوا، جس کے چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کہا جاتا ہے کہ اسلام ماساہار (گوشت) کی اجازت دیتا ہے، کیا سچ مچ ایسا ہے؟ کیا پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا کے دوسرے مہاپرشوں (عظیم انسانوں) سے الگ ہٹ کر قدرتی نظام کو بگاڑنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

(۲) عید الاضحیٰ ایک ایسا تہوار ہے جس میں قربانی کرنا انیوارے (لازم) بتایا جاتا ہے، کیا سچ مچ ایسا ہی ہے؟ جس قرآن کے ذریعہ خدا ہمیں محبت، پیار، دیا، رحم دلی کا سندیش دیتا ہے اور ہر جاندار سے رحم و پیار سے پیش آنے کی تاکید کرتا ہے، کیا اس قرآن کے ذریعہ خدا ہمیں کسی جاندار کے قتل کی اجازت بھی دے سکتا ہے؟

(۳) قربانی خلیل کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد مضمون نگار لکھتا ہے، سوچنے کی بات ہے کہ جانوروں کو اس آدھار (بنیاد) پر قتل کر کے ہم کون سا امتحان دے رہے ہیں، جہاں اس واقعہ سے ہمیں دنیا کی محبت چھوڑنے اور آخرت کے عشق میں مشغول ہونے کا سبق لینا چاہئے۔ وہاں ہم جانوروں کا قتل کر کے کہیں اپنی آخرت کو بگاڑ تو نہیں رہے ہیں؟ ویسے بھی اسلام کسی بھی شکل میں خون کے استعمال کے خلاف ہے، یہ ایک سچائی ہے کہ گوشت سے خون کو پوری طرح الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نہیں چاہتا کہ ہم جانوروں کو قتل کریں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مضمون نگار کے لکھنے کے مطابق، کیا سچ مچ اسلام گوشت کھانے کی اجازت نہیں دیتا؟ کیا واقعتا خدا ہمیں کسی جاندار کے قتل کی اجازت نہیں دیتا؟ کیا واقعی قربانی جانوروں کا قتل ہے؟ کیا اسلام ہم کو اس کی اجازت نہیں دیتا؟

حضور شارح بخاری نے جب یہ استفتا پڑھا آپ کی غیرت ایمانی نے انگڑائی لی علم کا بحر ناپیدا کنار موجزن ہوا قلم برداشتہ یہ جواب تحریر فرمایا:

الجواب: ہمیں کسی شخص خاص سے بحث نہیں سوال میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان کا کہنے والا لکھنے والا کوئی بھی مسلمان نہیں اس لئے کہ اس نے قرآن مجید کی کثیر آیتوں کا انکار کیا اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ارشاد ہے **فاذبحوا بقرة** ایک گائے ذبح کرو۔ دوسری آیت میں فرمایا گیا **فکلوا مما أمسكن عليكم**، تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لئے رہنے دیں۔ اور فرمایا **فكلوا مما ذكر اسم الله عليه إن كنتم بأياته مومنين** تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا، اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔ اور فرمایا: **ومالكم ألّا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه** اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان جانوروں کو نہیں کھاتے جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، قربانی کے بارے میں صراحتاً فرمایا گیا ہے، **فصل لربك وانحر**، اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اور اس شخص نے ایک نہیں ہزار ہا ہزار احادیث صحیحہ کا انکار کیا اُس شخص نے جان بوجھ کر قرآن مجید کے ارشادات اور ہزار ہا ہزار احادیث کریمہ کی تصریحات کا انکار کیا۔ یہ کہنا اسلام گوشت کھانے کی اجازت نہیں دیتا آفتاب کو جھٹلانے کے برابر ہے اسلام **على رؤس الاشهاد** ڈنکے کی چوٹ پر حلال وطیب جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانے کی اجازت دیتا ہے اور اسے نظام قدرت کے خلاف سمجھنا جہالت ہے، اور نظام قدرت سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔

حضور شارح بخاری نقلی دلائل پیش کرنے کے بعد رخ قلم عقلی دلائل کی طرف موڑتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں ''مجھے وقت نہیں اور اب معذور بھی ہوں۔ ورنہ تفصیل سے لکھتا، مثال کے طور پر آپ صرف ایک تقابل ملاحظہ کریں۔ کتا حرام ہے اور ایک کتیا چار چار چھ چھ بچے دیتی ہے اسے کوئی نہیں کھاتا ان کے اعداد وشمار جمع کیجئے، دوسری طرف بکری حلال ہے اور صرف ہندوستان میں لاکھوں بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں جب کہ بکری زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے بہت کم ایسی بکریاں [illegible] جو تین بچے دیتی ہوں اس کے باوجود بکریوں کے اعداد وشمار جمع کیجئے تو کتوں سے سینکڑوں گناہ زیادہ ہیں ان بے عقلوں سے کوئی پوچھے یہ کیسا نظام قدرت ہے کہ جن جانوروں کو کوئی نہیں کھاتا جن کی مادہ بچے بھی زیادہ دیتی ہیں وہ تعداد میں چند ہیں لیکن جن جانوروں کو کھایا جاتا ہے، جن کی مادہ بچے نسبتاً کم دیتی ہیں ان کی تعداد گھٹتی نہیں اور قدرت کے غیر معلوم نظام کے مطابق ان کی کثیر سے کثیر تعداد موجود رہتی ہے۔ جانوروں کو ذبح کر کے کھانا ان پر ظلم نہیں رحم ہے، یقیناً ذبح میں تکلیف ہوتی ہے مگر وہ تکلیف چند سکنڈ کی ہے اگر جانوروں کو ذبح نہ کیا جائے چھوڑ دیا جائے تو وہ کس اذیت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کریں گے یہ سوچنے کی بات ہے کیا کھائیں گے بیمار ہو گئے تو کتنی تکلیف اُٹھائیں گے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے آنکھیں چلی گئیں تو ان کے لئے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ایک جگہ پڑے پڑے بھوکے پیاسے گھٹ گھٹ کر تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیں ان مسلسل تکلیفوں اور اذیتوں کے مقابلہ میں ذبح میں چند سکنڈ کی تکلیف کیا حیثیت رکھتی ہے، بخلاف انسان کے، انسان چونکہ سمجھدار ہے بولنے پر قادر ہے اس کا خاندان ہے کنبہ ہے علاج کے لئے ڈاکٹر ہیں دوا ہے معذور ہونے کے بعد خدمت کے لئے بیٹے، پوتے وغیرہ ہیں، غریب جانوروں کا کون پرسان حال ہے۔ میں نے خود ایک ایسی گائے کا حال دیکھا جس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے نہ اُٹھ سکتی تھی نہ چل پھر سکتی تھی اسے کتے نوچ رہے تھے، اور کتے ہٹ جائیں تو کوے اس کے زخم کو نوچیں۔ سوچئے! اس گائے کا کیا حال ہوگا جو گائیں دودھ دینے کے لائق نہیں رہتیں ان کو گئوشالاؤں سے بھی باہر نکال دیا جاتا ہے بلکہ بعض خفیہ رپورٹ کے مطابق سستے داموں پر گوشت خوروں کے ہاتھوں بیچ دیا جاتا ہے، پھر یہ کہنا کہ گوشت کھانا مہاپرشوں کا طریقہ نہیں غلط ہے ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ان کے صاحبزادگان سیدنا اسماعیل سیدنا اسحاق علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عالمی سطح کے مہاپرش ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی تعداد اس وقت پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہے، یہ سب لوگ گوشت کھاتے تھے، پھر یہ مضمون نگار اپنے [illegible] مہاپرشوں کو دیکھیں [illegible] کے نزدیک رام چندر اور لچھمن مہاپرش نہیں

تھے، کیا یہ لوگ گوشت نہیں کھاتے تھے؟ معاملہ ایک ایسی قوم سے ہے جو اپنے مذہب کے واضح درونِ خانہ کے انکشاف کو برداشت نہیں کر پاتی ورنہ میں ایسے ایسے راز کا انکشاف کرتا کہ بڑے بڑے ایڈوکیٹ صاحبان منہ تکتے رہ جاتے بہر حال یہ مضمون قرآن مجید کی صدہا آیات کے خلاف اور صدہا آیات کریمہ کی تکذیب ہے اس کے علاوہ دنیا کی تاریخ مہاپرشوں کے اصول زندگی اور اصول فطرت کے بھی خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ کی فقاہت کو دیکھ کر حضور سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ' نے حضرت صدر الشریعہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ تفقہ جس کا نام ہے وہ موجودہ علماء میں مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا'' اور اب میں کہتا ہوں کہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تفقہ جس کا نام ہے وہ ہمارے مفتی شریف الحق صاحب میں زیادہ پایئے گا۔

آپ کی جلیل القدر خدمات کی بنیاد پر آپ کو میڈل واعزاز سے نوازا گیا خصوصاً آپ کی تصنیف ''نزہۃ القاری شرح بخاری'' کی تکمیل پر عوام وخواص اہلسنت نے اپنے اپنے طور پر خوب مبارکبادیاں پیش فرمائیں۔ فرحت وشادمانی کے اظہار میں رضا اکیڈمی ممبئی نے ایک نیاباب قائم کیا، آپ کو جشن شارح بخاری کے موقع پر بمقام مستان تالاب مدن پورہ ممبئی میں چاندی سے تولا۔ آفریں ہے اس مردِ حق آگاہ پر جس نے ملت بیضاء کا سرفخر سے اونچا کر دیا اور جاتے جاتے زہد وتقویٰ کی ایک لاثانی مثال قائم کرتا گیا۔ چاندی کے دو حصے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کو اور ایک حصہ رضا اکیڈمی کو عنایت کر دیا، تاریخ میں شارح بخاری کا یہ ایثار انشاء اللہ ہمیشہ تازہ وتابندہ رہے گا۔

دعا ہے کہ خداوند قدوس اپنے اس ولی، حبیب خدا کے عاشق صادق، نائب مفتی اعظم ہند کے فیض میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ اور کشت سنیت پر ان کے فیضان کرم کا بادل ہمیشہ جھوم جھوم کر برستا رہے۔ (آمین)

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

پانچواں باب

شارح بخاری! علم وفضل

شارح بخاری!

آفتاب علم وعرفان

مفتی محمد مجیب الاسلام نسیم اعظمی جامعہ شمسیہ تیغیہ۔ بھدوہی۔ یوپی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث نقل فرمائی العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة علم دین ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ علم ہی ایک ایسا جوہر اور زیور ہے جس سے انسانیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے تہذیب وتمدن کا پیکر بن کر انسانیت معاشرہ کا ایک کامیاب فرد بنتی ہے اور اعلیٰ مقام حاصل کرسکتی ہے۔ جہالت تاریکی ہے ترقی کی راہیں اس کے سامنے مسدود ہوتی ہیں، بھٹکتا پھرے گا مگر نشان منزل سے ہرگز آشنا نہ ہوگا۔ سماج میں وہ اپنی پہچان نہ بنا سکے گا۔ اگر علم سے بے بہرہ ہوگا تو فرائض و واجبات کی ادائیگی سے سبکدوش نہ ہوسکے گا۔ ممکن ہے راہ حق سے بھٹک کر قعر ضلالت میں گرے۔ مدارس اسلامیہ کا قیام اسی پاکیزہ مقصد کے لئے ہوتا ہے۔

پہلے مدارس دینیہ بہت کم تعداد میں تھے مگر ان کا حسن کارکردگی یا ان کا جذبۂ دینی ان کا مقدس مسلک، معاشرہ کو اسلامی معاشرہ میں تبدیل کرنا، اپنے اخلاق حسنہ سے دوسروں کے اخلاق کو سنوارنا تھا۔ اب مدارس ومکاتب کی کثرت کے باوجود جرائم کی رفتار ترقی پذیر ہے۔ اخلاقی اقدار رخصت ہورہے ہیں۔ مدرسین میں وہ جذبات دینی نہیں طلبہ میں ذوق تعلیم نہیں، عوام راہ حق سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

مگر خدا کا شکر ہے کہ ابھی علماء حقانی موجود ہیں جن میں جذبہ اخلاص کارفرما ہے چمن ملت کی آبیاری میں خون پسینہ ایک کئے ہوئے ہیں وہ صحیح معنی میں اخلاص کے پیکر ہیں اور دین وملت کو زندگی بخشے ہوئے ہیں انہیں میں عصر موجود کی عبقری شخصیت شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کی ذات تھی جو ماضی قریب میں آغوش [illegible] میں چلے گئے جن کی علمی عبقریت وقابلیت وخدا ترسی، تقویٰ، پرہیزگاری آپ اپنی مثال تھی جب تک باحیات تھے چمن سنیت کی آبیاری کرتے رہے کبھی ذاتی مفاد یا زر پرستی کا تصور بھی نہ کیا ہزاروں فتاویٰ ان کی زندگی کی پاکیزہ یادگار ہیں۔

سالہا سال میرا ان کا ساتھ رہا میں نے ان کو بڑے قریب سے دیکھا۔ دارالعلوم اشرفیہ میں میرا ان کا ساتھ رہا۔ اس وقت آپ کو صوفی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جب صوفی کی آواز کانوں میں آئی ذہن کا رجحان علامہ ہی کی طرف جاتا تھا۔ پھر دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں برسوں ساتھ رہا ہم دونوں تدریس و افتا پر مامور تھے۔ آخر میں تدریس کا کام ان سے لے لیا گیا اس لئے کہ استفتاء کی ڈاک کی کثرت تھی ان کا تقرر صرف دارالافتاء میں کردیا گیا مگر میں اخیر تک تدریس وافتا دونوں خدمات انجام دیتا رہا۔ ہم لوگ دن میں سوالوں کے جوابات لکھتے پھر بعد عشاء آبروئے سنیت سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے اور لکھے ہوئے جوابات پیش کرتے۔ حضرت اصلاح فرماتے پھر سپرد ڈاک ہوتے اکثر وبیشتر ڈھائی بجے رات تک خدمت میں رہ کر اصلاح لیتے۔

علامہ مفتی شریف الحق صاحب تو بڑے اہم بظاہر لاینحل سوالات کے جوابات مختصر وقت میں تیار کرلیتے۔ وہاں بھی ان کے تقویٰ وثبات دینی کا وہی حال رہا۔ ریاء وسمعہ سے ان کی زندگی بالکل پاک تھی ہر فن میں ان کو دسترس تھی مگر ان کا خاص ذوق ذوق فقہی تھا۔ بریلی شریف کے بعد اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے اور ہزاروں فتوے لکھے۔ لاینحل مسائل کو آسانی سے حل فرماتے رہے اپنے فیصلہ پر وہ عزم محکم رکھتے تھے۔ کبھی نکتہ چینیاں بھی ہوئیں مگر وہ اپنے موقف پر جبل شامخ بنے رہے۔

[illegible] ان میں تھی بڑے خاطر نواز، اپنے

اخلاق کریمانہ سے مہمان کا دل جیت لیتے تھے۔ مہمان کے لئے اپنا قیمتی وقت بھی صرف کرتے تھے۔

بہت سی تصنیفات کے ذریعہ بھی انہوں نے اپنا ایک مقام بنالیا قوم میں بڑی مقبولیت حاصل رہی مگر سب میں لائق افتخار ذریعۂ شہرت ان کی اخیر تصنیف شرح بخاری ہے۔ جس کے اعزاز میں بمبئی میں آپ کو چاندی سے تولا گیا۔ مگر ان کا جذبۂ ایثار ملاحظہ کریں کہ ایک ثلث رضا اکیڈمی کی خدمت میں اور دو ثلث دار تربیت اشرفیہ کی خدمت میں پیش کردیا۔ پھر مارہرہ مطہرہ میں معتمد علماء کرام کی مجلس میں بالاتفاق آپ کو فقیہ اعظم کے خطاب سے نوازا گیا۔ شرح بخاری کی دو جلدوں کا حرف بحرف میں نے مطالعہ کیا اس میں ان کے قلم کی روانی اور مشکل مسائل پر سیر حاصل بحث باب اور متن میں مطابقت کی کوشش بلیغ پھر اپنی تحقیقات اور بظاہر احناف کے خلاف احادیث کو مضبوط دلائل کے ساتھ احناف کے مسلک کے مطابق کرنا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں حدیث بالکل احناف کے موافق ہے اہل علم کو دعوت دیتا ہوں کہ ضرور مطالعہ فرمائیں اور حضرت مفتی صاحب کے درجات کی بلندی کی دعا فرمائیں۔

بعض وہابی شارحین کی حجامت بھی بنائی ہے جنھوں نے اپنی عبقریت کا لوہا منوانے کے لئے امام بخاری علیہ الرحمہ پر اعتراض کی بوچھار کر ڈالی۔ حضرت مفتی صاحب نے بہترین تعاقب کیا ان کی تجہیل کرکے ان کی قابلیت کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ شارح بخاری نے ان کی عظمت کو چار چاند لگادیا۔

وہ علم وعرفان کا آفتاب تھا جو غروب ہوگیا ان کے حادثۂ ارتحال سے علمی دنیا میں ایک عظیم خلاء پیدا ہوگیا اس انحطاطی دور میں امید کم ہے کہ اس شان کا مفتی دنیا پیدا کرے۔ الحمد للہ ایک وقت کی نماز قضا نہ ہوئی فجر کی نماز اطمینان سے ادا کی پھر جاں آفریں کو اپنی جان سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولائے کریم پسماندگان کو صبر جمیل و اجر جزیل سے نوازے۔ شاہزادگان ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

❀❀❀

شارح بخاری! عظیم دینی وعلمی شخصیت

مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی
مدرسہ انوار الاسلام
قصبہ سکندر پور ضلع
بستی۔ یوپی

مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

شارح بخاری، فقیہ عصر، نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اعظمی مدظلہ العالی بے پناہ علم و فضل اور خداداد عالمانہ وفقیہانہ محاسن وکمالات کے مالک ہیں اسی کے تعلق سے وہ بین الاقوامی شہرت ومقبولیت کا ایک نمایاں وممتاز اور قابل فخر مقام ومرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔ جن کی مثالی وتاریخی دینی خدمات اور علمی کارناموں کو ان کی حیات ہی میں وقت کے جلیل القدر اور مسلم الثبوت علماء اور فقہاء نے کھلے لفظوں میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اور ان کی ہمہ جہت شخصیت اور آفاق گیر حیثیت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے ۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

حضرت مفتی صاحب کا مولد ومسکن ضلع اعظم گڑھ (مئو) کا مشہور قصبہ گھوسی ہے۔ یہیں پر آپ کی ولادت ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں ہوئی آپ کے والد صاحب کا نام عبدالصمد ہے۔ قصبہ گھوسی ایک مردم خیز وعلمی وتاریخی قصبہ ہے۔ جس کی سرزمین پر علم وفن اور فضل وکمال کے ایک سے ایک تاجدار و گوہر آبدار جلوہ گر ہوئے جنہوں نے ظلم و جہالت اور کفر و ضلالت کے تاریک ووحشت ناک ماحول کو امن وامان علم ویقین اور عشق وعرفان کا گہوارہ بنا دیا۔ جس کی نورانی شعائیں اور شعور وآگہی سے معمور صدائیں صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں رہ گئیں بلکہ بیرونی ممالک کی فضاؤں میں بھی گونجنے لگیں۔ ؂

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

فقیہان عصر و مفتیان وقت کے امام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضرت علامہ مفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق علمی و روحانی درسگاہ کے فیض یافتہ مصنف بہار شریعت فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی حکیم امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت کے وطن مالوف ہونے کا اعزاز وشرف اسی قصبہ گھوسی کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ میدان تدریس، علم وادب اور تقریر وخطابت کے شہسوار شیخ العلماء حضرت علامہ الحاج غلام جیلانی صاحب قبلہ اعظمی، حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب قبلہ اعظمی، سلطان الواعظین حضرت علامہ الحاج مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی، حضرت علامہ الحاج عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری، فخر القراء حضرت علامہ قاری محمد عثمان صاحب اعظمی وغیرہم علیہم الرحمہ اسی مشہور ومعروف قصبہ میں پیدا ہوئے جن کے تبحر علمی، عالمانہ فضل وکمال۔ فقہی بصیرتوں اور زبان وقلم کی عظمتوں کا پرچم آج بھی تمام اسلامی دیار وامصار پر لہرا رہا ہے۔ ان اکابر اور تاریخ ساز عظیم ومقتدر شخصیتوں کے ساتھ ان علماء، ارباب علم و دانش اور اہل قلم کی ایک بھاری تعداد اور زبردست کارواں اسی قصبے سے نکل کر ملک وبیرون ملک میں قرآن وسنت کی تعلیمات، حق وصداقت کا پیغام اور مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت کا نمایاں کارنامہ انجام دیتے ہوئے اپنی منزل کی طرف مردان خدا کے اس عزم وعمل کا پیکر بن کر رواں دواں ہے۔ ؂

میں کہاں رکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے
مجھ کو جانا ہے بہت آگے حد پرواز سے

شارح بخاری نائب مفتی اعظم نے ابتدائی تعلیم ناظرہ وقرآن شریف اپنے وطن ہی میں حاصل کی یہیں پر مشہور کتاب گلستاں بوستاں کا درس مکمل کرنے کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اب اس کیلئے درسگاہ کی تلاش وجستجو میں رہے۔ آخر کار جلد ہی، جویندہ یابندہ کے بمصداق تکمیل آرزو کی نورانی کرنیں نگاہوں میں جگمگانے لگیں اس کامیابی کی خبر سنتے ہی حضرت صدر الشریعہ کی سرپرستی میں دس شوال المکرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں مدرسہ لطیفیہ مصباح العلوم پرانی بستی

مبارک پور میں حصول تعلیم کے لئے پہونچ گئے!

اور استاذ گرامی جلالۃ العلم حضرت علامہ الحاج عبد العزیز صاحب قبلہ مراد آبادی علیہ الرحمہ کی درسگاہ میں تحصیل علوم وفنون میں مصروف ہوگئے۔ اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی اور حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب اعظمی سے اکتساب علم کیا پھر مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں حضرت علامہ الحاج مولانا سردار احمد صاحب گورداس پوری (محدث اعظم پاکستان) کی درسگاہ میں صحاح ستہ کا مکمل درس لے کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور پندرہ شعبان ۱۳۶۲ھ میں درس نظامیہ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ حضرت صدر الافاضل مفتی اعظم ہند نوری بریلوی نے اپنے بابرکت ونورانی ہاتھوں سے دیگر متعدد مایۂ ناز وبلند پایہ علمائے کرام ومشائخ عظام کے ساتھ آپ کو دستار فضیلت وسند تکمیل سے نوازا۔ انہیں مقدس وارباب علم وبصیرت اساتذہ کے علمی وروحانی فیض وکرم نوازی کا اثر ہے کہ حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علم وفضل اور فن وکمال میں اپنے تمام معاصرین علماء، فقہاء، اساتذہ، خطباء، مصنفین اور اہل قلم کے درمیان ممتاز ونمایاں نظر آتے ہیں۔ اور اہل علم کی ہر محفل میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ (ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ)

رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسٓ اختر صاحب مصباحی اعظمی مدیر اعلیٰ ماہنامہ "کنز الایمان" دہلی نے شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند فقیہ عصر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی اعظمی دامت فیوضہم کی عظیم ونادر روزگار شخصیت، ان کی زبردست دینی وملی خدمات اور اخلاق وکردار کی خوبیوں سے اہل سنت وجماعت کے ہر طبقے کو روشناس کرانے کی غرض سے "شارح بخاری" کے نام سے ایک جامع اور معلوماتی کتاب تحریر کی ہے جس میں انہوں نے نہایت سلیقے سے موصوف کی باکمال شخصیت کے ہر گوشے کو اجاگر کرنے کی کامیاب وبھرپور کوشش کی ہے۔ یعنی حضرت مفتی صاحب کے دور طالب علمی سے لے کر آج تک کے تمام واقعات وحقائق نہایت دلنشیں واثر آفریں انداز میں پیش کیے ہیں۔ کتاب شارح بخاری دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی ضلع مئو (یوپی) سے رابطہ قائم کرکے حاصل کی جاسکتی ہے!

فقیہ الہند شارح بخاری مدظلہ العالی کی دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں:
نزہۃ القاری، اشرف السیر، مقالات شارح بخاری، اسلام اور چاند کا سفر، اثبات ایصال ثواب، فتنوں کی سرزمین کون؟ امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر، منصفانہ جائزہ، تحقیقات۔ اذان خطبہ کہاں ہو؟ تقلید برمحل ان تمام تصنیفات میں بخاری شریف کی شرح نزہۃ القاری حضرت مفتی صاحب کی ایسی بیش بہا علمی وقلمی شاہکار تصنیف ہے۔ جس کے ذریں صفحات کی ہر ہر سطر ہر ایک جملہ بلکہ لفظ لفظ اور حرف حرف میں حقائق ومعارف کا سمندر موجزن نظر آتا ہے۔ اس نادر روزگار تصنیف پر ارباب علم وقلم واصحاب فکر ودانش نے دلی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا اور اسے سرمایہ افتخار قرار دیا ہے۔ آپ کا یہ علمی کارنامہ اس قدر وقیع اور معیاری ہے۔ جس کے نقوش صبح قیامت تک زندہ وتابندہ رہیں گے اور اس سے پوری امت مسلمہ کا ہر طبقہ ہمیشہ استفادہ کرتا رہے گا! ع

ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند

اشرف السیر بھی نائب مفتی اعظم مدظلہ العالی کی سیرت نبوی کے موضوع پر بہت ہی دلنواز، روح پرور اور بصیرت افروز تصنیف ہے جو عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جذبات میں ڈوب کر معتمد ومستند روایتوں اور حوالوں کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ اس میں زبان وبیان کا لب ولہجہ اس قدر دلکش ومؤثر اختیار کیا گیا ہے کہ قارئین وناظرین کے دلوں پر وجد وسرور کی ایک عجیب لذت بخش کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اور وہ اس کے مطالعہ کے وقت خود کو بارگاہ رسالت کے قریب محسوس کرنے لگتے ہیں اور اسی کے ساتھ ہی سرور دو عالم نور مجسم فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے وہ جاں بخش لمحات وفردوس بکف مناظر جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے گوشے گوشے میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ذہن وتصور کے پردوں پر نمودار ہوجاتے ہیں۔ اس وقت بے ساختہ زبان پر یہ نغمہ جاری ہوجاتا ہے۔ ؎

اے حسن تخیل تری پرواز کے صدقے
بیٹھا ہوں یہاں گنبد خضریٰ پہ نظر ہے

رحمت عالم فخر آدم وبنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول

شریف کی صبح صادق کے وقت خاکدانِ گیتی پر جلوہ بار ہوئے اس کا بیان وتذکرہ دیگر بہت سے مصنفین، اہل قلم اور سیرت نگاروں نے اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے کیا ہے۔ لیکن شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے اس کی منظر کشی اپنی کتاب ''اشرف السیر'' کے صفحہ ۹۸ پر جس والہانہ انداز و عاشقانہ نگارش میں فرمائی ہے وہ بلاشبہ انہیں کا مخصوص حصہ ہے۔ الفاظ و عبارات کیا ہیں گویا حقائق و معارف کے آبدار موتی اور خزینہ رحمت کے درخشاں لعل و گہر ہیں جس کی حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ کوئی سلطان ہفت کشور بھی نہیں کرسکتا۔ کتاب اشرف السیر میں حضور آقائے نامدار مدنی تاجدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت کے تذکرۂ جمیل کے لئے جن خوبصورت و پر معنی الفاظ وکلمات کا انتخاب کیا گیا ہے اس کو ملاحظہ فرما کر قارئین بھی روحانی مسرت وشادمانی سے جھوم اٹھتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

''آج بہار خلد وادیٔ تہامہ میں اتر آئی ہے۔ آسمان اپنی انجمن کے ساتھ دولت سرائے آمنہ پر جھکا آرہا ہے۔ ماہتاب وسط آسمان پر کھڑا فضائے بسیط پر اپنی نقرئی چاندنی تانے ہوئے ہے۔ آفتاب بڑی تیزی سے افق مکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبریل امین ملائے اعلیٰ کے نورانی انفاس کی فوج در فوج جلو میں لے کر دست بستہ کاشانۂ عبداللہ پر کھڑے ہیں کارکنان قضا وقدر چشم براہ ہیں۔ ملکۂ مصر آسیہ، کنواری بتول مریم حوران بہشت کے ساتھ حاضر ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ۔ ازل کا آئینۂ جمال وکمال، قادر کل کا مظہر ذات وصفات، رب العٰلمین کا خلیفۂ اعظم، خالق کونین کا نائب اکبر، خزائن السمٰوات والارض کا مالک، نعمائے الٰہیہ کا قاسم، ملکوت وملک کا تاجدار، بحر وبر کا مختار، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، دعائے خلیل، تمنائے کلیم، بشارت مسیح، جگر گوشہ عبداللہ، نوردیدۂ آمنہ، رونق افزائے عالم شہود ہونے والا ہے''

اسی خوبصورت رنگ وانداز میں پوری کتاب تاریخ وتحقیق اور عشق وعقیدت کے حسین وجمیل سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ جو صوری اور معنوی ہر اعتبار سے اہل ذوق مسلمانوں کے لئے نشاط روح کا سامان اور اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے

سیرت مصطفےٰ مشعل راہ ہے
ہر قدم ہر نفس ہر نظر کے لئے

اسی طرح آپ کی دیگر کتب وتصانیف بھی اپنے موضوع کا حق ادا کررہی ہے اور اس کے عنوان کے ہر گوشے ہر زاویہ کا احاطہ کرنے میں کامیاب تسلیم کی گئی ہیں۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی جو بھی تصنیف ہے وہ دلائل و براہین سے مزین وآراستہ ہوتی ہے۔ آپ کتابوں میں جو بھی واقعہ درج فرماتے ہیں اس کے آخر میں مأخذ کا نام ضرور دیتے ہیں دیگر عام مصنفین کی طرح صرف لفظوں پر زور نہیں دیتے بلکہ مسلمہ حقیقت پیش کرتے ہیں یہی التزام آپ کے تمام مضامین ومقالات اور فتووں میں بھی پایا جاتا ہے۔

تحریر کی طرح حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی تقریر و خطابت بھی شروع سے آخر تک مدلل ہوتی ہے۔ حضرت ممدوح غیر مستند واقعات ونامعتبر روایات سے تقریر کو آلودہ نہیں کرتے اور نہ زبردستی اسے دلچسپ بنانے کی کوشش کرتے ہیں یہی سبب ہے کہ آپ کا بیان سامعین کے دلوں میں اتر جاتا ہے۔

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یوں تو حضرت مفتی صاحب کی ہر تقریر میں قادرالکلامی اور حقیقت بیانی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ قرآن پاک کی مشہور آیۂ کریمہ ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' کے تحت حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت تامہ وکاملہ کے موضوع پر آپ کی ایک تقریر بہت ہی جامع، موثر اور معلوماتی ہوتی ہے۔ جو تقریر و خطابت کی دنیا میں نہایت شہرت ومقبولیت کی حامل ہے۔ اس تقریر میں حضرت مفتی صاحب اپنے خداداد تبحر علمی، وسعت مطالعہ اور فلسفیانہ ذہن وفکر سے وہ علمی نکات پیدا کئے ہیں کہ سننے والے سن کر جھوم جھوم اٹھتے ہیں اور سارے مجمع میں داد وتحسین کی صدائیں اور پُر جوش نعروں کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔ فقیہ عصر حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی،

ایک صاحب طرز خطیب کی حیثیت سے نہایت ذمہ داری کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد ربانی کے مطابق سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں تو "اِذْ ثَبَتَ الشَّیُٔ ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ" (یعنی کوئی چیز جب ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے لازمی اوصاف کے ساتھ ثابت ہوتی ہے)

اس کلیہ کے تحت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ سارے عالم میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، غیب داں ہیں ہر مخلوق کے احوال سے ہر وقت باخبر ہیں سب کی دلی تمنا اور اس کی شخصی ضرورت آپ پر ظاہر ہے۔ حضور ہر چیز کے مالک ہیں ہر شی پر قادر ہیں ہر چیز کی ملکیت تامہ آپ کو حاصل ہے جس کو جو چاہیں اور جب چاہیں عطا فرما سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان مذکورہ لوازم کو حضرت مفتی صاحب اس قدر آسان اور سلیس انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ اس کا ایک ایک لفظ دل پر نقش ہو جاتا ہے۔ راقم السطور نے بھی حضرت مفتی صاحب کی یہ تقریر دل پذیر بارہا ان کی زبان حقیقت بیان سے سنی ہے۔ اور اب بھی اس تقریر کے خاص خاص حصے ذہن میں محفوظ ہیں!

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں صدر مفتی کے معزز و مؤقر عہدے پر فائز ہونے سے پہلے بچھڑوا، گونڈہ، بریلی شریف، بلرام پور، اور جلال پور کی مشہور عربی درسگاہوں میں تشنگان علوم و فنون کو سیراب فرمایا اور زبان و قلم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور قوم و ملت کی اصلاح و تنظیم کے لئے شاندار اور نمایاں کام انجام دے چکے ہیں۔ جلال پور سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تشریف لائے تو مستقل طور پر یہیں اقامت پذیر ہو گئے۔ پھر کہیں دوسرے دارالعلوم یا کسی ادارہ کی ملازمت قبول نہیں فرمائی۔ اس وقت سے لے کر اب تک اسی مرکزی بین الاقوامی شہرت کی حامل عربی یونیورسٹی میں شب و روز فتویٰ نویسی تصنیف و تالیف اور علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف و مشغول ہیں اس مصروفیت کے علاوہ آپ ملک کے گوشے گوشے میں منعقد ہونے والی دینی و تعلیمی کانفرنسوں اور دینی اجلاسوں میں بھی شرکت فرماتے ہیں اور جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے ہیں اپنے زبردست عالمانہ فضل و کمال کے گہرے نقوش چھوڑ کے آتے ہیں۔

جہاں جہاں جدھر جدھر وہ ذات معتبر گئی
تجلیات علم سے وہ سر زمین بھر گئی!

استاذ گرامی قدر جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت الحاج الشاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی درسگاہ کے تعلق سے حضرت مفتی صاحب راقم السطور کے استاذ بھائی ہیں لیکن میں ان کو اپنا بزرگ تصور کرتا ہوں اور اسی کے مطابق ان کا ادب، احترام بھی کرتا ہوں نیز ان کی تصانیف و مضامین اور فتاویٰ سے استفادہ کر کے فخر و مسرت محسوس کرتا ہوں۔ رب کریم بطفیل نبی رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کا ظل عاطفت تمام اہل سنت و جماعت پر مکمل صحت و سلامتی کے ساتھ عرصہ دراز تک قائم و دائم رکھے ان کے زبان و قلم سے دین و ملت کی تعمیر و تنظیم اور اصلاح و ہدایت کا سلسلہ اسی طرح ہمیشہ آب و تاب کے ساتھ جاری رہے۔ ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے اجلاس ۱۳۵۹ھ میں حضرت صدر الشریعہ مبارکپور تشریف لائے، اسی موقع پر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی درخواست پیش کی حضرت نے آپ کو بیعت و ارادت سے سرفراز فرما کر سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ میں داخل فرمالیا۔ مخدوم اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند نوری بریلوی نے حضرت مفتی صاحب کی علمی خدمات، بے پناہ دینی جذبات، مسلک اہل سنت کا محافظ و مبلغ اور تدریس و افتاء میں آپ کی مہارت تامہ اور بصیرت کاملہ کو دیکھ کر ۲ا/ رمضان شریف ۱۳۸۱ھ میں پچیس سلاسل قرآن و حدیث اور سلاسل طریقت کی تحریری اجازت کے ساتھ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ پھر ۱۳۹۳ھ میں حضور مفتی اعظم ہند نے طریقت کے ان سلسلوں کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ جن کا تذکرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی کتاب "الاجازات المتینه" میں فرمایا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد براؤں شریف کے اجلاس میں حضور مفتی اعظم نے آپ کو حدیث مسلسل بالضیافت و مسلسل بالمصافحہ کی

خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔ شارح بخاری کو احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن حیدر صاحب قبلہ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ نے عرس قاسمی ۱۴۰۹ھ میں اپنے خاندان کے تمام سلاسل کی اجازت بخشی اور اس کے ساتھ ہی آپ کی دستار بندی بھی فرمائی۔ شوال ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں جب کہ حضرت صدر الشریعہ دوسری بار زیارت حرمین شریفین کے سفر پر جارہے تھے شاہ گنج ریلوے اسٹیشن پر حضرت مفتی صاحب کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت عنایت فرمائی۔

ان تمام اجازتوں اور خلافتوں سے مشرف و سرفراز ہونے کے باوجود حضرت شارح بخاری مدظلہ العالی نے بہت کم عقیدت مندوں کو اپنے حلقہ بیعت وارادت میں شامل فرمایا اسی سبب سے آپ کے خلفاء کی تعداد بھی مختصر ومحدود ہے۔

لیکن آپ کے جتنے مریدین اور خلفاء ہیں سبھی آپ کے علمی محاسن وکمالات کے مظہر وآئینہ دار بن کر آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل علامہ یٰسٓ اختر مصباحی کی کتاب "شارح بخاری" کے صفحہ ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مضمون زیادہ تفصیلات کا متحمل نہیں) شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں صاحب کچھوچھوی اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا صاحب بریلوی جو اپنے دور کے اکابر علماء ومشائخ میں سے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کو ان حضرات کا بھی خصوصی روحانی فیضان حاصل تھا۔ حضرت مفتی صاحب اپنے ایک مضمون میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

"ہمارے یہاں کے سارے اہل سنت شیخ المشائخ تاج الاصفیاء حضرت مولانا وسیدنا الشاہ علی حسین صاحب اشرفی قدس سرہ کے مرید تھے۔ والدین بھی انہیں کے مرید تھے۔ میں چھوٹا تھا۔ پورے طور پر شعور بھی بیدار نہیں تھا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ اس دن ہمارے گھر بہت اچھے اچھے کھانے پکے تھے۔ جن میں سے فرنی مجھے اب بھی یاد ہے۔ اور اشرفی میاں قدس سرہ اس وقت کیا لباس پہنے ہوئے تھے؟ ان کا کیا حلیہ مبارکہ تھا؟ صرف اتنا یاد ہے کہ چمڑے کا موزہ پہنے ہوئے تھے اس کے بعد حضرت کئی بار گھوسی تشریف لائے ہر بار والد صاحب مجھے ان کی خدمت میں لے آتے دعا کے لئے عرض کرتے حضرت نے بارہا میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور دعائیں دی ہیں۔ ان دعاؤں کی برکتیں میں آج بھی محسوس کرتا ہوں حلیہ جمال کا ہر نقش ونگار میرے دل ودماغ پر ثبت ہے سبحان اللہ وہ نورانی دلکش چہرہ جس پر فردوس کی بہاریں قربان ایک بار اجمیر مقدس کی شاہ جہانی مسجد کے منبر پر تشریف رکھ کر چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے جس کا اثر یہ ہوا کہ مسجد کے سارے حاضرین مرید ہوگئے۔ حضرت کے رومال میں عمامہ باندھا گیا پھر اس عمامہ میں متعدد عمامے باندھے گئے۔ حاضرین علماء رؤسا امرا بھی تھے اسی موقع پر حافظ ملت کے تمام رفقائے درس بھی مرید ہوئے تھے۔ خود میرے دل میں حضرت کی بہت محبت وعظمت تھی جب گھوسی تشریف لاتے اپنا پڑھنا لکھنا چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا" (اقتباس از صدر الشریعہ نمبر صفحہ ۵۹-۵۸ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ شمارہ اکتوبر ونومبر ۱۹۹۵ء)

شارح بخاری کے کثیر تلامذہ اندرون ملک ہی نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی پھیلے ہوئے ہیں اور ہر مشہور اسلامی اداروں وعربی درسگاہوں میں ممتاز و بلند منصب پر فائز ہوکر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اس کے ساتھ ہی بلند اخلاق وکردار پیش کر کے اساتذۂ کرام کی عزت وعظمت میں اضافہ کررہے ہیں اور مادر تعلیم کی شہرت ومقبولیت میں چار چاند لگا کر اپنی سعادت مندی ووفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔

پیغمبر اسلام محبوب رب الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے ہر امتی کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں خانہ کعبہ کی زیارت اپنے سر کی آنکھوں سے کرے اور اس کے ساتھ ہی مناسک حج بھی ادا کرے اور وہاں کے مقامات مقدسہ کے دیدار کے شرف وسعادت سے بہرہ ور ہو اور اپنے آقا ومولیٰ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فردوس بکف و رشک جنت روضہ پاک کی زیارت سے مشرف ہوکر خلد بریں کے لازوال وسرمدی انعام واکرام اور حضور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا حقدار ہوجائے۔ عام طور پر دیکھا اور محسوس کیا جاتا ہے کہ جو مسلمان اپنی خوش نصیبی و فیروز بختی سے ایک بار

حرمین طیبین کا دیدار کر چکا ہے اسے اس دیار پاک میں حاضر ہونے کی پھر آرزو ہوتی ہے۔ اور دل ہی دل میں اس طرح التجا کرتا رہتا ہے کہ ع

خدارا ایں کرم بار دگر کن

اور جو وہاں اب تک نہیں جاسکا ہے وہ بارگاہ الٰہی میں چشم اشک بار و دل بے قرار کے ساتھ اس طرح دعا کرتا رہتا ہے کہ ۔

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تری رحمت برستی ہے

ظاہر ہے کہ شارح بخاری جیسے جلیل القدر عالم و فقیہ کے دل میں بھی حج و زیارت کے ارمان مچلتے رہتے ہوں گے۔ اس کے ساتھ روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حاضری کی تمنائیں تڑپ رہی ہوں گی اسی کیفیت میں حضرت مفتی صاحب جب کسی کاروان مدینہ کو دیکھتے تھے تو بے قرار ہو جاتے تھے ۔

کام آخر جذبہ بے اختیار آ ہی گیا
دل کسی صورت سے تڑپا ان کو پیار آ ہی گیا

ہجر مدینہ تصور روضۂ رسول اور یاد مصطفےٰ میں دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دعائیں باب اجابت تک پہنچ گئیں اور بارگاہ رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذن حاضری کا جان بخش پیغام آہی گیا اور امام المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب اور ان کے علوم و معارف کے وارث حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اعظمی مدظلہ العالی نے ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۵ء میں پہلا سفر حج و زیارت کیا اس سفر میں الحاج جناب ابراہیم احمد صاحب برکاتی جانشین سید العلماء سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب برکاتی مارہروی، مولانا خلیل احمد صاحب پٹھان ماہم شریف بمبئی، مولانا قاری تراب علی صاحب رضوی خطیب مینارہ مسجد ممبئی ہوائی جہاز میں آپ کے ہم سفر تھے۔

شارح بخاری نے دوسرا حج ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں، ایک عمرہ کرنے کا شرف ۱۹۹۶ء میں حاصل کیا اور دوسرا عمرہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق جنوری ۱۹۹۸ء میں دوسرے سفر حج سے قبل کر چکے ہیں۔

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار امتی سے اور نائب و وارث کو دارین کی نعمتوں، سعادتوں، رحمتوں اور عظمتوں سے مالا مال فرمایا

تیرے کرم سے شاہ دیں کونسی شئی ملی نہیں
جھولی ہی اپنی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

فقیہ عصر، شارح بخاری دامت فیوضہم کی ہمہ جہت و آفاق گیر شخصیت کی عالمانہ عظمت، فقیہانہ بصیرت اور قومی و ملی خدمات کے ہر پہلو کا حصر و احاطہ کرنے کے لئے راقم السطور کے قلم کو کامل ادراک و شعور میسر نہیں اس اعتراف کے ساتھ تحریری شکل میں حقائق و واقعات پر مشتمل جو تاثرات پیش کئے گئے ہیں۔ وہ محض نذر و عقیدت و خراج محبت کی چند جھلکیاں ہیں خدا کرے حضرت ممدوح شارح بخاری کی نظر میں انہیں شرف قبولیت کی سند حاصل ہو جائے ۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ شرف قبول
پھول کچھ ہم نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی و سرگرم کارکن ناشر تعلیمات اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نقیب اہلسنت الحاج جناب محمد سعید صاحب نوری زید مجدہم اور ان کے فعال و حساس رفقاء کار لائق صد تحسین و مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس دور ناشناسی میں حضرت شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اعظمی مدظلہ العالی صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) کی بلند پایہ، مایۂ ناز و شاہکار تصنیف ''نزہۃ القاری'' کا شاندار خیر مقدم کرتے ہوئے عروس البلاد ممبئی میں اعزازی جشن کا اہتمام کر کے علم نوازی اور علماء دوستی کا بہترین ثبوت دیا ہے۔

''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے ارکان و ارباب حل و عقد بالخصوص شیدائے اعلیٰ حضرت عالی جناب الحاج محمد سعید صاحب نوری اس سے پہلے بھی متعدد بار جماعت اہل سنت کے مشہور ارباب علم و دانش کے دینی و علمی کارناموں پر اعزازی ایوارڈ پیش کر چکے ہیں اور آئندہ بھی انشاء المولیٰ العزیز اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ راقم الحروف دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ اس تبلیغی و اشاعتی ادارہ کو مزید ترقی و کامیابی کی منزلوں سے ہمیشہ ہم کنار فرمائے اور اس کی تمام دینی، قومی، تبلیغی و اشاعتی سعی و کوشش کو قبول و مقبول فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ و صحبہ اجمعین الی یوم الدین۔

●●●

شارح بخاری! جہانِ علم و فضل

مولانا محمد عارف اللہ المصباحی
استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو۔ یوپی

شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ علمائے صالحین کے اس مقدس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو ہمہ وقت خشیت الٰہی سے لرزہ براندام رہتے ہیں، جن کے سروں پر وراثتِ انبیاء کا تاج زریں رکھا گیا، جن کی مغفرت کے لئے فرشتگانِ ارض و سما اور کروبیان قدس ہمہ دم مصروف دعا رہتے ہیں۔ جن کے خامۂ حق نگار کی روشنائی شہداء اسلام کے لہو سے وزن کی جائے گی اور وہ خونِ شہداء پر بھاری ثابت ہوگی جنہیں امت محمدیہ کے عبادت گزاروں پر ایسی فضیلت و برتری حاصل ہے جیسی مہہ شب چہاردہم کو سیارگان فلک پر فضیلت حاصل ہے، جو قیامت میں بارگاہِ رب جلیل میں سیہ کارانِ امت مصطفوی کی شفاعت کریں گے، جنہیں روز حساب و جزا بے عذاب و سزا پروانۂ مغفرت عطا فرما دیا جائے گا، جو اپنے دور کے ایسے چراغ علم و معرفت ہوتے ہیں جس سے نہ صرف ان کے معاصرین اپنے ظلمت کدۂ باطن کو علم و عرفان کی ضیائے سرمدی سے روشن و تابناک کرتے ہیں بلکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے اپنے نہاں خانۂ دل کو تاباں و درخشاں بناتی ہیں، جو اپنے اوپر فخر کریں تو بجا، جو اپنے زریں کارناموں پر ناز کریں تو درست۔ اور جو ہمیشہ لوگوں کے اذہان، تاریخ کے اوراق اور اخبارات و رسائل کے صفحات میں زندہ اور نقشِ دوام کی طرح ثبت رہتے ہیں۔

ما الفخر الا لأهل العلم انهم
علی الهدیٰ لمن استهدی أدلاء
ففز بعلم تعش حیا به ابدا
الناس موتیٰ و اهل العلم أحیاء

ولادت و تعلیم

حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک مشہور تاریخی قصبہ گھوسی میں سریر آرائے بزم عالم ہوئے۔ محلہ باغیچہ گھوسی کے ایک مکتب میں آپ نے ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ گلستاں بوستاں صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کے برادر اوسط حکیم احمد علی صاحب مرحوم سے پڑھا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی سرپرستی و نگرانی میں باقاعدہ مروجہ دینی تعلیم کا آغاز کرنے کے لئے مدرسہ لطیفیہ مصباح العلوم محلہ پرانی بستی میں داخل ہوئے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شبانہ روز کدو کاوش کے نتیجہ میں۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے آجانے کی وجہ سے۔ جب مدرسہ کی عمارت اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی تو گولہ بازار مبارک پور میں نسبۃً زیادہ وسیع اور کشادہ زمین حاصل کر کے ایک بڑے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ نام دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قرار پایا۔ اس کی پُرشکوہ عمارت کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد تمام طلبہ کو یہاں منتقل کر دیا گیا۔ یہیں حضرت شارح بخاری نے صدرا، حمد اللہ، ھدایہ اور ترمذی شریف تک پڑھا۔ شوق علم آپ کو کشاں کشاں حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ میں لے آیا۔ یہاں آپ نے حضرت موصوف سے حاشیۂ عبد الغفور اور شمس بازغہ وغیرہ اور حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ سے خیالی اور قاضی مبارک وغیرہ کا درس لیا۔ میرٹھ سے آپ مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف پہنچے اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ محدث اعظم پاکستان سے صحاح ستہ حرفاً حرفاً پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی اور ۱۵؍ شعبان ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں صدر الشریعہ، صدر الافاضل، مفتی اعظم ہند اور دیگر کئی جلیل القدر علماء و مشائخ اہل سنت کے مقدس ہاتھوں آپ کے فرق اقدس پر دستار فضیلت کا تاج زرنگار رکھا گیا۔ اسی مبارک و مسعود موقع پر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کو مدرسہ کی سند عام کے علاوہ اپنی

سند خاص سے بھی نوازا۔

حلیہ اور کچھ ذاتی اوصاف

گندم گوں، پر ہیبت اور قدرے کتابی چہرہ، روشن وکشادہ پیشانی، معتدل قد وقامت، متوسط بدن، بڑے خوش اخلاق، متواضع، خندہ رو، فراخ دل، کشادہ دست، دینی غیرت وحمیت سے لبریز، جفاکش اور صبرو قناعت کے دھنی تھے۔ مہمانوں کی ضیافت اور خاطر تواضع میں کوشاں رہتے، وہ اپنے وقت کے بیحد پابند تھے، کبھی اپنے مفاد کے لئے ناراض نہ ہوتے؟ نادار طلبہ کی مالی امداد فرماتے، غربا کی حاجت روائی اور دستگیری کرتے، انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں اور دوسرے اذکار ووظائف پڑھتے، عشق الٰہی ومحبت رسالت پناہی ان کے رگ وپے میں رچی بسی تھی، امام احمد رضا اور دوسرے بزرگان دین واساطین علمائے اہل سنت سے بیحد عقیدت ومحبت رکھتے۔ خصوصیت سے امام احمد رضا کا نام انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لیتے اور ان کے شاندار تجدیدی کارناموں کو بڑے والہانہ انداز میں بیان کرتے۔

یوں تو حضرت مفتی صاحب قبلہ کو تمام علوم وفنون متداولہ میں رسوخ تام حاصل تھا۔ مگر خصوصیت سے۔ علوم قرآن، حدیث، فقہ وافتا اور ردومناظرہ میں ان کا پایہ بیحد بلند تھا۔ اس ضمن میں ان کی خدمات ہمہ گیر بھی ہیں اور ہمہ جہت بھی۔ ذیل میں ہم صرف چند خدمات کا اجمالی ذکر پیش کرتے ہیں۔

تدریسی خدمات

اسلامی فلسفہ تعلیم وتدریس کے اپنے مخصوص آداب واخلاقیات ہیں جن کی پابندی اسلامیات کے ایک معلم کے لئے نہایت ضروری ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور وگرانمایہ تصنیف احیاء علوم الدین (جلد اول) میں ان آداب کو بڑی جامعیت، اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:

(۱) معلم، متعلم پر شفیق ومہربان ہو اور اس سے اپنے بیٹوں جیسا سلوک کرے۔ جیسا کہ معلم انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: انما أنا لکم مثل الوالد لولدہ

(۲) صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم [illegible] اخروی کے لئے کوشاں اور کسی صلہ وشکریہ

ہوئے صرف رضائے خداوندی اور قرب الٰہی کی طلب میں دولت علم تقسیم کرے علمی فائدہ رسانی پر اجرت، صلہ اور شکریہ مقصود نہ ہو۔

(۳) طالب علم کی نصیحت وخیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔

(۴) طالب علم کو برے اخلاق وعادات سے باز رکھنے میں کوشاں رہے۔

(۵) معلم اگر کسی علم سے لزومی طور پر وابستہ ہو تو وہ طالب علم سے دوسرے علوم کی برائی بیان نہ کرے۔

(۶) طالب علم کے سامنے وہی باتیں پیش کرے جن تک اس کے فہم کی رسائی ہو ایسی باتیں بیان کرنے سے گریز کرے جن تک پہنچنے سے اس کی عقل قاصر ہو۔

(۷) معلم، متعلم کے سامنے اس کے لائق روشن اور واضح بات پیش کرے اور اس سے یہ نہ کہے کہ یہاں اس کے علاوہ ایک دقیق نکتہ بھی ہے جسے وہ بیان نہیں کر رہا ہے، کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں اس امر سے اس کی دلچسپی ختم ہوجائے گی، وہ پراگندگی، قلب کا شکار ہوجائے گا اور معلم کے تئیں اس کے دل میں علمی بخل کا وہم پیدا ہوگا۔

(۸) معلم اپنے علم پر کار بند ہو ایسا نہ ہو کہ اس کا فعل اس کے قول کی تکذیب کرے اس لئے کہ ایک معلم مرشد اور رشد وہدایت کے طالب متعلم کی مثال بالکل نقش اور مٹی یا سایہ اور لکڑی کی طرح ہوتی ہے۔ اگر گیلی مٹی پر کوئی ایسی چیز دبائی جائے جس میں نقش نہ ہو تو اس مٹی پر کوئی نقش نہ ابھرے گا اور اگر لکڑی کج ہو تو اس کا سایہ بھی کج ہی ہوگا سیدھا نہ ہوگا۔

لاتنہ عن خلق وتاتی مثلہ
عار علیک اذا فعلت عظیم

اگر ہم حضرت والا کی پوری تدریسی زندگی کا جائزہ لیں تو وہ ان آداب واخلاقیات کی حسین وجمیل عملی تفسیر نظر آئے گی۔

وہ تاحیات اپنے علمی خوشہ چینوں پر انتہائی شفیق ومہربان رہے، ان

سے بے نیاز اپنے خوانِ علم سے طلبہ کی خالی کشکول بھرتے رہے، ان کے بے حد خیر خواہ، ان کی دینی کردار سازی اور اسلامی ذہن سازی کے لئے ساعی، انہیں برے اخلاق وعادات کے ثمرات بد سے آگاہ کرتے، شریعت کی خلاف ورزی پر حسب موقع سخت رویہ اختیار کرتے۔ ان کے مدارک ذہنی وعلمی کا پاس ولحاظ رکھتے۔ علم وادب کی ہر نیک اور مفید شاخ کی قدر وقیمت ان کے دلوں میں جاگزیں کرتے۔ طلبہ کے اوپر اپنی علمی دھاک قائم کرنے سے گریزاں اور اپنے علم پر پوری طرح عامل وکار بند تھے۔ اس طرح انہوں نے پوری جگر کاوی وعرق ریزی کے ساتھ تقریباً ۳۵ سال تک ہزاروں تشنہ کامانِ علم کو اپنے علم کے سرچشمہ صافی سے سیراب وشاد کام کیا، ہر علم وفن کی دقیق ترین کتابوں کے پیچیدہ مسائل کو اپنے ناخن فہم وذکا سے حل کر کے اپنے شاگردوں کے ذہنوں میں نقش فرمایا اور علم وعمل کے ہتھیار سے مسلح علماء کی ایسی کھیپ تیار کی جو آج رزم گاہ حق وباطل میں پرچم حق کو سر بلند کئے ہوئے ہے۔

تحریری خدمات:

تدریس وافتا کے فرائض انجام دینے کے ساتھ انہوں نے قرطاس وقلم کا ہفت خواں بھی بڑی کامیابی کے ساتھ طے کیا۔ بہت سے وقیع وگرانقدر مضامین ومقالات تحریر فرما کر ملک کے معیاری جرائد ورسائل میں شائع کرائے اور عوام وخواص سے دادِ تحسین وآفریں حاصل کی۔

- اپنی حیات مستعار کے دورِ آخری میں احادیث رسول پر مشتمل صحیح ترین کتاب بخاری شریف کی ایک جامع اور مفید شرح "نزھة القاری" تحریر فرمائی جو ۹ رجلدوں پر محیط ہے۔ اس کی بعض نمایاں خصوصیات کچھ اس طرح ہیں:

(۱) ایسا اکثر ہوتا ہے کہ بخاری میں ایک ہی حدیث مختلف ہم معنی الفاظ اور اسناد وطرق کی تکرار کے ساتھ کئی جگہوں پر مذکور ہوتی ہے۔ اختصار کے پیش نظر اپنی صوابدید کے مطابق صرف ایک جگہ اس کا ذکر کیا ہے اور حدیث کے مختلف الفاظ کو بھی وہیں یکجا کر دیا ہے۔

(۲) تکرار حدیث سے بچنے کے لئے ابواب کے ذکر سے مکمل احتراز کیا گیا ہے مگر اہم ابواب پر شرح میں مکمل کلام موجود ہے۔ اور ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا وہ ایک عنوان "احکام مستخرجہ" قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔

(۳) جس صحابی سے حدیث مروی ہے اس کے حالات بالالتزام ذکر کئے گئے ہیں، کہیں کہیں بعض تابعین کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

(۴) ہر حدیث پر نمبر لگا کر اس کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک عنوان بھی قائم کیا گیا ہے۔

(۵) حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ کے کس کس باب میں وارد ہے۔ جب کہ امام عینی صرف یہ بتاتے ہیں کہ حدیث کس کس کتاب میں وارد ہے اس سے حدیث کی تلاش میں کچھ آسانی تو ضرور ہو جاتی ہے مگر دشواری بہر حال برقرار رہتی ہے۔

جلد اوّل کے شروع میں ایک بڑا علمی، تحقیقی، سوانحی اور متنوع معلومات سے بھرپور تفصیلی "مقدمہ" بھی ہے جس سے فن حدیث میں حضرت کی بے مثل مہارت، دقت نظر، تبحر کامل اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔ اس میں انہوں نے حدیث کی اہمیت وحجیت، عہد رسالت، عہد صحابہ اور عہد تابعین وتبع تابعین میں کتابت حدیث، صحیح بخاری کی صحت وقوت کے اعتبار سے حدیث کی تمام کتابوں پر فوقیت، امام بخاری کے حالات، غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات، صحابہ سے سماع حدیث، ترانوے مشائخ حدیث سے تحصیل حدیث، فقہ کی حقیقت وغیرہ پچاسوں سرخیوں کے تحت معلومات وتحقیقات کا ایک عظیم وگرانمایہ ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔

اس شرح میں احادیث کا سلیس اور مطلب خیز اُردو ترجمہ، ان کی مختصر مگر جامع تشریحات، استدلالات ائمہ مجتہدین، تائید مذہب حنفی، متعارض احادیث کے درمیان تطبیق، مذاہب باطلہ کی تردید، شارحین بخاری کے تسامحات، پر تعقبات، توحید ورسالت اور دیگر اعتقادی مسائل کی ایمان افروز توضیحات اور نادر تحقیقات وتدقیقات سب کچھ سمودی گئی ہیں۔

- سیرت نبوی کا موضوع بڑا اہم موضوع ہے، اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، نام ونسب، ازدواجی عائلی زندگی، فضائل وشمائل، عبادات ومعاملات اور غزوات

وسراپا وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے گویا سیرت نبوی خاتم انبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حیات پاک کا ایک سدا بہار گلدستہ ہے۔

اسی لئے یورپین مستشرقین نے استعمار پسند مغربی طاقتوں کی شہ پران کے سامراجی اغراض ومقاصد کی تکمیل اور پیغمبر اسلام سے مسلمانان عالم کے جذباتی تعلق کو سبوتاژ کرنے کے لئے سیرت رسول ہی کو سب سے زیادہ ہدف تنقید وملامت بنایا اور بے سروپا اعتراضات سے مسلمانوں کے اذہان میں سیرت کے تئیں شکوک وشبہات کی تخم ریزی کی۔ جب کچھ نام نہاد مسلم سیرت نگاروں نے جو مغرب کی جدید علمی، فکری اور صنعتی پیش رفت سے پوری طرح مرعوب تھے، مستشرقین کی علمی خیانتوں کا پردہ چاک کرنے کی بجائے ذخیرۂ سیرت کے اکثر حصہ کو ہی ناقابل اعتبار واستناد ٹھہرانا شروع کر دیا اور اس طرح انہوں نے ان کے اعتراضات کی واقعیت کو تسلیم کرلیا اور جوابات سے اپنے عجز ودرماندگی کا اعلان کر دیا تو اس حرکت بے جا پر حضرت مفتی صاحب قبلہ کو یارائے ضبط نہ رہا اور انہوں نے چار جلدوں پر مشتمل ایک تحقیقی کتاب "اشرف السیر" لکھنے کا عزم فرمایا تھا اور اس کی پہلی جلد کا نصف اوّل طبع ہو چکا مگر بعد میں یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اس کے اندر انہوں نے مستشرقین کے لغو اور بے ہودہ اعتراضات کا مسکت اور دنداں شکن جواب دیا ہے اور مغرب کی شوخ وشنگ تہذیب سے مرعوب سیرت نگاروں کی علمی پس ماندگی بلکہ بے مائیگی کا پردہ خوب خوب چاک کیا ہے۔

- فقہ وافتا کے میدان میں وہ بے نظیر مہارت کے حامل تھے وسعت مطالعہ، ژرف نگہی، استحضار جزئیات، تیقظ ذہن وفکر اور گوناگوں اسالیب زبان وبیان کے درمیان فرق وتمیز کی صلاحیت ان کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ وہ طبقات مسائل معتبر ومستند کتب وفقہ وفتاویٰ، طبقات فقہا اور ان کے درجات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ وہ راجح ومرجوع اور قوی وضعیف اقوال سے واقف تھے۔ وہ کوئی شرعی فتوی دینے میں جلد بازی کے قائل نہ تھے بلکہ پورے تدبر اور غور وفکر کے بعد اسلامی نقطۂ نظر کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ فتوی نویسی کے تمام آداب وشرائط کے جامع تھے۔ انہوں نے تق[illegible]

میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ان کے فتاوی تقریباً ہر شعبہ حیات کو محیط ہیں، انہوں نے بہت سے جدید پیش آمدہ مسائل کے جوابات بھی شریعت اسلامی کی روشنی میں بڑی وضاحت اور جامعیت وقطعیت کے ساتھ دیئے ہیں جن میں میدان فقہ وافتاء میں ان کی جولانی فکر اور کمال تبحر کا پتہ چلتا ہے۔

- بھارت پر انگریزوں کے غاصبانہ تسلط کے بعد ان کی سرپرستی میں ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنے اور ذات رسالت مآب اور اولیائے کرام وعلمائے اسلام سے اس کی عقیدت ومحبت اور دین فطرت سے اس کے گہرے لگاؤ کو ملیامیٹ کرنے کے لئے کئی ایک فرقے وجود میں آئے، جن میں "وہابیت" اپنے مضمرات وثمرات کے اعتبار سے سب سے زیادہ خطرناک اور ملت اسلامیہ کے ایمان وعقیدہ کے لئے سب سے زیادہ تباہ کن تھی اس کے زعما بظاہر پکے سچے مسلمان تھے مگر درحقیقت وہ انسان نما بھیڑیئے تھے جو مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کو غارت کرڈالنا چاہتے تھے۔ ان کی کتابوں اور تحریروں کی روشنی میں ان کا جو مکروہ اور گھناؤنا چہرہ سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ دین کا نام لے کر مسلمانوں کو بے دین اور انہیں ان کے عقیدۂ اسلام سے برگشتہ وبے تعلق کر دینا چاہتے تھے۔

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنہا
فکیف اذا الرعاۃ لہا ذئاب

حضرت مفتی صاحب نے دوسرے مذاہب وفرق باطلہ کا رد کرنے کے ساتھ "وہابیت" کی تردید وبیخ کنی کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور احقاق مذہب اہل سنت میں اپنی پوری ذہنی وعلمی توانائیاں صرف کردیں اور باطل فرقوں کے خود ساختہ عقائد ومسلمات کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے۔ ان کا قلم برق بار جب خرمن باطل کی طرف رخ کرتا ہے تو دم زدن میں اسے جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ ان کے خامہ حق رقم سے اس سلسلہ میں کئی وقیع، لاجواب اور بیش بہا کتب ورسائل نکلے۔

- ۱۹۷۱ء میں جب دو امریکی خلابازوں نے انسانی تاریخ میں سب [illegible] قدم رکھا تو اس خبر سے پوری دنیا میں تہلکہ مچ

گیا۔ بھارت کے دینی حلقوں میں یہ بحث چھڑی کہ اسلامی زاویہ نگاہ سے چاند تک انسان کی رسائی ممکن ہے یا نہیں اس بابت علماء کرام دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے ایک طبقہ چاند پر انسانی رسائی کو ناممکن اور خلا بازوں کے دعوؤں کو لغو اور بے بنیاد قرار دے رہا تھا تو دوسرا طبقہ اسے ممکن اور خلا بازوں کے دعوؤں کو صحیح تسلیم کر رہا تھا۔ دونوں حلقوں کی طرف سے اپنے اپنے موقف کی تائید و اثبات میں متعدد رسائل وجود میں آئے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ایک نہایت معرکۃ الآراء تحقیقی کتاب ''اسلام اور چاند کا سفر'' تحریر فرمائی جس نے اس بحث کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور اس کے ذریعہ انہوں نے ثابت کر دکھایا کہ چاند پر انسانی رسائی نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ کسی طرح قرآن وحدیث سے مزاحم نہیں۔

- بہت سے علماء مطلقاً ''سیاست'' کو ایک شجر ممنوع خیال کرتے اور اس سے تعلق کو مزاج شریعت کے سراسر منافی تصور کرتے ہیں، حالانکہ جس طرح بہت ساری چیزیں اپنے اندر مفید اور مضر یا صحیح اور فاسد پہلو رکھتی ہیں اسی طرح ''سیاست'' کے بھی دو پہلو ہیں، ایک وہ ''سیاست'' جس کی بنیاد اسلامی اصولوں پر استوار ہو اور دوسری موجودہ دور کی بے اصول سیاست۔

اسلامی سیاست میں دین داری، خدا ترسی، اصول پسندی، حق گوئی، بے باکی، راست بازی، معدلت گستری، رفاہ عام، امیر و غریب، کمزور و توانا اور حاکم و رعایا کے درمیان مساوات، حقوق انسانی کے احترام، محدود آزادی، پاس قانون اور تعمیری و متوازن فکر ونظر کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ موجودہ ''سیاست'' کو اس کے علم برداروں نے ہی اپنے ذاتی مفادات و ترجیحات کے حصول کا ذریعہ بنالیا ہے۔ دھوکہ وفریب، عیاری ومکاری، بے رحمی کے ساتھ نظریاتی مخالف کی سرکوبی، ہر طرح کی جنسی وفکری آزادی و بے راہ روی، خدا ناترسی، عدم مساوات، قانون کی خلاف ورزی، قوم پرستی، وطن پرستی، نسلی امتیاز وتفوق اور دوسری بہت سی انسانیت سوز اور تباہ کن تحریکات موجودہ دور کی سیاست کے اہم اجزا [illegible]

حضرت مفتی صاحب قبلہ اسلامی سیاست سے پوری طرح آگاہ اور اس پر سختی سے کاربند تھے، انہوں نے نازک اور مشکل گھڑیوں میں مسلمانان ہند کی سیاسی رہنمائی فرمائی۔ ۱۹۴۶ء کے دور رستاخیز میں انہوں نے پچیس سال کی عمر میں ایک کتاب ''اشک رواں'' لکھی۔ اس کا نام ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رچی جانے والی سازشوں، سیاسی پارٹیوں کی تباہ کن اور مضرت رساں کوششوں پر ان کے اضطراب، مسلمانوں کے تئیں بے انتہا ہمدردی اور صحیح رہنمائی کے لئے ان کی بے تابی و بے قراری کا مظہر ہے۔ اس زمانے میں پورے بھارت میں دو پارٹیاں سرگرم عمل تھیں۔ ایک مسلم لیگ، دوسری کانگریس، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے دونوں پارٹیوں کے اسلام ومسلمان دشمن اقدامات اور ان کے مسموم ومضر ارادوں کا پردہ چاک کیا، ان کے ضرر رساں اثرات اور تباہ کن نتائج وعواقب سے اسلامیان ہند کو آگاہ کیا اور مستقبل میں مرتب ہونے والے ان خطرات ومضرات سے متنبہ کیا جو کسی قوم کے مذہبی تشخص کو ملیامیٹ کر ڈالنے کے لئے کافی ہوتے ہیں، کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد سے اب تک ۵۲ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران اس کے سارے مندرجات ایک ایک کر کے صحیح ثابت ہوتے گئے جن سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی دور اندیشی مستقبل شناسی اور سیاسی فراست کا پتہ چلتا ہے۔

تقریری خدمات

کسی بھی جماعت وقوم کی اصلاح وذہن سازی میں تقریر وتبلیغ کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ اگر مقرر اپنے سامعین کے مدارک ذہن وفکر کی رعایت کرتے ہوئے سہل، مؤثر اور پرکشش انداز میں اپنی بات پیش کرے تو وہ براہ راست اس کے اثرات قبول کرتے اور اس کی باتوں کو اپنے دل کی نہاں خانوں میں جگہ دیتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مفتی صاحب قبلہ عام مقررین وخطبا کی شعلہ بار وسبک رفتار تقاریر سے ہٹ کر سادہ ودل آویز انداز میں دلائل وبراہین کی جامعیت وہمہ گیری کے ساتھ اپنی باتیں اپنے سامعین کے گوش گزار کرتے جس کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوتے اور مذہب اہل سنت [illegible] ایقان مزید راسخ ومستحکم ہو جاتا، کیوں کہ

یہاں بھاری بھرکم الفاظ کی بازی گری نہیں بلکہ "از دل خیز و بر دل ریز" کی تاثیر ہوتی۔ انہوں نے ملک کے طول و عرض میں تقریری دورے کئے ان کی تقریر قرآن وحدیث، ارشادات صحابہ وعلماء اور اقوال مشائخ سے مزین ہوتیں۔ وہ مذہب اہل سنت کی حقانیت، مسلک امام احمد رضا کی صداقت اور تمام نام نہاد و نوخیز اسلامی فرقوں کے باطل عقائد ونظریات کی تردید وبیخ کنی کی طرف خصوصی توجہ دیتے۔ وہ تقریر کو کسب معاش اور حصول شہرت کا ذریعہ بنا لینے والے ان مقرروں کے زمرہ میں شامل نہ تھے جو لوگوں کے سامنے اسلامی موضوعات پر دھواں دھار تقریریں کرتے اور مسلمانوں کی بے عملی اور دین سے دوری پر مگرمچھ کے آنسو تو بہاتے ہیں مگر خود بے عملی کے خوگر ہیں۔ جو دوسروں کو اپنے افعال وکردار کا محاسبہ کرنے کی تلقین تو کرتے ہیں مگر خود کبھی اس پہلو پر غور نہیں کرتے اور جو لوگوں کو دنیا سے بے تعلق ہونے کی نصیحت تو کرتے ہیں مگر خود دنیا اور اس کی نیرنگیوں میں کھوئے ہیں۔

مختصر لفظوں میں تقریری پروگراموں میں شرکت سے ان کا مقصد احقاق حق اور ابطال باطل کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ انہوں نے تبلیغ دین حق کے لئے ایشیاء اور افریقہ کے کئی ممالک کے دورے بھی کئے۔

مناظراتی خدمات

وہابیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت، وغیرہ درجنوں فرقوں کی یہی کوشش رہی ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت کی اعتقادی وفقہی بنیادوں کو نیست ونابود کر کے ان کے اندر اپنے مخرب ایمان اعتقادی ونظریاتی نظام کو پیوست کر دیں، اور صحیح العقیدہ مسلمانان عالم کو ان کے متوارث نظام عقائد سے منحرف کر دیں۔ ان کی ایمان شکن مساعی کا توڑ تقریر وتحریر کے ساتھ "مناظرہ" کے ذریعہ زیادہ مؤثر انداز میں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے حضرت شارح بخاری، نے "میدان مناظرہ" میں بھی دشمنان اہل سنت کا ناطقہ بند کرنے اور عقائد اہل سنت کے اثبات واحقاق کے لئے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔ معقولات ومنقولات میں رسوخ، اسلامی وعربی علوم، پر عبور، مخالفین کے عقائد ونظریات اور تاریخ واحوال زمانہ سے آگہی، حریف کی شاطرانہ چالوں سے باخبری، اس کی کمزوریوں سے واقفیت، تحقیقی والزامی جواب، حملہ ودفاع کے لئے بروقت فیصلہ اور استحضار وحفظ ان کا وہ طرۂ امتیاز تھا جس نے ہمیشہ انہیں باطل پرستوں کے سامنے سرخرو رکھا اور حریف کو ذلت ناک ہزیمت سے دوچار کیا، انہوں نے بہت سے مناظروں میں سرگرم حصہ لیا اور اہل سنت کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت وصیانت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔

آہ صد آہ! گلستان اہل سنت کا یہ گل سرسبد اور علم وفن کا یہ کوہ ہمالہ ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء کو ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔

اذا مات العالم بكاه الحوت في الماء والطير في السماء ويفقد وجهه ولاينسى ذكره (الحديث)

وماكان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

مآخذ:- احیاء علوم الدین، (امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ)
معارف شارح بخاری، شارح بخاری
آداب الافتاء

شارح بخاری! دینی و علمی تعاقب

مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی
استاذ دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی
ضلع بستی، یوپی

شارح بخاری کی علمی خدمات میں علم

حدیث اور فقہ و افتاء کے بعد تردید و ابطال کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، آپ نے دور حاضر کے ہر باطل مذہب و تحریک اور ہر اسلام مخالف عقیدہ و نظریئے کا تعاقب و احتساب اور رد و ابطال، تحریر و تقریر کے ذریعہ کیا ہے۔ ایمان و عشق کے تقاضے سے آپ کو اس سے غیر معمولی شغف رہا، حق تو یہ ہے کہ آپ اپنے عہد میں اس میدان کے شہسواروں کی اگلی صف میں بہتوں سے آگے نظر آتے ہیں۔

تعاقبات کی کثرت

آپ کی تمام تصنیفات باطل اور باطل پرستوں کے احتساب اور متوارث مسلمہ اسلامی عقائد و نظریات اور اعمال و افعال کے خلاف نئی عمارت کھڑی کرنے والوں کے تعاقبات سے بھری پڑی ہیں، اگر ان تعاقبات کو جمع کیا جائے تو ایک عظیم و ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی،

تعاقبات کی نوعیت

کچھ تعاقبات خالص تحقیقی و علمی ہیں اور کچھ فکری و نظریاتی، اکثر کا تعلق مذہبی و فکری حریفوں کے دینی و فکری انحراف و کجروی اور شرعی و علمی اور تاریخی خیانتوں سے ہے اور بعض تعاقبات دیگر اہل علم و فضل کی ذاتی علمی تحقیقات و ارشادات، تعریضات و اعتراضات اور تسامحات سے متعلق ہیں۔

تعاقبات کی زد

آپ نے جن فرقوں کا تعاقب و احتساب اور رد و ابطال فرمایا ہے ان میں روافض، خوارج، معتزلہ، قادیانی، غیر مقلد، دیوبندی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مذکورہ بالا فرقوں کی درج ذیل شخصیات، آپ کے تعاقب کی زد میں آئی ہیں۔

''ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، ابن عبدالوہاب نجدی، اسماعیل دہلوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، میاں نذیر حسین دہلوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی، انور شاہ کشمیری، احمد رضا بجنوری، محمود الحسن دیوبندی، حسین احمد مدنی، مولانا فخر الدین، قاری طیب، مرتضیٰ حسن دربھنگوی، شبلی نعمانی اور قادیانیت کا بانی مرزا، غلام احمد قادیانی وغیرہم''۔

تعاقب کا انداز

آپ نے ان فکری حریفوں کی غلطیوں اور خیانتوں کا بھرپور سنجیدہ علمی و استدلالی محاسبہ فرمایا ہے، پھر کامل علمی انداز و اسلوب میں رد و ابطال کر کے حق و صواب واضح فرمایا ہے،

آپ ذہانت و تدبر اور حاضر دماغی کے ساتھ علم و فن کے ضروری اسلحوں سے لیس ہو کر مخالف کی چال کا سنجیدگی سے جائزہ لیتے ہیں۔ اور ہر پہلو پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ پھر تعاقب فرماتے ہیں اور مخالف کو چوطرفہ گھیر کر ایسی مضبوط گرفت میں لیتے ہیں کہ مخالف کی لاکھ کوشش کے بعد بھی آپ کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی۔

چار مشہور اساطین دیوبندیت کی کفری عبارتوں پر آپ کا تعاقب اور گرفت اس دعویٰ کی واضح دلیل ہے تفصیل کے لئے ''منصفانہ جائزہ'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

آپ اپنی پاسداری دین، شان الوہیت، ناموس رسالت اور بزرگوں کی عظمت کے سوال پر شعلۂ جوالہ بن جاتے ہیں۔ مگر خوبی یہ ہے کہ جوش میں ہوش نہیں کھوتے، آپ نے کبھی بھی خدا اور رسول، اسلام و

سنیت اور بزرگان دین کی توہین وتنقیص برداشت نہیں کی ہے۔ بلکہ ایسے مواقع پر فوراً علمی اسلحے سے مسلح ہو کر پاسداری دین کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور گستاخوں کو انجام تک پہونچا دیتے ہیں۔

ماضی قریب میں کویت پر عراقی حملے اور اس کے نتیجے میں عراق پر امریکی اتحادیوں کی یلغار کے موقع پر مئو کے ایک غیر معروف غیر مقلد نے جب صدام حسین کی مخالفت کی آڑ میں اپنی ایک کتاب میں حضور علیہ السلام، حضرت امام اعظم، اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہم وغیرہم کی ذات کو تنقید و توہین کا نشانہ بنایا تو شارح بخاری کا جذبۂ ایمانی اسے برداشت نہ کرسکا، اور اس کے رد میں ''فتنوں کی سرزمین کون؟'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی، کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں۔

''اس آویزش کو بہانہ بنا کر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تلامذہ پر نیز سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تبرا بازی کی گئی ہے۔ تو بحیثیت حنفی اور قادری ہونے کے ہمارے لئے یہ نا قابل برداشت ہے۔ اس لئے ہم پر ضروری ہے کہ احادیث کریمہ کی روشنی میں جو بات صحیح ہے اسے ہم واضح کردیں (صفحہ ۹)''۔

منکرین ایصال ثواب کا تعاقب

عقیدۂ ایصال ثواب کا انکار زمانہ سابق کے دو گمراہ فرقوں خوارج ومعتزلہ نے کیا تھا اور دور حاضر کے غیر مقلدین اور کچھ دیو بندی بھی جواز ایصال ثواب کے منکر ہیں، یہ لوگ اپنے دعوائے انکار کی دلیل میں سورۂ نجم کی آیت ''وان لیس للانسان الا ماسعیٰ''۔ ''انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا'' کو پیش کرتے ہیں۔ منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں حصر ہے اور ہر حصر کے دو جز ہوتے ہیں ایک مثبت اور دوسرا منفی، یہاں مثبت پہلو یہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال حسنہ کی جزا ملے گی، منفی پہلو یہ ہے کہ دوسرے کے اعمال کی جزا کسی دوسرے کو نہیں ملے گی، ایصال ثواب میں یہی ہوتا ہے کہ کوئی عمل کرکے اس کا ثواب دوسرے کو ہبہ کردیتا ہے، جب ایک کا عمل دوسرے کے لئے نفع بخش نہیں تو ایصال ثواب لغو بے کار ہے۔

شارح بخاری اس آیت [illegible]

گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس پر خادم کے مندرجہ ذیل معروضات ہیں، اگر اس آیت کے اور اس کے ہم معنی بعض دوسری آیتوں کے یہی معنی مراد لئے جائیں جو ایصال ثواب کے منکرین لیتے ہیں تو یہ قرآن کریم کی ایک نہیں بیسیوں آیات سے متعارض ہوجائے گی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مان لیا گیا کہ انسان کا عمل دوسرے انسان کے لئے مفید نہیں تو یہ لازم کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لئے دعائے مغفرت کرنا بے سود اور لغو ہے اس لئے کہ دعائے مغفرت بھی دوسرے کا عمل ہے، حالانکہ قرآن کریم میں اس کا حکم دیا گیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا۔

''واستغفر لھم اللہ (سورۂ نور) اور ان کے لئے اللہ سے معافی چاہیں۔

کیا اللہ عزوجل نے ایک لغو اور بے کار کام کا حکم دیا وہ بھی اپنے محبوب کو؟

یہی نہیں، حضرت نوح نے حضرت ابراہیم، اپنے والدین اور تمام مومن مرد وعورت کے لئے اور حضرت یعقوب علیہم السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی۔

اگر ایک کا عمل دوسرے کے لئے بالکل نفع بخش نہیں تو ان انبیاء کرام کی دعائے مغفرت ایک لاحاصل وفضول کام ہوا، بلکہ حرام و گناہ''۔

آگے فرماتے ہیں ''ایک طرفہ تماشہ یہ ہے کہ منکرین ایصال ثواب نے اس آیت کو ایصال ثواب کے مزاحم سمجھ کر ان احادیث کو رد کردیا جن سے ایصال ثواب کا ثبوت ہوتا ہے، مگر خود ایسے دلدل میں پھنسے ہیں کہ اپنے مزعوم کی بنا پر کبھی بھی اس سے نکل نہیں سکتے، اس لئے کہ منکرین ایصال ثواب مندرجہ ذیل امور کو مانتے ہیں۔

☆ کسی پر حج فرض تھا اور وہ حج کے بغیر مرگیا تو اس کا وارث اگر اس کی طرف سے حج بدل کرے تو جائز ہے اور مرنے والے کو نفع پہونچتا ہے اگرچہ مرنے والے نے وصیت نہ کی ہو۔

☆ کسی نے قربانی کی منت مانی تھی اور قربانی نہ کرسکا اور مرگیا، [illegible] کی طرف سے کردی تو درست ہے، اگرچہ

وصیت نہ کی ہو۔

☆ زندوں کی طرف سے دوسرا قربانی کرسکتا ہے اگر چہ اس سے انہوں نے قربانی کرنے کے لئے کہا نہ ہو۔

☆ اب انصاف پسند حضرات سے درخواست ہے کہ وہ غور کریں، جب آپ یہ کہتے ہیں کہ کسی کا کوئی عمل دوسرے کے کام نہیں آسکتا تو مذکورہ صورتوں میں دوسرے کا حج، دوسرے کی قربانی، دوسرے کا صدقہ کس طرح دوسرے کے کام آگیا، جس منطق سے آپ کے اقرار سے دوسرے کا حج، دوسرے کی قربانی، دوسرے کا صدقہ دوسرے کے کام آسکتا ہے اسی منطق سے ایصال ثواب بھی دوسرے کے لئے درست اور نفع بخش ہے"۔

(کتاب ایصال ثواب، از صفحہ ۴ تا ۱۲۔ ملخصاً)

مسئلہ اذان ثانی پر پھلواروی کا تعاقب

جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد ایسے ہی ممنوع ہے، جس طرح مسجد کے اندر دوسری اذانیں ممنوع ہیں، فقہاء کے اس متفق علیہ فیصلے کی بعض حلقوں کی طرف سے مخالفت کی جاتی ہے، اسی طرح کے پھلواری کے ایک نوخیز مولوی صاحب بھی ہیں، جن کی ضد ہے کہ چونکہ فقہاء نے کہیں بھی علیٰ باب المسجد یا خارج المسجد کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں، اس لئے ثابت کہ اذان ثانی اندرون مسجد منع و مکروہ نہیں ہے، شارح بخاری نے صاحبزادے کی ضد پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے، چار طمانچے لگا کر ان کا منھ یوں بند کیا ہے۔

"اس پر عرض ہے کہ (۱) حدیث میں علی باب المسجد ہے، آپ کو وہ نظر نہیں آیا (۲) جب فقہا نے تصریح کردی کہ اذان مسجد کے اندر دینی ممنوع ہے اور اذان خطبہ کا استثناء نہیں فرمایا تو ثابت ہوگیا کہ یہ بھی مسجد کے اندر دینا ممنوع، اب الگ سے خارج المسجد مذکور ہونے کی ضرورت نہیں، جیسے نماز کی صفت میں بیان کردیا جاتا ہے کہ نماز کے یہ فرائض، یہ واجبات، یہ سنن، یہ مستحبات ہیں، اسی سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ نماز خواہ فرض ہو، یا واجب یا سنت یا نفل سب کے لئے یہی تفصیل ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ وتر کے لئے کہیں نہیں کہ اس میں تکبیر تحریمہ یا قرأت یا رکوع سجدہ فرض ہیں، فقہاء نے کہیں نہیں لکھا ہے تو اس کا کیا علاج؟

(۳) ہم آپ سے داخل مسجد کا مطالبہ کرتے ہیں، آپ دکھایئے کہ کہیں کسی فقیہ نے اس اذان کے لئے داخل مسجد کا لفظ استعمال کیا ہے، جب کہ آپ لوگوں کے مذہب کے مطابق یہ ضروری تھا، اس لئے کہ جب مطلق اذان کے بارے میں یہ فرمادیا کہ اذان مسجد میں دینا ممنوع ہے تو فقہاء پر لازم تھا کہ اذان خطبہ کے لئے تصریح فرماتے کہ یہ اس سے مستثنیٰ ہے، اسے اندر ہونا چاہئے۔

(۴) ہم نے فقہاء کا قاعدہ کلیہ بیان کردیا کہ وہ فرماتے ہیں، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے، آپ ایسا ہی کوئی قاعدہ بیان کردیجئے، جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ اذان مسجد میں ہونی چاہئے، ہم کہے دیتے ہیں کہ کوئی شخص ایک ایسا لفظ کسی فقیہ کا نہیں دکھا سکتا جس سے اشارۃً بھی یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ اذان مسجد میں دینی چاہئے۔ عوام پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں جو حدیث صحیح اور فقہاء کے ارشادات سے ثابت ہے اور اِدھر اُدھر کی باتوں پر دھیان نہ دیں"۔

(اذان خطبہ کہاں ہو؟ مقدمہ، ص ۱۲، ۱۳)

توہین رسالت پر اشرف علی تھانوی کا تعاقب

اشرف علی تھانوی کی مشہور کفری عبارت جو انہوں نے "حفظ الایمان" میں لکھی ہے اور جس کی وجہ سے علماء عرب وعجم نے تھانوی صاحب کو کافر قرار دیا ہے، اس میں حضور علیہ السلام کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں، جانوروں کے علم ایسا کہہ کر تھانوی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو وبکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔

اس عبارت میں مدار توہین لفظ "ایسا" کی ناکام توجیہہ کرکے دیوبندی مولویوں نے تھانوی صاحب کو کفر کی زد سے بچانے کی طاقت بھر کوشش کی مگر "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق تھانوی صاحب اپنے وکلا کی کوششوں کے باوجود بچنے کے بجائے کفر کی دلدل

میں اور دھنستے ہی گئے۔

چنانچہ تھانوی صاحب کے ایک وکیل صفائی مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے توضیح البیان میں ''ایسا'' کو اس قدر اور اتنا کے معنی میں بتایا اور کہا کہ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین۔

جب کہ تھانوی صاحب کے دوسرے وکیل حسین احمد ٹانڈوی نے اس کے برعکس کہا کہ ''تھانوی صاحب اس عبارت میں لفظ ''ایسا'' فرما رہے ہیں لفظ ''اتنا'' تو نہیں فرما رہے ہیں، اگر لفظ ''اتنا'' ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اوروں کے علم کے برابر کردیا، لفظ ''ایسا'' تو کلمہ تشبیہ کا ہے''۔

وکلاءِ صفائی کی ان توجیہات پر شارح بخاری انہیں گھیرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب ناظرین ملاحظہ کریں، دربھنگی صاحب نے کہا کہ اگر ''ایسا'' کلمۂ تشبیہ ہوتا تو اس عبارت میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی، اس لئے کہ لازم آتا کہ تھانوی صاحب نے حضور علیہ السلام کے علم پاک کو خسیس، رذیل، چیزوں سے تشبیہ دی ہے، اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ ''ایسا'' کلمۂ تشبیہ ہے، تو دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مولف ہوگیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے۔

اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر اس عبارت میں بجائے ''ایسا'' کے ''اتنا'' ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی اور دربھنگی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ ''ایسا'' اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تو پھر دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مولف ہوگیا کہ اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

پھر شارح بخاری دعوت فکر دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''ایسا'' بہر دو معنی موجب توہین ہے۔ اس عبارت میں لفظ ''ایسا'' کو تشبیہ کے لئے مانو تو بھی توہین ہے، کیوں کہ لازم آئے گا کہ تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس، بچوں اور پاگلوں، جانوروں و چوپایوں، گدھوں، کتوں اور سوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ یہ بلاشبہ توہین ہے۔ جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا، اسی طرح اگر لفظ ''ایسا'' کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں تو لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس، بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں، گدھوں، کتوں، سوروں اور کھٹملوں کے علم کے برابر کردیا۔ اس میں یقیناً حتماً قطعاً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین ہے۔

پھر نتیجۂ گفتگو کے طور پر فرماتے ہیں!

ثابت ہوگیا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہے، اس کی جو بھی توجیہ کی جائے وہ کفر ہی ہوگی، اس میں تاویل قریب تو دور کی بات ہے تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں۔

(تحقیقات، ج۲، ص۵۲ تا ۵۴)

انکار ختم نبوت پر قاسم نانوتوی کا تعاقب

قاسم نانوتوی نے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا اور خاتم النبیین کا معنی نبی بالذات بتایا، اور قادیانی کے لئے دعوائے نبوت کا دروازہ کھولا، جب کہ حضور کا آخری نبی ہونا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔

قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کے صفحہ ۳۔۴ کی طویل عبارت، جس کی بنا پر علماء عرب و عجم نے انہیں کافر قرار دیا ہے، اس عبارت پر شارح بخاری نے اپنی کتاب ''منصفانہ جائزہ'' میں صفحہ ۵۰ تا صفحہ ۸۰، ایک طویل بحث کی ہے، اور یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ نانوتوی صاحب کو اس عبارت کی وجہ سے کیوں کافر کہا گیا؟ بحث انتہائی فاضلانہ اور علمی ہے، شارح بخاری کے اس تحلیلی جائزے سے ان کے تبحر علمی اور کمال ذہانت کا پتہ چلتا ہے، اگر آپ حضرات بار محسوس نہ کریں تو نانوتوی صاحب کی عبارت آپ بھی ملاحظہ کرتے چلیں، نانوتوی صاحب لکھتے ہیں!

''اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں، تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے۔

پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف

مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب یاوہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد وقامت وشکل ورنگ وحسب ونسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اسی قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے۔ جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور، منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔ بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے"۔

(تحذیر الناس، ص ۳۔۴)

شارح بخاری نے کمال ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے اس عبارت کی مراد سمجھنے کے بعد ثابت فرمایا کہ نانوتوی صاحب نے سترہ طریقوں سے یہ کہا ہے کہ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین نہیں ہے، پھر تفصیل کے ساتھ عبارت کا تجزیہ کرکے سترہ طریقوں سے اس انکار کو سمجھایا بھی ہے، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم شارح بخاری کی تفصیل ذکر کرتے، اگر آپ دیکھنا چاہیں تو "منصفانہ جائزہ" کا صفحہ ۵۲ تا ۵۴ ملاحظہ کرلیں۔

شارح بخاری سترہ وجوہ شمار کرانے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں، بلکہ نبی بالذات کے ہیں، نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم بھی نہیں۔

پھر شارح بخاری نے نانوتوی کے قول "نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم بھی نہیں" کو انہیں کی عبارتوں کے حوالے سے تفصیلاً چار دلیلوں سے واضح فرمایا۔

ان چار دلائل کے بعد شارح بخاری نے حاصل بحث کے طور پر فرمایا!

"ثابت ہوگیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو "تحذیر الناس" کی ان عبارات سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔ صرف نبی بالذات کے ہیں، جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں اسی وجہ سے انہوں (نانوتوی صاحب) نے (تحذیر الناس کے) صفحہ ۱۴، صفحہ ۲۸ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا" کہ:

"اگر حضور کے زمانے میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، بلکہ اگر بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"۔

نانوتوی کی ان کفری عبارات کی تحقیق وتفہیم اور ان کے تحلیل و تجزیئے نیز ان کے ضمن میں نانوتوی صاحب کے عقیدۂ انکار ختم نبوت کو دلائل سے ثابت کرنے کے بعد شارح بخاری فرماتے ہیں!

"اب جب کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ معلوم کر چکے تو آیئے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری امت کا قطعی یقینی، اجماعی عقیدہ ملاحظہ فرمایئے! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام صحابہ کرام نے بلکہ پوری امت نے خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء بتایا وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی، اگر کوئی کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرے تو کافر ہے، جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف وخلف نص جلی ہیں" پھر فرماتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت نے ایکسو تیس احادیث اور تیس ارشادات علماء سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم ومشہور ہے کہ علماء تو علماء عوام بھی یہ جانتے ہیں، عوام سے پوچھو کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں تو وہ

بھی بلاتوقف بتادیں گے کہ "آخری نبی" اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے۔

پھر امام قاضی عیاض کی "شفا" امام غزالی کی "کتاب الاقتصاد" اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی "شرح الفوائد" کی عبارات نقل کرکے اپنے مدعیٰ اور ان عبارتوں کے دلائل سے چار نتائج اخذ فرمائے، اس کے بعد نانوتوی صاحب کی عبارت پر تیرہ شرعی مواخذے فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں

(۱) قرآن مجید کے ارشاد "خاتم النبیین" کے معنی سب میں پچھلا نبی، آخری نبی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، صحابہ کرام نے بتائے، پوری امت نے بتائے، اوراس پر پوری امت نے قطعی، یقینی اجماع کرلیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔ اس کو نانوتوی صاحب نے عوام بمعنی ناسمجھ کا خیال بتایا۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نافہم عوام میں داخل کیا، نیز صحابہ کرام اور پوری امت کو بھی۔

(۳) اس اعلیٰ درجے کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اسے وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے فضیلت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۵) اسے یاوہ گوئی بیہودہ گوئی لغوگوئی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گزرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب وارتباط میں مخل مان کر کہا۔ اس سے قرآن میں بے ربطی، بے ارتباطی لازم آئے گی۔ نہ عطف درست ہوگا نہ استدراک۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے سدباب کے لئے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا، بنائے خاتمیت دوسری بات کو رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنی جی ... [illegible] ... نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف نبوت بالعرض۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ مانا۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے معارض نہیں مانا۔

(منصفانہ جائزہ، صفحہ ۶۰۔۶۱)

ان تیرہ شرعی مواخذوں کے ذکر کرنے کے بعد ناظرین سے سوال کرتے ہیں کہ "کیا اتنے سارے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی رہے اس کا فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں"۔

اس کے بعد نانوتوی صاحب کی عبارت پر ان کے نیازمندوں نے جو تین شبہات پیدا کئے ہیں اور ناکام توجیہات کرکے سخن سازی کی جو کوشش کی ہے، شارح بخاری نے ان کے جوابات بھی دیئے ہیں۔

اخیر بحث میں اندرون خانہ کی شہادت کے طور پر نانوتوی صاحب کے انکار عقیدۂ ختم نبوت کے برخلاف دیوبند کے مسلم الثبوت محدث انور شاہ کشمیری کی وہ تحقیق ذکر کی ہے جس میں انہوں نے نانوتوی کی اس توجیہ کا رد کیا ہے کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں بالذات اور بالعرض اور جب یہ تقسیم صحیح نہیں تو خاتم النبیین کا معنی نبی بالذات لینا باطل ہے اور پھر تحذیر الناس کی پوری عبارت زمین بوس۔

انور شاہ کشمیری اپنے رسالہ خاتم النبیین کے صفحہ ۳۸۔ پر لکھتے ہیں "بالذات اور بالعرض کا ارادہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے، قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں اور نہ نظم قرآن کا اس کی طرف کوئی اشارہ ہے، پس اضافہ کا استفادہ نبوت محض اتباع ہونی کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے"۔

میرے مطالعہ اور دانست کے مطابق نانوتوی صاحب کی انکار ختم نبوت والی اس مشہور عبارت کا اتنی تفصیل کے ساتھ ایسا تحقیقی وعلمی فاضلانہ تحلیلی جائزہ شاید ہی کسی نے لیا ہو، شارح بخاری نے اپنی ذہانت وفطانت اور ژرف نگاہی ودقت نظری سے تمام شبہات اور جملہ تاویلات وتوجیہات کے سارے حربے ناکام بنا کر مسئلہ کو دن کے اجالے کی طرح ... [illegible] ... دیا ہے کہ نانوتوی صاحب ختم نبوت کا انکار

کر کے کفر کے مرتکب ہوئے ہیں اور کفر سے بچنے کے لئے توبہ و رجوع کے سوا کوئی اور راستہ نہیں بچا ہے۔

یہ "جائزہ" سنی دیوبندی خلافیات اور خاص کر چار کفری عبارتوں پر شارح بخاری کی گہری نظر اور تحقیق و ریسرچ کی اعلیٰ صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، کوئی بھی انصاف پسند موافق یا مخالف قاری، موصوف کی تحقیق کو داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حق یہ ہے کہ شارح بخاری کی شخصیت اس موضوع پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے، افسوس کہ وہ اب ہم میں نہیں رہے، اور اس وصف میں ان کا کوئی جانشین بھی بظاہر نظر نہیں آتا خدا کرے کہ

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

شوکانی کا تعاقب

شارح بخاری "نماز جنازہ" کی بحث میں فرماتے ہیں"

"وہابیہ کے بعض جاہلان بے خرد جیسے شوکانی صاحب نیل الاوطار یہاں اپنی شان اجتہاد دکھانے کو یوں گلفشانی کرتے ہیں "صلوٰۃ بمعنی نماز، حقیقت شرعیہ ہے اور حقیقت سے بلا دلیل عدول جائز نہیں"۔

شارح بخاری شوکانی صاحب کے مبلغ علم کی دھجی بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"سبحان اللہ، دعویٰ اجتہاد اور اتنی بھی خبر نہیں کہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ، حقیقت شرعیہ نہ بمعنی نماز جنازہ، نماز جنازہ میں رکوع، سجود، قعود بالاجماع نہیں اور قرأت ہمارے یہاں نہیں، اسی لئے علماء نے فرمایا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں اور تحقیق یہ کہ دعاء مطلق اور صلوٰۃ مطلقہ کے درمیان برزخ ہے اسی لئے علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا کہ نماز جنازہ پر صلاۃ کا اطلاق مجازاً ہے" (نزہۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۲۶)

انور شاہ کشمیری کا تعاقب

شارح بخاری، انور شاہ کشمیری کی ایک خیانت پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انور شاہ کشمیری کی فیض الباری میں ہے کہ قبر پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جیسا کہ فتح میں ہے (آگے شارح بخاری اس پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اقول! حافظہ نباشد والی بات یہاں بھی ہے، ان (کشمیری صاحب کی بات) کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ فتح القدیر میں مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح ہے، حالانکہ ایسا نہیں، فتح القدیر میں صرف مکروہ لکھا ہے، تحریمی یا تنزیہی کی تشریح نہیں، پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ امام ابن ہمام کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عندالاطلاق کراہت سے تحریم مراد ہوتی ہے اور امام ابن ہمام نے مطلقاً مکروہ فرمایا ہے تو اس سے کراہت تحریم متبادر ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطلق کراہت سے تنزیہہ بھی مراد ہوتی ہے۔ (نزہۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۱۲۴)

شارح بخاری کے تعاقبات صرف مذہبی حریفوں کی تحریروں تک ہی محدود نہیں، بلکہ علم و تحقیق اور دین و دیانت کے تقاضے سے جہاں کہیں بھی کوئی بات علم و تحقیق کے خلاف نظر آئی وہاں شارح بخاری کا قلم تعاقب حرکت میں آ گیا ہے، خواہ وہ اپنے فن کا امام ہی کیوں نہ ہو، ایسے بزرگ، اہل علم و فضل کی فہرست میں امام بخاری، امام نووی، علامہ عینی، مولانا عبدالحی لکھنوی اور خود شارح بخاری کے استاذ صدر العلماء علامہ شاہ سید غلام جیلانی میرٹھی بھی شامل ہیں۔

مگر شارح بخاری نے تعاقب کے وقت ہر شخصیت کی حیثیت عرفی کا بھرپور لحاظ رکھا ہے اور انتہائی باادب انداز سے اپنا فریضۂ علم و تحقیق انجام دیا ہے۔ آپ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں اتنے باادب ہیں، کہ بزرگ کی عظمت و بزرگی میں اپنے عمل سے تنقیص و تذلیل اور تحمیق و تجہیل کی بو بھی نہیں آنے دیتے۔

شارح بخاری کا کمال ادب و نیازمندی اور حسن تعبیر تو دیکھئے کہ بڑوں کی فروگذاشتوں اور خلاف باتوں کو تسامح اور لغزش سے تعبیر کرتے ہیں اور اپنی گرفت و تعاقب اور اپنی تحقیق اور جواب کو عموماً تعاقب سے تعبیر نہیں کرتے، کسی بڑے کی جانب سے اپنے اوپر یا اپنے بڑوں پر یا مذہب حنفی پر کئے جانے والے سخت سے سخت اعتراض و الزام اور ہتک آمیز تعریض پر مغلوب الغضب اور غیر سنجیدہ ہونے کے بجائے پوری سنجیدگی سے معقول جوابدہی کرتے ہیں، اور بڑوں بزرگوں کے اعتراضات و تعریضات کو تعظیم و احترام کی زبان میں۔ ارشاد، مہربانی اور اپنے جواب کو عرض، اور ناز برداری کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں، اس

کی مثالیں اور نمونے آپ کی تصانیف "نزہۃ القاری" اور "اسلام اور چاند کا سفر" میں جا بجا نظر آتی ہیں۔

تین دہائی قبل جب امریکی اور روسی خلا بازوں کی طرف سے چاند پر پہونچنے کا دعویٰ سامنے آیا تو علماء کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ آیا شرعی رو سے چاند پر پہنچنا ممکن ہے یا نہیں؟ شارح بخاری کا موقف یہ رہا کہ ممکن ہے، اس پر آپ نے "اسلام اور چاند کا سفر" کے عنوان سے ایک مقالہ پھر کتاب لکھ کر قرآن وحدیث اور تفاسیر وغیرہ نیز علم ہیئت کے قدیم وجدید ماہرین کے حوالوں سے مزین اپنا موقف پیش فرمایا جب کہ آپ کے استاذ حضرت صدر العلماء کا موقف اس کے مخالف تھا۔ اس اختلاف کی بنیاد پر استاذ نے شاگرد کے ساتھ خوب خوب استاذانہ کرم فرمائیاں کیں، مگر سعید و باادب اور نیاز مند شاگرد نے اپنی جبین عقیدت پر شکن نہیں آنے دی اور دائرہ ادب سے باہر نہیں ہوئے۔ اور استاذانہ کرم فرمائیوں کا انتہائی سنجیدہ علمی و تحقیقی جواب باادب معروضات کے نام سے دیا جو کتاب "اسلام اور چاند کا سفر" کے آخر میں ضم ہے۔

ان ارشادات ومعروضات کی کل تعداد اکیس ہے جو کتاب کے صفحہ ۹۱ سے ۱۴۰ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک ارشاد و معروض پر اکتفا کریں گے، تفصیل کے لئے کتاب کا مطالعہ کریں۔

ارشاد نمبر ۱۶

اب سنئے اس آیت زیر بحث میں "السماء" سے جہت علو مراد لینا ضروری ہے، تو جو مترجمین نے فارسی کے ہوں یا اردو کے اس آیت میں واقع (السماء) کا ترجمہ آسمان کیا ان کا ترجمہ غلط ہوا۔ اور مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ نے بھی آسمان کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ تو ہے ہمت کہ ان کے ترجمے کو غلط کہہ دو۔ کہہ کے دیکھو تو سہی چھٹی کا دودھ یاد نہ آجائے تو بات ہے۔ صفحہ ۳۱۔ ۳۲ ملخصا۔

عرض

میں تو اس کی ہمت نہیں رکھتا مگر حضور والا کو ضرور اس کی ہمت ہے اور ایک نہیں متعدد جگہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بات غلط بتا آئے۔ ان کا مذاق اڑا آئے۔ حتی کہ زمین سے سورج کے فاصلہ پر تو قیامت ہی برپا کردی۔ حضور والا علم کے کلام کے معنی اس سے پوچھئے وہ خود بہتر بتائے گا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس آیت کا ترجمہ "آسمان" فرمایا ہے مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام میں "آسمان" ان ساتوں آسمانوں کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی وارد ہے اور لطف یہ ہے کہ ستاروں ہی کے بارے میں وارد ہے۔ اوپر گزر چکا ارا ءۃ الادب لفاضل النسب میں ارشاد فرمایا ہے۔ ثریا آٹھویں آسمان کا ایک تارہ ہے۔ اس آٹھویں آسمان کے کیا معنی ہیں ارشاد فرمائیں۔ حضور والا کی تحقیق یہ ہے کہ تمام ستارے بھی انہیں ساتوں آسمانوں میں ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ثریا آٹھویں آسمان میں ہے۔ ارشاد فرمائیں حضور والا نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بات کو غلط کہا یا نہیں۔ (اسلام اور چاند کا سفر، صفحہ ۱۳۲)

امام بخاری کا تسامح اور شارح بخاری کی تصحیح

ضعیف راویوں سے روایت کے علاوہ بہت سی جگہ امام بخاری سے راویوں کے نام ان کی ولدیت میں لغزش ہو ہی گئی ہے مثلاً صفحہ ۹۱ پر باب "اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ" کے تحت جو حدیث ہے اس کی سند اس طرح بیان کی ہے حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن جعفر بن عاصم عن عبداللہ بن مالک بن بحینہ قال امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الحدیث

اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے۔ ایک تو یہ کہ مالک بن بحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحینہ مالک کی ماں ہیں حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبداللہ کی ماں ہیں، دوسرے یہ کہ تحویل سند کے بعد ہے "سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالک بن بحینہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلا" الحدیث۔ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ اس کے راوی مالک کے بیٹے عبداللہ ہیں، مالک کو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ حدیث مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے، مگر یہ خطا کس سے، علامہ ابن حجر مکی نے لکھا۔

الوھم فیہ موضعین احدھما ان بحینہ والدۃ عبداللہ لا مالک و ثانیھما ان الصحبۃ و الروایۃ لعبداللہ لا لمالک۔

اس میں دو جگہ وہم ہے، ایک یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ ہیں،

مالک کی نہیں، دوسرے یہ کہ صحابی اور راوی عبد اللہ ہیں نہ کہ مالک۔

(مقدمہ نزہۃ القاری صفحہ ۹۲۔۹۳۔)

احناف پر امام بخاری کی مہربانی اور شارح بخاری کی ناز برداری

احناف کے یہاں بوقت ضرورت شفعہ سے بچنے کی ایک ترکیب یہ بتائی گئی ہے کہ مکان خرید کر اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کردے۔ اگر شفعہ کا حقدار مشتری یہ دعویٰ کرے تو مشتری کہہ دے کہ میں نے اپنے بچے کو ہبہ کردیا ہے، پھر شفعہ کا دعویدار موہوب لہ سے قسم کا مطالبہ کرے تو چونکہ بچہ پر نابالغ ہونے کی وجہ سے قسم نہیں، لہٰذا اس ترکیب سے شفعہ کا دعویدار مجبور ہوجائے گا اور مکان واپسی سے محفوظ ہوجائے گا۔

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری اس پر احناف سے خفا ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی قبح نہیں، حضرت امام اپنی ناراضگی یوں ظاہر کرتے ہیں۔

وقال بعض الناس ان اشتریٰ نصیب دارٍ فاراد ان یبطل الشفعة وھب لابنه الصغیر ولا یکون علیه یمین۔

اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر کسی گھر کا کچھ حصہ خریدا اور چاہتا ہے کہ شفعہ باطل کردے تو مبیع اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کردے اور چھوٹے بچے پر قسم نہیں۔

شارح بخاری اس مسئلے کی توضیح و صفائی میں امام بخاری کی ناز برداری اس طرح فرماتے ہیں "یہ احناف پر امام بخاری کی مہربانیوں میں سے ایک عظیم مہربانی ہے، لیکن کوئی ہمیں بتائے کہ اگر کسی شخص نے کوئی مکان خرید کر اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کیا، یہ کوئی گناہ ہے؟ نابالغ بچے کو ہبہ کرنے کی قید اس لئے ہے کہ اگر شفعہ کا حقدار مشتری پر دعویٰ کرے اور خریدار یہ کہہ دے کہ میں نے مکان اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کردیا ہے حالانکہ یہ حقیقت میں ہبہ نہیں، بلکہ شفعہ سے بچنے کا ایک بہانہ ہے اور شفعہ کا دعویدار یہ مطالبہ کرے کہ موہوب لہ قسم کھالے تو اگر اجنبی ہوگا تو اس کو بھی قسم کھانی پڑے گی، بالغ لڑکا ہوگا تو اسے بھی قسم کھانی پڑے گی، نابالغ بچے پر قسم نہیں اس لئے لابنه الصغیر کی قید لگائی۔

(نزہۃ القاری، جلد ۹، صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶)

دین کی حفاظت اور پاسداری

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو سب لوگ نہیں جانتے
جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا۔ اور جو شبہ والی چیزوں میں پڑا تو وہ
ایسا ہے جیسے ممنوع مقام کے گرد جانوروں کو چرانے والا، ہوسکتا ہے کہ وہ اندر ہی چلا جائے۔
یاد رکھو ہر بادشاہ کا ایک احاطہ ہوتا ہے۔
اور اللہ کا احاطہ اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔
یاد رکھو جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور اگر
وہ خراب ہو تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ دل ہے۔
(بخاری)

چھٹا باب

شارح بخاری! محاسن کردار

شارح بخاری!

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ایک گلدستۂ محاسن

حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی (ولادت ۱۱ر شعبان ۱۳۳۹ھ/ ۲۰/ اپریل ۱۹۲۱ء وفات ۶/ صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱/ مئی ۲۰۰۰ء) ایک عہد کے امین اور ایک تاریخ کے عینی شاہد تھے۔ انہوں نے جب سن شعور میں قدم رکھا تو یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے خلفا اور تلامذہ کی قیادت کا دور تھا۔ انہوں نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہم الرحمہ کو قریب سے دیکھا اور صدر الشریعہ سے فتویٰ نویسی کی مشق بھی کی، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مرادآبادی سے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں منتہی کتابوں کا درس لیا۔ صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھی ثم میرٹھی سے بھی میرٹھ میں بعض کتابیں پڑھیں اور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد لائل پوری علیہ الرحمہ سے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں ایک سال کتب حدیث کا درس حاصل کرکے شعبان ۱۳۶۲ھ میں سند فضیلت پائی۔

متعدد مدارس میں انہوں نے ایک کامیاب استاذ کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیں لیکن ان کا زیادہ تابناک زمانہ تدریس وہ ہے جو ۱۳۷۵ھ سے ۱۳۸۶ھ تک مظہر اسلام بریلی شریف میں گزارا وہاں ان سے علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، مولانا مفتی مجیب اشرف اعظمی، بانی و مہتمم دارالعلوم [illegible] سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جونپور جیسے ارشد تلامذہ نے درس لیا، اور وہیں ۱۳۷۸ھ سے حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے انہیں رضوی دارالافتاء کا باضابطہ مفتی مقرر کیا۔ جہاں تقریباً پچیس ہزار فتاویٰ ان کے قلم سے صادر ہوئے پھر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ذی الحجہ ۱۳۹[illegible]ھ سے آخری حیات (چوبیس سال) تک وہ تدریس و افتا کے بجائے صرف افتا، اصلاح فتاویٰ اور تربیت فتویٰ کی خدمات سے وابستہ رہے۔ ان کی علمی وجاہت اور معتمد شخصیت کے باعث اطراف ہند کی طرح، اکناف عالم سے بھی ان کے پاس سوالات آتے اور ان کی پوری کوشش یہ ہوتی کہ سائلین کو جوابات جلد سے جلد بھیج دیئے جائیں۔ اندازہ ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں انہوں نے پچاس ہزار سے زیادہ فتاویٰ صادر فرمائے اس لحاظ سے وہ بلاشبہ سب سے عظیم مرجع فتاویٰ تھے۔

قرطاس وقلم سے ان کا شغف عہد طالب علمی ہی سے تھا۔ دبدبۂ سکندری وغیرہ میں ان کے مضامین منظر عام پر آتے رہتے تھے، لیکن جہاں تک مجھے علم ہے کتابی شکل میں ان کی پہلی کاوش ''اشک رواں'' کے نام سے ربیع الاول ۱۳۶۴ھ میں شائع ہوئی۔ جو ان کی تحریری صلاحیت کے ساتھ علمی، دینی اور سیاسی بصیرت و ژرف نگاہی کی بھی آئینہ دار ہے۔ یہ ان کی فراغت کے صرف دو سال بعد کی تصنیف ہے جسے ان کے اساتذہ اور اساتذہ کے اساتذہ نے بھی قدر کی نگاہ سے [illegible] ان کے سیاسی موقف سے اتفاق نہ تھا مگر

مصنف نے اس خطرناک اور پیچیدہ موضوع کو جوش شباب کے باوجود اکابر کے ادب واحترام کے ساتھ جس خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا ہے وہ بہر حال قابل تحسین اور آج ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔

مختلف دینی وعلمی موضوعات کو انہوں نے عنوان قلم بنایا اور جس موضوع پر لکھا اس کا حق ادا کردیا پہلی بار جب خلا بازوں کے چاند پر پہنچنے کی خبر نشر ہوئی تو مذہبی حلقوں میں ایک شور برپا ہوگیا۔ مفتی صاحب نے اس موضوع پر ایک مختصر مضمون نوری کرن بریلی میں شائع کرایا جس میں یہ ثابت کیا کہ چاند سورج اور تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں اور انسان کے لئے چاند تک پہنچنا ممکن ہے۔ اس مضمون کی تردید بھی کی گئی جس کے بعد انہوں نے ایک مبسوط کتاب کی ضرورت محسوس کی اور ''اسلام اور چاند کا سفر'' لکھ کر شائع کیا۔

ضبط تولید اور نسبندی کا مسئلہ سامنے آیا تو اس کی حرمت پر انہوں نے ایک قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اپنا مضمون شائع کیا۔ ارض مقدس میں یہودی حکومت کے قیام سے لوگوں میں شکوک وشبہات پھیلے تو ایک تحقیقی مضمون ''ارض مقدس اور یہودی تغلب'' لکھ کر انہوں نے ازالۂ شبہات کی جانب توجہ فرمائی۔ خلافت معاویہ ویزید نامی کتاب منظر عام پر آئی جس میں یزید کو خلیفۂ برحق دکھانے کی ناروا جسارت کی گئی تو اس موضوع پر بھی حضرت مفتی صاحب کا لاجواب مضمون پاسبان الہ آباد میں شائع ہوا جسے پڑھ کر میں پہلی بار حضرت کی علمی جلالت سے روشناس ہوا۔ سیرت نبوی کا سلسلہ بھی انہوں نے شروع کیا تھا مگر صرف مقدمہ اور ابتدائی حصہ ہی رقم ہوسکا اور مبارک پور پہنچنے کے بعد شرح بخاری کا کام شروع ہوگیا جو بعونہٖ تعالیٰ مکمل ہوا اور حضرت کی قلمی خدمات کا شاہکار قرار پایا۔

دعوت و اصلاح اور تقریر و خطابت سے بھی ان کا رشتہ دور طالب علمی ہی سے قائم رہا اور ملک کے طول و عرض میں ان کی تقریروں نے اپنا اثر دکھایا۔ وہ جو بیان فرماتے دلیل کے ساتھ بیان فرماتے۔ اور انداز ایسا عام فہم اور دلنشیں ہوتا کہ سامع متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ تفہیم وتاثیر کا عنصر ان کی تحریروں میں بھی بخوبی نمایاں ہے مختصر الفاظ میں مدلل طور پر اپنے موقف کو دل و دماغ میں اتار دینا ان کا خاص کمال ہے جو ان کی تقریر وتحریر کے ساتھ تدریس اور مجلسی باتوں میں بھی عیاں تھا۔ فن مناظرہ، حاضر جوابی اور مخالف کو جلد سے جلد سرنگوں کرنے میں بھی وہ یکتائے روزگار تھے۔ اس کا نمونہ ان کی تحریروں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت اور کتب حدیث کی اجازت حاصل تھی۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے جملہ سلاسل طریقت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ احسن العلماء مولانا سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔ جس کے باعث بہت سے افراد حضرت مفتی صاحب سے بیعت ہوئے اور بہت سے جید وجلیل القدر علما نے ان سے احادیث کی اجازت لی اور بہت سے علماء خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

وہ تعلیمی وانتظامی امور میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے اسی لئے جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد ان کے مشوروں سے ہمیشہ استفادہ کرتے رہے خصوصاً اخیر دور میں جب کہ وہ جامعہ کے انتظامیہ کے رکن اور ناظم تعلیمات ہوچکے تھے تعلیمی وانتظامی امور میں ان کا مشورہ ضروری تھا۔ انہوں نے ایک حساس اور دردمند دل پایا تھا اس لئے ہر پہلو پر سنجیدگی، دور بینی اور اخلاص کے ساتھ غور کرتے اور مشورہ طلب کئے بغیر بھی ایک معمر اور شفیق مربی کی طرح ہدایت ونصیحت فرماتے رہتے۔

قومی وملی ضروریات پر بھی ان کی نظر تھی اور اس سلسلے میں وہ برابر ہدایات دیتے رہتے۔ ''مجلس شرعی'' کے مذاکرات میں بھی وہ سرگرم حصہ لیتے۔ فقہی مباحث تو ان کی خاص جولان گاہ تھے اس لئے وہ مجلس کے سرپرست بھی نامزد ہوئے لیکن اس سے ان کی دلچسپی اس لئے بھی تھی کہ اس کا قیام نئے مسائل کے حل اور نئی صورت حال میں مسلمانوں کی دینی وعلمی رہنمائی کے لئے عمل میں آیا اس کی کارکردگی جس قدر بہتر ہوگی مسلمانوں کے مسائل کا حل بھی اتنا ہی جلد ہوگا۔

بہت سے اداروں کے وہ معتمد اور سرپرست بھی تھے جہاں ان کے اثر ورسوخ اور اخلاص و دردمندی کے باعث پیچیدہ مسائل اور دشواریوں کے حل میں بڑی آسانیاں تھیں، افسوس کہ حضرت کی رحلت سے ان کے تلامذہ اور وابستہ علماء وطلباء کی طرح یہ ادارے بھی یتیم ہوگئے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو اپنی بیکراں رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور انکے متعلقین کو صبر وشکیب اور ثبات واستقامت سے نوازے۔

●●●

شارح بخاری! اخلاقی محاسن

ڈاکٹر زبیر احمد صدیقی
ایم، بی، بی، ایس، ایم، ایس، سرجن سرکاری ہاسپٹل، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ یوپی

فروری ۱۹۹۷ء میں میرا تبادلہ بحیثیت سرجن سرکاری ہاسپٹل مبارکپور اعظم گڑھ ہوا۔ اس وقت میرے بچے کی عمر چار سال ہو چکی تھی۔ مبارکپور آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور دنیائے سنیت کی مرکزی درسگاہ ہے اور یہاں پر چوٹی کے علماء و مفتیان عظام قیام پذیر ہیں۔ میری خواہش ہوئی کہ میں اپنے بچے کی رسم بسم اللہ خوانی اشرفیہ یونیورسٹی کی سب سے عظیم ترین شخصیت سے کراؤں۔ اس لئے میں اہل مبارکپور سے جو میرے پاس مریض کی حیثیت سے آیا کرتے تھے اس سلسلے میں معلومات فراہم کرنا شروع کر دیا۔ ہر شخص نے حضرت علامہ مفتی الحاج محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی طرف اشارہ کیا۔ اب میں نے عزم مصمم کر لیا کہ بسم اللہ خوانی کی رسم حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ہی کراؤں گا۔ بالآخر ایک روز اسی ارادے کی تکمیل کی خاطر بعد نماز عصر حضرت علامہ امجدی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ خوش اخلاقی، شفقت و محبت پا کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میرے سارے شکوک و شبہات مسرت و شادمانی میں بدل گئے۔ جس مقصد کو لئے حاضر بارگاہ ہوا تھا اس کا اظہار میں نے کیا حضرت نے اسے بخوشی قبول فرما لیا۔

یہ حضرت سے میری پہلی ملاقات تھی جس سے میں حد درجہ متاثر ہوا۔ نہ صرف متاثر ہوا بلکہ دل میں حضرت کے لئے جگہ پیدا ہو گئی۔ جس کی وجہ سے بار بار ملاقات کرنے کی دل میں تمنا رہتی تھی کہ میں اکثر و بیشتر حضرت کی محفل میں شریک ہونے لگا۔ اس طرح سے حضرت کی زندگی کو مختلف پہلوؤں سے قریب تر ہو کر دیکھنے کا موقع فراہم ہوا۔ آپ کی حیات طیبہ کو جس طرح میں نے دیکھا اور سمجھا اس کے چند اہم گوشے ہدیہ قارئین ہیں۔

جہد مسلسل

جب میں نے حضرت کو جانا اور پہچانا اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۸۰ برس ہو چکی تھی۔ آپ کے اعضاء و جوارح کا حال یہ تھا کہ آپ کا ایک پیر کسی حادثہ کی زد میں آ گیا تھا جس کو آپریشن کر کے درست کیا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت چہار زانو نہ بیٹھ سکتے تھے۔ پتھری پڑ جانے کی وجہ سے دونوں گردوں کا آپریشن بھی ہو چکا تھا، مزید برآں آپ کی آنکھوں کا سمل بائی کا آپریشن بھی ہوا۔ کئی بار آپ دل کے (مہلک مرض) دورے کے بھی زد میں آئے۔ غدود بڑھ جانے کی وجہ سے آپ بار بار پیشاب کرنے کی ضرورت محسوس کیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود محنت و مشقت کا حال یہ تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں فتویٰ نویسی فرماتے۔ دوپہر قیلولہ کے بعد پھر فتویٰ نویسی میں مصروف ہو جاتے اور بعد نماز مغرب کتابیں لکھنے اور پڑھنے کا کام کرتے۔ اگر کتاب کے حروف باریک ہوتے تو خوردبین کی مدد سے پڑھتے اور یہ سلسلہ شب ۱۱-۱۲ بجے تک قائم رہتا۔ عمر کی درازی اور بیماریوں کی وجہ سے ڈاکٹری صلاح و مشورہ بھی تھا کہ کام کم اور آرام زیادہ کریں لیکن حضرت نے اپنی جسمانی تکالیف، بیماری اور کمزوری کی پرواہ کئے بغیر تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھا۔

اکثر و بیشتر اوقات سخت محنت کی وجہ سے حضرت بہت کمزوری محسوس کرتے جس کی وجہ سے ہمیں انجکشن (ANABOLIC STEROID) لگانا پڑتا کبھی کبھار، ایسا بھی ہوتا کہ میں حضرت کو کوئی ٹانک پیش کرتا اور چند روز کے وقفہ کے بعد میں دیکھتا تو ٹانک یا تو ویسی ہی رکھی ہے یا بہت کم استعمال ہوئی ہے۔ جب کہ اسے ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ جب میں اس بارے میں حضرت سے دریافت کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ" اتنا

کام ہے کہ ٹانک کا استعمال یاد نہیں رہتا''۔

وصال سے قبل جاڑے کے موسم میں بار بار پیشاب کی حاجت محسوس ہونے لگی۔ چونکہ حضرت کو ذائبیٹیز نہیں تھی اس لئے شک یہی تھا کہ غدود (PROSTATE) بڑھ گیا ہوگا۔ اسی دوران مجھے گاڑی سے اعظم گڑھ جانا ہوا تو سوچا کہ حضرت کو بھی ساتھ لیتا چلوں تاکہ الٹرا ساؤنڈ، سونوگرافی ہو جائے، گاڑی لے کر حضرت کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ فتویٰ املاء کرا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اعظم گڑھ تشریف لے چلیں تاکہ پیشاب وغیرہ کی جانچ ہو جائے۔ گاڑی ساتھ ہے آنے جانے کا سفر بھی آسان رہے گا۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ ابھی کام بہت ہے جب کچھ فرصت ملے گی تو چلیں گے۔ میں واپس آیا اور سوچ رہا تھا کہ آپ جیسے مرد مجاہد کو فرصت کہاں ملے گی۔ اور ہوا بھی یہی کہ حضرت اپنے معبود حقیقی سے جا ملے اور جانچ کرانے کے خیالات گوشہ خیال ہی میں سمٹ کر رہ گئے۔

اس مرد مجاہد نے دین وملت کی ترویج واشاعت کی خاطر ہزارہا مصائب وآلام جھیلے، اپنے اور غیروں کی ریشہ دوانیاں برداشت کیں اور آخری دم تک چمن حافظ ملت الجامعۃ الاشرفیہ کو خون جگر سے سیراب کرتے رہے۔ اور اسی کی آغوش میں اپنی جان دے دی۔

شگفتہ روئی

میں جب بھی حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔ آپ ہمیشہ محبت اور شفقت سے ہی پیش آئے۔ جس وقت میں حضرت سے متعارف ہوا۔ میں حضرت کے معمولات سے ناواقف تھا جس کی وجہ سے گاہے گاہے میں بعد نماز مغرب بھی حضرت کے قیام گاہ پر چلا جاتا تھا۔ حالانکہ یہ وقت حضرت کے تصنیف وتالیف کا تھا، باوجود اس کے حضرت اس طرح پیش آتے کہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ یہ وقت آپ کے تصنیف وتالیف کا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں بعد نماز مغرب حضرت کی قیام گاہ پر گیا حضرت نے حسب معمول بٹھایا، چائے وغیرہ منگایا اور گفتگو شروع ہوگئی اور گفتگو کیا میں سوال کرتا حضرت جواب عطا فرماتے۔ اس دن مولانا عبدالحق صاحب رضوی بھی موجود تھے۔ جن کا کام حضرت کے تصنیفی کام کا املاء کرنا تھا انہوں نے کام کے متعلق اشارۃً حضرت سے عرض کیا۔ لیکن حضرت نے برجستہ جواب دیا کہ یہ ملاقات کے لئے آنے والے کا حق ہے۔ وہ جب تک چاہے اس سے ملاقات کی جائے۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ کام بعد میں ہو جائے گا۔

جب مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت بعد نماز مغرب تصنیفی کام کیا کرتے تھے تو میں نے بھی ملاقات کیلئے بعد نماز عصر کا معمول بنالیا۔

ذرہ نوازی

یہ ابتدائی ملاقات کی بات ہے کہ ایک روز میں اپنے کوارٹر پر تھا اچانک کھڑکی سے باہر نظر پڑی دیکھا کہ ایک ماروتی وین تیزی سے گزری ایسا محسوس ہوا کہ اس پر حضرت تشریف فرما ہیں۔ میں فوری دروازے پر آیا۔ اور دیکھا کہ حضرت گاڑی سے نیچے اتر رہے ہیں۔

حضرت کو دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور تشویش بھی کہ بھلا حضرت کس لئے تشریف لائے ہوں گے۔ خیر حضرت کو کمرے میں لاکر بٹھایا اور خیریت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو تیز بخار ہے، مزید گفتگو سے معلوم ہوا کہ آپ کو زیادہ پریشانی بخار سے نہیں ہے، بلکہ زیادہ پریشان کن یہ بات تھی کہ ایک گھنٹے کے بعد ہی آپ کو مراد آباد کے سفر پر روانہ ہونا ہے آپ کی خواہش تھی کہ بخار جلد ٹھیک ہو جائے لیکن ایک گھنٹے میں حضرت کا صحت یاب ہو جانا بظاہر ممکن نہیں تھا بہر حال حضرت نے ہماری رائے قبول فرمائی اور سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

آپ چاہتے تو مجھے کسی طالب علم کے ذریعہ بلوا سکتے تھے مگر آپ کی یہ ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے میرے غریب خانے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا جو میرے لئے باعث صد افتخار ہے۔

ایثار وسخاوت

آج کے جدید دور میں پیسے کی ضرورت کس شخص کو نہیں آج اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو پیسے سے محبت کرتے ہیں اور اسے اپنے ہی مفاد میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس دور میں اخراجات کافی بڑھ چکے ہیں اور آرام وآسائش کی بھی بہت سی چیزیں مہیا ہیں۔ لیکن اپنی ضرورت وآرام کو دین وملت پر قربان کرنے والے لوگ بہت کم

ہیں۔ جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ حضرت انہیں ڈُرہائے نایاب میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنے آرام و آسائش، ضرورت و حاجت کو دین وملت کی فلاح و بہبود کے لئے قربان کردیا۔

مثال کے طور پر ۳۰ رجنوری ۱۹۹۹ء کو عروس البلاد بمبئی میں جشن شارح بخاری کے موقعہ پر رضا اکیڈمی بمبئی نے آپ کو چاندی سے تولا جس کا وزن ۶۵ کلو اور قیمت پانچ لاکھ سے زائد تھی۔ آپ نے رضا اکیڈمی بمبئی کے اس ہدیہ کو قبول فرمایا۔ بعدہ' دوتہائی چاندی کا حصہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور ایک تہائی حصہ رضا اکیڈمی کو دین وملت کی ترویج کے لئے وقف کردیا۔

ماہ محرم میں بمبئی کے لوگ حضرت کو ہر سال جلسے کے لئے مدعو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ واپسی کے وقت ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی کا حضرت سے تذکرہ کیا حضرت نے نذرانے کی ساری رقم اس شخص کو یہ کہہ کر دے دیا کہ یہ تمہاری لڑکی کی شادی کے لئے ہے۔

ہر روز بعد نماز عصر قیام گاہ پر اشرفیہ کے اساتذہ و دیگر ملاقات کرنے والوں کی محفل منعقد ہوتی تھی جس میں حضرت خود اپنے پیسوں سے چائے، ناشتے کا انتظام کیا کرتے تھے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے ایک استاذ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بچی کی شادی میں حضرت کو مدعو کرنے کی غرض سے حاضر بارگاہ ہوا تو آپ نے مجھے ایک ہزار روپے یہ کہتے ہوئے عطا فرمائے کہ یہ تمہاری بچی کے لئے ہے۔

مہمانوں کی ضیافت اور مسلمانوں، غریبوں کی اعانت حضرت کی عادت کریمہ رہی ہے۔ عرس عزیزی کے موقعہ پر حضرت سیکڑوں مہمانوں کا انتظام از خود فرمایا کرتے تھے۔ جب کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں عرس عزیزی کے موقعہ پر خاص و عام دونوں قسم کے لوگوں کے لئے الگ الگ قیام وطعام کا انتظام رہتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت افضل المدارس کریلی باغ (الہ آباد) جلسہ جشن ختم بخاری میں تشریف لے گئے۔ مدرسہ کے اراکین و منتظمین نے حضرت کو پانچ ہزار روپے بطور نذرانہ پیش کئے۔ آپ نے قبول فرما کر اسی مدرسہ کی ترقی کے لئے اس رقم کو پیش کردیا۔ ان واقعات سے آپ کی شان استغناء وجود وسخا کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شارح بخاری ایک عظیم اسکالر (محقق)

دور طالب علمی میں جب کہ میں M.B.B.S. کر رہا تھا اس وقت میں نے ایک کتاب "فتنہ کی سرزمین کون نجد یا عراق؟" کا مطالعہ کیا جس میں مصنف نے وہابیوں کے اس فریب "فتنے کی سرزمین عراق ہے" کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ شرعی حیثیت سے اس کتاب کا بلند رتبہ میں کیا بتاؤں کہ یہ خود ایک عظیم فقیہ کی تصنیف ہے۔

GEOGRAPHY جغرافی ضابطوں کا کتاب میں لا جواب استعمال کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر مصنف کی صلاحیت سے میں بیحد متاثر ہوا۔ مبارک پور آنے کے بعد حضرت نے مجھے اپنی کتاب "اسلام اور چاند کا سفر" عنایت فرمائی۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ جو شخص ان تصنیفات کا بغور مطالعہ کرے گا یقینا وہ حضرت کے جدید علوم وفنون پر گہری نظر اور وسعت علمی کا کھلے دل سے معترف ہوگا۔

پیرومرشد

مبارکپور آنے سے قبل میری یہ خواہش تھی کہ مرشد کامل ملتے تو ہم ان سے بیعت ہوتے۔ مرشد کامل کو پرکھنے کا سب سے بڑا معیار شریعت مطہرہ کی اتباع ہی ہے۔ مجھے حضرت کی ہم نشینی تین سال تک نصیب ہوئی اس دوران میں نے حضرت کا ہر قول وفعل شریعت کے رنگ میں رنگا پایا بالآخر میں حضرت سے بیعت ہوگیا۔ نہ صرف میں بیعت ہوا بلکہ میرے اہل وعیال، بھائی بہن، خسر وغیرہ بھی بیعت ہوگئے بلکہ میری اہلیہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی سب سے آخری مریدہ ہیں۔

عطایا وتحائف

حدیث پاک میں آیا ہے کہ "آپس میں ایک دوسرے کو تحفہ پیش کیا کرو باہم محبت میں اضافہ ہوگا" حضرت مفتی صاحب قبلہ کی بھی تحفہ عنایت فرمانے کی عادت تھی آپ کو جو تحائف عقیدت منداور مریدین پیش کیا کرتے تھے آپ انہیں قبول فرما کر دوسروں کو عطا فرمادیتے چنانچہ مجھے بھی حضرت نے ڈھاکہ سے آیا ہوا ایک ململ کا کرتا عنایت فرمایا اور اکثر و بیشتر زمزم شریف کھجور وغیرہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ □□

شارح بخاری! نوازشیں

مولانا کوثر خاں نعیمی ...... اظہار العلوم جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر، یوپی

میں ابھی درجہ اوّل میں پہلی کتاب پڑھ رہا تھا، ہمارے گاؤں میں سالانہ جلسہ تھا اور یہ گاؤں کا باضابطہ پہلا سالانہ جلسہ تھا۔ بعد نماز عصر گاؤں کے اکثر افراد وہاں موجود تھے، ہمارا گھر مدرسہ کے منتظم گھروں میں سے ۔ والد صاحب بھی مصروف انتظام تھے۔ میں بھی ساتھ ساتھ لگا رہا۔ اتنے میں ہاتھی پر سوار چند علماء تشریف لائے۔ ان میں شارح بخاری حضرت علامہ الحاج مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ و حضرت مولانا سید شاہ قائم قتیل دانا پوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میں نے دیکھا ایک صاحب عمامہ باندھے شیروانی پہنے اترے۔ ان کے ساتھ بستر، ایک بکس، ایک کنڈیا ہے۔ اتنے سامانوں کے ساتھ ان کا اترنا میرے لئے حیرت کی بات تھی۔ میں نے والد صاحب سے معلوم کیا کہ یہ کون صاحب ہیں اور اتنا سامان کیوں لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مناظر اہل سنت، نائب مفتی اعظم ہند ہیں۔ بریلی شریف سے آئے ہیں۔ (اسوقت یہی دو القابات خاص تھے) کتابیں اس لئے لے کر چلتے ہیں کہ وہابیوں سے جہاں چاہیں مناظرہ کرسکیں۔ ان کی غلط عبارتیں جلسوں میں دکھا سکیں، دلیل کی ضرورت ہو تو اپنی کتابیں دکھا سکیں۔

ابھی تک میں نے وہابیوں کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔ ہمارے گاؤں میں دو تین گھر غیر مقلد وہابی تھے مگر وہ بھی اتنا ال کررہے تھے کہ بچے کچھ نہیں جان سکتے تھے۔ رات تقریر میں کتابیں ہاتھ میں لے کر ان کی غلط عبارتیں دکھانا اور اس پر گھن گرج کے ساتھ تقریر کرنا آج بھی یاد ہے۔ گویا میں نے پہلی مرتبہ عالمانہ وضع قطع اور اسلامی وقار کے ساتھ حضرت ہی کو دیکھا۔ رسوائے زمانہ بدعقیدہ وہابی قوم کے بارے میں میری زندگی کی پہلی معلومات حضرت ہی کے ذریعہ ہوئی۔ کتاب العقائد کا یہ پہلا باب تھا جو ہمارے سادہ اور خالی ذہن میں حضرت کے ذریعہ پہونچا۔ بات معمولی ہوتی ہے مگر آپ اندازہ کریں ایسے وقت میں جب سواریاں کم تھیں۔ وسائل محدود تھے۔ مدارس بھی غریب تھے۔ اتنے سامانوں کے ساتھ تنہا سفر کرنا ان کو اٹھانا لادنا، پھر ۱۵۔۲۰ کلومیٹر ہاتھی یا بیل گاڑی سے سفر کرنا کتنا کٹھن کام تھا۔ مگر دین کا درد تھا کہ ساری دشواریاں آسان معلوم ہو رہی تھیں۔

پھر ہر سال جلسہ میں زیارت کرتا، راتوں کی بیٹھک میں والد صاحب وغیرہ ان کا ذکر خیر فرماتے۔ جب میں گلستاں پڑھ رہا تھا تو معلوم ہوا کہ بلرامپور میں مفتی صاحب تشریف لائے ہیں۔ تین سو روپے تنخواہ ہے۔ (اتنی تنخواہ کسی مدرس کی پہلی مرتبہ سنا تھا) میں اپنے رفیق مولانا محمد شفیق خانصاحب نعیمی و دیگر ساتھیوں کے ساتھ حضرت کی زیارت کرنے گیا۔ مدرسہ انوار القرآن پہونچتے ہی ایک مولوی جو ننگے سر تھا، بریلی کا فارغ، ننگ قوم، ننگ علماء، اس نے یہ کہہ کر میری ٹوپی لے لیا کہ تم بچے ہو تمہیں پہچانتے نہیں ہیں۔ مجھے ڈانٹیں گے۔ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اپنی فطرت اور عالی ظرفی کے مطابق حضرت نے ہم لوگوں کی ضیافت فرمایا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے کیا پڑھتے ہو؟ کہاں پڑھتے ہو؟ میرے جواب کو سننے کے بعد فرمایا کہ تمہیں عبدالرحمن ننگے سر گھماتے ہیں؟ (یہ میرے استاذ حضرت مولانا عبدالرحمن

خانصاحب نعیمی مدظلہ العالی تھے) میں شرمندہ ہوا۔ دل میں آیا کہ کہہ دوں! کہ میری ٹوپی انہوں نے لیا ہے۔ مگر مروتاً خاموش ہوگیا۔

ان واقعات سے تربیت، اعلیٰ اخلاق، اور شفقت کے جو نمایاں پہلو نظر آتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔

دورۂ حدیث کے سال اپنے بھائی حافظ محمد سمیع خانصاحب نعیمی کے ساتھ داخلہ کی غرض سے حاضر ہوا۔ ہوٹل سے منگا کر کھانا کھلایا۔ مولانا غلام محمد صاحب مرحوم سے داخلہ کے لئے کہلوادیا۔ اور ہم لوگوں کو بامراد واپس فرمایا۔ جب داخلہ کے بعد پڑھنے حاضر ہوا، خدمت کا شوق تھا، کمرہ میں حاضر تھا، وضو کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بالٹی میں رکھے ہوئے تھوڑے سے پانی کو پھینک دیا اور تازہ پانی لانے کو چلا ہی تھا کہ سخت برہمی کا اظہار فرمایا اور پانی پھینکنے سے متعلق وعید کو سنایا میں اور زیادہ معتقد ہوگیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو اس عمل اور احقاق حق کے جذبہ کو سراہتے ہوئے خط لکھا۔

دوران طالب علمی میرے ایک ساتھی سے متعلق کسی جرم کی اطلاع ملی۔ سخت ڈانٹ سنائی۔ مگر تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ بری ہیں تو شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے گھر سے آیا ہوا سب اچار عطا فرمادیا جو ہم سب ساتھیوں کے لئے تبرک بنا۔

ابھی امتحان کی تیاری کا اعلان ہی ہوا تھا کہ فیض آباد سے قاری عبدالودود صاحب کے قصاب باڑہ کی مسجد کے لئے سنجیدہ طالب علم کی درخواست پیش کیا۔ حضرت نے مجھے بلایا اور آدمی کے ساتھ کردیا۔ میں نے وہاں جاکر دیکھا کہ ایک پرانی چھوٹی سی مسجد ہے سنسان الگ تھلگ۔ میں اسی دن واپس آگیا اور عرض کیا حضور وہاں صرف امامت ہے۔ ویران جگہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! میں نے اور علامہ ارشد صاحب اور کئی بزرگوں کا نام لیا۔ ان لوگوں نے ابتدائی تعلیم سے ہی تدریس کا کام شروع کیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہی جگہ بڑی ہوجائے یا وہاں سے بڑی جگہ کا راستہ ہموار ہوجائے۔ اب میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ پچھتر روپئے ماہانہ تنخواہ بغیر ناشتہ پر کام شروع کیا۔ ابھی تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ ندائے حق [illegible]

کی جگہ خالی ہوئی اور مجھ ناتواں کو اپنی مضبوط دعاؤں کے سہارے وہاں بھیج دیا۔ وہاں کے لوگوں نے مجھے کم عمر کا سمجھ کر کسی حیلہ سے واپس کردیا، مگر حضرت میری ہی ملازمت پر مصر رہے اور میں ندائے حق آگیا۔ وہاں ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے کوشش کرکے حضرت کو تشریف آوری کی دعوت دے دی اور حضرت تشریف بھی لے آئے۔

آپ حضرات ان چند ایسی باتوں پر جو بنظر ظاہر معمولی جانی جاسکتی ہیں۔ مگر ان کے اثرات پر غور فرمائیں۔ میں نے فیض آباد چند مہینہ رہ کر جو تعلقات پیدا کرلئے ان تعلقات سے مستقبل میں کتنی آسانیاں ہوئیں وہ صرف میں ہی نہیں میرے متعلقین بھی جانتے ہیں۔ تین مہینے تیس سال سے اچھے ثابت ہوئے۔ پھر ندائے حق کو مجھ سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں مگر میرا فائدہ یہ ہوا کہ میں وہیں سے نعیمی صاحب ہوگیا۔ من آنم کہ من دانم۔ ایک کسان مزدور، دیہاتی، کم علم، دیہاتی ماحول کا پروردہ، مگر ان کی ایک نگاہ پاک نے صاحب عزت بنادیا۔ آج نہ جانے کتنے لوگ مجھے اپنے حسن ظن کی بنیاد پر عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

پہلے سفر حج پر تشریف لے جاتے ہوئے بنارس اسٹیشن پر مجھے اور میرے رفیق مولانا امام الدین صاحب مصطفوی کو النور والبہا شریف کی [illegible] اجازت یہ کہہ کر مرحمت فرمایا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی بشارت [illegible] ہے۔ نیز مجھے اپنی وہ ٹوپی عنایت فرمادیا جو گھر سے لگا کر بنارس تک [illegible] تشریف لائے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد اپنی پڑھی ہوئی تسبیح عطا فرمایا۔ اور خلافت واجازت کا والانامہ ارسال فرمایا۔ یہ وہ کرم فرمائیاں ہیں جو مجھ ذرۂ ناچیز کے لئے معراج زندگی عطا فرمانے والی ہیں۔ حضور کو ان [illegible] کے استاذ وپیر حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے سفر حج میں خلافت [illegible] اجازت عطا فرمایا۔ ایک موقع پر کسی بزرگ نے کلاہ شریف و تسبیح عطا [illegible] فرمایا وہ سب سنتیں مجھ بے نوا فقیر کے حصہ میں آئیں۔ یہ ان کی شان [illegible] کریمی ہے، ورنہ من کجا......

مجھ پر جب بھی کوئی افتاد پڑی ان کی شفقتوں نے مرہم کا کام کیا۔ محبت بھرا نصیحت نامہ ارسال فرما کر میرے لئے درد کا درماں فرا[illegible] [illegible] کو شرکت دینے میں ان کی توجہ ہی سبب بنی۔ میں [illegible]

ان کے کچھ کرم نامے معارف شارح بخاری میں دیا ہے۔ اس سے غایت کرم ظاہر ہے۔

جامعہ عربیہ سے کبیدہ خاطر ہو کر کچھ دنوں کے لئے چلا گیا تھا۔ جانے سے پہلے الہ آباد ضلع کے جھمن پور میں گفتگو کرلیا تھا۔ جب حضرت سے ذکر کیا۔ فرمایا! وہاں مت جاؤ وہاں آدمی معقول نہیں ہیں۔ میں نہیں گیا۔ نوشہرہ بھیج دیا۔ کچھ دنوں کے بعد جہانگیر گنج کے لوگ حضرت کی بارگاہ میں میرے لئے حاضر ہوئے تو فرمایا پوری کمیٹی تحریر دے تو بلاؤں گا۔ جب مطمئن ہوگئے تو مجھے حکم فرمایا۔ اور میں حاضر ہوگیا۔ اپنے غلاموں کے آرام اور عزت کا خیال فرمانا انہیں جیسے شفیق آقا کا کام ہے۔

ابھی حال میں ۱۴؍اکتوبر ۲۰۰۰ء کو جلسہ کی تاریخ حضرت امین میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ نے عطا فرمایا تو مجھ ناچیز، ناتواں، بے مایہ کو فون پر مبارکباد عطا فرمایا۔ میں نے تاریخ مندرج کرانے کے لئے وقت پوچھا کہ کب حاضری دوں تو ارشاد فرمایا کہ تاریخ نوٹ کرلیا ہے۔ بقیہ دروازہ کھلا ہے جب چاہو آؤ۔ یہ ذرہ نوازی اتنی آفاقی ذات کے لئے معمولی بات نہیں ہے۔ مجھ بے حیثیت پر انہیں کچھ ایسا اعتماد تھا کہ جب بھی ساتھ رہا اپنے سب دکھ، درد، پریشانی، گھریلو معاملات، الجھنیں، بڑی رازداری سے بیان فرماتے کبھی کوئی راز، راز نہیں رکھا۔ جب بھی مبارکپور نیاز حاصل کرنے حاضر ہوا تو بغیر رات روکے واپس نہیں آنے دیا یہ ان کا کرم ہی تو تھا، ورنہ مجھ سے زیادہ ہوشمند، عقلمند نہ جانے کتنے ان کے غلام ہیں۔

بھائی جان یعنی ڈاکٹر محب الحق صاحب اعظمی جب علی گڑھ سے بی۔یو۔ایم۔ایس فارغ ہو کر آئے تو مطب کے لئے جگہ کی تجویز شروع ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ جہانگیر گنج کے لئے حکم فرمادیں۔ میری خواہش کو دیکھ کر یہاں رہنے کا حکم صادر فرمادیا۔ مولوی وحید الحق صاحب نے پڑھائی کا سلسلہ ترک کر کے ڈاکٹر فخر الدین صاحب کے یہاں کمپاؤنڈری شروع کردیا۔ ان کی خواہش تھی کہ چند دنوں سیکھ کر دوکان کرلوں گا۔ حضرت اس عمل سے سخت برہم تھے۔ انہیں دنوں، میں حاضر ہوگیا۔ کافی رات تک دکھ درد سناتے رہے اس میں مولوی وحید الحق صاحب کا معاملہ زیادہ غالب رہا میں نے کہا کہ حضرت اجازت دیں تو میں مدرس بنادوں از راہ تعجب ہنسنے لگے فرمایا کہ اس کو کون رکھے گا اور کیا پڑھائے گا۔ میں نے کہا آپ راضی ہوں تو میں انہیں راضی کرلوں گا اور جگہ بھی دے دوں گا۔ اس سے بہت خوش ہوئے۔ میں مولوی صاحب موصوف کو راضی کر کے جامعہ لے آیا اور شعبۂ تحتانیہ میں لگا دیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد مولانا حافظ حمید الحق صاحب برکاتی کو بھی حفظ کی تعلیم کے لئے جامعہ میں بھیج دیا۔

مولانا محمد بشیر صاحب اورئی ضلع جالون ناظم مطبخ خانقاہ برکاتیہ نے اپنے دو بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت کے سپرد کیا حضرت نے ان کی تربیت اور درستگی کے لئے مجھے حکم فرمایا اور میرے سپرد فرمادیا۔ کتنے ایسے متعلقین کے بچوں اور خاص کرابنوں کو فرماتے کہ یہاں صحیح نہیں ہوگا۔ جہانگیر گنج بھیج دو۔ اپنے نواسہ جگر گوشہ پوسلمہ کو تو بار بار فرماتے کہ جہانگیر گنج بھیج دو۔ کہ ذرہ نوازی، شفقت، اور ادنیٰ و کہتر نوازنے کی اعلیٰ مثال وفقید المثال ہے۔

اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد میری خواہش ہوئی کہ قبر پر فاتحہ کے لئے حضرت کو زحمت دوں۔ میری عرض کو قبول فرماتے ہوئے بہت تکلیف و زحمت کے ساتھ مجھ غریب کے گھر رونق افروز ہوئے۔ میں ان کو دیکھتا اور اپنا گھر۔ غیرت آتی شرمندہ ہوتا مگر ان کی شان کریمی نے عزت بخشا۔ جہاں تقریر کا انتظام تھا معمولی چھپر کا گھر تھا۔ دعا کرایا خدا کے فضل ان کی دعائیں مقبول ہوئیں اور میرا مکان اور وہ بیٹھک جہاں تقریر ہوئی چند ہی دنوں میں اسباب مہیا ہوئے۔ سب بن گیا۔ آج بھی ان کی رحمتیں، برکتیں کتنا میرے لئے سہارا ہیں میں اس کا شمار نہیں کرسکتا۔

رب کریم ان کی روح کی پاکیزگی کے صدقے، ان کی محبت رسول اور خدمات دین کے صدقے ان کے مراتب علیا میں ترقی در ترقی عطا فرمائے۔ اور ہم غلاموں کو ان کے فیضان سے ثبات قدمی، نور علم، دل میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

●●●

ساتواں باب

شارح بخاری!
حمایت حق اور استیصال باطل

شارح بخاری! دینی غیرت وحمیت

مولانا عبدالحق رضوی مصباحی —— استاذ الجامعة الاشرفیہ، مبارکپور

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء وصال ۶ر صفر ۱۴۲۱ھ/ ۱۱ر مئی ۲۰۰۰ء) کو یوں تو اللہ عزوجل نے بے شمار خوبیوں اور کمالات سے متصف فرمایا تھا خواہ محاسن علمیہ ہوں یا عملیہ ایک عالم ربانی اور مرشد کامل کے لئے جن خصائص اور کمالات کی ضرورت ہوتی ہے ان سارے اوصاف سے آپ بدرجہ اتم متصف تھے تعلیم وتدریس ہو یا تصنیف وتالیف، قرآن وحدیث کا علم ہو یا فقہ وافتاء تاریخ گوئی وسیرت نگاری ہو یا نقد ونظر، حق گوئی وبے باکی ہو یا طنز ومزاح، وعظ ونصیحت ہو یا تقریر وخطابت، جدل ومناظرہ ہو یا ارشاد وہدایت، زہد وتقویٰ ہو یا عبادت وریاضت، تعویذات وعملیات ہوں یا اوراد ووظائف، غرض خدمت دین متین اور خدمت خلق کا کوئی بھی زریں طریقہ ہو یا مبارک میدان آپ اس کے مرد میدان ہی نہیں بلکہ شہسوار اور یکتائے روزگار تھے۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان سے قرب وتعلق رکھنے والے علماء فضلاء پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جن خوبیوں کی طرف میں نے اجمالاً اشارہ کیا ہے ان تمام شعبوں میں نصف صدی سے زیادہ پر محیط آپ کی خدمات علمیہ ودینیہ شاہد عدل ہیں۔

مگر آپ کی بارگاہ کا یہ (راقم السطور) ادنیٰ کفش بردار حضرت کی معیت اور خدمت میں سفر ہو یا حضر رزم گاہ حق وباطل ہو یا بزم احباب وبزرگان، ہندوستان کے اکثر صوبوں کے سیکڑوں جلسوں اور عظیم الشان کانفرنسوں اور متعدد مناظروں اور گوناگوں تقریبات ومحفلوں میں تو شریک رہا ہی، کولمبو وپاکستان کے دینی وتبلیغی دورے میں بھی ہمرکابی رہی، اس کے علاوہ آپ کے ساتھ حرمین شریفین حج وزیارت اور عمرہ کی ادائیگی کے لئے دو مرتبہ حاضری کا شرف بھی [illegible] وبکرم حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستائیس سال تک ایک وفادار خادم، اطاعت شعار تلمیذ اور سب سے زیادہ معتمد شاگرد کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہا۔ فالحمد للہ علی ذالك۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان جیسی قیمتی شخصیت اگر کسی دوسری جماعت کو مل جاتی تو معلوم نہیں اس کا کتنا اعزاز اس جماعت کے اندر ہوتا اور اسے خوش وخرم رکھ کر جماعتی اور علمی بے شمار عظیم الشان کام لیا جاسکتا تھا مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا، وہ کون سے آلام ومصائب ہیں جن سے ہمارے حضرت دوچار نہ ہوئے ہوں۔ مگر جملہ حالات وکیفیات میں ایک مرد مومن کی جو شان ہونی چاہئے یعنی عفو ودرگزر جہد مسلسل صبر وتحمل، شکر ورضا کا دامن ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑا اور بالآخر تمام احوال ومعاملات میں تائید ربانی سے کامیاب وکامران بھی رہے۔

مگر میں نے زندگی کے اس طویل سفر میں جو وصف سب سے نمایاں طور پر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے اندر محسوس کیا ہے وہ آپ کی دینی غیرت وحمیت ہے آپ اپنے اس وصف میں اپنے تمام اقران اور ہم عصروں میں بالکل منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں خواہ وہ دینی اور دنیوی دانش گاہوں کے اساتذہ ہوں یا منبر ومحراب پر زینت بننے والے خطبا وائمہ مسند نشینان مشائخ ہوں یا جماعت علماء کوئی بھی اس وصف خاص میں آپ کا سہیم وشریک نہیں۔

مولیٰ عزوجل نے ہمارے حضرت کے اندر جو خلوص وللہیت، جوش ایمانی، جذبۂ دینی، جماعت کا درد، مسلک اہل سنت وجماعت کے تحفظ کی لگن، فکر رضا وفقہ حنفی کی اشاعت کی تڑپ، حرمت ائمہ وصحابہ کی پاسبانی کا ولولہ، ناموس خدا ورسول کے تحفظ وبقاء کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا [illegible] صیانت کا جذبہ بیکراں پیدا فرمایا تھا۔

غالباً انہیں اوصاف و امتیازات نے آپ کو رفعت و بلندی میں ہم دوش ثریا کر دیا تھا کہ بڑے بڑے کج کلاہ اور صاحب حشمت و جاہ حضرت شارح بخاری کی گرد راہ کو تکتے رہ گئے۔

دینی غیرت وحمیت

یہ ایسا اعلیٰ درجہ کا وصف کمال ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے جس مخصوص بندے پر فضل خاص فرماتا ہے۔ اسے اس وصف خاص سے سرفراز فرماتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے اثنائے گفتگو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب یہ کہا تھا "کَاَنِّیْ بِکَ وَقَدْ فَرُّوا عَنْکَ هٰولَاءِ فَقَالَ اَبُو بَکْرٍ اُمْصُصْ بَظَرِ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ اَوْ نَدَعُهُ" کہ میں آپ کو اس وقت دیکھوں گا جب آپ کے یہ سب ساتھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ بن مسعود سے فرمایا تھا "تو لات کی شرمگاہ چوس" کیا ہم بھاگیں گے یا ہم حضور کو چھوڑ دیں گے۔"

انبیاء و رسل کو چھوڑ کر تمام جن و انس میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ غیرت دینی اور جوش ایمانی ہی تھی کہ اس نے آپ کو عروہ بن مسعود ثقفی سے اتنی سخت بات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کہنے پر مجبور کیا اور آپ اس بات کو ہرگز ہرگز برداشت نہ کر سکے کہ ہم صحابہ کرام حضور کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

افضل البشر بعد الانبیاء حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت ایمانی اور دینی حمیت کا ایک منظر دیکھتے چلیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا تو کچھ عرب مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مد زکوٰۃ میں سے ایک رسی بھی چھوٹ جائے گی تو اس کے لئے بھی میں ان پر جہاد کروں گا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفۂ برحق ان لوگوں کے سا[illegible]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت جلال میں آ گئے اور فرمایا:

اجبارٌ فی الجاهلیة وخوارٌ فی الاسلام انه قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی

اے عمر! کیا زمانہ جاہلیت میں تم بہت سخت اور بہادر تھے اور اسلام لا کر بزدل اور پلپلے ہو گئے ہو یقیناً وحی ربانی ختم ہو چکی اور دین اسلام مکمل ہو گیا کیا میرے زندہ رہتے ہوئے اس (دین) میں کچھ کم کیا جا سکتا ہے۔

حضرات ناظرین سے گزارش ہے کہ ذرا (اینقص وانا حی) کے تیور کو ملاحظہ فرمائیں کیا اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش ایمانی اور غیرت دینی بالکل واضح اور امر محسوس نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بعد وصال ذکر کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا اے کاش میری زندگی کی ساری نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن کی نیکیوں کے مثل ہوتیں ایک رات سے مراد ہجرت کی رات ہے جس میں حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سچے عاشق کی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جاں نثاری اور فدا کاری کا پورا پورا ثبوت پیش کر دیا اور غار ثور کا پورا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمایا اور دن سے مراد وہ دن ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مختلف قبائل عرب سے ارتداد اور منع زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا تو حضرات صحابہ کرام ان مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے کے سلسلے میں متردد تھے۔ یہ ایک انتہائی نازک موقع تھا۔ ابھی حضور کے وصال کو چند روز ہوئے تھے اندیشہ تھا کہ اس جنگ سے پورے عرب میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عام بغاوت نہ ہو جائے۔ مگر واہ رے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست ایمانی اور عاقبت اندیشی کہ آپ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کر کے اور انہیں نیست و نابود فرما کر ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کو دفن کر دیا (ماخوذ از مشکوۃ مناقب ابی بکر)

[illegible] یہ ثابت کر دیا کہ حضرت ابوبکر نے اس وقت

جو اقدام فرمایا تھا وہی سب سے زیادہ مناسب اور بہتر تھا اگر اس وقت ذرا سی ڈھیل ان مرتدین کے ساتھ دی جاتی تو شیرازہ اسلام منتشر ہو جاتا۔

ان دونوں واقعات کو نقل کرنے سے میرا مقصد یہ دکھانا ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ فرمایا" کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کمی کی جائے گی۔" اور عروہ کے اس کہنے پر کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ صحابہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے تو میں آپ کو دیکھوں گا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کا عروہ بن مسعود کو اتنی سخت بات کہنا کہ جس سے وہ تلملا اٹھے یقیناً یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ مولیٰ عزوجل نے آپ کو جو دینی غیرت وحمیت اور جوش ایمانی عطا فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ سے ایسے واقعات رونما ہوئے۔ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی غیرت وحمیت اور اس کے نتیجے میں جانثاری اور فدا کاری ہی نے آپ کو افضل البشر بعد الانبیاء کے مرتبہ عظمیٰ پر فائز فرما دیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بلند وبالا شخصیت جن کی نیکیاں آسمان کے تاروں سے بھی بڑھی ہوئی ہیں وہ تمنا فرما رہے ہیں کہ اے کاش ہماری زندگی بھر کی ساری نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شب وروز کی نیکیوں کے برابر ہوتیں۔ (مشکوۃ مناقب عمر)

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی اور احوال کے مشاہدہ کرنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت موصوف کی پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ، خدمت دین متین، جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سے عبارت تھی اسلام اور مسلک اہلسنت وجماعت کے خلاف کہیں سے کوئی فتنہ اٹھتا تو جتنی جلد ممکن ہوتا جب تک شارح بخاری جواب نہ دے لیتے اس وقت تک آپ کو چین نہ ملتا تھا حالانکہ آپ کو اس راہ میں کتنی بار مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا مگر پھر بھی اپنی افتاد طبع سے مجبور تھے۔ دشمنوں کے سب وشتم کو تو برداشت کرتے ہی تھے، اپنوں کے تیر ونشتر کو بھی کچھ کم نہیں جھیلنا پڑتا تھا، اپنے کو غیر جانبدار اور نوٹرل بننے والے حضرات کچھ کم جملے نہیں چست کرتے تھے مگر ان ساری چیزوں سے آگاہی اور باخبر ہونے کے باوجود کبھی ہمت نہ ہاری اور بلاخوف لومۃ لائم حق گوئی آپ کا شیوہ رہا اور آپ کی زندگی بلاشبہ اس شعر کی آئینہ دار تھی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ہمارے حضرت کو بارگاہ صدیقی سے خاص فیض ملا تھا۔ اور آپ کی پوری حیات طیبہ ارشاد صدیقی اینقص وانا حی (کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کمی کی جاسکتی ہے) کی آئینہ دار اور اس کا عکس جمیل تھی۔ خدا کی قسم وہ مرد مجاہد پوری زندگی نتائج اور انجام سے بے پرواہ ہو کر دشمنان خدا اور رسول سے لڑتا ہی رہا اور شیروں کی طرح پوری دلیری اور بہادری کے ساتھ بدمذہبوں کو للکارتا اور دعوت مبازرت دیتا ہی رہا کبھی دین ومذہب کے معاملہ میں نہ مصلحت کا لحاظ کیا اور نہ مساعد حالات کا سہارا لیا۔ اس پر آپ کے ایک لاکھ کے قریب فتاویٰ اور ہزارہا صفحات پر پھیلی ہوئی تحریریں اور سیکڑوں خطبات اور ایک درجن کے قریب مناظرے شاہد عدل ہیں۔

کون نہیں جانتا ہے کہ پورے ہندوستان میں جہاں کہیں بھی دینی اور مذہبی معاملات میں جب بھی فضا گرم ہوئی اور کوئی بھی بدمذہب بکواس کرتا یا چیلنج مناظرہ دیتا یا اہلسنت کے عقائد ومعمولات کے خلاف کوئی زہر افشانی کرتا تو آپ اسے سن کر مضطرب ہو جاتے اور آپ کو یارائے ضبط نہ رہتا اور تاوقتیکہ بھرپور دندان شکن اور مسکت جواب نہ دے لیتے آپ کو سکون نہ ملتا تھا اور ایسی کٹھن اور پرآشوب گھڑی میں سب کی نظر حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ پر جا کر ٹک جاتی تھی اور آپ ہی ایسے مشکل وقت میں سب کے مرکز توجہ رہتے تھے حضرت موصوف کے اسی وصف کی ترجمانی کرتے ہوئے ادیب شہیر مولانا بدر القادری صاحب ہالینڈ، یوں زمزمہ خواں ہیں ۔

تیرے ہوتے اہلسنت پر کھلے کس کی زباں
فتنۂ اشرار کو رو کے، تو وہ دیوار ہے
رزمگاہ حق وباطل کی فضائیں ہیں گواہ
یوں مروڑا آج تک شل پنجۂ اشرار ہے

اور جب حالات اعتدال پر آجاتے تو دیگر شعلہ بار دھواں دھار تقریر کرنے والے خطباء اور علماء کو اہل جلسہ بلاتے تھے اور اس پر حضرت

موصوف طنز و مزاح فرماتے ہوئے حماسہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَاِذَا تَکُونُ کَرِیْهَةٌ اُدعٰی لَهَا
وَاِذَا یُحَاسُ الحَیْسُ یُدْعٰی جُنْدَبُ

(اور جب جنگ ہوتی ہے تو مجھے اس کے لئے دعوت دی جاتی ہے) (اور جب حَیس (ایک مخصوص قسم کا کھانا) تیار کیا جاتا ہے تو اس کے لئے جندب بلایا جاتا ہے)

ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ جن کو اللہ عزوجل نے گوناگوں محاسن اور خوبیوں سے نوازا تھا اگر بالفرض دینی غیرت وحمایت کے سوا اور کوئی فضل وکمال آپ کے اندر نہ ہوتا تو خود یہی اتنا بڑا وصف کمال ہے جو حضرت موصوف کے بارگاہ الٰہی میں مقبول ومحبوب بنانے کے لئے کافی تھا اور آپ کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے ضامن اور موجب تھا اس کی تائید مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے درج ذیل ارشاد سے ہو رہی ہے:

''امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام ہے۔ فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اسی قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسب حاصل اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے؟ جو شخص عزلت نشیں ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔

(الملفوظ ج:۳، ص:۳۸)

اب آپ مذکورہ بالا ارشاد کے تناظر میں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی زندگی کے شب و روز ... اصل جوہر اور فن دیکھنے کو اس وقت ملتا تھا

طرح عیاں ہو جائے گا کہ حضرت موصوف کی جملہ تحریریں خواہ وہ مقالات یا مضامین کی شکل میں ہوں یا کتابی صورت میں ان کے پس پشت کوئی عظیم محرک اور بلند مقصد ضرور ہوگا۔ صرف مصنف اور قلم کار بننے کے شوق میں نہ تو آپ نے کوئی کتاب لکھی اور نہ ہی کوئی مضمون اور جس موضوع اور عنوان پر قلم اٹھایا تو اس موضوع اور عنوان کی تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ صرف نقل عبارات اور واقعات وحکایات پر ہرگز اکتفا نہیں فرمایا اور اگر اس قسم کا مزاج ہوتا تو چونکہ آپ حد درجہ زود نویس تھے۔ سیکڑوں کتابوں کے مصنف ہوتے۔ مگر اس مقام پر ہمارے باشعور قارئین کرام کو ضرور یہ تجسس ہوگا کہ آخر وہ کون سے عوامل ومحرکات اور عظیم مقاصد تھے جنہوں نے حضرت شارح بخاری کو قرطاس وقلم کا ایسا خوگر اور عادی بنا دیا کہ زندگی کے آخری لمحات تک آپ کی یہ شان رہی کہ کسی معاملہ میں کتنا ہی پریشان کیوں نہ ہوں جب قرطاس وقلم لے کر بیٹھ جاتے تو سارا غم بھول جاتے اور آپ کو سکون میسر ہو جاتا تھا۔ لوح وقلم کے ساتھ آپ کا تعلق عشق کی حد تک تھا۔ جہاں تک راقم الحروف کی معلومات ہے کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی جملہ تصانیف اور تحریروں کے پیچھے اصل محرک غیرت دینی اور جوش ایمانی ہے اور جو لوگ حضرت موصوف کی کتابوں اور مقالات کے مطالعہ سے شرف یاب ہیں وہ ضرور میری بات کی تصدیق فرمائیں گے اگر مضمون کے بہت طویل ہو جانے کا اندیشہ دامن گیر نہ ہوتا تو میں بفضلہ تعالیٰ شارح بخاری کی ہر تصنیف اور ہر مضمون کے بارے میں نشاندہی کر سکتا ہوں کہ فلاں کتاب اور فلاں مقالہ یا مضمون لکھنے کے لئے اصل محرک اور سبب کیا ہے۔

تقریباً یہی حال آپ کی تقریروں کا بھی ہے کہ آپ محض امت مسلمہ کا اصلاح عقائد واعمال کے جذبے کے تحت خطاب فرمایا کرتے تھے اور آپ کا بنیادی مقصد یہی ہوتا تھا کہ حضرات اہل سنت جملہ بدمذہبوں اور دشمنان خدا اور رسول سے دور ونفور رہیں اسی میں ان کی بھلائی اور عقیدے کی سلامتی مضمر و پنہاں ہے۔ حضرت شارح بخاری نے ہند اور بیرون ہند کے طول وعرض میں سیکڑوں خطبات دیئے ہوں گے اور آپ کو اس فن میں بچپن ہی سے مہارت اور ید طولیٰ حاصل تھا مگر

جب کہیں کوئی بدباطن، اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف یا ائمہ واولیاء کی عزت وحرمت کے تعلق سے بکواس کردیتا تو اس وقت حضرت شارح بخاری کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوجاتا تھا اور آپ اشداء علی الکفار کی سچی تصویر بن جاتے تھے۔

حضرت شارح بخاری نے ہندوستان میں موجود تقریباً تمام فرق باطلہ کے رد وطرد میں تقریریں فرمائی ہیں اور ایسی موثر اور گھن گرج کے ساتھ کہ دشمنان خدا و رسول اور گستاخان محبوبان بارگاہ الٰہ کے دانت کھٹے کردیے ہیں۔ آج بھی ہزاروں سامعین اور مشاہدین ملک کے طول وعرض میں موجود ہیں جنہوں نے ایسی تاریخی، علمی، تحقیقی خطبات کو حضرت موصوف کی زبان فیض ترجمان سے سنا ہے۔ کہ جن سے ایمان و سنت کے باغ لہلہا اٹھے اور بدمذہبیت کے پرخچے اڑ گئے۔

آپ کے ایسے خطبات جنہوں نے حالات کے رخ کو موڑ دیا اور پورے علاقے میں انقلاب برپا کردیا ہو بے شمار ہیں۔ انہیں یادگار تقریروں میں سے جو مختلف مقامات پر کی گئی ہیں۔ چند جگہوں کے نام یہ ہیں۔ مبارکپور، گھوسی، مئو، جلال پور، ٹانڈہ، بنارس، جھریا، کٹک، کلکتہ، کانپور، بلرام پور، بیر پور بنکٹی، بہرائچ، گونڈہ، کرنیل گنج، پیلی بھیت، بریلی، مرادآباد، سنبھل، ڈڈوانہ، راجستھان، بھیونڈی، ممبئی، ہبلی کرناٹک وغیرہ وغیرہ۔ حضرت شارح بخاری انتہائی سوز و درد کے ساتھ اپنے سنی عوام کو بدمذہبوں کے گندے عقائد اور ان کے برے اعمال سے آگاہ فرماتے رہتے تھے اور مذہب اہل سنت کی صداقت اور حقانیت کو قرآن و حدیث کے مستحکم دلائل و براہین کے ذریعہ واضح فرماتے تھے اور برادران اہل سنت کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید وتلقین فرماتے رہتے تھے۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی امت دشمنان دین کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ اور مسلک اہل سنت و جماعت پر مضبوطی کے ساتھ گامزن رہے۔ پوری زندگی یہی پیغام دیتے رہے اور جب طبیعت میں جوش ہوتا تو دوران تقریر بڑے والہانہ انداز میں تحدیث نعمت کے طور پر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

سگ ہوں میں شریف رضوی غوث و رضا کا
ہیں بھاگتے آگے سے میرے شیر ببر بھی

حضرت شارح بخاری کی تمام تحریروں اور تقریروں کے پیچھے صرف ایک محرک اصلی تھا وہ ہے آپ کی غیرت دینی وایمانی۔

مولیٰ عزوجل نے آپ کی جبلت اور شرست میں یہ خوبی بدرجۂ اتم ودیعت فرمائی تھی جس کا اظہار عنوان شباب سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا۔ آپ کے دور طالب علمی میں ایک بار مبارکپور میں وہابیوں کا جلسہ تھا، اس میں کسی بیرونی وہابی مولوی نے استاذ العلماء حضور حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کو چیلنج مناظرہ دے دیا۔ حضرت شارح بخاری کو غیرت آئی کہ میرے ہوتے ہوئے استاذی الکریم حضور حافظ ملت کو کوئی چیلنج مناظرہ دے کر یوں ہی چلا جائے، آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وہابی مولوی سے سوالات شروع کردیے کہ تم پہلے حضور حافظ ملت کے ایک ادنیٰ شاگرد کا جواب دے دو، اس کے بعد ان سے مناظرہ کرنا، وہ مولوی حضرت موصوف کے سوالات سے گھبرا کر رات ہی میں مبارکپور سے بھاگ کھڑا ہوا، اس نے سوچا ہوگا کہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے طفل مکتب کا جب یہ حال ہے تو شیخ مکتب کا کیا عالم ہوگا۔

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ یہ فرماتے تھے:

''ہمارے سامنے کسی بدمذہب کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ ہمارے اساتذہ یا بزرگوں کو کچھ کہہ دے اور بچ کر چلا جائے، افسوس کہ یہ دینی غیرت وحمیت نئی نسل میں مفقود ہوتی جارہی ہے''۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے والے بخوبی اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت موصوف اپنی غیرت دینی اور ایمانی کی وجہ سے جماعت اور مسلک اہل سنت کے معاملہ میں حد درجہ حساس تھے اور اپنی زندگی میں آپ نے رضویات پر جتنا کام کیا ہے دور حاضر میں دور دور تک اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کی ذات شریف سے جو گہرا والہانہ لگاؤ تھا۔ اس کی صحیح طور پر عکاسی نہیں کی جاسکتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر کسی نے بھی خواہ اپنا ہو یا بیگانہ اگر اس

نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی شان رفیع یا آپ کے مسلک ومشرب کے بارے میں کوئی ہرزہ سرائی اور بیہودہ کوئی تقریر یا تحریر میں کردی پھر تو اس کی شامت ہی آگئی۔

رضویات کے تعلق سے عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے احوال اور آپ کی عبادات ومعاملات اور آپ کی اولاد و احفاد اور آپ کے مشائخ وخلفاء کا تذکرہ اور ذکر جمیل کردیا جائے تو رضویات پر کام ہوگیا۔ حالانکہ میری سمجھ سے مذکورہ بالا امور اگرچہ اپنی جگہ پر ضرور قابل ستائش اور مستحسن اقدام ہیں مگر رضویات کے تعلق سے اصل خدمت یہ نہیں ہے بلکہ اصل خدمت اور کام یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک عشق ومحبت کو چار دانگ عالم میں پھیلایا جائے اور اس کی نشر واشاعت تحریر وتقریر کے ذریعہ جس طرح ممکن ہو کی جائے۔ اور تمام فرق باطلہ مثلاً وہابی، دیوبندی، قادیانی، رافضی، نجدی وغیرہ کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا جو موقف اور نظریہ ہے جس کی صحیح ترجمانی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی تصانیف جلیلہ میں فرمائی ہے۔ اس کو امت مسلمہ کے سامنے پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے تا کہ اہل سنت کے افراد ان جماعتوں کی گمراہی پر مطلع ہوکر ان سے بچ سکیں۔

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتابوں اور ذات شریفہ پر جو اعتراضات اور حملے ہوں ان کا دفاع کیا جائے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے مدلل اور مسکت جوابات دیئے جائیں کہ مخالفین ساکت و مبہوت ہوکے رہ جائیں۔ اور ان کے لئے مجال دم زدن نہ رہ جائے۔

اس مقام پر میں اپنے اہل علم باشعور قارئین کرام سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دور حاضر کے جو علماء اور مشائخ ہیں وہ سب آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور ان حضرات کی جو دینی، علمی، جماعتی خدمات ہیں وہ بھی آپ حضرات پر پوشیدہ نہیں آخر ان حضرات میں کتنے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے بدمذہبوں سے مناظرے کیے ہوں حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی اور الا ماشاء اللہ چند علماء کو چھوڑ کر ان میں اکثریت تو ایسے لوگوں کی ہوگی کہ کسی مناظرہ میں شرکت ہوگئی ہو۔ اور اگر کسی شہر یا مقام پر وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں یا دیگر بدمذہبوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ یا آپ کے مسلک ومشرب پر لعن طعن کیا ہے یا افترا ٔات اور بہتانات باندھے ہیں اور اہل سنت کو للکارا اور چیلنج دیا ہے اور وہاں کی فضا مذہبی اعتبار سے گرم ہوئی تو ایسے نازک وقت میں بلاشبہ شرعی اعتبار سے اس جگہ اور مقام پر علمائے اہل سنت کو جانا اور بدمذہبوں کا رد کرنا اور مسلک اہل سنت پر لگائے گئے اعتراضات کے جوابات دینا اور دفاع کرنا اور مذہب اہل سنت و جماعت کی صداقت وحقانیت کو اجاگر کرنا علماء پر ضروری ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اذا اظھرت الفتن...... او البدع...... ولم یظھر العالم علمہ فعلیہ لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین لا یقبل اللہ عنہ صرفاً ولا عدلاً (رواہ الخطیب وغیرہم) جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہوں اور ایسے وقت میں عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔

جماعت علماء میں کتنے لوگ ہیں کہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے ایسی پرخطر جگہ جاکر انہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دیا ہوگا اور احقاق حق اور ابطال باطل کی ذمہ داری نبھایا ہوگا۔ یہ چیز ہمارے سمجھدار با شعور قارئین پر پوشیدہ نہیں۔ ابھی بالکل ماضی قریب میں تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے کہ اورئی ضلع جالون میں دیوبندی مولوی حفظ الرحمٰن میرٹھی نے اہل سنت کے خلاف سخت بکواس کیا اور اعلیٰ حضرت کی شان میں شدید گستاخی کیا اس پر وہاں کے غیرت مند سنی جیالوں نے جوابی جلسہ کے لئے بہت سے سنیت کے ذمہ دار حضرات کو دعوت دی لیکن ہر شخص نے معذرت کردی کہ ہماری تاریخ خالی نہیں، مجھے فلاں جگہ جانا ہے۔ میری فلاں مصروفیت ہے۔ حالانکہ اپنی نجی معمولی ضرورت اور بغیر ضرورت کے بھی کتنے پروگرام کینسل ہوتے رہتے ہیں۔ آخرکار حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اورئی ضلع جالون تشریف لے گئے اور حضرت کی آمد پر اورئی کے اطراف وجوانب میں سنیوں میں عجیب خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت شارح بخاری نے خود فون کروایا کہ مولانا بشیر احمد صاحب قادری کو اطلاع کردو کہ میں فلاں تاریخ کو فلاں ٹرین سے آرہا ہوں ...... اطلاع ملتے ہی اہل سنت باغ باغ ہوگئے۔ جب حضرت شارح

بخاری پہنچے ہیں تو سیکڑوں لوگ استقبال کے لئے پلیٹ فارم پر اپنے اپنے ہاتھوں میں گلاب اور گیندے کے پھول، ہار لے کر موجود تھے اور انہیں استقبال کرنے والوں میں اورئی جالون کے سی او سٹی بھی تھے۔ حضرت کے پہنچتے ہی انتہائی مسرت وشادمانی کے عالم میں فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے اہل اسٹیشن اور دیگر مسافرین محو حیرت تھے کہ کون اتنا عظیم انسان آیا ہے۔ کہ اس کا اتنا زبردست استقبال کیا جارہا ہے جب ہار سے حضرت کا چہرہ ڈھکنے لگتا تو ان ہاروں کو گلے سے اتار لیا جاتا اسی طرح بار بار ہاروں کو حضرت کے گلے سے اتارا گیا۔ اور بہت بڑے جلوس کی شکل میں حضرت کی قیام گاہ مولانا بشیر احمد قادری صاحب کے مکان پر لے جایا گیا جو حضرت شارح بخاری کے بہت چہیتے اور مشائخ مارہرہ مطہرہ کے منظور نظر ہیں اور شب میں جب حضرت شارح بخاری جلسہ عام میں خطاب فرمانے کے لئے تشریف لائے ہیں تو سینوں میں جوش وخروش کا عالم قابل دید تھا۔ ایک تو دیوبندیوں کے مقابلے کا جلسہ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ حضور شارح بخاری جیسی عالم اسلام کی عظیم ترین عبقری شخصیت کا بے دعوت کے بذات خود تشریف لانا بلاشبہ حضرت کی آمد اورئی اور اس علاقے کے مسلمانوں کے لئے عظیم نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی اور شاید "نعمت غیر مترقبہ" کا لفظ واضع لغت نے اسی قسم کے مبارک موقع کے لئے وضع کیا ہوگا۔

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ارکان رضا اکیڈمی ممبئی اور اہل ممبئی نے مجھے چاندی سے تولا اور اورئی جالون (یوپی) کے سنیت کے دیوانوں نے مجھے گلاب کے پھولوں سے تولا لیکن یہ سب محمد شریف الحق بن عبدالصمد کا اعزاز واکرام نہیں بلکہ یہ سب خدمت دین کا اعزاز واکرام ہے۔ اس کے بعد حضرت موصوف نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق اپنے مخصوص رنگ میں مولوی حفظ الرحمٰن میرٹھی کا رد بلیغ فرمایا۔ اثنائے تقریر بار بار تحسین کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ اخیر میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے یہ اشعار پڑھے۔

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار، برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں
یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

حضرت شارح بخاری کی یہ یادگار اور تاریخی تقریر وہاں کے سنی مسلمان مرتے دم تک نہ بھول سکیں گے۔ الحمدللہ۔ حضرت کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اورئی ضلع جالون کی سنیت لہلہا اٹھی اور وہاں کے دیوبندی چیخ اٹھے اور ان کے لئے مارے شرم کے سر چھپانے کی کہیں جگہ نہ رہی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اس طرح کے واقعات سے حضرت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی بھری پڑی ہے۔

حضرت کی زندگی میں اس قسم کے کتنے واقعات پیش آئے۔ ان سب کو نہ جاننے کے باوجود بفضلہ تعالیٰ جتنا میں جانتا ہوں ان سب واقعات کے ذکر کا یہ "شارح بخاری نمبر" متحمل نہ ہو سکے گا اگر توفیق الٰہی نے مساعدت کی تو آئندہ شارح بخاری کی زندگی کے کچھ نقوش ثبت قرطاس کروں گا۔

اسی طرح اگر کسی دشمن دین نے اشتہار، پمفلٹ یا کوئی کتابچہ نکالا ہے جس میں اعلیٰ حضرت کی شان میں یا مسلک اہل سنت کے خلاف کچھ بکواس ہے تو ایسے وقت میں حضرت شارح بخاری کی کیا کیفیت اور حالت ہوتی تھی، آپ اس وقت کتنا رنجیدہ وکبیدہ خاطر اور مشتعل ہوتے تھے اور اس کی جوابدہی کے لئے کس قدر فکر منداور کوشاں ہوتے، سچی بات تو یہ ہے کہ آپ کی اس اضطرابی حالت کی تعبیر الفاظ کی صورت میں نہیں ہوسکتی۔ آپ کی متعدد معرکہ آراء تصانیف اور مقالات اسی سلسلۃ الذھب کی کڑیاں ہیں، الملفوظ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصایا شریف پر کتنے طویل زمانہ سے اعتراضات ہورہے تھے ان سب کا بھرپور اور دندان شکن، ایمان افروز باطل سوز جواب تحقیقات حصہ اوّل کی شکل میں آپ نے دیا اور اس کے بعد ماضی قریب میں بدمذہبوں کی طرف سے جو بھی قابل جواب اعتراضات اور سوالات اٹھائے گئے تھے ان سب کا جواب تحقیقات حصہ دوم کی صورت میں دیا۔

خاص طور سے مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی بحث تو اس کتاب کی انتہائی اہم معرکہ آراء اور محققانہ بحث ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی بحث کی سنگینی اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ وہ نازک مسئلہ ہے کہ بڑے

بڑے اہل علم اس معاملہ میں شک و ریب میں مبتلا ہوئے اور کتنے لوگ آج بھی اس معاملہ میں غلط فہمی کے شکار ہو کر گمراہی میں مبتلا ہیں۔ یہ بات بہر حال باعث تشویش اور خلجان کا سبب ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ اور اس دور کے اجلۂ علمائے اہل سنت نے مولوی اسماعیل دہلوی کی قطعی یقینی حتمی تکفیر کی اور یہاں تک لکھا اور حکم دیا کہ جو اس کے ان کفریات پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' اور علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سیف الجبار'' میں اس کی صراحت موجود ہے۔

لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔ جیسا کہ الکوکبۃ الشھابیہ کے اخیر میں تحریر فرمایا ''ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار'' (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب''۔

اس کے باوجود اہل سنت ان دونوں بزرگوں کو اپنا امام اور مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں، حالاں کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ اگر علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کو حق پر مانتے ہیں تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کافر مانیں۔ اسی طرح مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی، تھانوی صاحبان کو اگر کافر کہا ہے اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ جانے تو خود بھی کافر ہے، پھر کوئی ان علمائے دیوبند کی تکفیر سے کف لسان کرے تو وہ کافر نہ ہوگا جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے معاصر علماء نے اسماعیل دہلوی کو اسی تفصیل کے ساتھ کافر کہا۔ مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔ پھر بھی سب اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں، اور علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ کو بھی۔

بہت زور و شور کے ساتھ صلح کلی حضرات مذکورہ بالا باتوں کا پروپگنڈہ کرتے ہیں، ان کا اس پروپگنڈہ سے مقصد یہ ہے کہ تحذیر الناس، براھین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کفر سے بچانے کی کوئی صورت ہو جائے، یہ وہ مغالطہ ہے کہ عوام تو عوام علماء بھی الجھن [illegible] میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی

شک و ریب میں پڑ جاتے ہیں، خود حضرت شارح بخاری رقمطراز ہیں کہ یہ مغالطہ عامۃ الورود ہے۔

''اللہ عزوجل رحم فرمائے، کہ اس مغالطہ نے ہزاروں آدمیوں کو گمراہ کر دیا''۔

جب اس اہم ترین، نازک اور پر پیچ مسئلہ کے اوپر حضرت شارح بخاری نے قلم اٹھایا تو اس کے تمام گوشوں کا احاطہ فرما دیا۔ اور اپنی خداداد علمی، فقہی بصیرت سے اس مسئلہ کو اتنا واضح فرما دیا ہے کہ اسے پڑھ کر طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے اور اس مضمون کی ایک ایک سطر سے حضرت موصوف کی فنی مہارت، اختلافی مسائل پر گہری نظر، وسعت مطالعہ طویل تجربہ جھلک رہا ہے، اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے استاذ فن کا مضمون ہے کہ جس کی پوری زندگی اسی دشت کی سیاحی میں گزری ہو۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس مضمون کو ضرور پڑھیں۔ اور حضرت شارح بخاری کو اپنی دعاؤں سے نوازیں۔

اسی طرح حضرت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر بہت بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں سوائے اس کے کوئی کام نہیں کیا ہے، کہ اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے۔ اور فتنہ و فساد پھیلایا ہے۔

حضرت شارح بخاری نے اس پروپگنڈہ کی بیخ کنی کے لئے اور اس کی قلعی کھولنے کے لئے ایک تحقیقی رسالہ ''امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر'' سپرد قلم فرمایا ہے۔ اس رسالہ کی ابتداء میں رقم طراز ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بحث آتی ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اور اس کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں، لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے۔ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے، فتنہ پھیلانا ہے، یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے ایسے شخص کو کافر نہ کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے "باب المرتد" کے مطالعہ کی زحمت دیں گے۔ اسلاف کے عہد ہی سے عقائد اور فقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقے کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے، جس میں ان افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں، اور نہایت صراحت کے ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن حکیم پر نظر کی جائے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے نمازیوں، غازیوں کو اور قسمیں کھا کھا کر کلمہ پڑھنے والوں کو اسی بنا پر کہ انہوں نے کوئی کلمہ کفر بکا کافر کہا ہے۔

اس کے بعد شارح بخاری نے دو آیتوں سے اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے پھر اس کے آگے لکھتے ہیں۔

"اب بنص قرآن ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمۂ کفر بکا تو وہ بلاشبہہ کافر ہے، اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو، جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے اور ایسا سنگین کہ علماء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول توبہ بھی کر لے تو حاکم اسلام اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

اٹھا کے دیکھئے۔ شفا اور اس کی شروح، درر، غرر، درمختار وغیرہ۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے، حج کرے، دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے، اتنا بڑا متقی ہو کہ کبھی خلاف شرع تھوکے بھی نہیں لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے نص قرآن کافر کہنا فرض ہے۔ یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت، یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے۔ اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعی مشکور۔ بلکہ حقیقت میں سنت خدا سنت رسول ہے اسے جرم کہنا اور ایسے فرض شناس عالم کو مورد طعن بنانا خود بہت بڑا جرم ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت شارح بخاری نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن اکابر دیوبند کی تکفیر فرمائی ہے واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے۔ یا نہیں۔ پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی اشرفعلی تھانوی، کی کفری عبارتوں کو پیش فرمایا ہے اور دلائل و براہین سے ان عبارتوں کا کفری معنی میں متعین ہونا واضح فرمایا ہے۔ اپنے رسالہ کے اختتام پر تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ جو شخص میرے اس رسالہ کو اور میری کتاب "منصفانہ جائزہ" کو پڑھ لے گا اور اس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہے تو وہ ضرور بالضرور یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ جماعت دیوبند کے اکابر نے ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ترین توہین کی ہے۔ جس کے بعد ایک مسلمان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ان چاروں کو حتماً یقیناً کافر جانے، اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو بدنام کرنا کہ انہوں نے بلاوجہ علمائے دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے اصلاح نہیں بہت بڑا فساد ہے۔

حضرت شارح بخاری نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک رضویات کے تعلق سے جو اہم اور زرین خدمت انجام دیتے رہے، اس کی تفصیل بہت طویل ہے، انشاء اللہ جلد تر رضویات پر جو کام اور خدمت ہمارے حضرت نے انجام دیا ہے اس کو ایک مقالہ کی شکل میں ہدیہ ناظرین کروں گا۔ البتہ میرے اس مضمون میں جن گوشوں کی طرف اشارہ ہے۔ اسی سے ہمارے باشعور قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولیٰ عزوجل نے حضرت شارح بخاری کو جو غیرت دینی وایمانی عطا فرمائی تھی اور اس کے نتیجے میں آپ نے رضویات اور اشاعت سنیت کے لئے جو عظیم خدمت انجام دیں ہیں۔ دور حاضر کے علماء ومشائخ میں سے شاید ہی کسی نے انجام دی ہو۔ جس پر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی تحقیقات علمیہ اور مساعی جمیلہ شاہد عدل ہیں۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی غیرت دینی کے چند شواہد اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

پہلی شہادت

غالباً ۱۳۵۳ھ کے قریب لاہور کے اندر ایک تاریخی مناظرہ ہونا طے پایا تھا اور اس وقت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے اور جماعت اہل سنت کے دیگر اکابر علماء بھی موجود تھے

دوسری طرف دیوبندی جماعت کے اقانیم اربعہ میں سے مولوی اشرفعلی تھانوی بھی زندہ تھے۔ لاہور اور اس کے اطراف و جوانب کے مسلمانوں نے سوچا کہ سنی اور دیوبندی اختلاف سے امت مسلمہ کے درمیان جو افتراق و انتشار ہے اور اس کے نتیجے میں آئے دن ایک دوسرے کے خلاف جلسہ اور جلوس کا طویل سلسلہ چل رہا ہے اور مسلمان آپس میں کٹ مر رہے ہیں اور مسلمانوں کی اجتماعی طاقت وقوت دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔

لہٰذا اعلیٰ سطح پر ایک تاریخ ساز مناظرہ فریقین کے اکابر کے درمیان کروادیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کو ختم کیا جاسکے، لاہور کے ارباب حل وعقد نے اہل سنت کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بحیثیت مناظر منتخب فرمایا اور دیوبندی جماعت کے سرغنہ مولوی اشرفعلی تھانوی کو مناظر مقرر کیا گیا۔ اور تاریخ مقرر پر آنے کی دعوت دی گئی اور لاہور کے مسلمانوں نے یہ بھی درخواست دونوں فریق کے علماء کی بارگاہوں میں پیش کیا تھا کہ آپ حضرات اپنی اپنی جماعت کے سب سے بڑے سربراہ ہیں اس لئے بنفس نفیس خود تشریف لاکر اس قضیہ اور معاملہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیں اور اگر کوئی حد درجہ مجبوری ہو جس کی وجہ سے نہ آسکتے ہوں تو اپنا ایسا کوئی وکیل مطلق بھیجیں جس کی فتح وشکست آپ کی فتح وشکست ہو اور اس مناظرے کے فیصل شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مقرر ہوئے تھے۔

کاش کہ یہ مناظرہ ہوگیا ہوتا تو اس کے بڑے دوررس اثرات اور نتائج مرتب ہوتے، الحمد للہ اہل سنت کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اور شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی قادری لکھنوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت مقرر پر لاہور پہونچ گئے لیکن دیوبندی جماعت کے سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی لاہور کے اس تاریخی مناظرہ میں جانے کی ہمت نہ کرسکے اور اپنی جماعت کی طرف سے محض صفائی کے لئے وکیل بناکر مولوی منظور نعمانی سنبھلی کو لاہور بھیج دیا۔ علمائے اہل سنت کا یہ اصرار تھا کہ یا تو مولوی اشرفعلی تھانوی خود آئیں یا اپنا وکیل مطلق مولوی منظور نعمانی کو بنائیں تاکہ ان کی شکست وفتح مولوی اشرفعلی تھانوی کی شکست وفتح ہو۔ لیکن اس پر مولوی اشرف علی تھانوی رضامند نہ ہوسکے جس کی وجہ سے یہ تاریخی مناظرہ معرض التوا میں پڑ گیا۔

اس تاریخی مناظرہ کے لئے مولوی منظور نعمانی نے اپنی جماعت کے اکابر علماء کی مشترکہ کوشش سے کچھ نوٹس تیار کیا تھا مناظرہ تو نہ ہوسکا لیکن جب وہ لاہور سے بریلی واپس آئے (اس وقت ان کا قیام بھی بریلی ہی میں تھا) تو اپنے ماہنامہ ''الفرقان'' میں قسطوار اپنے نوٹس کو چھاپا اور پھر کچھ اور حذف واضافہ کے بعد کتابی شکل میں فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے چھاپا یہ کتاب حد درجہ زہریلی اور مکروکید اور تلبیس و تزویر سے پُر ہے۔ سنبھلی صاحب نے اپنے متقدمین اکابر دیوبند کی ساری تاویلات اور توجیہات کو سامنے رکھ کر اس کتاب کو ترتیب دیا ہے اور اپنی اس کتاب کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ یہ حسام الحرمین کا رد ہے، گویا کہ دیوبندی جماعت کے اصاغر واکابر نے آج تک اپنے اقانیم اربعہ کی کفری عبارتوں کے تعلق سے جو کچھ لکھا اور کہا تھا ''فیصلہ کن مناظرہ'' اس سب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

اس کتاب کے ایڈیشن پر ایڈیشن نکلتے رہے اور سیکڑوں سادہ لوح مسلمان اس کی وجہ سے شک وریب میں مبتلا ہوکر گمراہی میں مبتلا ہوتے رہے مگر افسوس ہمارے علمائے اہل سنت معلوم نہیں کیوں اتنے طویل زمانے تک اس کتاب کے رد کی طرف نہ متوجہ ہوسکے ہمارے حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی دیرینہ خواہش تھی کہ فیصلہ کن مناظرہ کا بھرپور رد لکھا جائے اور مسئلہ تکفیر کو جس قدر ممکن ہو آسان اور سہل انداز میں عام قارئین کے سامنے پیش کیا جائے اور مناظرانہ اور الجھا دینے والے انداز سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے تاکہ اہل سنت اور دیابنہ کے درمیان جو بنیادی اور اصولی اختلافات ہیں ان کو عام قارئین سمجھ سکیں اور مولوی منظور نعمانی سنبھلی نے جو مغالطہ اور فریب اپنی کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں دیا ہے اس کا بھی بالکلیہ ازالہ ہوسکے۔ حضرت شارح بخاری کی دیرینہ خواہش اس کا رد لکھنے کی تھی مگر کثرت کار اور دیگر موانع کی وجہ سے تاخیر ہوتی رہی مگر جب حضرت شارح بخاری ایک جلسہ میں جاتے ہوئے قصبہ اوری ضلع مئو (یوپی) کے قریب شام کے وقت گڑھے میں گر پڑے جس سے کولہے اور ہاتھ کی ہڈی کا فریکچر ہوگیا اور آپ گورکھپور ہاسپٹل میں زیر علاج تھے اور

آپ اس قابل بھی نہیں تھے کہ جنبش کر سکیں ان ایام میں ہم لوگ حضرت کو تیمم کراتے تھے اور حضرت اشارے سے نماز ادا فرماتے تھے بفضلہ تعالیٰ ان حالات میں بھی آپ کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔

تاجدار مسند غوثیہ حضور احسن العلماء سید شاہ حسن حیدر میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ و الرضوان خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف گورکھپور ھاسپیٹل میں حضرت شارح بخاری کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور بہت دیر تک رو رو کر حضرت کی صحت یابی اور شفا کے لئے دعا فرمائی اور تسلی و تشفی کے کلمات سے نوازا۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی دعا کی برکت سے حیرت انگیز طور پر چند ہی دنوں میں شارح بخاری کی طبیعت روبصحت ہونے لگی حضرت نے بہت سوز و درد سے فرمایا کہ میرا ارادہ ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے رد لکھنے کا تھا اور افسوس کہ ابھی تک اس کا موقعہ نہ مل سکا اس کتاب سے سنیت کو بہت نقصان پہونچ رہا ہے لہٰذا تم اب بازار سے بغیر کسی تاخیر کے کاغذ لاؤ تا کہ میں اس کا رد لکھوانا شروع کردوں۔ کاغذ کے آنے کے بعد حضرت شارح بخاری نے زبانی طور سے (فیصلہ کن مناظرہ) کا رد لکھوانا شروع کر دیا حضرت زبانی بولتے تھے اور آپ کا یہ خادم اس کو لکھتا جاتا۔ مولیٰ عزوجل کو ہاسپٹل میں جتنا کام لینا منظور تھا وہ لیا اور جب آپ صحت یاب ہو کر مبارکپور الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لائے تو اپنی کتاب ''سنی اور دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ'' مکمل فرمایا۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

پہلی مرتبہ اس کتاب کو جب میں الہ آباد سے چھپوا کر لایا اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت حضرت اس قدر مسرور تھے کہ میرا قلم حضرت شارح بخاری کی مسرت اور شادمانی کی تصویر کشی سے عاجز ہے حضرت کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو جھلک رہے تھے اسی عالم میں مجھ سے دو جملے ارشاد فرمائے کہ:

''مجھے یقین ہے کہ رب العالمین مجھے صرف اسی کتاب کی وجہ سے بخش دے گا'' اور فرمایا مجھے اس پر بھی یقین ہے کہ میں نے اس کتاب کو لکھ کر اپنے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو خوش کر دیا ہے۔''

جہاں تک میرے علم میں ہے کہ تقریباً ایک صدی سے زائد سنی اور دیوبندی اختلافات کو ہو گئے اور اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں بھی لکھی گئیں مگر آج تک کوئی ایسی کتاب منظر عام پر نہ آسکی جو دونوں گروہوں کے درمیان بنیادی اور اصولی اختلافات کو یکجا طور سے عام فہم اور سلیس انداز میں ایک غیر جانبدار، منصف مزاج کے ذہن میں اتار سکے۔ اور علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کو کفر سے بچانے کے لئے ان کی کفری عبارتوں کی جو تاویلات رکیکہ کی ہیں ان کا رد بلیغ کر سکے اور حسام الحرمین میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کفر کا الزام علمائے دیوبند پر لگایا ہے اس کی حقانیت اور صداقت آفتاب نیم روز کی طرح واضح اور آشکارا کر سکے۔ اور نیز حسام الحرمین پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان سب کی قلعی کھولی جا سکے۔ الحمدللہ ان ساری ضرورتوں کو حضرت شارح بخاری کی عظیم الشان تصنیف ''منصفانہ جائزہ'' نے مکمل طور پر پورا کر دیا۔

اختلافی مسائل پر حضرت شارح بخاری کی نظر کس قدر گہری اور عمیق تھی اور آپ کا مطالعہ اس موضوع پر کتنا وسیع تھا بلاشبہ اختلافی مسائل میں آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کا بھرپور اندازہ آپ کی کتاب منصفانہ جائزہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت شارح بخاری کا کمال تحقیق، وسعت مطالعہ، مہارت تامہ، زور بیانی، طنز و مزاح جیسے بہت سے اوصاف اس کتاب کے اندر نمایاں طور سے قاری محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے اس کتاب کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اور دیگر مدارس اہل سنت کے ارباب حل و عقد نے دورۂ حدیث کے سال میں داخل نصاب کر دیا ہے اور اس کتاب کے مطالعہ سے بہت مفید اور دور رس نتائج اور اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ ہر سنی صحیح العقیدہ عالم اور غیر عالم کے لئے اشد ضروری ہے۔ ہمارا مضمون چونکہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے اس لئے اس کتاب کا صرف ایک اقتباس ہدیہ ناظرین ہے جو حضرت شارح بخاری نے تحذیر الناس کی بحث کے اختتام پر تحریر فرمایا ہے۔

نانوتوی صاحب کے انکار ختم نبوت کی ایک اور شہادت

نانوتوی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے معتمد خصوصی کو دل کا راز یوں لکھا۔

وی دانی کہ بعد از ارتفاع کلام ربانی ازیں جہاں فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقائے عالم آں وقت اگر نبی دیگر می آید، مضائقہ نبود	اور تم جانتے ہو کہ کلام ربانی (قرآن مجید) کے اس دار فانی سے اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہو چکا ہے ورنہ بشرط بقاء عالم اس وقت اگر دوسرا نبی آجائے تو مضائقہ نہیں۔

(قاسم العلوم، مکتوب اوّل بنام مولوی فاضل، صفحہ ۵۶)

یعنی جب قرآن مجید دنیا سے اٹھا لیا جائے اگر اس وقت فوراً قیامت نہ آئے تو دوسرا نبی آسکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف اس وقت تک خاتم النبیین جانتے ہیں جب تک قرآن مجید دنیا میں باقی رہے اور جب اٹھا لیا جائے تو خاتم النبیین نہیں اس کے بعد بھی دنیا باقی رہے تو دوسرا نبی آسکتا ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید دنیا سے اٹھاتے ہی فوراً بلا تاخیر قیامت آئے گی یا کچھ وقفے کے بعد، اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کچھ وقفے کے بعد آئے گی تو اس وقفے میں بقول نانوتوی صاحب دوسرا نبی آسکتا ہے اس سلسلے میں ہم دیوبند کے مسلم الثبوت حکیم الامت جناب تھانوی صاحب کی تحقیق ذکر کر رہے ہیں۔ ناظرین اسے پڑھیں اور سر دھنیں مقبول بہشتی زیور حصہ ہفتم، صفحہ ۷۴ پر ہے۔

''جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں عمل دخل ہوگا قرآن شریف دلوں اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا (الی ان قال) اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا''۔

نانوتوی صاحب نے اپنے معتمد خصوصی سے ایک راز نہانی کہا۔ کہ دنیا سے قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد اگر دنیا باقی رہے گی تو دوسرا نبی آسکتا ہے، تھانوی صاحب نے بتا دیا کہ دنیا سے قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد بھی تین چار سال دنیا باقی رہے گی۔ نتیجہ ظاہر کہ ان تین چار سال میں دوسرا نبی آسکتا ہے۔

کہاں گئے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اور مایہ ناز مناظرین چاند پوری اور سنبھلی صاحبان، اب بتائیں کہ آپ لوگوں نے تو یہ دعویٰ کیا تھا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز مانے وہ کافر ہے، دیکھئے نانوتوی صاحب کو جس پر مکمل اعتماد تھا کہ یہ راز نہاں فاش نہیں کرے گا اسے کیسے بتا دیا کہ۔ میرا اصل عقیدہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء نہیں، حضور کے بعد کوئی نبی آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ چونکہ اس وقت اس میں قرآن مجید مخل ہے، کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا تو لوگ قرآن مجید کی آیت کریمہ خاتم النبیین سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں گے بس قرآن مجید کے اٹھنے کا انتظار کرو جب قرآن مجید اٹھ جائے گا تو نبی آسکتا ہے۔ مگر کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا اس پر جو بندش تھی قرآن کی وجہ سے تھی جب قرآن ہی نہ ہوگا تو پھر بندش کیسی۔ کیا کروں میں نے اس بندش کو توڑنے میں اپنی پوری ذہنی توانائی صرف کر دی مگر برا ہو احمد رضا خاں کا کہ انہوں نے میری ہر بندش کا ایک ایک تار و پود ادھیڑ کر پھینک دیا''۔

دوسری شہادت

(۱) ۱۹۷۸ء میں غیر مقلدین نے محلہ بجرڈیہہ بنارس میں ایک جلسہ کیا جس میں مدرسہ سلفیہ بنارس کے شیخ الحدیث شمس الحق اور مولوی اسلم کانپوری نیز مولوی صفی الرحمٰن مبارکپوری نے انبیاء کرام اور اولیائے امت کی شان میں دریدہ دہنی سے کام لیا۔ اور عقائد اہل سنت پر طرح طرح کی طعن و تشنیع کی۔ جواب میں اہل سنت کے غیور اور سرفروشوں نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ اور شیخ طریقت حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب بستوی کو بلایا۔ حضور شارح بخاری نے غیر مقلدین سے ان کی دریدہ دہنی پر مواخذہ فرمایا اور ان کی گمراہی کو بے نقاب کیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں عقائد اہل سنت کی حقانیت کو واضح فرمایا اور انبیائے کرام علیہم

الصلوٰۃ والتسلیم اور اولیائے عظام کے مراتب جلیلہ اور ان کی تصرفات پر بھر پور دلائل قائم فرمایا۔

اس کے بعد غیر مقلدین کا پھر جلسہ ہوا جس میں ان کے مولویوں نے اپنی موروثی گندی ذہنیت کا بھرپور مظاہرہ کیا اور دوران تقریر مولوی صفی الرحمٰن مبارکپوری نے دعویٰ کیا کہ حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی نے اپنی کتاب ''نئی تقریریں'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ کافر لکھا ہے۔ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے ایک طالب علم حافظ افتخار احمد نے بھرے اجلاس میں فوراً ہی حوالہ دکھانے کا مطالبہ کردیا۔ تو علمائے غیر مقلدین بغلیں جھانکنے لگے۔ غیر مقلدین نے سوچا تھا کہ کہیں افتراء، پردازی کے لئے بھی کسی حوالہ کی ضرورت ہوتی ہے؟

اس بہتان طرازی پر اہل سنت مشتعل ہوگئے اور فساد کا اندیشہ پیدا ہوگیا، دوسرے دن مدرسہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ میں ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی جس میں غیر مقلدین کے ذمہ داروں کو بلا کر کہا گیا کہ جھوٹ، افتراء، اور بہتان طرازی کا سلسلہ بند ہونا چاہئے ورنہ فساد کا خطرہ ہے اس پر غیر مقلدین کے سربرآوردہ لوگوں نے کہا کہ تقریر میں جو کچھ کہا گیا ہے ٹھیک کہا گیا ہے اگر آپ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے تو آپ اپنے مولویوں کو بلا لیجئے اور ہم اپنے مولویوں کو بلائے دیتے ہیں بات طے ہوجائے گی......

ہر واقف کار معمولی عقل والا بھی جانتا ہے کہ مذکورہ بالا جملہ کھلا ہوا چیلنج مناظرہ تھا لہٰذا اہل سنت کے ذمہ داروں نے ان کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے تاریخ مقرر کرنے کی پیشکش کی اور تاریخ طے ہوجانے کے بعد وقت مقرر پر شرائط مناظرہ اور موضوع مناظرہ طے کرنے کے لئے۔ حضرت شارح بخاری اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بنارس تشریف لے گئے۔

موضوع مناظرہ منجانب اہل سنت و جماعت یہ تھا ''آج کل کے غیر مقلدین گمراہ گمراہ گر اور جہنمی ہیں''۔

موضوع مناظرہ منجانب غیر مقلدین ''مناظرہ وسیلہ مروجہ پر ہوگا جو شرک ہے اور اس کا مرتکب مشرک......''

چار روز مسلسل یہ تحریری مناظرہ چلا اور دونوں طرف کی تحریریں مناظرین نے اپنے اپنے اسٹیج پر پڑھ کر سنائیں اور مناظرہ میں کس کی شکست ہوئی اور کس کی فتح اس کا مکمل اندازہ روداد مناظرہ بجرڈیہہ پڑھ کر آسانی کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔ جو ''سنان جانکاہ بدل غیر مقلدین گمراہ'' کے نام سے چھپ چکی ہے۔ یہ روداد مناظرہ تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ میری نظر میں دور حاضر میں اہل سنت کا غیر مقلدین کے ساتھ اتنا زبردست اور تاریخی مناظرہ نہیں ہوا ہے اس مناظرہ میں دونوں فریق کے علماء میں جو اپنی اپنی جماعت کے بہترین دل و دماغ تھے وہ وہاں موجود تھے۔ اور اپنی اپنی ذہنی، علمی، فکری، فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے جس کا اندازہ دونوں طرف کی تحریروں کو پڑھ کر بآسانی ہوسکتا ہے۔

اس مناظرہ میں حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان شرائط مناظرہ طے کرنے سے لے کر اختتام مناظرہ تک بلکہ جشن فتح منانے تک نہ صرف یہ کہ شریک رہے بلکہ سب سے زیادہ محنت ومشقت اس مناظرہ کو کامیاب بنانے میں صرف فرمائی۔ اور انتہائی اہم اور کلیدی رول ادا فرمایا۔ جس کے سیکڑوں مشاہدہ کرنے والے گواہ موجود ہیں دوران مناظرہ منتظمین مناظرہ سے کسی بات پر ناراض ہوکر حضرت شارح بخاری مبارک پور چلے آئے تو اہل سنت کے درمیان بنارس میں کھلبلی مچ گئی اور حضور مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی علیہ الرحمہ نے فوراً ایک خط لکھ کر دو آدمیوں کے حوالے کیا اور فرمایا کہ کار لے کر مبارکپور جاؤ اور بہر صورت مفتی صاحب کو منا کر بنارس لے آؤ۔

وہ دونوں حضرات مبارکپور آئے اور حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا خط حضرت شارح بخاری کو پیش کیا۔ حضرت نے اپنے حاضر باش خادم (راقم السطور) کو خط پڑھنے کے لئے حکم دیا۔ اس میں سلام ودعا کے بعد لکھا تھا، کہ معلوم ہوا کہ آپ کسی بات سے ناراض ہوکر مبارکپور چلے گئے ہیں۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط پاتے ہی فوراً مناظرے میں تشریف لے آئیں اگر فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری کی صحت سفر کے لائق ہوتی تو خود آپ کو لینے کے لئے حاضر ہوتا۔

اس خط کو سنتے ہی حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے مجھے حکم دیا کہ بنارس چلنے کے لئے فوراً تیار ہوجاؤ۔ مغرب کے قریب بنارس بجرڈیہہ غالباً حاجی دوست محمد صاحب کے مکان پر ہم لوگ پہنچ گئے۔ ماشاء اللہ جلسہ علمائے اہل سنت کا ہجوم تھا۔ حضرت شارح بخاری عشاء

کے وقت تک مناظرہ کی کارروائی کہاں تک پہنچی ہے، اس کے تعلق سے تبادلہ خیال کرتے رہے۔ اور دوسرے دن اہل سنت کی طرف سے جو تحریر بھیجی جانی تھی اور غیر مقلدین سے جو سوالات اور ان پر جو اعتراضات کرنے تھے۔ ان سب چیزوں کی تیاری شب ہی میں کرنی تھی اس لئے آپ نے صاحب خانہ کو حکم دیا کہ میرے کمرے میں قلم اور کاغذ رکھ دیا جائے اور کمرہ خالی کردیا جائے۔ بعد نماز عشاء حضرت شارح بخاری نے جو لکھنا شروع فرمایا ہے تو اذان فجر تک مسلسل بغیر مراجعت کتب کے لکھتے رہے نماز فجر کے بعد متعدد مبیضہ کرنے والوں کو بلا کر حکم دیا کہ اس کا مبیضہ کر ڈالیں چند لوگوں نے مل کر کافی محنت صَرف کی تب جاکر آپ کی تنہا ایک رات کی لکھی ہوئی تحریر کا مبیضہ کیا جاسکا۔ فالحمدللہ علی ذالک

مناظرہ کے بعد غیر مقلدین نے روداد مناظرہ کو اپنی تلبیسی حواشی کے ساتھ چھاپ دیا۔ اور اہل سنت کی طرف سے روداد مناظرہ کی اشاعت کے تعلق سے مکمل سناٹا تھا۔ ہمارے سارے علماء اپنی زبردست کامیابی پر مگن تھے۔

قاری محمد نثار الدین صاحب جنہوں نے اس مناظرہ کے انتظام و انصرام میں بڑی قربانی پیش فرمائی تھی۔ اس بیچارے نے اپنے متعدد اکابر علماء سے رجوع کیا، لیکن کوئی شخص بھی روداد مناظرہ پر نظر ثانی اور ضروری نوٹ لکھنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ کہ کون یہ صبر آزما کام اپنے ذمہ لے کر اپنے سر کو کھپائے گا۔

حضرت شارح بخاری ان دنوں علیل چل رہے تھے غالباً درد گردہ کی شکایت تھی۔ مگر واہ رے۔ شارح بخاری کی دینی غیرت وحمیت کہ جس نے آپ کو سخت علالت کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور کردیا۔ لہٰذا آپ نے روداد مناظرہ پر نظر ثانی کیا اور انتہائی اہم اور ضروری نوٹ بھی تحریر فرمایا جو آپ کی تبحر علمی، حاضر دماغی، اور فن مناظرہ میں کمال مہارت پر شاہد عدل ہے۔ اس طرح روداد مناظرہ بجز ڈیہہ منظر عام پر آسکی۔ ورنہ شاید ہمارے دیگر مناظروں کی روداد کی طرح دیمک کے نذر ہوجاتی۔

مگر الحمدللہ پوری جماعت اہل سنت پر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا احسان ہے کہ انہوں نے اس علمی ذخیرہ کو ضائع ہونے سے بچا کر ضائع ہونے سے بچالیا۔

تیسری شہادت

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اگرچہ ابتداء ہی سے دیوبندیت اور وہابیت کی بیخ کنی میں ہمہ تن مصروف تھے مگر جب قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس'' لکھ کر خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے ''براہین قاطعہ'' میں شیطان کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد بتا کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شدید ترین گستاخی کی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ''حفظ الایمان'' میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو زید و عمر و بکر، بچوں، پاگلوں، بلکہ کتے، بلی، خنزیر کے علم کے ساتھ تشبیہ دے کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح اہانت اور توہین کی۔ تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اہانت کے سبب خدا کے اس ننگے ناچ پر تڑپ اٹھے اور اپنی پوری جسمانی اور روحانی توانائیوں کے ساتھ فتنہ دیوبندیت کے خلاف نبرد آزما ہوگئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ابتداء اکابر دیوبند میں جو زندہ تھے ان کے پاس بذریعہ رجسٹری خطوط بھیجے۔ جس میں انہیں تلقین فرمائی کہ وہ اہانت رسول سے توبہ کریں مگر انہیں توفیق نہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے ان کی توبہ سے مایوس ہوکر کے ان پر حکم شرعی صادر فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ خود ہی فتویٰ دینے پر اکتفاء نہیں فرمایا۔ بلکہ ان عبارات کو علماء حرمین طیبین کی خدمات میں پیش فرمایا۔ علماء حرمین طیبین نے بالاتفاق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ اور یہ تصدیقات ''حسام الحرمین'' کے نام سے شائع کردی گئیں۔ حسام الحرمین کے شائع ہوتے ہی دیوبند کے پرستاروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ہوش گم ہوگئے۔

اگر دیوبندی مولویوں میں حق پسندی ہوتی اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف ہوتا، شرم وحیا ہوتی تو ان کفری عبارتوں سے توبہ کرتے اور استغفار کرتے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے مگر اس کی انہیں توفیق نہ ہوئی اور نہ آج تک کسی گستاخ رسول کو۔ الٹا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سب وشتم، گالی گلوج

کو اپنا شعار بنا لیا۔ جب گالیوں سے بھی کام نہ چلا تو جھنجھلا کر دیوبندی کذابوں نے افترائات کئے، بہتان تراشیاں کیں، تا کہ عوام کے ذہن کو اپنے اکابر کی کفری عبارتوں سے ہٹا کر کے دیگر اختلافات میں لوگوں کو الجھا دیا جائے۔ عوام کی توجہ کو ان اصولی اور بنیادی نزاع سے ہٹانے کے لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف پر لغو اور مہمل اعتراضات شروع کر دیئے، تقسیم ہند کے بعد اس شاطرانہ چال پر اتنا زور دیا گیا کہ اب تک اس قسم کے بہت سارے کتابچے اور اشتہارات شائع کئے گئے اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کے دفتر تبلیغ کی جانب سے قاری محمد طیب صاحب کے اہتمام سے ایک اشتہار ۱۳۹۱ھ میں شائع کیا گیا، جس کی سرخی یہ تھی۔ ”رضا خوانی عقائد باطلہ اپنے اقوال کے آئینے میں“ جب یہ اشتہار حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی نظر سے ناگ پور کے ایک جلسہ میں گذرا تو آپ مضطرب ہو گئے اور صرف ایک مہینہ کے اندر آپ نے حد درجہ تحقیقی اور لا جواب رسالہ ”تحقیقات“ کے نام سے اس کے رد میں ارقام فرمایا۔ کہ جس سے قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے جملہ افترائات اور دسیسہ کاریوں کے تار و پود کو بکھیر کر کے رکھ دیا اور دیوبند کے قصر شدادی کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔

پورے اشتہار میں بارہ تلبیسات تھے ہر ایک تلبیس کے نمبروار تحقیقی اور الزامی ایسے جوابات شارح بخاری نے اپنے خصوصی رنگ میں دیئے ہیں کہ انہیں پڑھ کر اہل ایمان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور دیابنہ کے جملہ مکر و کید پادر ہوا ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں، قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بہت سوچ سمجھ کر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ذات پر اور ان کی ”الملفوظ“ پر اتہامات اور الزامات لگائے تھے تا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ذات شریفہ کو اس قدر مجروح اور مطعون کر دیا جائے اور آپ کے مسلک و مشرب کو اس قدر مکروہ اور گھناؤنی شکل میں پیش کر دیا جائے تا کہ لوگ اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہل سنت سے حد درجہ بیزار ہو کر بآسانی ہم لوگوں کے دام تزویر میں پھنس سکیں اور یہ بھی دیابنہ کے شاطروں کا ایک بنیادی مقصد تھا کہ حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین ”دیابنہ کے کفر اور جھوٹ کی گردن پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے جو حرمین شریفین کی تلوار چلائی تھی جس سے دیوبندیت مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہی تھی اور جاں بلب تھی تو ان لوگوں نے سوچا کہ اتہامات اور الزامات کے ذریعہ اہل سنت کے علماء کو ان کے جواب دہی میں ایسا الجھا دیں کہ علماء اور عوام اہل سنت کی توجہ اکابر دیوبند کی کفری عبارتوں سے ہٹ جائے اور عوام میں کچھ بھرم رہ جائے کہ جیسے علماء اہل سنت ہمارے اکابر کی عبارتوں پر اعتراض کرتے ہیں لو دیکھو ہمارا بھی ان کے اکابر کی عبارتوں پر اعتراض ہے مگر اللہ عزوجل کی صد ہزار رحمتیں ہوں ہمارے شارح بخاری علیہ الرحمہ کی قبر اطہر پر کہ ہمارے حضرت نے دیوبندیوں کے سارے مکر و کید اور ان کی چالبازیوں اور عیاریوں کو تحقیقات لکھ کر وھباءً منثورا کر کے رکھ دیا۔ واقعتاً یہ کتاب اسم با مسمیٰ ہے۔ حضرت شارح بخاری کا وفور علم، حاضر دماغی، مناظرانہ شان، اختلافی مسائل پر گہری نظر، اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے سچا عشق کا اگر جلوہ دیکھنا ہو تو آپ کی معرکہ آراء تصنیف ”التحقیقات“ کے دونوں حصے کا مطالعہ کریں انشاء اللہ اس کے ایک ایک پیراگراف کو پڑھ کر قارئین کرام جھوم جھوم اٹھیں گے اور حضرت شارح بخاری کے لئے دل سے دعا نکلے گی۔ صرف اس کے دو اقتباس حاضر خدمت ہیں۔

اقتباس (۱)

حضرت قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر دو الزامات لگائے ہیں (۱) انبیاء کو مغلوب ماننا (۲) قرآن کا انکار کیا۔ اوّل و دوم کے ثبوت میں رقم طراز ہیں۔

> ”اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظ حصہ چہارم، ص:۲۷ کو ملاحظہ فرمایئے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ انبیاء کو مغلوب مانا رسولوں کی شہادت کا انکار کیا جس سے قرآن کی کتنی آیتوں کا انکار صریح لازم آیا۔“

ناظرین کی تقریب فہم کے لئے ضروری ہے کہ الملفوظ شریف کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کر دی جائے۔

عرض:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔

ارشاد:-"رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔رسول کوئی شہید نہ ہوا۔"

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا
تھا حرم میں لیک نا محرم رہا

الملفوظ کے اس سوال وجواب کو ناظرین غور سے پڑھیں اور دیوبندی جماعت کے اپنے وقت کے امام کی فہم وفراست کی داد دیں۔ دیکھیں عبارت میں انبیاء کرام کے مغلوب ہونے کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں کوئی اشارہ وکنایہ انبیاء کی مغلوبی کا نہیں مگر قاری صاحب نے یہ الزام بھی جڑ دیا۔ اگر اس عبارت سے کسی طرح انبیاء کی مغلوبی مترشح ہوتی بھی تو اسے ظاہر کرنا ضروری تھا مگر یہ تو قاری صاحب کی جلت ہے کہ الزام لگانے میں شیر ہیں۔اور ثبوت میں ...... اور نہ بات بالکل صاف ہے۔سائل کا گمان تھا کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے۔اسے اس گمان پر یہ شبہ ہوا کہ انبیاء کرام کا مغلوب ہونا آیۂ مذکورہ کے معارض ہے اس لئے اس نے یہ عرض کیا۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور مرے رسول غالب ہوں گے تو بعض انبیاء کیوں شہید ہوئے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جواب وہ ارشاد فرمایا کہ سرے سے اس آیۂ کریمہ پر شبہہ ہی وارد نہ ہو۔فرمایا۔ رسولوں میں کون شہید ہوا۔رسول کوئی شہید نہ ہوا۔اور آیت میں رسول کے غالب آنے کو فرمایا ہے تو اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے تو بھی کسی شبہہ کی گنجائش نہیں اس لئے کہ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ کو فرمایا گیا اور رسول کوئی شہید ہی نہیں ہوا۔لہذا کوئی معارضہ نہیں۔

شہادت رُسل کی بحث

قاری صاحب دوسرے الزام کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"حالانکہ قرآن شریف میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔وہ آیتیں یہ ہیں دیکھو سورۂ بقرہ رکوع:۱۱، اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

دوسری آیت دیکھو، سورۂ آل عمران رکوع [illegible]

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

تیسری آیت دیکھو، سورۂ مائدہ رکوع:۱۰

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد "رسول کوئی شہید نہیں ہوا" کے معارض ان آیات کو بتانا عوام کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلاف اُکسانے کی ایک بہت ہی دقیق چال کے سوا اور کچھ نہیں۔

درس نظامی کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہاں قاری صاحب اور ان کی برادری کیا مغالطہ دینا چاہتی ہے۔

بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں پر

اصل جواب سمجھنے کے لئے چند مقدمات ذہن نشین کرلینا ضروری ہے ناظرین پوری توجہ سے سنیں۔

مقدمہ اولیٰ:- نبی اور رسول اصطلاح شرع میں دو مختلف معانی کے لئے خاص ہیں۔

نبی:- وہ انسان ہے جس کی جانب وحی کی جائے۔عام اس سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو۔

رسول:- وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔اس تعریف کی بنا پر نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں جیسے حضرت شعیاء، زکریا یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم، قاضی بیضاوی آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىْٓ اُمْنِيَّتِهٖ الآیہ کے تحت فرماتے ہیں:

الرسول من بعثه الله بشريعة مجددة يدعو الناس اليها والنبي يعمه ومن بعثه لتقرير شرع سابق كانبياء بني اسرائيل الذين كانوا بين موسیٰ وعيسیٰ عليهما السلام ولذالك شبه النبي صلی الله عليه وسلم علماء امته بهم النبي اعم من

الرسول ویدل علیه انه علیه الصلوٰة والسلام سئل عن الانبیاء فقال مائة واربعة وعشرون الفاقیل فکم الرسل منهم قال ثلث مائة وثلثة عشر جماً غفیراً.

(بیضاوی، ص:۲۷، ج:۲)

رسول وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے شریعت جدیدہ کے ساتھ بھیجا ہو کہ لوگوں کو اس طرف دعوت دے اور نبی عام ہے اس سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا شریعت سابقہ کی استواری کے لئے بھیجا گیا ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین آئے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کو ان کے ساتھ تشبیہ دی۔ نبی رسول سے عام ہے اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انبیاء کتنے ہیں۔ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار عرض کیا گیا ان میں رسول کتنے ہیں۔ فرمایا تین سو تیرہ جم غفیر۔

نبی و رسول کے مابین یہی فرق اور ان کی یہی تعریف تھانوی صاحب نے بھی کی ہے۔ دیکھئے اختصار شدہ بیان القرآن سورۂ مریم زیر آیت کریمہ وَكَانَ رَسُوْلاً نَّبِيًّا (۵)

رسول:- وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچائے۔

نبی:- وہ ہے جو صاحب وحی ہو، خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی۔

مقدمہ ثانیہ:- نبی اور رسول ان معنوں میں قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں وارد ہے۔ سورہ مریم شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔

(۱) اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصاً وَّكَانَ رَسُوْلاً نَّبِيًّا

بلاشبہ وہ مخلص اور رسول نبی تھے۔

اسی میں حضرت اسمٰعیل کے بارے میں ارشاد ہے:

(۲) اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلاً نَّبِيًّا یقیناً وہ وعدے کے سچے اور نبی رسول تھے۔ مدارک میں اسی کے تحت ہے۔

الرسول الذی معه کتاب من الانبیاء والنبی الذی ینبئ عن الله عزوجل وان لم یکن معه کتاب کیوشع.

رسول وہ نبی ہے جس کے ساتھ کتاب ہو، اور نبی وہ ہے جو اللہ عزوجل کے بارے میں خبر دے۔ اگرچہ اس کے ساتھ کتاب نہ ہو جیسے یوشع۔ (علیہ السلام)

(۳) سورۂ حج کی آیت مذکورہ:- وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا الایة:-

ان تینوں آیتوں میں رسول اور نبی کے معنی مذکور مراد ہیں۔

مقدمہ ثالثہ:- مگر دوسری متعدد آیتوں میں رسول بمعنیٰ نبی وارد ہے۔ مثلاً

(۱) كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

سب اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۲) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض کے حالات تم سے بیان فرمائے بعض کے نہیں۔

اس کے تحت صاوی میں ہے:

قوله رسلا المراد بهم ما یشمل الانبیاء

یہاں رسلا کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء کو بھی شامل ہے۔

ان دونوں آیتوں میں رسل سے مراد انبیاء ہیں خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہوں خواہ نہ ہوں۔ ان کے علاوہ اور کثیر آیتوں میں رسول سے نبی ہی مراد ہیں۔

مقدمہ رابعہ:- حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا اور اس درمیان جتنے انبیاء کرام تشریف لائے سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت جدیدہ لے کر تشریف لائے اور شریعت موسویہ کو منسوخ فرمایا ابھی تفسیر بیضاوی کی عبارت گزری۔

کانبیاء بنی اسرائیل الذین کانوا بین موسیٰ

وعیسیٰ علیھما السلام
جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین تھے (ان میں کوئی صاحب شریعت جدیدہ نہ تھا)

تفسیر کبیر میں ہے:

روی ان بعد موسیٰ علیہ السلام الی ایام عیسیٰ کانت الرسل تتواتر ویظھر بعضھم فی اثر بعض والشریعۃ واحدۃ فانہ صلوات اللہ علیہ جاء بشریعۃ مجددۃ واستدلوا علی صحۃ ذالک بقولہ تعالیٰ وقفینا من بعدہٖ بالرسل فانہ یقتضی انھم علیٰ حد واحد فی الشریعۃ یتبع بعضھم بعضا (ص:۴۱۴، ج:۱)

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک پیغمبر متواتر آئے ایک کے بعد ایک آتا اور شریعت ایک تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جدید شریعت لائے اس کی صحت پر اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا کہ فرمایا ہم نے ان کے بعد پے در پے پیغمبر بھیجے یہ ارشاد چاہتا ہے کہ وہ شریعت میں ایک ہی طریقہ پر تھے۔ بعض بعض کے تبع۔

صاوی میں ہے:

المراد التبع فی العمل بالتوراۃ فکل الانبیاء الذین بین موسیٰ وعیسیٰ یعملون بالتوارۃ بوحی من اللہ لا تقلیداً لموسیٰ (ص:۴۱، ج:۱)

قفینا سے مراد توراۃ پر عمل میں تابع ہونا ہے حضرت موسیٰ وعیسیٰ کے مابین تمام انبیاء توراۃ پر عمل کرتے تھے منجانب اللہ وحی کی وجہ سے، نہ موسیٰ علیہ السلام کی تقلید میں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں:

وہمہ ایشان برشریعت حضرت موسیٰ گزشتہ ومقصود ازفرستادن ایشان جاری کردن احکام آں شریعت بود کہ بسبب تکاسل وتہاون بنی اسرائیل مندرس می شد وبسبب تحریفات علماء سوء ایشان متغیر ومتبدل میگشت پس ایں رسولان در بنی اسرائیل مانند علماء ربانیین ومجددان دین ایں امت اند چنانچہ در حدیث شریف وارد شدکہ ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجد دلھا دینھا۔

اور تمام حضرات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ ان کے بھیجنے سے مقصود اس شریعت کے احکام کا جاری کرنا تھا جو بنی اسرائیل کی سستی اور ڈھیلے پن کی وجہ سے مٹ جاتے اور ان کے علماء سوء کی تحریفات سے بدل جاتے۔ پس یہ پیغمبر بنی اسرائیل میں اس امت کے علماء ربانیین اور دین کے مجددین کے مانند ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر اسے بھیجے گا جو ان کے لئے ان کے دین کی تجدید کرے گا۔"

مقدمہ خامسہ:- ان تینوں آیتوں میں جن انبیاء کرام کی شہادت کا تذکرہ ہے یہ وہی ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین مبعوث ہوئے۔ اس لئے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی آیتوں میں مخاطب اور سورۂ مائدہ کی آیت میں ضمیر غائب کے مرجع یہودی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان آیتوں میں جنہیں انبیاء کرام کے شہید کرنے کا مجرم گردانا گیا ہے۔ وہ یہودی ہی ہیں۔ اور اس میں کسی کا ذرہ برابر اختلاف نہیں کہ یہود کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس لئے ان آیات کی روشنی میں یہ طے ہے کہ وہی حضرات انبیاء شہید ہوئے جو حضرت کلیم اور حضرت مسیح کے مابین تشریف لائے تھے۔

مقدمہ سادسہ:- اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد میں "رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ انبیاء البتہ شہید ہوئے۔ نبی اور رسول کے اصطلاحی معنی مراد ہیں جس پر رسول اور نبی کا تقابل قرینہ واضحہ ہے یعنی [illegible] ... شریعت جدیدہ اور نبی یعنی۔ وہ انسان جس کی طرف [illegible]

وحی کی گئی ہو۔ خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ خواہ صاحب شریعت جدیدہ نہ ہو۔

رسول (بمعنی صاحب شریعت جدیدہ) کوئی شہید نہیں ہوا

مقدمہ رابعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین کوئی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا بلکہ جتنے حضرات مبعوث ہوئے وہ شریعت موسویہ کے متبع تھے اور حسب تصریح حضرت شاہ صاحب اس امت کے مجددین کے مثل تھے۔ اور جس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے رسول نہیں تھے نبی تھے۔ مقدمہ خامسہ سے ثابت ہوا کہ جو انبیاء کرام شہید کئے گئے۔ وہ انہیں میں سے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین مبعوث ہوئے تھے ان دونوں کو ملانے سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا کہ کوئی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ شہید نہیں، ہوا۔ جتنے حضرات شہید ہوئے وہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اور حسب اصطلاح نبی تھے۔ اور جب رسول کے معنی صاحب شریعت جدیدہ کے اصطلاح شرع میں ہے۔ جیسا کہ مقدمہ اولیٰ میں بیضاوی اور خود تھانوی جی کی تصریح گزر چکی ہے تو رسول کے یہ معنی مصطلح مراد لے کر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا اور یہی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام میں یہاں رسول کے اصطلاحی معنی یعنی صاحب شریعت جدیدہ مراد ہونا متعین ہے جیسا کہ مقدمہ سادسہ میں بتایا جا چکا ہے۔

اب واضح ہوگیا کہ یہ کہنا کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا۔ ہر قسم کے اعتراض سے پاک ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ قاری صاحب اور ان کی برادری اپنی بے علمی میں یا جوش انتقام میں نابینائی یا ناواقف عوام میں شورش آفرینی کے شوق میں کچھ نہ سمجھیں یا سمجھ بوجھ کر ناسمجھ بنتے رہیں۔

آیت کریمہ کی توجیہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد کے معارضہ میں قاری صاحب نے جو تین آیات پیش کی ہیں وہ بھی درحقیقت معانی قرآن سے ناواقفی اور تفاسیر سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے ورنہ علم تفسیر سے ادنیٰ سی ممارست رکھنے والے پر روشن ہے کہ یہ آیات اس ارشاد کے معارض نہیں اس لئے کہ مقدمہ ثالثہ میں ہم بتا آئے ہیں کہ رسول اور نبی میں باعتبار اصطلاح کے فرق ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم ہی کی متعدد آیات میں رسول بہ معنی نبی مراد ہے۔

وہ تینوں آیتیں جنہیں قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشادات کے معارضہ میں پیش کی ہیں ان میں بھی رسل بمعنی انبیاء ہے چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت کریمہ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ کی تفسیر میں ابن جریر لکھتے ہیں:

یعنی بالرسل الانبیاء (ص:۳۰۴، ج:۱)

رسل سے مراد انبیاء ہیں۔

صاوی میں یہیں ہے

وقوله بالرسل مراده مايشمل الانبياء

رسل کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء کو شامل ہے۔

اس کا ماحصل بھی یہی نکلا کہ انبیاء مراد ہیں۔ اس لئے کہ رسل کا وہ معنی جو انبیاء کو بھی شامل ہے یہی ہے وہ انسان جس کی جانب وحی کی گئی ہو خواہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو خواہ نہ ہو۔

خازن میں سورۂ آل عمران شریف کی آیت مبارکہ کے تحت ہے۔

يعنى فلم قتلتم الانبياء الذين اتوا بما طلبتم منهم مثل زكريا ويحيىٰ وسائر من قتلتم من الانبياء (تفسير خازن)

پھر تم نے ان انبیاء کو کیوں شہید کیا جو وہ لائے جسے تم نے طلب کیا جیسے زکریا اور یحییٰ اور تمام انبیاء جن کو تم نے شہید کیا۔

آیت کریمہ میں ''رسل'' کا لفظ تھا۔ صاحب خازن نے اس کی تفسیر انبیاء سے کی۔ یہ دلیل ہے کہ یہاں رسل سے مراد انبیاء ہیں۔

علمائے تفاسیر حتیٰ کہ جلالین تک میں ان تینوں آیتوں کے تحت تمثیل میں ہے مثل زکریا و یحییٰ اور یہ متفق علیہ امر ہے کہ حضرت زکریا یحییٰ علیہما السلام صاحب شریعت جدید نبی نہیں اس لئے تمثیل کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تینوں آیتوں میں رسل بمعنی انبیاء ہو۔ رسل

بہ معنی اصحاب شرائع جدیدہ نہ ہو۔

اب جب کہ ثابت ہو گیا کہ ان تینوں آیتوں میں رسل بمعنی انبیاء ہے تو ان آیات کے معنی یہ ہوئے۔

یہود نے انبیاء کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور انبیاء کے ایک گروہ کو شہید کیا۔ یہی بتانے کے لئے ان آیات میں رسول بمعنی نبی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آیت کریمہ اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمْ کے ترجمے میں ''بین القوسین'' انبیاء کا اضافہ فرمایا ہے۔ کنز الایمان تقطیع کلاں مطبوعہ مراد آباد: ص: ۱۵ پر ہے۔

''ان ''انبیاء'' کے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔''

اب ناظرین پر کالشمس والامس، واضح ہو گیا کہ ان تینوں آیتوں سے بھی صرف انبیاء کی شہادت ثابت، رسولوں کا شہید ہونا ثابت نہیں، اس لئے ان آیات کو رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ کی شہادت پر دلیل لانا۔ اور الملفوظ کی عبارت مذکورہ کو ان آیات کا انکار بتانا اہل دیوبند کی معانی قرآن مصطلحات شرعیہ سے نابلد اور کورے ہونے کی دلیل ہے۔

اقتباس (۲)

الملفوظ حصہ سوم، ص: ۲۹، پر ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے اس حیات پر احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج سے نکاح حرام۔

نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں، بلکہ سید محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

آج سے تقریباً اکتالیس بیالیس سال پہلے بھیرہ تحصیل محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ میں ٹانڈہ کے مشہور افسانہ گو۔ بہتان طراز نور محمد ٹانڈوی نے یہ کہا کہ جو دکھا دے کہ علامہ زرقانی، نے یہ کہیں لکھا ہے تو ہر ہر لفظ پر پانچ سو روپے انعام یہ خادم ... نے مجھے لکھا میں نے زرقانی علی المواہب جلد سادس صفحہ ۱۵۹ سے یہ عبارت نقل کر کے بھیج دی۔

نقل السكبى فى طبقاته عن ابى فورک أنه عليه السلام حىّ فى قبره علىٰ الحقية لا المجاز يصلى فيه باذان واقامة قال ابن عقيل ويضاجع ازواجه ويتمتع بهن أكمل من الدنيا وحلف علىٰ ذالک وهو ظاهر ولا مانع عنه۔

سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ نہ کے مجازی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج کے ساتھ ہمبستری فرماتے ہیں اور دنیا میں جس طرح ان سے تمتع حاصل فرماتے تھے اس سے بڑھ کر تمتع حاصل فرماتے ہیں اب عقیل نے اس پر قسم کھائی اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

بھیرہ کے احباب نے یہ عبارت مقامی دیوبندیوں کو بھی دکھائی اور ٹانڈوی کے پاس بھی بھیجی۔ سب کو سانپ سونگھ گیا۔ دیوبندیوں میں حیا ہوتی تو خاموش رہتے لیکن انہیں حیا کہاں برسوں خاموشی کے بعد اب نور محمد ٹانڈوی کے ساختہ پرداختہ کچھ دیوبندی مولوی اس پر تین اعتراض کرتے ہیں۔

اوّل:- زرقانی میں ابن عقیل کا قول صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے اور الملفوظ میں یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں الخ

دوم:- موت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی باتفاق امت موت طاری ہوئی اگر چہ ایک آن کے لئے پھر یہ بات کیسے درست ہو گی؟

سوم:- اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مردہ قبر میں رہتے ہوئے بھی اپنی قبر کے ارد گرد بہت دور تک دیکھتا ہے۔ وہیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی مزارات ہیں۔ یہ کتنی بڑی بے...

تیسرے پیراگراف پر دیوبندی وہ مضحکو بازیاں کرتے ہیں جنہیں سن کر انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے جواب (۱) جب کوئی بات کسی صنف یا کسی نوع کے ایک فرد یا چند افراد کے لئے ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف اس کی نسبت درست ہے۔ جیسے فرمایا گیا "وخلق الانسان هلوعاً" انسان بے صبر پیدا کیا گیا۔ اور فرمایا "وكان الانسان اكثر شئى جدلاً" انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔ کیا انسان کا ہر فرد بے صبرا ہے؟ کیا انسان کا ہر فرد سب سے بڑا جھگڑالو ہے؟ اسی طرح اگر چہ ابن عقیل اور بن فورک نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لکھی ہے تو اس کی اسناد انبیاء کرام کی صنف کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب (۲):- یہ صحیح ہے کہ موت سے عام مردوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اگر چہ ان حضرات پر ایک آن کے لئے موت طاری ہوئی پھر بھی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح ختم نہیں ہوا، اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام کے وصال کے بعد ان کی ازواج پر نہ عدت ہے اور نہ انہیں یہ جائز ہے کہ کسی اور کے ساتھ نکاح کریں۔

نیز اس دلیل پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفن کے بعد حجرہ مبارکہ میں بغیر کسی خاص پردہ کے جاتی اور کہتی "انما هو زوجی" یہ تو میرے شوہر ہی ہیں بعد وصال زوجیت کا باقی رہنا اس کی دلیل ہے کہ وصال سے نکاح ختم نہیں ہوا، باقی رہا۔

یہ تو اپنے سنی بھائیوں کے لئے تھا۔ اب دیوبندیوں کو مزا چکھانے کے لئے ان سے ایک سوال ہے یہ صحیح ہے کہ موت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ تمام مومنوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ جنت میں مسلمانوں کو ان کی بیویاں ملیں گی جن سے وہ جنت میں ہمبستری کریں گے اور یہ روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ جنت میں ان سے دوبارہ نکاح ہوگا۔ جنت میں بلا جدید نکاح اپنی بیویوں سے ہمبستری کرنا حرام ہے یا جائز؟ اور جائز ہے تو کیسے؟ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا بھی جواب ہوگا۔

جواب (۳):- برزخ اور آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا جہالت ہی نہیں ضلالت ہے اور گمراہ گری۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں مگر حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومن صالح کی قبر حد نظر تک وسیع کر دی جاتی ہے اس کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کم از کم حد نظر تک وسیع ضرور ہوگی۔ مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر فصل ثانی میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ويفسح له فيها مدبصره

حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے

جب مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی تب وہاں پہلو میں نہ حضرت صدیق اکبر ہیں، نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، دیوبندیوں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنے چچازاد بھائی رافضیوں کو خوش کرنے کے لئے یہ اعتراض کیا ہے۔ جب اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی تو اب پہلو میں نہ صدیق اکبر ہیں اور نہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وہ تو مدینہ طیبہ سے بہت دور کسی جنگل میں ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد نظر محدود نہیں۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللّٰه قدرفع لی الدنيا فانا انظر اليها والى ماهو كائن فيها الىٰ يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه.

اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے لئے پیش نظر کر دی میں پوری دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد نظر پوری دنیا ہے تو لازم آیا کہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں دنیا میں رہی ہی نہیں۔ ناظرین حیرت میں ہوں گے مگر یہ حیرت کی بات نہیں۔ عالم برزخ اور آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس کرنا ہی جہالت ہے

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی
جامعہ اشرفیہ مبارک پور

شارح بخاری!

چند مناظرے

حیات وخدمات

مناظر اہل سنت، فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رضوی برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات گرامی اپنے عہد کی یادگار شخصیت ہے۔ ایک زمانہ ان کے علم وفضل کا معترف اور ایک جہان ان کی عبقریت اور جامعیت کا شاہد ہے۔ سیدی وسندی الکریم حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس وطن گھوسی ضلع مئو۔ حضرت کی جائے پیدائش ہے۔ غالباً ربیع الآخر میں ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء تحریک خلافت اور تحریک موالات کے دور میں محلہ کریم الدین پور کے ایک بابرکت گھرانے میں آپ کی ولادت ہوئی۔ والد ماجد جناب عبدالصمد صاحب ایک سادہ طبیعت، قناعت پسند، جفاکش اور متبع شریعت انسان تھے۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے نسبی اور خاندانی تعلق تھا۔ [1]

حضرت شارح بخاری دام ظلہ کی ابتدائی تعلیم محلہ باغیچہ کے مکتب میں ہوئی۔ اس کے بعد ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء کو باغ فردوس دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں اس کی تاسیس کے سال داخلہ لیا۔ اس سے ایک سال قبل سیدی الکریم حضور حافظ ملت قدس سرہٗ حضور صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے حکم سے مبارک پور تشریف لا چکے تھے۔ حضرت نے اس بافیض عارف اسرار الٰہی کی بابرکت صحبت میں رہ کر آٹھ سال کی مدت میں صدرا اور حمد اللہ تک کی منتہی کتابوں کا درس لیا۔ اس دوران کچھ ایسے ناگزیر حالات رونما ہوئے کہ ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۶۱ھ کو مبارک پور سے مدرسہ اسلامیہ میرٹھ تشریف لے گئے جہاں امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا۔ لیکن یہاں کی مدت تعلیم بھی مختصر رہی اور ۱۳۶۱ھ کے اوائل شوال ہی میں بریلی شریف مدرسہ مظہر اسلام حاضر ہوئے اور مسند وقت حضرت علامہ سردار احمد خاں گورداسپوری محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور صحاح ستہ سبقاً سبقاً پڑھ کر دورۂ حدیث مکمل کیا۔ ۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا قادری حضرت صدر الشریعہ اور حضرت صدر الافاضل قدست اسرارہم کے دست ہائے مبارک سے دستار فضیلت زیب سر کی اور سند فراغ سے سرفراز ہوئے۔ محدث اعظم پاکستان کی خواہش پر حضرت مفتی اعظم نے اپنی خصوصی سند بھی مرحمت فرمائی۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے بھی آخری حدیث بخاری کے درس کے توسط سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد ایک سال سے زائد عرصہ تک حضرت صدر الشریعہ کی خدمت اقدس میں رہ کر فتویٰ نویسی کی مشق کرتے رہے پھر بریلی شریف حاضر ہو کر سرچشمۂ تفقہ، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم قدس سرہٗ سے افتاء کے اسرار و رموز سیکھتے رہے۔ جس سے حضرت کو اس فن شریف سے خصوصی مناسبت ہو گئی اور ممارست، طباعی اور نقادانہ بصیرت نے اس پر مزید نکھار پیدا کیا۔ پھر آپ کی فقہی صلاحیت ایسی نمایاں ہوئی کہ دنیا آج فقیہ عصر اور نائب مفتی اعظم کے شاندار اور ممتاز لقب سے یاد کرتی ہے۔

---

[1] حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی ابن حکیم مولانا جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین رحمہم اللہ۔
اور حضرت شارح بخاری دام ظلہ کا [illegible] خیر الدین رحمہم اللہ۔

تکمیل علم وفن کے زمانے سے ہی آپ کے درس وافادہ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور تعلیم سے مکمل فراغ کے بعد ۴۴ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا جس میں بحرالعلوم مئو، شمس العلوم گھوسی، خیرالاسلام جپلہ پلاموں، چمنی بازار پورنیہ، مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں، فضل رحمانیہ، پچپڑوا گونڈہ، عین العلوم، گیا، انوارالقرآن بلرامپور، ندائے حق جلال پور، مظہر اسلام بریلی شریف کی مشہور درسگاہیں آپ کی علمی اور تدریسی مصروفیات سے معمور رہیں اور جید تلامذہ کی ایک لمبی تعداد اکناف ہند میں پھیل گئی جنھوں نے فکروفن کے شبستانوں میں اجالا کر ڈالا۔

حضرت شارح بخاری دام ظلہ اپنی عمر کی ابتدا ہی سے بزرگان امت کی خصوصی دعاؤں اور الطاف کے مورد رہے جن کی برکتوں نے آپ کی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ صدرالشریعہ ہوں یا مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان ہوں یا جلالۃ العلم حافظ ملت، تاج العلماء ہوں یا سیدالعلماء، احسن العلماء ہوں یا مجاہد ملت، سبھی مشائخ کے آپ محبوب رہے اور سبھی کی دعائیں مراحل حیات میں آپ کی دستگیر رہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ چار بزرگوں کے منت کش کرم رہے۔

(۱) مرشد گرامی حضور صدرالشریعہ قدس سرہٗ (۲) شفیق مربی حضور مفتی اعظم قدس سرہ (۳) کرم نواز حضور احسن العلماء علامہ سید مصطفےٰ حیدر حسن قدس سرہٗ (۴) سراپا فیض حضور حافظ ملت قدس سرہٗ۔ اوّل الذکر تینوں بزرگوں نے اپنی اسانید سلاسل کی گراں بہا دولت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ ان تینوں حضرات کے خلیفہ مجاز ہیں۔

حضرت شارح بخاری دام ظلہ کی فکر وقلم اور زبان وادب سے گہری وابستگی ابتدائے عمر سے ہی رہی۔ یہی سبب ہے کہ طالب علمی کا زمانہ رہا ہو یا عہد شباب، شعور کی پختگی ہو یا کبرسنی، علمی مصروفیات نے ہمیشہ آپ کے لمحات زندگی کا احاطہ کئے رکھا۔ علمی شغف کا یہی والہانہ پن ہے جس نے آپ کی خداداد صلاحیتوں میں زریں کرنیں بھر دیں۔ ہمیں آپ کی کبرسنی کے علمی لمحات دیکھنے کا موقع ملا۔ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ عمر کی یہ انتہائی منزلیں اور ایسی بے پناہ مصروفیات! جب قویٰ مضبوط اور ولولے جوان ہوں گے تو اس وقت ان دینی مصروفیتوں کا کیا عالم رہا ہوگا؟ ایسی ہی انتھک کوششوں کا اثر ہے کہ آپ کے تلامذہ، مستفیدین،

فتاویٰ اور قلمی نگارشات کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ آپ کے فتاویٰ اب تک ساٹھ ہزار کی تعداد کو پہنچ چکے ہیں، مضامین ومقالات سینکڑوں سے متجاوز ہیں اور تصانیف درجن سے زائد، جن میں صرف نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری تقریباً پانچ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ① ''اشرف السیر (سیرت) ② اشک رواں (اسلامی سیاست) ③ اسلام اور چاند کا سفر (اسلامیات اور فلکیات) ④ تحقیقات (اسلامی تنقید ⑤ اثبات ایصال ثواب (عقائد) ⑥ سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ (تقابل ادیان) ⑦ فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق؟ (تاریخ) ⑧ مقالات شارح بخاری ⑨ مفتی اعظم ہند اپنے فضل وکمال کے آئینے میں (سوانح) ⑩ شہادت حسین کا ذمہ دار کون؟ (تحقیق)۔ (۱۱) مسائل حج وزیارت (فقہ) (۱۲) تعلیقات فتاویٰ امجدیہ۔ (۱۳) تعلیقات سنان جانکاہ بدل غیر مقلدان گمراہ وغیرہ آپ کی تحقیقی فکر کے خوبصورت شاہکار ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد قیمتی تصانیف افادات کی شکل میں دیگر حضرات کو عطا کر دیں جو ان کے نام سے شائع ہوئیں۔

آپ کی خطابت کا رنگ خالص علمی ہوتا ہے جس میں ادب کی چاشنی اور ظرافت کی رنگینی دلچسپیوں کے بہت سارے رنگ بھر دیتی ہے۔ آپ کی خطابت کا علمی رنگ اس وقت خوب خوب نکھر اٹھتا ہے جب آپ اپنے مذہبی حریف کے قصر باطل کی دھجیاں بکھیر رہے ہوں۔ آپ کی بہت سی تقریریں اپنی یادگار آپ ہیں۔ غیر مقلدوں کی تردید میں گجرات کی تقریر ایسی خوب تھی کہ عوام تو عوام رہے علماء کرام کے ذہنوں میں بھی اس کی گونج عرصۂ دراز تک باقی رہی۔ ختم بخاری کی ساعت سعید میں جو تعارفی اور تنقیدی تقریر ہوتی ہے اس کا بھی اپنا رنگ ہوتا ہے۔ غرض اسلاف کے زبان وبیان اور فکروفن کی بہت ساری خوبیوں کے اب آپ تنہا امین نظر آتے ہیں۔ مولائے کریم سلف کے اس علمی اور فکری جانشین کے سایہ فن کو دراز تر فرمائے۔ آمین!

انفرادی خصوصیات

حضرت شارح بخاری فطری طور پر حساس طبیعت کے مالک ہیں۔ دین وسنیت کے تعلق سے یہ حس ذکاوت کی حد تک پہنچی ہوئی [illegible] کے خلاف کوئی بھی فتنہ سر ابھارتا ہے تو

آپ سراپا اضطراب ہو جاتے ہیں۔ مخالفین دین کے خلاف مزاج کا یہ شعلہ پن عہد طالب علمی ہی سے شباب پر تھا۔ مبارک پور میں حافظ ملت کو ایک بیرونی وہابی نے آکر مناظرہ کا چیلنج دیا، حضرت نے عین جلسہ ہی میں اسے سوالات کے ذریعہ گھیر لیا۔ صبح تک اپنے جواب کا مطالبہ کرتے رہے لیکن وہ عاجز رہا بالآخر کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔ حضرت سے بارہا میں نے سنا کہ فرماتے۔ "ہمارے سامنے کسی بدمذہب کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ ہمارے اساتذہ یا بزرگوں کو کچھ کہہ دے اور بچ کر چلا جائے۔ افسوس یہ دینی غیرت نئی نسل میں مفقود ہوتی جا رہی ہے"۔ الہ آباد کے ہندی اخبار "امرت بازار پترکار" کی شان رسالت میں گستاخی ہو یا "ریلیجس لیڈرس" نامی کتاب کی اہانت، بہرائچ کے پنڈت کی حیا سوز تقریر ہو یا وہابیہ کی شرانگیزی، عراق کا قضیہ ہو یا مسلمانان ہند کا، ہر موقع پر نتائج سے بے پروا ہو کر دین اور اقدار دین کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب کہ اس راہ میں کافی مشقتوں اور زحمتوں کا بھی سامنا ہوا۔ مقدمات دائر ہوئے۔ جیل جانا پڑا، تبرابازیاں سننی پڑیں، دھمکیاں کانوں تک پہنچیں لیکن دین محمدی کا یہ شیر ہر محاذ پر سینہ سپر رہا اور بدمذہبوں کے کلے جبڑے اکھاڑتا رہا، ہمتیں پست کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے دم سادھ لی اور چپ ہو گئے۔ اس موضوع کی تفصیلات، دیگر مقالات اور حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی صاحب دام ظلہ کی کتاب شارح بخاری میں مل جائیں گی۔

علمی سطح پر آپ کی تحریریں اور تقریریں علمی ایجاز کا خوبصورت اور قیمتی رنگ لئے رہتی ہیں، باتیں نپی تلی اور پتے کی ہوتی ہیں، مضامین کی فراوانی بھی خوب ہوتی ہے، لیکن مفہوم کی ترسیل اور مضامین کی تفہیم کہیں بھی متاثر نہیں ہوتی۔ لیکن یہی ایجازانہ رنگ عوامی سطح پر جا کر تمثیلی اور خالص تفہیمی ہو جاتا ہے جس سے گنجلک موضوعات بھی عوام کے ذہن و دماغ میں رچ بس جاتے ہیں۔ سرعت تحریر میں اپنا جواب آپ ہیں۔ بجرڈیہہ کے مناظرے میں غیر مقلدین کی ہفتوں میں تیار شدہ مفصل تحریر کے جوابات بہت سرعت کے ساتھ تحریر کرائے جب کہ آپ ان دنوں علیل چل رہے تھے۔ اور دیکھتے دیکھتے چند دنوں میں مقالات، مبسوط فتاویٰ بلکہ کتابیں لکھنا لکھانا تو راتی [illegible]

خیالات کی نباضی کا بھی خوب سلیقہ ہے، کون کیا کہہ رہا ہے؟ کیا کہنا چاہ رہا ہے؟ اور کیوں کہہ رہا ہے؟۔ ان تمام تہوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔ مجلسی گفتگو میں ظرافت، واقعاتی تسلسل، سیاسی تبصرے، حالات حاضرہ کا جائزہ بھی کچھ رہتے ہیں۔ علماء و مشائخ کا اکرام اور اصاغر کا اعزاز بے مثال انداز میں فرماتے ہیں۔ ہر کار خیر میں سبقت اور تعاون آپ کا وطیرہ ہے۔ المجمع الاسلامی کے تعمیری فنڈ کے لئے جیب خاص سے گیارہ سو روپے عطا فرمایا۔ ماہنامہ کنزالایمان دہلی کا اجراء ہوا تو پانچ سو روپے اشاعتی مد میں عطا فرمائے۔ میری عرضداشت پر دارالمطالعہ اہل سنت سہسرام کیلئے اپنی تصانیف کا پورا سیٹ عطا فرمایا۔ غرض دین، لوازمات دین اور متعلقات دین کا ہمہ دم خیال رہتا ہے اور اس کا شایان شان خود بھی احترام فرماتے ہیں اور دوسروں کو بھی احترام کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔

مناظر، مناظرہ اور اس کے آداب و شرائط

اپنے مدعیٰ کے اظہار اور اثبات کا سلیقہ، وہ بھی ایک شاطر مخالف کے سامنے جو مغالطہ اور تردید کے سارے ساز و سامان سے لیس ہو، سب کو نہیں آتا۔ اس کے لئے نہ صرف مطالعہ کافی ہے اور نہ صرف ذہانت بلکہ جودت وطباعی عقل و دانائی، بیان کا زور و تسلسل اور زیرکی مطالعہ کی وسعت، علم و فن پر دسترس، حاضر دماغی، استحضار علمی، صبر و تحمل، فکری ہمہ جہتی، تفہیم کا ملکہ اور دور بین و باریک بین نگاہ جب یہ اوصاف یکجا ہوتے ہیں تو میدان مناظرہ کا ایک شہسوار تیار ہوتا ہے۔

یہ راہ کتنی مشکل، کتنی اہم اور کس قدر ہمہ جہت ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ مناظر صرف مقرر نہیں جس کے پاس بے بجائے، بے جائے مضامین کا ذخیرہ ہو اور وہ بے دریغ سامعین میں لٹا رہا ہو، نہ کوئی قدغن، نہ سوال نہ اعتراض۔ اور اگر کبھی اس کی نوبت آئی بھی تو "دیکھا جائے گا" کا تصور بہت بڑا سہارا ہے۔ وہ مدرس بھی نہیں جس کے لئے منتخب کتابیں، متعین عبارتیں ہوں، شروح و حواشی کے سہارے ہوں، تلامذہ کی نیازمندی ہو، اس کے ساتھ اگر سوالات رہے بھی تو محدود سے، متعین موضوعات پر، وہ بھی نیازمندوں کے جلو میں جہاں ہر طور سے خاموش کر دینے کے بارعب ذرائع موجود ہیں۔ وہ مصنف بھی نہیں جس [illegible] اور ترتیب دینے، سوچنے اور سمجھنے کے

واسطے ایک عمر پڑی ہے۔ کوئی تنقید ہوئی بھی تو اس سے نپٹنے کے لئے وسیع اوقات کا بھرپور تعاون موجود ہے۔ وہ مفتی بھی نہیں جس کے پاس سوالات کا تنوع اور ان کے حل کرنے کی مشکلات تو ضرور ہیں لیکن وہ فی الفور پابند جواب نہیں بلکہ لا اعلم کہہ کے بھی جان چھڑائی جا سکتی ہے۔ لیکن مناظر تو ہر چہار جانب سے پابند سلاسل اور گھرا ہوا ہے۔ اس کے لئے موضوعات کا تنوع بھی ہے کیونکہ مناظرہ کا موضوع کو متعین ہوتا ہے لیکن دوران بحث کونسی گفتگو چھڑ جائے، بحث کون سا رخ اختیار کر لے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ صرف ونحو، بلاغت وعروض، حدیث وفقہ، منطق و فلسفہ، اصول وکلام، تفسیر ولغت، زبان وادب، فلکیات وارضیات حتیٰ کہ تعبیر خواب بھی کچھ زیر بحث آ سکتے ہیں۔ گھوسی کے مناظرہ میں اصول فقہ کی یہ بحث چھڑ گئی کہ ''ما'' عام ہے کہ خاص۔ ادری کے مناظرہ میں ''افعل'' کا وزن تولا جانے لگا، گیا کے مناظرہ میں مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف نے فقہ کی بیشتر اہم کتابوں کی سیر کرادی۔ بریلی شریف میں گفتگو تعلیق بالمحال سے چل کر موضوع منطق کے آستانے تک جا پہنچی، پلاموں کے مناظرہ نے تعبیر خواب کو شرمندہ کر دیا۔ اس لئے مناظر کے لئے معلومات کا تنوع ازبس لازم ہے پھر یہاں اس کا دشمن سارے ہتھیار سے لیس ہو کر بیٹھا ہے جو اسے زیر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دے گا۔ اس لئے انداز بیان پر بھی قدغن ہے کہ مبادا کہیں کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو مخالف کی فتح کا سامان ہو جائے اور کہیں یہ مخالف سے مرعوب ہو گیا تو سارا میدان ہی ہاتھ سے نکل گیا۔ اس لئے مناظر کے لئے زبان و بیان کے اسرار و رموز سے گہری واقفیت اور باحوصلہ ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز یہاں مخالف کو جواب نقد اور علی الفور چاہئے اور ایسا کہ حریف کی ساری کوششوں، عیاریوں اور مغالطہ آمیزیوں پر پانی پھیر دے۔ ایسا جواب دینے کے لئے مناظر کو بہت باہوش، دور اندیش، حاضر دماغ، حاضر جواب اور دانا ہونا چاہئے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ مناظر کو کن کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔ گویا مناظر وہ ہوگا جو بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، اصولی، ادیب، خطیب، مدبر، دور اندیش، دانا، حاضر دماغ، باحوصلہ، نڈر، کثیر المطالعہ، قوی الحافظہ، متحمل سبھی کچھ ہو۔

نظریات کے پس منظر میں مباحثہ کے تین انداز ہوتے ہیں:۔

① اگر یہ بحث اثبات حق اور ابطال باطل کے پس منظر میں ہو رہی ہے تو اسے مناظرہ کہتے ہیں۔

② اور اگر اس سے اپنی تعلی بڑائی اور علمی قابلیت کی نمائش مقصود ہو تو مکابرہ۔

③ اور اگر اس کی پشت پر محض ایک دوسرے پر الزام تراشی، الجھاؤ اور کج بحثی کا نظریہ کارفرما ہو تو مجادلہ۔

مناظرہ کے اصول وآداب کے بارے میں مستقل تصانیف بھی ہیں جن میں قطب الاقطاب سیدنا دیوان محمد مصطفےٰ رشید عثمانی قدس سرہ کی تصنیف لطیف مناظرہ رشیدیہ کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس میں مناظرہ کے وقت ایک مناظر کے واسطے جن خصوصی اوصاف وآداب کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

① مناظر اپنی بات اتنی مختصر نہ پیش کرے کہ سمجھ ہی میں نہ آ سکے۔
② بہت زیادہ لمبی چوڑی گفتگو بھی نہ ہو کہ لوگ ادب جائیں۔
③ نادر اور اجنبی الفاظ نہ استعمال کرے۔
④ ذو وجہین گفتگو نہ کرے خصوصاً جب کہ قرینہ واضح نہ ہو۔
⑤ بے مقصد اور موضوع سے ہٹ کر گفتگو نہ ہو کہ مقصد سے دور جا پڑے۔
⑥ نہ استہزاءً ہنسے، نہ چلائے اور نہ کمینوں کا انداز اختیار کرے کیونکہ یہ جاہلوں کی عادتیں ہوتی ہیں اس سے وہ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔
⑦ کسی ایسے شخص سے مناظرہ کرنے سے گریز کرے جو اس کی نگاہ میں محترم اور بارعب ہو کیونکہ بسا اوقات مخالف کی ہیبت اور احترام مناظر کی فکری قوت اور ذہنی توانائی سلب کر لیتی ہے۔
⑧ مخالف کو کمزور اور حقیر نہ سمجھے کہ اس کی وجہ سے کہیں کوئی ایسی بیچ بات نہ صادر ہو جائے جو مخالف کے غلبہ کا سبب بن جائے۔

آٹھ افادات رازی بیان کرنے کے بعد اس پر صاحب مناظرہ رشیدیہ نے مزید تین آداب کا اضافہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارقام فرماتے ہیں:۔

⊙ میں رب تعالیٰ کی تائید کا طالب ہو کر مزید کہتا ہوں کہ مناظر کو اس بات کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں مخالف کو خاموش

کردے کیونکہ بسا اوقات عجلت میں ایسی کمزور اور پوچ باتیں زبان سے بے ساختہ نکل جاتی ہیں جو مخالف کی فتح کا سامان بن جاتی ہیں۔

⊙ مناظرہ کے وقت مناظر امیروں کی طرح ٹیک لگا کر نہ بیٹھے بلکہ فقیروں کے انداز میں مجلس نشیں ہو کہ اس سے لازمی طور پر ذہنی توانائیاں مجتمع رہتی ہیں اور ذہن ودماغ انتشار سے محفوظ رہتا ہے۔

⊙ مناظرہ کے وقت مناظر کو بہت زیادہ بھوکا پیاسا نہیں ہونا چاہئے کہ شدت بھوک پیاس سے بہت جلد غصہ آجاتا ہے جو مناظرہ کے آداب کے منافی ہے یونہی مکمل آسودہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ اس سے طبعی قوتیں منجمد ہوجاتی ہیں اور ذہنی جولانیت جاتی رہتی ہے۔ [1]

مناظرہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس کے منطقی انجام تک پہونچانے کے لئے مناظرانہ صلاحیتوں اور اصول وآداب کے ساتھ ساتھ شرائط مناظرہ کا بھی بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مناظر اور صدر کی دانشمندی اور تجربے بہت کام آتے ہیں۔ اگر اس راہ میں ہوشیاری نہیں برتی گئی تو حریف کوئی بھی ایسی شرط رکھ سکتا ہے جو اس کے لئے کسی نازک موڑ پر کام دے اور وہ اس طرح اپنے مدمقابل کو زبردست زک پہونچانے میں کامیاب ہوجائے۔ یا دوسرا کوئی ایسی شرط ذکر کرنا بھول جائے جس کی وجہ سے اسے زبردست نقصان اپنے ہاتھوں اٹھانا پڑے۔ یہ گویا اپنے ہاتھوں اپنی ہزیمت کا سامان کرنا ہوگا۔ اس کی نزاکتوں کو سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ سنتے چلئے۔

بھنگواں ضلع گونڈہ میں اہل سنت اور دیابنہ کے درمیان تحریری مناظرہ تھا۔ آغاز مناظرہ سے پیشتر دونوں فریق کے اسٹیج پر لاؤڈ اسپیکر لگادیئے گئے۔ شدید بارش کے باوجود تاحد نگاہ مجمع تھا۔ دونوں فریق نے جب گفتگو کا آغاز کیا تو دیوبندی مناظر اس پر مصر ہوگئے کہ تحریریں پڑھ کر نہیں سنائی جائیں گی کیونکہ شرائط میں کہیں اس کا تذکرہ نہیں۔ یہ بات عقل وعادت دونوں کیلئے باعث حیرت وافسوس تھی۔ جو سنتا وہابیوں کو ملامت کرتا۔ علمائے اہل سنت اور پورے مجمع نے انہیں اس بات پر راضی کرنے میں پوری توانائی صرف کردی کہ تحریر عوام کو سنادی جائے لیکن انہیں نہیں راضی ہونا تھا نہ ہوئے۔ ان کا سہارا بس یہی تھا کہ شرائط میں یہ ذکر نہیں اور ہم شرائط ہی کے پابند ہیں۔ یہ ذرا سی غفلت ان کے لئے زبردست فائدے کا سامان بن گئی کہ ان کی گمراہیاں عوام کے سامنے طشت ازبام ہوکر نہ آسکیں۔ حالانکہ اس مناظرہ میں دیوبندی کفریات پر اتنی جاندار بحثیں ہوئیں کہ اگر تحریریں پڑھ کر عوام کو سنائی جاتیں تو وہاں سے فوراً وہابیت کا جنازہ نکل جاتا۔ اس ذرا سی غفلت نے گویا مناظرہ کو بہت حد تک بے مقصد بناڈالا۔ اس لئے عوام کو شرائط از خود طے کرنے کی غلطی کبھی نہیں کرنی چاہئے۔ مناظرہ کے نشیب وفراز اور نزاکتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔ شرائط کی اسی اہمیت کے پیش نظر غیر مقلدوں سے مناظرہ کی طے شدہ شرائط یہاں درج کی جاتی ہیں، جنہیں مناظران اہل سنت حضرت شارح بخاری اور حضرت محدث کبیر دامت برکاتہما القدسیہ نے مرتب فرمایا ہے۔ تاکہ آئندہ کسی مناظرہ میں شرائط طے کرتے وقت اس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔

قرارداد مناظرہ ہرن پور

......تاریخ مناظرہ ......مناظرہ ۹/۱۰/۱۱/مئی ۱۹۹۹ء بروز اتوار، دوشنبہ، منگل تین دن ہوگا۔

......وقت: ۸/بجے صبح تا ۱۲/بجے دوپہر۔ ۱۱/بجے تا ساڑھے گیارہ بجے وقفہ......یا......

۸/بجے صبح تا ۱۲/بجے دوپہر اور ۲/بجے تا ۴/بجے شام۔

......مقام مناظرہ:- ہرن موسیٰ ہاٹ ضلع پاکوڑ۔

(۱) مناظرہ کے فریق اوّل اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی ہیں اور فریق دوم غیر مقلدین ہیں جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

(۲) ہر فریق اپنے اپنے علماء کے اخراجات وضیافت کا ذمہ دار ہوگا۔

(۳) ہر فریق کے الگ الگ آمنے سامنے دو اسٹیج ہوں گے جن کے درمیان ۴۰/۵۰/فٹ کا فاصلہ ہوگا جہاں عوام بیٹھ کر مناظرہ سنیں گے۔

(۴) دونوں اسٹیجوں کے درمیان بیچ میں ایک حد قائم کی جائے گی تاکہ ہر فریق کے عوام اپنے اپنے علماء کے اسٹیج کی طرف بیٹھیں۔

(۵) ہر فریق دس دس ہزار روپئے مشترکہ طور پر مشترکہ کھاتے میں کسی بینک میں جمع کریں۔ اس قرارداد کے ساتھ کہ جو فریق مناظرہ

[1] مناظرہ رشیدیہ، صفحہ ۷۹-۸۰- ملتقطاً

کے لئے نہیں آئے گا یا آ کر بھاگ جائے گا یا ہار جائے گا اس کے دس ہزار روپے جیتنے والا دوسرا فریق وصول کر لے گا۔

(۶) دونوں فریق مشترکہ طور پر کسی مجسٹریٹ اور ایس پی سے مناظرہ کے لئے پرمیشن حاصل کریں گے۔

(۷) ہر فریق سے ایک ایک ذمہ دار بھی ہوگا تا کہ امن عامہ برقرار رہے اور اس کی اپنے حریف کو تحریر بھی دینی ہوگی۔

(۸) ہر فریق کی طرف سے مناظرہ کا ایک صدر ہوگا جو نظم و ضبط برقرار رکھنے اور شرائط مناظرہ کے مطابق مناظرہ ہونے کا ذمہ دار ہوگا۔

(۹) ہر فریق چاہیں تو پہلے ہی سے اپنے مناظر اور صدر کا اعلان کر دیں اور یہ بھی حق ہوگا کہ عین مناظرہ کے موقع پر صدر اور مناظر کا اعلان کریں۔

(۱۰) صدر کی باتوں کا جواب صدر دے گا اور مناظر کی باتوں کا جواب مناظر دے گا۔ اسٹیج پر بیٹھنے والوں اور عوام کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔

(۱۱) ایک مناظر کے اعلان کے بعد اس کو اسی وقت بدلا جا سکتا ہے جب کہ پہلا مناظر اپنی شکست کا تحریری طور پر اعتراف لکھ کر دوسرے فریق کو دے یا یہ کہ اسے ایسا کوئی مرض لاحق ہو جائے جس کے باعث وہ مناظرہ نہ کر سکے مگر یہ ضروری ہوگا کہ اس عارضہ کا اعلان عام مناظرہ گاہ میں کیا جائے۔

(۱۲) دوران مناظرہ سوائے حکم شرعی بیان کرنے کے کسی فریق کو ایسی بات کہنے کی اجازت نہ ہوگی جو دل آزاری کی موجب ہو اور جو اس کی پہل کرے گا اس کی ہار مانی جائے گی۔

(۱۳) فریق اوّل اہل سنت و جماعت کی طرف سے موضوع مناظرہ یہ ہوگا:-

''آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں''

اس سے مراد وہ غیر مقلدین ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے ماننے والے ہیں۔

(۱۴) پہلے مناظرہ اس موضوع پر ہوگا اس کے بعد دوسرے موضوعات پر دونوں صدر کی رضامندی سے مناظرہ ہوگا۔

(۱۵) مناظرہ کے اثنا میں موضوع مناظرہ سے جو بات متعلق نہ ہو اس کے بیان کرنے کی کسی فریق کو اجازت نہ ہوگی۔

(۱۶) دلیل، قرآن مجید، احادیث صحیحہ حسنہ ثابتہ دلالات اربعہ کے ساتھ (عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص) اور اجماع امت اور قیاس اور صحابہ کرام کے اقوال و اعمال ہوں گے۔

(۱۷) احادیث کی صحت و حسن اور ضعف جانچنے کے لئے اصول حدیث کی کتابیں مثلاً نزہۃ النظر، شرح نخبۃ للملا علی قاری، مقدمہ ابن الصلاح، فتح المغیث للسخاوی وغیرہ اور رجال کے سلسلے میں تہذیب التہذیب، تقریب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال وغیرہ حجت ہوں گی۔

(۱۸) احادیث میں ثبوت تعارض اور رفع تعارض کے سلسلے میں غیر مقلدوں کے خلاف اصول حدیث سے حجت قائم ہوگی اور حنفیہ کے خلاف امام طحاوی، امام عینی، امام بزدوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے وہ اقوال حجت ہوں گے جو انہوں نے بطور مذہب بیان کئے ہیں نہ کہ بطور الزام خصم۔

(۱۹) ہر فریق کے معتمد علمائے کرام کے اقوال راجحہ منقحہ اس فریق کے خلاف حجت ہوں گے۔

(۲۰) اور ہر فریق مناظرہ سے پندرہ روز قبل اپنے اپنے فریق کے علمائے معتمدین کی ایک فہرست دوسرے فریق کو لازماً دستخط کے ساتھ حوالہ کر دے۔

(۲۱) ہر فریق کو لازم ہوگا کہ مختلف فیہ مسئلے میں اس مسئلے کے بارے میں نیز اس کے قائل اور منکر کے بارے میں حکم شرعی بیان کرے۔

(۲۲) جو کچھ بھی ثبوت میں پیش کرے اس کا حوالہ دے اور مطالبہ کے وقت اصل کتاب پیش کرے۔

(۲۳) کسی جماعت کے شخص واحد کا کسی بات سے اختلاف کرنا یا اپنی ذاتی رائے پیش کرنا مسموع نہ ہوگا۔

(۲۴) اگر دوران مناظرہ کسی فریق کے مناظر نے اپنے حریف کی کسی بات پر تحریر طلب کی تو اس کے حریف کو دینا لازم ہوگا۔

(۲۵) مناظرہ زبانی ہوگا جسے دونوں فریق ٹیپ کریں گے اور بعد مناظرہ مشترکہ خرچ سے دونوں کیسٹ سے صحیح صحیح بلاکم و کاست د

از دیا دنقل کر کے روداد مناظرہ شائع کریں گے۔

(۲۰) ہر مناظر کو پندرہ پندرہ منٹ تک تقریر کرنے کا حق ہوگا لیکن اگر کبھی کوئی بات تشنہ رہ جائے اور کوئی مناظر کچھ زیادہ بولنا چاہے تو حریف کے صدر سے اجازت حاصل کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ دس منٹ مزید دیا جاسکتا ہے۔

حضرت شارح بخاری کا مناظرانہ ادب

مناظر اہل سنت شارح بخاری دام ظلہ کی تحریروں اور تقریروں کی خصوصی پہچان، ناقدانہ بصیرت سے بھرپور مناظراتی ادب کی رنگینیاں ہیں۔ نقد ونظر کی جوخوبیاں مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں وہ بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ انداز کا ایسا تیکھا پن کہ سرکش مخالف تلملا جائے، حریف کے دلائل کا نقادانہ جائزہ اس کی خامیوں پر گہری نگاہ، داؤں پیچ کی سخت گرفت اور برمحل تردید، مخالف کا نفسیاتی گھیراؤ، ان کی مساعی فرار کا سدباب، سوقیانہ لب ولہجہ پہ سخت تنبیہ اور نہ سنبھلنے پر ترکی بہ ترکی جواب، مغالطہ آمیزیوں کا خوب محاسبہ اور پھر اسی پیرایہ میں اپنے موقف کا اثبات، یہ ساری خصوصیتیں آپ کے شاندار ناقدانہ ادب اور مناظرانہ فکر کی ترجمانی ہیں جو آپ کی تحریروں اور محاسباتی تقریروں میں پھیلی رہتی ہیں۔ ان خصوصیات کے تمثیلی خاکہ کے لئے آپ کی تصانیف گرامی کا مطالعہ کرنا چاہئے خصوصاً تحقیقات، منصفانہ جائزہ، اشک رواں، فتنوں کی سرزمین کون؟ اور شہادت حسین کا ذمہ دار کون؟" اس رنگ کو سمجھنے کے لئے بہت شفاف آئینہ ثابت ہوں گی۔ میں صرف یہاں دو اقتباس پیش کرتا ہوں جن میں تجزیاتی نثر کی خوبیاں اور ترکی بہ ترکی کا انداز خوب نمایاں ہے۔

(۱) بجرڈیہہ بنارس میں غیر مقلدین سے تحریری مناظرہ تھا۔ اس کی روداد سنان جانکاہ بدل غیر مقلدان گمراہ کے نام سے شائع ہوئی اس میں حضرت کے بڑے قیمتی تشریحی نوٹ ہیں۔ اس میں غیر مقلدین کی ایک تحریر کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت رقمطراز ہیں:۔

مناظر اہل سنت کا مقصود نہ عوام کو فریب دینا تھا، نہ گفتگو موضوع مناظرہ کی حدود سے باہر لے جانا تھا۔ اس لئے انہوں نے نہ تو ان بے محل سوالات کے جوابات دیئے اور نہ ان آیات کو ... جب یہ سب کو دکھا دیا کہ غیر مقلد مناظر اپنے دعویٰ کی تنقیح سے عاجز ہے یا فرار اختیار کر رہا ہے، عوام کو فریب دینے کے لئے پھر قرآن مجید کی آیات لکھ کر اپنا جھوٹا بھرم قائم رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور اب اپنی مذہبی سرشت کے مطابق انبیاء کرام کی کھلی توہین پر اتر آیا ہے تو اس کی تحریر پر مواخذہ اور اس کے مغالطے کے جواب کی طرف توجہ کی۔ وقت میں وہی گنجائش کی کمی تھی اس لئے بہت سے اہم مواخذے اس وقت لکھنے سے رہ گئے مثلاً اس تحریر میں غیر مقلد مناظر نے لکھا:۔

"ہم نے اپنی تحریر میں کتاب وسنت سے ثابت کیا ہے کہ کسی بھی ہستی کو فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے"

(۱) ورنہ پوچھا جاسکتا تھا کہ اس کے قبل آپ کی تین تحریریں آئی ہیں۔ پہلی تحریر جو گھر سے لکھ کر لائے تھے اس میں تو آیات اور ایک آدھ احادیث ہیں، دوسری، تیسری جو اسٹیج پر لکھی ہیں ان میں نہ ایک آیت ہے نہ ایک حدیث۔ پہلی تحریر میں کوئی ایسی آیت یا حدیث نہیں جس میں شرک کی مذکورہ بالا تعریف موجود ہو اگر ہے تو نشاندہی کریں اور اگر تحریر سے مراد ان تین کے علاوہ اور کوئی خاص تحریر ہے جو کہیں پردہ نشیں ہے تو اس کے حوالے سے کیا فائدہ؟ مگر اب بتادیجئے ہم زیارت کرلیں۔

(۲) پوچھا جاسکتا تھا کہ بتایئے وہ کون سی آیت ہے، کون سی حدیث ہے جس میں شرک کی یہ تعریف لکھی ہے۔

(۳) پوچھا جاسکتا تھا کہ آپ نے تحریر ۲ میں شرک کی دو تعریفیں کی تھی۔ اب صرف ایک کیوں کی کیا پہلی تعریف غلط تھی۔

(۴) پوچھا جاسکتا تھا کہ آپ نے تحریر ۲ میں اتنا اس تعریف میں بڑھایا تھا کہ "اس کے تقرب کے لئے کوئی عمل کرنا شرک ہے اور یہاں یہ قید نہیں، کیا وہ قید لغو تھی جو یہاں نہیں یا وہ قید ضروری تھی مگر اب خود اس کا جواب دے رہے ہیں اس لئے لکھنا بھول گئے۔

(۵) پوچھا جاسکتا تھا کہ بعد کا قول پہلے کا رافع ہوتا ہے تو اب جب کہ آپ نے شرک کی یہ تعریف کی کہ کسی بھی ہستی کو فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے تو شرک منحصر ہو گیا اعتقاد یعنی ماننے میں اور ماننا دل کا کام ہے۔ مرادیں مانگنا، چادر چڑھانا، ایصال ... کا کام نہیں زبان اور دوسرے اعضا کے ہیں

یہ کیسے شرک ہوئے۔

(۶) اور پوچھا جاسکتا تھا کہ لفظ "کسی بھی ہستی" اللہ عزوجل کو بھی شامل ہے تو کیا آپ کے نزدیک اللہ عزوجل کو بھی فوق الفطری قوت و اختیار کے ساتھ متصف ماننا شرک ہے؟ یا پھر اللہ عزوجل بھی آپ کے نزدیک فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف نہیں؟ اگر نہیں اور اس قول کی بنا پر آپ مجبور ہیں یہی کہنے پر تو اللہ اور بندوں میں کیا فرق رہا؟

(۷) شرک سے بچنے کے لئے ضرور بالضرور یہ لکھنا پڑے گا کہ اللہ عزوجل بھی فوق الفطری قوت واختیار کے ساتھ متصف نہیں تو پھر یہ ان قرآن مجید اور ہزار ہا احادیث کا انکار ہے جن میں بصراحت مذکور ہے کہ اللہ عزوجل ہر شی پر قادر ہے، مختار مطلق و فعال لما یرید ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب آپ یا تو اقرار کریں کہ آپ لوگ مشرک ہیں یا ان آیات و احادیث کا انکار کر کے اقرار کریں کہ ہم منکر قرآن واحادیث ہیں؟۔ یا پھر یہ قبولیں کہ مارنا جلانا، روزی دینا، مرادیں پوری کرنا، مشکل کشائی کرنا وغیرہ وغیرہ اللہ عزوجل کے لئے فطری کام ہیں؟ اور آپ لوگوں سے کیا مستبعد۔ مگر مسلمان سوچیں کہ اب لازم کہ اللہ عزوجل کی صفات بھی فطری ہوگئیں اور فطری مخلوق۔ اور ہر مخلوق حادث تو اللہ عزوجل کی صفات حادث؟۔

(۸) پوچھا جاسکتا تھا کہ آپ نے ایک طرف تو ابوطالب کے بارے میں لکھا کہ وہ کافر مرا اور ساتھ ہی ساتھ اس کو حضرت بھی لکھا تو گویا کافر آپ کا حضرت ہوا۔ اس سے آپ لوگوں کا حال کھل گیا کہ آپ لوگوں کا رشتہ کس سے ہے؟

وقت میں کمی کے علاوہ جب غیر مقلد مناظر نے انبیاء کرام کی توہین شروع کردی تو اب سب سے زیادہ اہم تھا کہ اس پر توجہ کی جائے۔ اس لئے اہل سنت کے فاضل مناظر نے یہ تحریر لکھی اور جب شیر کی طرح گرج کر پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوتا تھا کہ مخالف اسٹیج پر انسان نہیں بے جان مورتیاں بیٹھی ہیں۔[۱]

اس تجزیاتی انداز کے بعد ترکی بہ ترکی کا تیکھا انداز اس اقتباس میں دیکھئے۔

فتاویٰ رضویہ جلد اوّل، صفحہ ۴۵۵ پر ہے:۔

"دلہن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے" اس مسئلہ کو دیوبندیوں کے ایک غلیظ بدزبان مقرر نے اپنی تقریر میں نہایت دل آزار انداز میں بیان کیا۔ ایسا سوقیانہ اور بدزبان لہجہ تھا کہ انسان تلخ تلخ ہوگیا۔ حالانکہ یہ مشہور و مستند فقہی کتاب شرعۃ الاسلام کی ترجمانی تھی۔ مصنف علام لکھتے ہیں:۔

من السنة ان یغسل الزوج رجلیها و یرش ذالک الماء فی زوایا البیت یدخل من ذالک برکة (صفحہ ۴۴۷)

اس عبارت کو پیش کرنے کے بعد حضرت شارح بخاری دام ظلہ جواب آں غزل شروع کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"دیوبندیت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج، علاج بالمثل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قرآن حکیم پڑھوا بیٹھتے رہیں گے، حدیث پاک سناؤ منہ بسورتے رہیں گے ہاں اگر ان کے کسی حضرت جی کا ارشاد سناؤ تو گھر میں گھس جائیں گے۔ دیوبندی امت کے حکیم جی تھانوی صاحب "بہشتی زیور" حصہ ہفتم میں لکھتے ہیں:۔

"اگر کسی کو نظر لگ جائے جس پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے اس کا منہ اور دونوں ہاتھ کہنی سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانو، استنجا کا موقع (پیشاب پاخانہ کا مقام) کو دھلوا کر پانی جمع کر کے اس شخص کے سر پر ڈالو جس کو نظر لگی ہے اس کو شفا ہو جائے گی"۔

انصاف پسند حضرات غور کریں کہ شرعۃ الاسلام اور مفاتیح الجنان میں تو صرف یہ تھا دلہن کے دونوں پاؤں دھوئیں گھر کے کونوں پر چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے اس پر دیوبندی اپنا سارا کرتب دکھاتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ صرف پاؤں ہی نہیں اس کے پیشاب کا مقام بھی دھوئیں اس کے پاخانے کا مقام بھی دھوئیں، مریض کے سر پر ڈالیں اس کو شفا ہو جائے گی۔ اگر یہ بات ہماری کسی کتاب میں ہوتی تو دیوبندی، فقال خوب خوب چک پھیریاں کرتے کرتب دکھاتے۔ جب دین نہیں، دیانت نہیں، خدا کا خوف نہیں، رسول سے شرم نہیں، آخرت کے

[۱] سنان جانکاہ۔ صفحہ ۷۲ تا ۷۷

مواخذے کا اندیشہ نہیں تو پھر ڈر کاہے کا۔ دیوبندیو! جب یہ پیشاب پاخانے کا دھوون آب شفا ہے تو تم اس کو گھروں میں لے جاکر رکھو، پیو پلاؤ، تقسیم کرو۔ [1]

حضرت کے مناظرانہ اوصاف

مناظرہ اور مناظر کے جو اوصاف و آداب آپ نے گزشتہ سطروں میں ملاحظہ فرمائے، قریب قریب وہ سبھی حضرت شارح بخاری دام ظلہ کی ذات گرامی میں مجتمع ہیں۔ اظہار مدعا اور تفصیل مقاصد میں آپ کو ملکہ حاصل ہے انداز بیان سلیس عام فہم اور رواں ہوتا ہے۔ مسجع مقفع جملوں کا اہتمام نہیں فرماتے۔ مقصد سے ہٹ جانا سخت ناگوار ہوتا ہے اس لئے تحریر و تقریر دونوں میں بھراؤ اور لایعنی تفصیلات نہیں ملتیں۔ مجلس شرعی کی علمی بحث کے دوران اس کا ہم نے بارہا مشاہدہ کیا۔ علمی گفتگو کے دوران مکمل وقار اور علمی رعب چھایا رہتا ہے۔ اگر مد مقابل سوقیانہ انداز اختیار کرتا بھی ہے تو اسے چاروں طرف سے گھیر کر مقصد کے تحت آنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کٹک اڑیسہ کے مشہور مناظرہ میں دیوبندی صدر مولوی اسماعیل نے راہ فرار اختیار کرنے اور مسائل کو الجھانے کی خاطر ایک بالکل غیر متعلق بات چھیڑی حضرت نے اس کا ایسا جواب دیا کہ اس کی سٹی گم ہوگئی۔ تب وہ بازاری لب ولہجہ پر اتر آیا تو حضرت نے بھی اسے ترکی بہ ترکی جواب دیا بالآخر وہ ساکت و صامت ہو کر بیٹھ گیا اور حضرت نے اپنے مناظر کو کھڑا کر دیا۔ اس کی پوری تفصیل آپ آنے والے صفحات میں مناظرۂ کٹک کی روداد میں ملاحظہ کریں گے۔

حضرت نے حریف کا رعب بھی کبھی قبول نہیں کیا لیکن اسے بالکل حقیر اور از کار رفتہ بھی نہ خیال کیا بلکہ چیتے کی صورت اس کی ہر حرکت اور چال پہ گہری نظر رکھی اور مکمل ہوشیار اور باخبر رہے جس کی قدرے تفصیل آگے آتی ہے۔

جذبات سے مغلوب ہو کر واہی تباہی بکنا اور اپنی زمام اور دلائل کے کس بل دوسروں کے ہاتھ میں دیدینا عام انسان کی فطری کمزوری ہوتی ہے۔ لیکن حضرت شارح بخاری دام ظلہ اس عام فطری کمزوری سے بہت حد تک دامن کش ہیں۔ مباحثہ کے وقت کبھی ایسے تیور میں نہیں آتے جس سے ہوش و حواس گم ہو جائیں بلکہ حریف کی ایسی نبض پکڑتے ہیں کہ اس کی بولتی بند ہو جاتی ہے۔ ساری ذہنی توانائیاں یکسو رکھتے ہوئے بحث کو مختصر اور واضح انداز سے سمیٹنا آپ کا خاندانی وصف ہے جو سیدی الکریم حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ سے چلا آرہا ہے۔

ابتداء جب ہم حضرت کو افتاء یا مباحثاتی مجلس میں دو زانو بیٹھے دیکھتے تو حیرت ہوتی کہ ناتوانی کے عالم میں کیسے اس انداز نشست کا تحمل فرماتے ہیں پھر عادت پر محمول کرتے ہوئے سوچ کا دائرہ بند کر دیتے لیکن جب شعور کی آنکھیں کھلیں اور صاحب مناظرۂ رشیدیہ کی یہ صراحت نگاہ سے گزری کہ:-

"مناظر امیروں کی طرح ٹیک لگا کر نہ بیٹھے بلکہ فقیروں کے انداز میں مجلس نشیں ہو کہ اس سے لازمی طور پر ذہنی توانائیاں مجتمع رہتی ہیں اور ذہن و دماغ انتشار سے محفوظ رہتا ہے"

تو ہمیں حضرت کے اس انداز نشست کی حکمت معلوم ہوئی۔

غرض کہ فن مناظرہ جو بحر بے کنار کی مانند مختلف سمتوں میں پھیلی ہوئی معلوماتی وسعتیں چاہتا ہے اس کے سارے لوازمات معتد بہ انداز میں حضرت کی ذات گرامی میں جمع ہیں۔

انہی وہبی خصوصیات اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اکابرین نے ہمیشہ آپ پر اعتماد کیا۔ حضور مفتی اعظم حضرت مجاہد ملت، حضرت حافظ ملت، حضرت احسن العلماء، حضرت محدث اعظم ہند حضرت محدث اعظم پاکستان نے بھی بدمذہب فرقہ کے مقابلے میں آپ کو پیش پیش رکھا۔ بہت موقعوں پر از راہ کرم باصرار صدارت کی شہ نشینوں پر بیٹھایا جس کے تذکرے اگلے صفحات میں آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ یہاں صرف دو آپ بیتی خود حضرت کی زبانی ملاحظہ کریں جس سے خود اندازہ ہو جائے گا کہ آپ اپنے اکابرین کے کس قدر معتمد اور کس قدر منظور نگاہ تھے، اور ان کی دور رس نگاہیں آپ کے جوہر فن کی کس قدر، قدر شناس تھیں۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ ایک مرتبہ جونا گڑھ کاٹھیاواڑ کے تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے حضرت بھی ساتھ تھے۔ اسی سفر کی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:-

[1] تحقیقات حصہ دوم، صفحہ ۴۳

اسی سفر میں جونا گڑھ کے ایک شیعہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث قرطاس لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ حضرت نے پہلے اس کو ڈانٹا کہ تمیز سے بات کرو۔ ہم حضرت فاروق اعظم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرطاس کس سے مانگا تھا اس نے کہا۔ حاضرین سے۔ میں نے کہا مریض جب کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کو مہیا کرنا گھر والوں کا فرض ہوتا ہے۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ پر پہلے یہ فرض عائد تھا کہ قرطاس حاضر کرتے۔ انہوں نے کیوں نہیں حاضر کیا؟ اور اگر یہ جرم ہے تو تمہارے اعتراض اور نکتہ چینی کے مطابق اس کے سب سے بڑے مجرم حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ ہیں۔ اس پر اس کی بولتی بند ہو گئی پھر اٹھ کر بھاگا"۔

اگر کہیں سے بھی مناظرہ کے لئے کوئی جاتا تو مجھے بھیجتے، کھیری لکھیم پور، ہلدوانی، نجیب آباد وغیرہ مناظرے کے لئے حضرت کے حکم سے گیا اور کہیں اگر بدمذہبوں کے مقابلے میں جلسے کی بات ہوتی مجھے حکم دیتے کہ جاؤ۔ مودودیوں، منکرین حدیث، رافضیوں، صلح کلیوں، غیر مقلدوں، دیوبندیوں وغیرہ کے مقابلے کے جلسے میں کہاں کہاں گیا، ان سب کا ذکر کرنا طویل ہوگا۔ [1]

اسی طرح حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کے ہمراہ بڑہل گنج ضلع گورکھپور کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:-

محلہ گولہ بازار سے جب قیام گاہ نوشہرہ آئے تو ایک دیوبندی مولوی کا حضرت محدث اعظم کے نام چیلنج مناظرہ آیا۔ حضرت نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس کا جواب لکھو۔ میں نے حضرت کے سامنے ہی یہ جواب لکھا:-

"مناظرہ رشیدیہ اٹھا کر دیکھئے۔ مناظرہ کی بنیادی شرط یہ ہے کہ مناظرہ کرنے والے علم میں برابر ہوں، کہاں حضرت محدث اعظم ہند اور کہاں تم۔ حضرت سے مناظرہ کر کے تمہارے بڑے بڑے شکست فاش اٹھا چکے ہیں تم لوگوں کو حضرت سے مناظرہ کا شوق ہے تو مولوی حسین احمد ٹانڈوی یا قاری طیب کو بلاؤ۔ تم سے اور تم جیسے سیکڑوں مولویوں سے مناظرہ کرنے کے لئے میں کافی ہوں۔ تمہارا چیلنج مناظرہ مجھے منظور ہے۔ مناظرہ سے پہلے شرائط مناظرہ، موضوع مناظرہ، مکان مناظرہ طے ہونا ضروری ہے تم بتاؤ کب اور کہاں ان شرائط کو طے کرنے کے لئے آتے ہو یا مجھے بلاتے ہو"۔

اس مسودے کو سن کر حضرت محدث اعظم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ میری تحریر گئی تو اس دیوبندی مولوی کو سانپ سونگھ گیا اور کھسیا کر کہنے لگا کہ سید محمد میاں صاحب کچھوچھوی نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ پھر رات میں میں نے اسی پر تقریر کی اور مغالطے کا رد کیا اس کے بعد سے حضرت محدث اعظم ہند کا بھی کرم میرے اوپر دیگر بزرگوں کی طرح بے پایاں رہا۔ [2]

حضرت شارح بخاری کے مناظرے

حضرت شارح بخاری دام ظلہ کی حمایت حق کے جذبات، علمی رسوخ وسعت علم، حاضر جوابی، جودت وطباعی دوراندیشی، حسن تفہیم، زور بیان، محاکماتی گرفت اور مباحثاتی انداز کا ایک اجمالی تمثیلی خاکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایسی جامع شخصیت اور حساس فکر کب باطل کی ریشہ دوانیوں کو گوارہ کر سکتی ہے اس لئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی حضرت کی بحاثی صلاحیتیں نمایاں ہونے لگی تھیں۔ مبارک پور میں آپ کی طالب علمی کے زمانہ میں بھی کوئی بدگو باطل کوش اہل سنت پر زبان طعن دراز کر کے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ فوراً آپ اور دیگر ذہین طلبا اسے اپنے سوالات کے گھیرے میں لے لیتے اور اسے جواب دینا دوبھر ہو جاتا۔ بریلی شریف میں بھی دوران طالب علمی اس طرح کے واقعات پیش آئے۔

تیرے ہوتے اہل سنت پر کھلے کس کی زباں
فتنہ اشرار کو روکے تو وہ دیوار ہے

حضرت نے اب تک جن مناظروں میں شرکت فرمائی (۱) ان میں بریلی شریف کا قادیانی سے مناظرہ (۲) گیا (۳) رائے پور کھیری (۴) بھمن گاواں (۵) باندو چترو (۶) کٹک (۷) جھریا (۸) بجرڈیہہ

---
[1] شارح بخاری، صفحہ ۵۲-۵۳۔ [2] ایضاً صفحہ ۵۵

(۹) بدایوں (۱۰) سیتاپور کے مناظرے یادگار ہیں۔ ان کے علاوہ دسیوں ایسے مناظرے ہیں جن میں حضرت تشریف لے گئے لیکن حریف حق کی ہیبت اور حضرت کے رعب سے سامنے نہ آسکا جیسے سادی پور باندہ، دریا پور مالدہ، بنگلور، ہرن پور، نیپال وغیرہ کے مناظرے۔

اب تاریخی پس منظر کے ساتھ ان مناظروں کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

مناظرۂ بریلی

۱۳۶۲ھ کا زمانہ تھا جب حضرت شارح بخاری دام ظلہ بریلی شریف میں مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد رضوی گورداسپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کررہے تھے۔ بریلی شریف کی سرزمین دین و سنیت کے انوار سے جگمگا رہی تھی۔

بریلی شریف کے محلہ بہاری پور میں ایک قادیانی بھی آیا کرتا تھا اور سیدنا عیسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور سیدہ مریم عذرا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تعلق سے اپنی بدعقیدگی کی خباثتیں پھیلایا کرتا۔ اتفاق سے وہ ایک بار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات پر لوگوں سے بحث کررہا تھا۔ لوگ اس کی شرانگیزی سے تنگ آچکے تھے اس لئے اسے پکڑ کر حضرت شارح بخاری کے پاس لے آئے جو اس وقت طالب علم تھے۔ جب وہ شخص آیا تو حضرت نے اسے چند منٹ میں خاموش کردیا لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا اور پھر دو تین دن کے بعد آکر تیور میں کہنے لگا کہ میں عربی نہیں جانتا اس لئے میں آپ سے دلائل کی روشنی میں کسی مسئلہ پر بات نہیں کرسکتا۔ رامپور میں ہمارے ایک مولانا صاحب رہتے ہیں وہ پرسوں آنے والے ہیں۔ میں آپ سے ان کی ملاقات کرادیتا ہوں آپ ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کرلیں۔ حضرت نے اسے بخوشی منظور فرمالیا۔ دو دن بعد آکر اس نے اطلاع دی کہ ہمارے مولانا صاحب آگئے ہیں آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت فوراً کھڑے ہوگئے اور اس کے ساتھ اس رامپوری قادیانی مولوی کے پاس گئے جو ایک دوسرے قادیانی کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ قادیانی مولوی تقریباً چالیس سال کا تھا۔ اس نے حضرت کے جاتے ہی فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و ممات کے موضوع پر لیکچر دینا شروع کردیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب ہمارے اور آپ کے درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و ممات کا مسئلہ اتنا زیادہ اہم نہیں جتنا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ گفتگو کا یہ پہلو بنیادی اور مرکزی ہے اس لئے پہلے اس پر ہی گفتگو ہوجائے۔ بعد میں حیات مسیح کے مسئلہ پر بھی گفتگو ہوجائے گی۔

قادیانی مولوی:- جب ایک مسئلہ پر گفتگو شروع ہوچکی ہے تو اسے مکمل کرلیا جائے۔

حضرت شارح بخاری:- جناب آپ نے تو از خود یہ گفتگو چھیڑدی ہے ورنہ ابھی طرفین کی رضامندی سے تو باضابطہ گفتگو کا آغاز ہی نہیں ہوا۔ میں نے دوسرا موضوع گفتگو اس لئے دیا ہے کہ اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ آپ کے مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رفیع میں گستاخی کی ہے اس لئے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

قادیانی:- مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت:- مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا نبوت کا؟ اسے تو ان کی کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ فی الحال اسے رہنے دیجئے لیکن اتنا تو طے ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمان نہ رہے کافر ہوگئے اور جب وہ کافر ہوگئے تو نہ مسیح موعود رہے اور نہ مہدی زماں۔

قادیانی:- آپ تو ہر مسئلہ کے بارے میں یہی کہتے جائیں گے کہ رہنے دیجئے تو بات کیسے بڑھے گی؟

حضرت:- جناب گفتگو اپنے موضوع ہی پر ہورہی ہے۔ مسیح موعود ہونا، مہدی ہونا، نبی ہونا، یہ سب مسلمان ہونے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ ایمان اصل ہے۔ مسیحیت، نبوت، مہدویت اس کی فرع ہیں۔ جب مرزا مسلمان ہی نہیں تو نہ نبی ہوسکتے ہیں نہ مسیح

آپ نے ان کے مسیح موعود ہونے کا ہی دعویٰ کیا ہے تو گفتگو تو موضوع ہی سے متعلق ہوئی ہٹی کہاں؟ رہ گیا میرا یہ کہنا کہ اسے فی الحال رہنے دیجئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا نبوت کا یا مہدی زماں ہونے کا؟ اس کا فیصلہ تو ان کی کتابوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ آپ اپنی کہے جائیں اور میں اپنی تو گفتگو کا حاصل نہ نکلے گا اور تلخی میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور ہمارا مقصد کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں، اس کے بغیر بھی حاصل ہے اس لئے میں نے کہا کہ اس مسئلہ کو فی الحال رہنے دیجئے۔ ہماری آپ کی گفتگو ایک اچھے ماحول میں افہام و تفہیم کے لئے ہورہی ہے اس لئے تلخیوں سے بچنے کی خاطر اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک موضوع پر بات کرنے کے بجائے دوسرے تفہیمی موضوع پر بات کی جائے۔

قادیانی:- یہ مرزا صاحب پر افتراء ہے کہ انہوں نے کسی نبی کی توہین کی ہے۔

حضرت:- مرزا صاحب نے اپنی کتاب کشتی نوح میں یہ شعر لکھا ہے:-

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس شعر میں دو دو کفر موجود ہیں۔ پہلا کفر تو یہ ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیر ہے۔ دوسرا کفر یہ ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا غلام احمد کی فضیلت دکھائی گئی ہے اور کسی نبی کی توہین اور غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا دونوں الگ الگ مستقل کفر ہیں۔

قادیانی:- اس شعر میں تحقیر نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین منسوخ ہو چکا ہے ان کے ذکر سے فائدہ کیا؟ اور آج امت کی ہدایت کے لئے ان کی تعلیمات کی کیا ضرورت؟ امت کی اصلاح کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کی حاجت ہے جس کو اس زمانے میں حضرت مرزا صاحب بخیر و خوبی پھیلا رہے ہیں اس لئے بہتر یہ ہوئے۔

حضرت:- پھر قرآن مجید میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور احادیث میں ذکر ہے یہ سب بلا ضرورت اور لغو ہے؟ کیا آپ کا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید میں غیر ضروری اور لغو باتیں ہیں؟ اگر ایسا ہے تو یہ خود کفر ہے۔

صاحب مکان قادیانی کے یہاں پانچ دس سنی مسلمان بھی کام کرتے تھے۔ اس مباحثہ کے دوران وہ سب بھی اکٹھا ہو گئے اور مالک مکان قادیانی بھی کھڑا ہو کر گفتگو سن رہا تھا اس نے جب دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہے اور ان کے رامپوری مولوی صاحب بری طرح الجھے ہوئے ہیں تو اس نے کہا کہ اب آپ لوگ گفتگو بند کیجئے اور حضرت سے کہا کہ اب آپ جائیے۔ حضرت اٹھ کر چلے آئے۔

اس مباحثہ کا مدرسہ میں چرچا رہا۔ دوسرے دن حضرت اپنے استاذ گرامی محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے پاس حاضر ہوئے۔ ساری گفتگو سنائی تو حضرت استاذ بہت خوش ہوئے، دعائیں دیں۔ فرمایا۔ ماشاء اللہ آپ مناظر بھی ہیں۔ اس کے بعد کبھی کبھی تفریح میں مناظر صاحب کہہ دیا کرتے تھے۔

مناظرہ گیا

بیت الانوار گیا (بہار) ایک قدیم خانقاہ ہے جس سے ملحق ایک دارالعلوم عین العلوم بھی قائم ہے۔ سراج ملت حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ (مجھلے حضرت) علیہ الرحمہ کے اصرار پر حضرت حافظ ملت قدس سرہٗ کی ایما سے، حضرت شارح بخاری دام ظلہ وہاں تدریس کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کی یادگار تصنیف اشک رواں جو آپ کی سیاسی بصیرت اور تدبر کی بہترین آئینہ دار ہے اسی زمانہ قیام میں لکھی گئی اور عین العلوم بیت الانوار کے شعبۂ تصنیف و اشاعت سے ۱۳۶۵ھ میں شائع ہوئی۔

اسی دوران قیام ایک دن کچھ لوگ حضرت کے پاس حاضر ہوئے کہ پٹنہ سے مدرسہ شمس الہدیٰ کے ایک فاضل گیوال بیگہ کی جامع مسجد میں آئے اور انہوں نے میلاد و قیام عرس نیاز فاتحہ کو حرام و بدعت کہا اور اس کے کرنے والے کو بدعتی اور جہنمی۔ اس تقریر سے عوام میں کافی اضطراب ہے۔ از راہ کرم حضرت تشریف لے چلیں اور ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کرلیں۔ لوگوں نے اس شخص کو روک رکھا ہے کہ جب تک تم اسے ثابت نہ کرلو گے جانے نہیں دیں گے۔ حضرت ان لوگوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں تین اپٹوڈیٹ نوجوان ہیں دو کلین شیو [illegible] گفتگو شروع ہوئی۔ خشخشی داڑھی والے

نے اپنے مقصد کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا فَهُوَ رَدٌّ جو ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرے وہ اس پر مردود ہے۔ حضرت نے اس پر اسے ٹوکا کہ تم نے یہودیوں کی طرح حدیث میں تحریف کی ہے حدیث پوری یوں ہے مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو دین سے نہ ہو وہ اس پر رد ہے۔ اس حدیث پاک کی تشریح اور اس شخص کے باطل استدلال کی تردید کے بعد گفتگو اور آگے بڑھی۔ مسئلہ تکفیر چھڑ گیا۔ شروع شروع میں تو وہ صاحب بہت چیخ کر بے تکے انداز میں بولتے جاتے تھے لیکن جب حضرت نے گرجدار آواز میں ان کی اس بے ہنگمی کا سخت نوٹس لیا تو وہ بالکل خاموش ہو گئے اور سلیقہ سے باتیں کرنے لگے۔ حضرت نے دیوبندی کفریات کی وضاحتوں کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پیش کی اور فرمایا:-

”آپ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کریں کفر بکیں اور آپ کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ آپ لوگ ہوں یا کوئی اور۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کریں گے، کفر بکیں گے تو دنیا کے سارے مسلمان آپ کو کافر کہیں گے“۔

حضرت کی پے در پے گرفت اور دیوبندی مذہب کی وضاحت سے جب وہ صاحب بالکل نروس ہو کر خاموش ہو گئے تو ان کے میزبان نے ان کا نام لے کر کہا کہ چلئے آپ سے کس نے کہا تھا کہ یہاں تقریر کریں اور اختلافی باتیں کریں۔ انہوں نے بھی عافیت جانے ہی میں سمجھی اس لئے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت نے آدھے گھنٹے تک مجمع سے خطاب کیا مسئلہ کی عوامی تفہیم پیش کی، دیوبندیوں کی چالیس بتائیں ان کے غیر اسلامی عقائد سے آگاہ کیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے وہابیوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔

اخیر میں صلوٰۃ وسلام پر اس مجلس کا اختتام ہوا۔

مناظرہ رائے پور کھیری

جب حضرت شارح بخاری مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں درس وافتاء کے منصب پر فائز تھے تو اسی دوران رائے پور ضلع کھیری سے سلیمان خاں صاحب پردھان [illegible] خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں ۲۲/ ذوقعدہ ۱۳۷۵ھ کو دیوبندیوں سے مناظرہ طے ہو چکا ہے۔ آپ کسی سنی مناظر عالم کو بھیج دیجئے۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مدرسہ کے صدرالمدرسین حضرت مولانا ثناء اللہ امجدی علیہ الرحمہ کو بلوایا اور فرمایا۔ یہ دیوبندیوں سے مناظرہ کے لئے مناظر کی طلب میں آئے ہیں آپ مفتی شریف الحق صاحب کو لے کر چلے جائیں۔ صدرالمدرسین صاحب نے حضرت سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت کو کیا عذر ہوسکتا تھا البتہ حضرت نے یہ فرمایا کہ مولانا مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی صاحب کو بھی ساتھ لے لیں۔ پھر عین موقع پر بلبل ہند مولانا مفتی رجب علی صاحب مفتی نانپارہ بھی تشریف لے آئے۔ اس طرح سے یہ چار عظیم الشان علماء اسلام کا قافلہ ۲۱/ ذوقعدہ ۱۳۷۵ھ کو رائے پور ضلع کھیری کی سرزمین پر وارد ہوا جن کی دھمک سے باطل لرز کر رہ گیا۔ وہاں پہونچنے کے بعد ان حضرات کو علم ہوا کہ دیوبندیوں کی جانب سے امام الخوارج عبدالشکور کاکوروی کے جانشین مولوی عبدالسلام، حافظ صدیق دیوبندی اور ان کے ہمراہ آس پاس کے بہت سے دیوبندی مولوی آنے والے ہیں۔

ماہنامہ سنی لکھنؤ لکھتا ہے:-

مذکورالصدر علماء کرام ایک دن قبل ہی رائے پور پہونچ گئے۔ ادھر وہابیوں نے بھی دوڑ دھوپ کر کے بدقت تمام مولوی عبدالشکور کے لڑکے عبدالسلام کو ۲۲/ ذیقعدہ ۳ بجے دن کو رائے پور لا کر حاضر کیا اس سے پہلے حسب عادت ثانیہ یہ بھی تدبیر کی کہ پولیس کمشنر کو اطلاع دیدی کہ یہاں مناظرہ ہونے والا ہے، فساد کا اندیشہ ہے، ساتھ ہی مولوی محمد خلیل قرق ایمن اور اس کا چپراسی اور چپراسی کا مولوی بھائی، ہمدردِ قوم جناب سلیمان خاں صاحب سرپنچ موضع کے پاس یہ پہونچے کہ مناظرہ نہ ہو ورنہ فساد ہو جائے گا۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم وہابیوں کو روک دیں۔ سرپنچ نے کہا کہ اگر تم مناظرہ نہیں چاہتے تو ہم زبردستی نہیں کرتے۔ تمہیں نے مناظرہ کا چیلنج دیا ہے تم ہی انکار کر رہے ہو تو جاؤ مگر ہمارے سنی علماء کرام آ گئے ہیں ان کا بیان ہوگا آپ لوگ بھی شرکت کریں...... (لیکن پھر اچانک مغرب سے چند منٹ قبل محمد خلیل اور حسن اللہ، سرپنچ صاحب کے [illegible] مناظرہ کا کیا پروگرام ہے۔ سرپنچ صاحب،

حیرت میں، کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ لوگوں نے کہا تھا کہ مناظرہ نہ ہوگا اب کیسا پروگرام؟ اب تک کہاں تھے۔ بہر حال ہم کو اب بھی تمہارا چیلنج مناظرہ منظور ہے۔ [۱]

حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے مغرب کے بعد اعلان کرادیا کہ ۹ر بجے شب سے راجہ صاحب کے بنگلے میں مناظرہ ہوگا لیکن ضروری ہے کہ مناظرہ سے پہلے مبادی مناظرہ طے ہوجائیں۔ دیوبندی ذمہ دار یہاں آنے سے گھبراتے ہیں تو ہمیں بلائیں۔ جہاں وہ کہیں ہم آکر مبادیٔ مناظرہ طے کریں اور دیوبندی سن لیں مناظرہ کے لئے ضروری ہے کہ ایک شخص دونوں فریق کی طرف سے امن عامہ کی ذمہ داری لے یا پھر فریقین اپنی اپنی طرف کے لوگوں کی امن عامہ کی ذمہ داری لیں اور باقاعدہ لکھ کر فریقین کو تحریر دیں۔ اس کے بغیر مناظرہ نہیں ہوسکتا۔ خدانخواستہ جھگڑا ہوگیا تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا اور دیوبندی سن لیں اگر وہ امن عامہ کی تحریر نہیں دیتے تو یہ ان کا مناظرہ سے کھلا ہوا فرار سمجھا جائے گا۔

اس اعلان کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد تقریباً ساڑھے آٹھ بجے علماء اہل سنت مناظرہ گاہ میں پہونچ گئے۔ ۹ر بجے کا وقت متعین تھا لیکن کافی دیر تک انتظار کرنے کے بعد بھی کوئی دیوبندی مولوی سامنے نہیں آیا تو ساڑھے نو بجے سنی جلسہ شروع ہوگیا۔ علماء اہل سنت نے مسلک اہلسنت کی حقانیت اور وہابیت کے بطلان پر زوردار تقریریں کیں اور دوران تقریر دیوبندی مولویوں کو اپنے باطل مذہب کے دفاع کی بار بار دعوت دی لیکن "سوچپ کی ایک چپ" کسی باطل پرست میں اہل حق کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ البتہ بدمذہبوں کی جانب سے اس کامیاب اجلاس کے نظام کو درہم برہم کرنے کی درپردہ لگاتار کوششیں ہوتی رہیں۔ چنانچہ ماہنامہ سنی لکھنؤ لکھتا ہے:-

"ساڑھے گیارہ بجے شب کو جلسہ عین شباب پر تھا۔ دوران تقریر میں دو وہابی ایک تحریر جو بالکل بے ضابطہ تھی، لے کر آئے۔ حضرت مولانا شریف الحق صاحب نے جواب دیا کہ ہم تمہاری یہ بے ضابطہ تحریر نہیں لینا چاہتے جاؤ اپنے مناظر اور ذمہ دار آدمی کی تحریر لاؤ۔ تمہارے لئے اب سے لے کر آٹھ بجے دن تک کا وقت دیا جاتا ہے۔ وہابیوں کا تو اصل مقصد فساد انگیزی اور جلسۂ میلاد شریف کو درہم برہم کرنا تھا۔ چند پڑوسی گاؤں کے ذریعہ سے ہنگامہ برپا کرنا چاہتے تھے مگر الحمد للہ کہ وہابیّت کی پُرفریب تدبیر کارگر نہ ہوئی اور تقریباً ڈھائی بجے رات تک جلسہ جاری رہا۔ وہابیوں نے یہ بھی کیا کہ اپنا جلسہ بھی شروع کردیا اور سنیوں کے جلسہ کے قریب لاؤڈ اسپیکر لگا کر گالیاں اور بزرگان اہل سنت پر لعن طعن کی بوچھار شروع کردی لیکن اس کا کوئی اثر سنیوں اور ان کے جلسہ پر نہیں پڑا۔ آخر اپنا سامنھ لے کر رہ گئے۔ [۲]

اجلاس کے بعد حضرت اور دیگر علماء اہل سنت قیام گاہ پر تشریف لائے اور علی الصباح واپس بریلی شریف ہوگئے۔ وہابیوں کے مولوی بھی اپنے مستقر پر لوٹ گئے۔ اس تشنہ مناظرہ میں دیوبندیوں کی ساری قلعی کھل گئی، سارا بھرم جاتا رہا اور اتنی رسوائی ہوئی کہ کہیں منھ دکھانے کے لائق نہ رہے۔

مناظرہ بھن گاواں

گونڈہ اور اس کے مضافات کا علاقہ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی قدس سرہٗ کے دامان کرم اور براؤں شریف کی خانقاہ سے وابستہ ہے۔ اس لئے یہاں کا کوئی بھی سنی مسلمان کسی شاتم رسول کی بدگوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ ضلع گونڈہ کی ایک چھوٹی سی بستی بھنگواں، جہاں چند گھر سنی مسلمان تھے، اچانک عشق رسول کی غیرتوں کا شاندار مظہر بن گئی۔ شاتمان رسول کی یہاں وہ گت بنی جسے وہ رہتی زندگی تک یاد رکھیں گے اور مسلمانوں کے ایثار و قربانی کا وہ مظاہرہ ہوا جس نے ان کی محبتوں کا سمندر دلوں میں انڈیل دیا۔

۲۵ر جون ۱۹۷۱ء تا ۳۰ر جون ۱۹۷۱ء ہونے والے اس چھ روزہ مناظرہ کا پس منظر کیا تھا؟ اس کے بارے میں پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:-

بھنگواں کے کسی قریبی گاؤں میں اہل سنت کا جلسہ تھا جس میں مجاہد جلیل حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی اور سند المدرسین حضرت مولانا بدرالدین صاحب رضوی شریک تھے۔

[۱] ماہنامہ سنی لکھنؤ۔ محرم و صفر ۱۳۹۶ھ، صفحہ [illegible]

مولانا سید مظفر حسین صاحب کی تقریر میں کسی دیو بندی مولوی نے چیلنج مناظرہ دیا۔ بعد میں مولانا بدرالدین صاحب نے اسے تحریری شکل میں ضابطہ کے تحت لے لیا بات اس حد تک بڑھی کہ فریقین نے حلقہ کے تھانہ میں پہونچ کر داروغہ وغیرہ کے دستخط سے اسے قانونی شکل دیدی اور فریقین کی رضامندی سے ۲۵ رجون ۱۹۷۱ء کی تاریخ اور مقام بھنگواں متعین ہوگیا اور مولانا تھانوی کی کفری عبارت (جو حفظ الایمان میں ہے) کو موضوع مناظرہ قرار دیا گویا مناظرہ کا سب سے پہلا موضوع یہ تھا کہ علماء دیو بند اس کفری عبارت کو پہلے بے غبار ثابت کردیں پھر اس کے بعد علم غیب کا ثبوت علماء اہل سنت سے متعلق ہوگا۔ چنانچہ اس طے شدہ دستاویز کو فریقین نے اپنے اپنے دستخط سے ایک ہی مشترکہ پوسٹر میں شائع کردیا اور ضابطہ کے تحت اس کی ایک کاپی تھانہ (غالباً چھپیا تھانہ میں) میں محفوظ کرلی گئی اور علیحدہ علیحدہ ایک ایک کاپی فریقین کو دیدی گئی۔ [1]

مناظرہ کے اس چیلنج کو قبول کرلینے کے بعد علمائے اہل سنت سے رابطے قائم کئے گئے۔ حضرت شارح بخاری اس وقت بلرامپور مدرسہ انوار القرآن میں تھے۔ یہ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت نے منظوری دیدی اور دیگر علماء کرام کی شرکت کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اہل سنت کے مناظرین میں سے سبھی کو دعوت دیدی گئی ہے اور حضرت مولانا شاہ صدیق صاحب عرف خلیفہ صاحب اپنے پورے اسٹاف کے ساتھ تشریف رکھیں گے۔

اتفاق کی بات ہے کہ اس سال موسم برسات اپنی رُت لے کر ذرا پہلے ہی چلا آیا۔ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مناظرہ ہونا تھا اور اس سے ایک دن پہلے ہی سے بارش نے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا۔ دیو بندی بڑے خوش تھے کہ جلواب سنیوں کے پہونچنے کے راستے مسدود ہوئے لیکن وہ علماء اہل سنت کی حمایت حق کے جذبوں کی حرارت سے واقف نہ تھے۔ اس شدید برسات کے عالم میں ایک دور افتادہ دیہات میں پہنچنا کس قدر دشوار ہے۔ مزید گرم یہ کہ ایڈمنسٹریشن نے دیو بندیوں کے اشارے پر جیپ والوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ کسی سنی عالم کو نہ لے جائیں لیکن ان تمام مشکلات کو روندتے ہوئے اہل سنت کے علماء اور عوام چار پانچ میل پیدل چل کر بھیگتے بھاگتے ٹھیک جمعہ کے وقت بھنگواں پہنچ گئے۔ لباس بدلا، نماز ادا کی اور قافلے کی شکل میں مناظرہ گاہ پہنچے۔ آم کے ایک باغ میں مناظرہ کے اسٹیج تیار ہوئے تھے۔ بارش کی وجہ سے زمین فرش کے قابل نہ تھی لیکن فرط شوق کا عالم دیدنی تھا۔ دور دور تک عوام کی ایک لمبی تعداد اپنی چھتریوں کے سائبان میں موجود تھی۔

اپنے اسٹیج کی کیفیت بیان کرتے ہوئے پاسبان ملت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

ہم لوگوں نے سب سے پہلے کپڑے تبدیل کئے، نماز پڑھی اور ایک قافلہ کی شکل میں مناظرہ گاہ کے لئے روانہ ہوئے۔ پولیس کا انتظامیہ دستہ کئی دنوں پہلے ہی آچکا تھا، ان کے خیمے نصب تھے اور داروغہ اپنے عملہ سمیت بالکل مستعد تھا۔ دو الگ الگ اسٹیج تھے۔ اہل سنت کا اسٹیج قبلہ رو تھا اور دیو بندیوں کے اسٹیج کا رخ جانب مشرق، اسٹیج کا دایاں بایاں یہاں سے وہاں تک رسیوں سے گھیر دیا گیا تھا۔ ٹھیک وسط میں دو گز زمین پولیس نے اپنے انتظامی سہولت کے لئے خالی چھوڑ دی تھی۔ میدان مناظرہ سے جس طرف بھی رخ کیجئے پتلے پتلے مینڈوں پر چھتری لگائے قطار اندر قطار، قافلہ در قافلہ مسلمان چلے ہی آرہے تھے۔ مجمع ہے کہ سیلاب کی طرح امنڈتا چلا آرہا ہے۔ اب علمائے اہل سنت بپھرے ہوئے شیروں کی طرح اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے ہیں۔ سفید ریش دراز قامت، گندمی رنگ، نورانی چہرہ، سادہ لباس، گرجتی آواز، بتاؤ یہ کون ہیں؟ یہ ہیں مناظر اعظم بحر العلوم مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رئیس اعظم اڑیسہ۔ ان کے بازو میں سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور پھر حسب ترتیب شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا مشاہد رضا خاں صاحب، مناظر اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب، رئیس المدرسین حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب، سند المدرسین حضرت مولانا بدرالدین صاحب، مولانا محمد حنیف قادری صاحب پھر کیے بعد

[1] ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ اگست ستمبر

دیگرے مولانا عبداللہ خاں صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب، مولانا محمد طیب صاحب، مولانا جلال الدین صاحب، مولانا نسیم بستوی صاحب، مولانا قدرت اللہ صاحب، مولانا قاری علی حسن صاحب، مولانا محمد یونس صاحب، غرض کہ اخیر میں جب علماء کی تعداد شمار کی گئی تو جس قدر شمار کر سکے ان کی تعداد ایک سو دس ہے۔ انشاء اللہ جب روداد مناظرہ شائع ہوگی تو اس میں ہر ایک کا نام و پتہ آپ دیکھ سکیں گے اور یہ بھی وہ تعداد ہے کہ نہ جانے کتنے علماء جا چکے تھے اور سنی درسگاہوں کے تقریباً چار سو طلبہ اس مناظرہ میں شریک ہوئے ہیں۔ ۱؎

دیوبندیوں کے اسٹیج پر مولوی ارشاد احمد نائب مفتی وسفیر دار العلوم دیوبند، دیوبند کے صدر مفتی محمود، مولوی نور محمد ٹانڈوی، مولوی کلیم اللہ بہرائچی، اور بہت سے مدرسین دیوبند خصوصیت سے آئے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ بہرائچ، گونڈہ، بستی کے دیوبندی مولوی بھی کثیر تعداد میں جمع تھے بلکہ ماہنامہ پاسبان کے بیان کے مطابق چند غیر مقلد علماء بھی دیوبندیوں کے اسٹیج پر موجود تھے۔

وہابیوں نے جب اتنی کثرت سے علماء اہل سنت کی آمد دیکھی تو مناظرہ ٹالنے اور اس کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے بہت سی چالیں چلیں۔

(۱) علماء اہل سنت کی آمد کے ذرائع مسدود کرنے کی پوری کوشش کی۔ چنانچہ پاسبان ملت کا بیان ہے:-

پہلی بس سے ہم لوگ ہریا پہونچے اور پہونچتے ہی بھمنان اسٹیشن کے لئے ایک جیپ کیا۔ گھنٹہ، ۴۵ منٹ کے اندر ہم لوگ بھمنان پہونچ گئے۔ لینے کے لئے کسی درسگاہ کے دو چار طالب علم آئے تھے لیکن قیامت یہ تھی کہ پولیس کا آرڈر تھا کہ مولانا صاحبان کو کوئی جیپ والا نہ لے جائے۔ اس ڈر سے کوئی جیپ اور ٹیکسی والا تیار نہ ہوا۔ ۲؎

(۲) بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہونے کے بعد یہ شوشہ چھوڑا کہ مناظرہ تحریری ہے اس لئے تحریریں پڑھ کر نہیں سنائی جائیں گی کیونکہ شرائط میں یہ ذکر نہیں کہ تحریریں پڑھ کر سنائی جائیں گی۔ اہل سنت کی جانب سے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ اگرچہ شرائط میں یہ بات نہیں لکھی گئی مگر دستور یہی ہے تحریری مناظرہ میں تحریریں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ورنہ عوام کو بلانے سے کیا فائدہ؟۔ پھر آپ لوگوں نے بھی اپنے اسٹیج پر لاؤڈ اسپیکر لگا رکھا ہے۔ اگر مناظرہ میں صرف تحریری کاغذات کا تبادلہ ہی ہونا تھا تو لاؤڈ اسپیکر لگانے کا کیا مقصد ہے؟ لیکن دیوبندی اڑے رہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عوام کو جب معلوم ہوگا کہ یہاں گونگا مناظرہ ہونا ہے تو شورش پیدا ہوگی اور لوگ بددل ہو کر چلے جائیں گے اور یوں مناظرہ گاہ کا نظام درہم برہم اور بے مقصد ہو جائے گا۔ علماء اہل سنت نے پوری جاں توڑ کوششیں کر ڈالیں کہ یہ حضرات تحریر سنانے پر آمادہ ہو جائیں تاکہ آنے والی عوام بھی اس مناظرہ سے فائدہ اٹھا سکے اور ان میں حق و باطل کے درمیان امتیازی شعور بیدار ہو سکے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے کہ ان کا مقصد مناظرہ کرنا ہی نہ تھا۔ علامہ نظامی علیہ الرحمہ نے ایڈمنسٹریشن کو بھی درمیان میں ڈالا لیکن وہ بندگان خدا کسی طور سے راضی نہ ہوئے اور آخر میں داروغہ بھی تھک ہار کر کہنے لگا کہ اب اپنا خیال یہی ہے کہ مناظرہ فضول ہے اسے ختم کر دیا جائے لیکن علمائے اہل سنت اتنی جوکھم اٹھا کر اس لئے نہ آئے تھے کہ مناظرہ نہ ہو اور باطل کی نقاب کشائی نہ ہونے پائے۔ بالآخر حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ چلو اس شرط کو منظور کر لو۔ تحریریں رہیں گی جو بعد میں چھاپ دی جائیں گی لوگ اسے پڑھ کر حق و باطل کا فیصلہ کر لیں گے۔

(۳) جب ان لوگوں نے یہ حربہ بھی کارگر ہوتے نہ دیکھا اور اہل سنت کے اکابرین کی دانشمندی اور تدبر سے انہیں ناکامی ہی ہاتھ آئی تو اب تیسری چال چلی۔ جب مناظرہ کا آغاز ہونے لگا اور اہل سنت نے اپنے مناظر شیر بیشۂ اہل سنت کے شہزادے حضرت علامہ مشاہد رضا خاں صاحب کو منتخب کر کے حفظ الایمان کے تعلق سے پہلی وضاحت طلب تحریر پر بھیجی تو قبول نہ کی گئی بلکہ واپس کر دی گئی۔ استفسار ہوا کہ تحریر کیوں واپس کی گئی تو جواب آیا کہ مناظر علماء نہیں ہوں گے بلکہ اس گاؤں کے وہی عام شخص ہوں گے جنہوں نے مناظرہ طے کیا ہے۔ اہل سنت کی جانب سے تحریراً کہا گیا کہ جاہل نہ مناظرہ کا اہل ہے اور نہ مناظرہ اس کا حق۔ مناظرہ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ فریقین علم میں مساوی

۱؎ ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۸ ۲؎ پاسبان ... صفحہ ۵۱

ہوں تو پھر ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ اہل سنت کی جانب سے تو عالم مناظر ہو اور آپ کی طرف سے جاہل۔ یہ بات اصول مناظرہ کے خلاف ہے۔ اس پر نور محمد ٹانڈوی نے بہت چمک کر کہا کہ جب ہماری طرف سے جاہل مناظر ہوگا تو آپ کی طرف سے عالم مناظر نہیں ہوسکتے بلکہ جیسے ہماری طرف سے وہی لوگ مناظرہ کریں گے جنہوں نے مناظرہ کی بات چیت طے کی ہے اسی طرح آپ کی طرف سے بھی مناظرہ وہی لوگ کریں گے جنہوں نے مناظرہ طے کیا ہے، دوسرا کوئی مناظر نہیں ہوسکتا۔

ماہنامہ پاسبان لکھتا ہے:-

داروغہ نے اجازت دی کہ اب مناظرہ شروع کردیا جائے، چونکہ یہ پہلے طے ہوچکا تھا کہ مناظرہ تحریری ہوگا اور سرفہرست حفظ الایمان کی کفری عبارت ہوگی۔ اپنی طرف سے فاضل اجل شہزادۂ شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اسلام حضرت مولانا مشاہد رضاخاں صاحب کو مناظر متعین کیا گیا۔ قرآن مجید کی تلاوت اور نعت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اہل سنت کے اسٹیج سے سب سے پہلی تحریر حفظ الایمان کی عبارت پر بطور محاسبہ علماء دیوبند کو بھیجی گئی۔ ہماری اس تحریر کو علماء دیوبند نے لینے سے انکار کیا۔ انہیں دوسری تحریر بھیجی گئی کہ حفظ الایمان کی عبارت پر ہمارے فاضل مناظر نے جو مطالبہ کیا ہے وہ تحریر واپس کیوں کی گئی۔ جواب آیا کہ مناظر علماء نہیں ہوں گے بلکہ یہاں کے مقامی فریقین جنہوں نے مناظرہ طے کیا ہے وہ آپس میں مناظر ہوں گے۔ [1]

دیوبندیوں کی اس ضد پر بھی لوگوں نے حیرت و استعجاب سے دانتوں تلے انگلیاں دبالیں حتیٰ کہ غیر مسلم بھی جو کثیر تعداد میں آئے ہوئے تھے، ان کی اس حرکت مذموم پر لعنت ملامت کررہے تھے اس سے ہر ایک کی سمجھ میں آگیا کہ یہ سب راہ فرار کے پیش خیمے ہیں۔ لیکن اہل سنت نے یہ طے کر رکھا تھا کہ مناظرہ بہر حال ہونا ہے اس لئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ چلو منظور کرلو دستخط انہیں دونوں کے ہوں گے، لکھے گا کوئی اور۔ اس طرح سے ان کی یہ چال بھی نہ چل سکی۔

(۴) اب جب کہ مناظرہ شروع ہوچکا تو پھر پرانی ترکیب استعمال کی کہ تھانہ والوں سے مل کر دفعہ ۱۴۴ نافذ کرادیا جس کی رو سے پانچ آدمی اکٹھا نہیں ہوسکتے۔ عوام یونہی تحریر نہ سنائے جانے اور جاہلوں کو مناظر بنائے جانے کی ضد سے بددل ہوکر جاچکی تھی، رہی سہی کسر اس چال نے پوری کردی اور مناظرہ گاہ مکمل خالی ہوگیا لیکن اہل سنت کو مناظرہ بہر حال کرنا تھا اس لئے وہ ہر صورت حال کے لئے تیار تھے۔

علامہ نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

پولیس کا رویہ ہمارے ساتھ کیا تھا اس کی پوری تفصیل، روداد مناظرہ میں آرہی ہے۔ دیوبندیوں نے مناظرہ درہم برہم کرنے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے اور جان چھڑانے کی پوری کوشش کی۔ جب اپنی فریب کاریوں میں وہ ناکام رہے تو پولیس سے کہہ سن کر دفعہ ۱۴۴ نافذ کرادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مناظرہ گاہ میں پانچ آدمیوں کے سوا چھٹا نظر نہیں آسکتا لیکن مناظرہ حسب دستور چوبیس گھنٹے برابر جاری رہا، دن رات کے کسی وقفہ میں بھی ایک منٹ کے لئے مناظرہ بند نہ ہوتا تھا۔ [2]

(۵) ان تمام ہتھکنڈوں کے باوجود مناظرہ جاری رہا اور چالبازیوں کے ساتھ ساتھ مناظرہ کے محاذ پر بھی ناکامی ہی ناکامی رہی۔ جب ان ناکامیوں سے تنگ آگئے تو بازاری لب ولہجہ اور سوقیانہ انداز پر اتر آئے تاکہ اس طور سے تو اہل سنت اشتعال میں آکر مناظرہ کا یہ سلسلہ بند کردیں لیکن یہاں بھی ترکی بہ ترکی جواب ملا اور منہ کی کھانی پڑی۔

علامہ نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

جواب سے تنگ آکر دیوبندیوں نے گالی لکھنا شروع کردیا۔ بجائے سنجیدہ جواب کے سو سے زائد اشعار پر مشتمل ایک نظم بھیجی جو گالیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اتفاق سے خطیب شہیر مولانا نسیم بستوی نظر آگئے۔ میں نے کہا عزیز گرامی اب اس وقت آپ کا امتحان ہے۔ فرمایا کیا حکم؟ میں نے کہا اس نظم کا جواب نظم میں دینا ہے لیکن نہ تو دیر ہو اور نہ ہی گندہ اور پھوہڑ الفاظ ہوں۔ کچھ نہ پوچھئے، اس مناظرہ میں اپنی جماعت کے ایک سے ایک فنکار آئے تھے۔ محض تیس منٹ میں مولانا نسیم بستوی نے نظم مکمل کرلی۔ اسٹیج پر جس وقت پڑھی گئی معلوم ہوتا تھا کہ مشاعرہ ہورہا ہے۔ صاف کرکے یہ نظم بھیج دی گئی۔ اس کے بعد ان

---

[1] ماہنامہ پاسبان۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء، صفحہ ۳

لوگوں نے یہ تحریر بھیجی کہ اپنے تلسی پوری یعنی مولانا عتیق الرحمٰن خاں صاحب کو باہر کیوں نہیں لاتے۔ جواب دیا گیا جب جھنڈا نگری مولوی عبدالرؤف کو رونمائی کے لئے تم پردہ سے باہر کروگے تو مولانا خود ہی عشق کی زکوٰۃ لٹانے آئیں گے۔ دوبارہ ان لوگوں نے تحریر بھیجی کہ ہمیں جھنڈا نگری سے کیا واسطہ۔ پتہ تو آپ لوگوں کو ہوگا کہ انہوں نے جھنڈا کہاں کہاں گاڑا اور آپ لوگوں پر کیا گزری۔ میں نے اس کا جواب بھیجا کہ جھنڈا کسی کا ہو "بانس" ہمارا ہی ہے چونکہ ہم لوگ رائے بریلوی نہیں بانس بریلوی ہیں۔ بانس ہاتھ سے نہ چھوٹے ورنہ جھنڈا گر جائے گا۔ اس کے بعد حوصلے پست ہو گئے۔

غرض کہ وہ نثر نظم کی ہر راہ سے گزرے لیکن ہر راہ میں ان کی ناکہ بندی کی گئی، مقصد اس کا یہ تھا کہ ہم لوگ حفظ الایمان کی کفری عبارت سے اپنے بنیادی مطالبہ کو چھوڑ دیں اور ان فروعات میں الجھ جائیں لیکن اپنے اسٹیج کی ہر تحریر میں مسلسل چھ روز تک ان سے مطالبات دہرائے گئے۔ [1]

الغرض وہابیوں کی کوئی چال نہ چلنے دی گئی اور مناظرہ باضابطگی کے ساتھ مسلسل چلتا رہا جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ وہ پہلا موضوع مناظرہ حفظ الایمان کی کفری عبارت تھی، اس لئے اس کے مطابق جو پہلی تحریر ہماری طرف سے گئی اس میں حفظ الایمان کی کفری عبارت لکھ کر یہ بات ثابت کی گئی تھی کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی وجہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کافر ہیں اور چونکہ سارے دیوبندی ان کی اس کفری عبارت پر مطلع ہوتے ہوئے بھی انہیں اپنا پیشوا مانتے اور اپنا حکیم الامت جانتے ہیں اس لئے یہ کفران پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اس کے بعد سوال و جواب اور تحریروں کے تبادلے ہوتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ عصر کے وقت دیوبندیوں سے پوچھا گیا کہ اب آپ لوگ مناظرہ کے لئے کب آئیں گے؟ اس کے جواب میں مولوی نور محمد ٹانڈوی نے کہا کب کا کیا سوال ہے؟ عصر کی نماز کے بعد بھی مناظرہ ہوگا۔ مغرب کے بعد بھی اور عشاء کے بعد بھی ۲۴ رگھنٹے مناظرہ ہوتا رہے گا۔ ایک منٹ کے لئے بھی بند نہ ہوگا۔ علماء اہل سنت نے مکمل خندہ پیشانی کے ساتھ اسے منظور فرمایا اور اسی کے مطابق مسلسل چھ دن تک شب و روز مناظرہ ہوتا رہا۔ حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر سبھی علماء کرام شب و روز جاگتے رہیں تو تھک جائیں گے اس لئے دو گروپ کر دیا جائے۔ ایک دن میں اسٹیج پر رہے اور دوسرا رات کا محاذ سنبھالے۔ دن میں شریک ہونے والے علماء کرام تو کافی نکلے لیکن رات کے گروپ میں رہنے کے لئے حامی بھرنے والوں کی تعداد کم رہی۔ سب سے پہلے حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے اپنا نام پیش فرمایا۔ اس کے بعد اور کچھ علماء کرام بھی تیار ہو گئے۔ ہوتا یہ کہ حضرت شارح بخاری دام ظلہ کھانا کھا کر مغرب کے بعد اپنے گروپ کو لے کر تشریف فرما ہوتے اور صبح سات بجے تک اسٹیج پر تشریف پر رکھتے اور مخالف کی تحریروں کے جواب لکھتے اور لکھواتے رہتے۔ سات بجے کے بعد دوسرا گروپ آتا اور دن بھر رہتا اس طریقہ سے یہ مناظرہ ایک ہفتہ تک چلتا رہا۔ پاسبان ملت علامہ نظامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:۔

مناظرہ حسب دستور چوبیس گھنٹہ برابر جاری، دن رات کے کسی بھی وقفہ میں ایک منٹ کے لئے مناظرہ بند نہیں ہوتا تھا۔ علیحدہ علیحدہ سب کی ڈیوٹی مقرر ہو گئی تھی۔ مثلاً جب تک دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں تھی تو صبح فجر سے مغرب تک میری ڈیوٹی تھی جو حسب ذیل افراد پر مشتمل تھی:۔

مفتی عبدالمنان صاحب، مولانا بدرالدین صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب، مولانا عبداللہ خاں صاحب، مولانا قدرت اللہ صاحب، مولانا قاری علی حسن صاحب، ہم لوگ ظہر کا کھانا اسٹیج ہی پر کھاتے تھے۔ مغرب بعد اسٹیج حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب کے سپرد ہو جاتا پھر وہ اپنا اسٹاف لے کر بیٹھ جاتے۔ مولانا محمد حنیف قادری اور مولانا قمرالزماں کے لئے کوئی وقت معین نہیں تھا۔ حوالہ جات کی تلاش کے علاوہ فائل کی مکمل ترتیب مولانا قادری سے متعلق تھی اور مجمع پر کنٹرول، دیوبندیوں کے فتنوں اور سازشوں کی خبرگیری اور اس کی کاٹ مولانا قمرالزماں کے سپرد تھی۔ مولانا اسلم بستوی، مولانا قدرت اللہ صاحب اور قاری علی حسن صاحب کتابت کا کام انجام دیتے تھے۔ [1]

جیسا کہ ذکر ہوا کہ دیوبندیوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مناظرے

---

[1] قہر آسمانی، صفحہ ۲۵۱-۲۵۲

سے جان چھوٹ جائے۔ اس کے لئے مختلف تدبیریں کرتے رہے حتیٰ کہ سوقیانہ لب ولہجہ پر اتر آئے لیکن کسی طرح کام نہ بنا تو اخیر میں ضلع بستی کے ایک ایس ایس پی کو لے آئے جو کٹر دیوبندی اور حسین احمد ٹانڈوی کا مرید تھا۔ اس نے بھی پوری کوشش کی کہ باہمی رضامندی سے مناظرہ بند کر دیا جائے لیکن اہل سنت راضی نہ ہوئے۔ قانونی طور پر مناظرہ بند کرنے کے لئے اسے کوئی گنجائش نہ ملی کیونکہ ایک ہفتہ تک مناظرہ مکمل امن وسکون کے ساتھ ہوتا رہا کسی قسم کی کوئی گڑبڑی نہ ہوئی۔ بالآخر ساتویں دن ایک دیوبندی سرغنہ آیا اس نے بہت خوشامدانہ لہجہ میں باتیں کیں اور وعدہ کیا کہ چار مہینے کے بعد فلاں تاریخ پر مناظرہ پھر ہوگا میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں، اس وقت سخت بارش کا موسم ہے، دونوں فریق کو پریشانیاں ہو رہی ہیں اس لئے مناظرہ ملتوی کر دیا جائے۔ اہل سنت نے بھی موسم کی کلفت کو محسوس کیا اور چند شرائط کی منظوری کی شرط پر مناظرہ ملتوی ہوگیا۔ پاسبان ملت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

جب انہیں یقین ہوگیا کہ یہ لوگ ہمیں کسی طرح چھوڑیں گے نہیں تو ۳۰؍جون کو تحریر بھیجی کہ بارش زیادہ ہو رہی ہے، موسم اچھا نہیں ہے وغیرہ وغیرہ لہٰذا ہم لوگ چاہتے ہیں کہ مناظرہ ملتوی کر دیا جائے۔ اپنی طرف سے چودہ شرائط پر مشتمل جواب دیا گیا کہ اگر یہ شرطیں منظور ہوں تو آئندہ کسی بھی مقررہ تاریخ کے لئے مناظرہ ملتوی کیا جا سکتا ہے جس میں کی دو شرطیں یہ تھیں کہ آئندہ جو مناظرہ ہوگا وہ تحریری ہوگا مگر پبلک کو تحریر سنائی جائے گی اور مناظر علماء ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے ہماری تمام شرطوں کو منظور کر لیا اور متفقہ طور پر ۳؍شوال کی تاریخ مقرر کی گئی۔ ان کا مقصد تو صرف جان چھڑانا تھا، اس طرح ۲۵؍جون سے شروع ہو کر ۳۰؍جون ۱۹۷۱ء کا یہ مناظرہ ۳؍شوال کے لئے ملتوی ہوگیا۔ آپ لوگ خود غور فرمائیے کہ آج تحریر کا سنانا جرم اور ۳؍شوال کو وہی درست؟ معلوم ہوا کہ ان شرائط کو مان کر بھاگنا مقصود تھا۔ [۱]

اس مناظرہ کے التوا کے بعد اپنی کامیابی پر کانپور، جمد اشاہی وغیرہ میں شاندار اجلاس ہوئے جس میں مناظرہ کی روداد سنائی گئی۔ چار مہینے کے بعد تاریخ معین پر حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ تمام مناظرین اہل سنت کو لے کر بھنگواں پہونچے تو معلوم ہوا کہ پولیس نے ایک سو چوالیس نافذ کر رکھا ہے۔ اس علاقہ میں نہ جلسہ ہو سکتا ہے نہ مناظرہ، مناظرہ کے لئے جو باغ منتخب تھا اس میں پولیس بیٹھی ہوئی تھی۔ ادھر دیوبندیوں نے بھی فرار ہی میں بہتری سمجھی اور مناظرہ سے انکار کر کے اپنی شکست کی تحریر دیدی۔ پاسبان ملت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:-

چنانچہ پروگرام کے مطابق ہم لوگ ۳؍شوال کو مناظرہ کے لئے پہنچے۔ حضور مجاہد ملت ایک روز پہلے ہی بھنگواں سکرولی پہونچ گئے ہیں۔ ۳؍شوال کو دس بجے بھنان پہونچا یہاں پہونچتے ہی معلوم ہوا کہ دیوبندیوں نے اپنی شکست کی تحریر دیدی اور مناظرہ سے انکار کر دیا۔ ابھی بعض لوگ اس کا تذکرہ کر ہی رہے تھے کہ مولانا محمد صدیق صاحب آگئے اور انہوں نے دیوبندیوں کی اصل تحریر دکھائی جس میں یہ مندرج تھا کہ ہم اپنے مطالبات واپس لیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا، ان کا کوئی عالم آیا جواب دیا ایک بھی نہیں، مولوی ارشاد، مولوی نور محمد وغیرہ کا پتہ نہیں، مولوی عبد السلام کی خبر تھی مگر آیا کوئی نہیں۔ [۲]

مناظرہ کے التواء کے وقت ہی علماء اہل سنت نے ذمہ داروں سے ذکر کر دیا تھا کہ اب دیوبندی مناظرہ کے لئے آئیں گے نہیں اور آپ کے یہاں کے دیوبندی ہمارا اجلاس بھی نہیں ہونے دیں گے اس لئے مناظرہ کی جو تاریخ متعین کی گئی ہے انہیں دنوں میں مناظرہ گاہ سے چند میل کے فاصلے پر اپنا سہ روزہ اجلاس رکھو دیجئے گا تا کہ اگر مناظرہ نہ ہو سکے تو اپنا اجلاس ہو سکے۔ یہ قیافہ شناسی درست ثابت ہوئی اور مقررہ تاریخ پر جب دیوبندی نہیں آئے تو علمائے اہل سنت بھنگواں سے متصل موضع گوراچو کی تشریف لے گئے، جہاں شاندار تین دن تک بہت ہی کامیاب جشن فتح منایا گیا جس میں حضرت شارح بخاری دام ظلہ کی خصوصی جاندار تقریریں ہوئیں۔

اس مناظرہ کو کئی اعتبار سے دلچسپ خصوصیتیں حاصل ہیں:-

① مسلسل چھ دن تک شب و روز مناظرہ ہوتا رہا۔ ایسا مناظرہ وہابیت کی ابتدا سے لے کر اب تک شاید ہی ہوا ہو۔

---

[۱] قہر آسمانی، صفحہ ۲۵۰-۲۵۱۔ [illegible]

② ایک سو دس سے زائد علماء اہل سنت اور اسلامی درسگاہوں کے چار سو طلبہ نے شرکت کی۔ جب کہ عام طور سے مناظروں میں اہل سنت کے مناظرین کی صف بہت مختصر رہی اور مخالف بھیڑ بکریوں کی طرح جمع ہوگیا جیسے اوری کا مناظرہ، اس میں اکیلے شیر بیشۂ اہل سنت اور چند سنی علماء کرام ڈھائی سو غیر مقلد، وہابی اور دیوبندی مولویوں کے خلاف صف آراء تھے۔

③ اس مناظرہ میں صرف مضافاتی افراد نے ہی شرکت نہیں کی بلکہ بمبئی، کلکتہ، کانپور، لکھنؤ، گورکھپور، مدھیہ پردیش غرضیکہ ملک کے اطراف سے عوام وخواص سمٹ آئے۔ ایسا منظر کم ہی دیکھنے میں آیا۔

④ جہاں مناظرہ ہوا تھا وہاں صرف بارہ گھر سنی مسلمان تھے اور چاروں طرف دیوبندیوں کا تسلط اس کے باوجود ان چند سنی جیالوں نے ہزاروں کے قافلے کی میزبانی کے فرائض جس زندہ دلی اور صبر واستقلال کے ساتھ انجام دیئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ ان مجاہدین کے ایثار وقربانی کی روداد بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:-

اس چھ روزہ مناظرے میں بارہ گھر کے سنیوں نے ایثار وقربانی کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ خود ایک مستقل تاریخ ہے۔ مولانا محمد صدیق صاحب اور عبدالغفار صاحب چھ روز تک گھر کی صورت نہیں دیکھ سکے چونکہ اب یہی لوگ اپنی طرف کے مناظر تھے۔ ہم لوگوں کی ڈیوٹی تو بدل جاتی تھی لیکن تحریر انہیں کے دستخط سے جاتی تھی اس لئے ہر وقت ان دونوں کی حاضری ضروری تھی۔ قدرت کا امتحان بھی عجیب وغریب ہوتا ہے۔ اس وقفہ میں عبدالغفار کی بچی انتقال کرگئی وہ غریب بچی کی میت میں شریک تک نہ ہوسکا۔ ایسے موقعوں پر بڑے بڑے مرد آہن ہائے بول جاتے ہیں لیکن محسوس ہوا، عشق رسول کا نشہ بھی دیوانگی سے کم نہیں۔

ع یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

ایک اور فریب

چلتے چلتے دیوبندی فطرت کا ایک اور دلچسپ منظر دیکھتے چلئے۔ آپ نے گزشتہ مراحل میں دیکھا کہ مناظرہ بند کرنے، اہل سنت کو الجھانے اور اپنے ماننے والوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ان شاطران عصر نے کیا کیا چالیں نہ چلیں، کون کون سے پینترے نہ بدلے لیکن ان کی ایک نہ چلی۔ بالآخر التواء کے بہانے جان چھڑائی۔ آپ نے یہ بھی پڑھا کہ پورا مناظرہ خاموش اور تحریری پیرائے میں ہوا حتیٰ کہ یہ مدبران نجد لاؤڈ اسپیکر لگا کر بھی تحریریں سنانے پر آمادہ نہ ہوئے، بالآخر دفعہ ۱۴۴ کے ذریعہ عوام کو بھی چلتا کیا لیکن حیرت کو سکتہ ہے کہ اچانک ان کے ٹیپ مناظرہ کی روداد اگلنے لگے۔ کیسیٹس ان کی فتح کے ترانے گانے لگیں۔ دنیا نے شاید ہی ایسا عجوبہ اپنی نگاہوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہو کہ زبانیں خاموش رہیں، لبوں میں جنبش نہ ہوئی، آوازیں بلند نہ ہوئیں، لیکن ٹیپ کی قوت حاسہ نے ان کی آوازیں حلق سے کھینچ کر اپنے سینہ میں انڈیل لیں لیکن وہابیت ہر عجوبہ دکھا سکتی ہے...... پاسبان ملت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

اب علماء دیوبند کی ایک اور دھاندلی سنئے۔ مناظرہ کی واپسی میں جب مولوی ارشاد اور مولوی نور محمد فیض آباد پہونچے تو سبزی منڈی میں وہاں کے دیوبندیوں نے اجلاس کیا جس میں مناظرہ کی روداد سنانے کے لئے مولوی ارشاد وغیرہ نے ٹیپ ریکارڈ لگایا اور اعلان کیا کہ مناظرہ کو ہم لوگوں نے ٹیپ کیا ہے۔ لہٰذا آپ لوگ سماعت فرمایئے:-

''ارے بریلویو! بولتے کیوں نہیں؟ کیا تمہارے منہ میں دہی جما ہوا ہے؟ کیا تم کو سانپ نے سونگھ لیا ہے؟ کیا تم بالکل ہی بدحواس ہوگئے ہو؟ بولو! بولو! ہمارے سوالات کے جواب دو''۔

واللہ! دنیا میں اس ڈھٹائی کا جواب نہیں۔ مناظرہ بالکل خاموش ہوا اور اسے ٹیپ بھی کرلیا جائے۔ [1]

بہر حال! یہ مناظرہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس میں مسئلہ تکفیر کے ساتھ ساتھ فروعی مسائل پر بھی سیر حاصل بحث ہوئی۔ اس میں حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے جس شاندار انداز میں اہل سنت کی نمائندگی کی، علمی مباحث طے کئے، دیوبندیوں کے ہر ہتھکنڈے کا محاسبہ کیا اور ان کا ناطقہ بند کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اے کاش روداد مناظرہ چھپ گئی ہوتی تو دنیا حضرت کی انفرادیت

[1] قہر آسمانی، صفحہ ۲۵۷

اور جامعیت دیکھا کرتی۔

مناظرہ باندو چترو

بہار کے پسماندہ ضلع پلاموں میں ایک گاؤں باندو چترو ہے جہاں کسی طرح سے وہابیت کا زہریلا نمائندہ طاہر گیاوی پہنچ گیا۔ اس کی نہایت زہریلی دل آزار تقریر سے علاقہ کی فضا خراب ہوگئی پھر بات مناظرہ تک جا پہنچی۔ کچھ ناتجربہ کار سنی علماء نے مناظرہ از خود طے کرلیا اور مناظرہ کی طلب میں مبارک پور حضور حافظ ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شارح بخاری اس وقت بلرام پور انوار القرآن میں تھے۔ حضرت حافظ ملت قدس سرہٗ نے ان لوگوں کو حضرت کی خدمت میں بلرام پور بھیجا۔ حضرت کو کیا عذر ہوسکتا تھا۔ تاریخ مقررہ پر خود حضور حافظ ملت قدس سرہٗ، حضرت شارح بخاری، حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت مولانا نصیر الدین صاحب دامت برکاتہم القدسیہ وہاں تشریف لے گئے۔ علمائے اہل سنت آٹھ بجے رات میں باندو چترو پہنچے۔ راستے میں ایک آبادی لنکا پڑتی ہے وہاں سے باندو چترو کا پورا راستہ پہاڑوں اور جنگلوں میں سے ہوکر گزرتا ہے۔

قتل کی سازش

دیوبندیوں کو علمائے اہل سنت کی تشریف آوری کا پورا پروگرام معلوم تھا، لنکا سے باندو چترو کے سفر کا وقت مغرب اور عشاء کے درمیان تھا، انہوں نے کچھ غنڈوں کو متعین کردیا کہ راستے میں علمائے اہل سنت کو شہید کردیں۔ اس کی اطلاع مولانا نصیر الدین صاحب کے بھائی جناب محمد صدیق صاحب کو ہوگئی۔ انہوں نے بڑی جرأت سے کام لے کر دیوبندیوں کے سرغنہ سے کہا کہ ہم نے ایسا ایسا پلان سنا ہے۔ یاد رکھو اگر ہمارے علماء کو کچھ ہوگیا تو اس کے بعد کیا ہوگا یہ آپ جانو گے اور اس کی پوری ذمہ داری آپ کے سر ہوگی۔ اس نے پہلے تو اس سازش سے لاعلمی ظاہر کی لیکن پھر صدیق صاحب نے زور دے کر پورے تیور میں اس سے یہ بات کہی کہ اگر یہ اطلاع غلط ہے تو کوئی بات نہیں لیکن اگر کچھ بھی ہوا تو آپ کی خیر نہیں ہے۔ آپ کا باندو چ[illegible] لئے پھر میں کہتا ہوں کہ ہوش میں آیئے، اتنا کہہ کر وہ چلے آئے۔ اس بروقت اقدام کا بفضلہ تعالیٰ یہ اثر ہوا کہ ان ظالموں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا اور ان کے سرغنہ نے فوراً ایک ہوا خواہ، موٹر سائیکل سے بھیج کر غنڈوں کو واپس بلالیا۔ اس طور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی حفاظت کا غیبی سامان کردیا اور یہ حضرات بخیر و عافیت اپنی منزل تک پہنچ گئے ورنہ یہ حضرات اس صورت حال سے بالکل بے خبر تھے۔ اس بے خبری میں کیا ہوجاتا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

باندو چترو چند غریب مفلوک الحال سنی مسلمانوں کی بستی تھی جس میں اکثریت دیوبندیوں کی تھی لیکن پھر بھی انہوں نے بساط سے بڑھ کر انتظامات کرنے کی کوشش کی تھی۔ کسی بڑے مکان کے نہ ہونے کے سبب علماء اہل سنت کے قیام کا انتظام ایک پرائمری اسکول میں تھا۔

صبح کو نو بجے سے مناظرہ کا وقت مقرر تھا۔ حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے حضور حافظ ملت قدس سرہٗ سے گزارش کی کہ حضور مناظرہ گاہ میں تشریف نہ لے جائیں۔ وہاں ہر طرح کی باتیں مختلف لب ولہجہ میں ہوا کرتی ہیں۔ دعا فرمائیں کہ مولیٰ تعالیٰ عوام کے سامنے حق واضح فرمادے۔ حضرت حافظ ملت ٹھہر گئے اور علمائے اہل سنت نو بجے مناظرہ گاہ میں پہونچ گئے۔ دیوبندیوں کا اسٹیج خالی تھا۔ اس سے پہلے علم ہوچکا تھا کہ دیوبندیوں کی جانب سے مناظرہ کے لئے نور محمد ٹانڈوی آئے ہوئے ہیں لیکن نور محمد صاحب اور ان کے حواریوں میں سے کوئی اب تک اسٹیج پر نہیں پہنچا تھا۔ جب ساڑھے نو بجے تک کوئی دیوبندی مناظر نہیں آیا تو محمد صدیق صاحب، دیوبندی ذمہ دار کے پاس گئے اور کہا کہ کیا بات ہے؟ اب تک آپ کے علماء مناظرہ کے واسطے اسٹیج پر نہیں پہنچے۔ یا تو انہیں اسٹیج پر لے چلئے یا حسب قرارداد ہمارے جتنے اخراجات ہوئے وہ سب ہمیں لوٹایئے۔ دیوبندی ذمہ دار مولوی نور محمد کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضرت ساڑھے نو بج گئے، اب تک آپ کو مناظرہ گاہ میں ہونا چاہئے۔ چلئے لوگ وہاں سے لینے کیلئے آئے ہیں۔ مولوی نور محمد نے کہا۔ ہم مناظرہ کے لئے کیسے چلیں ابھی تک مناظرہ کے مبادیات طے نہیں ہوئے ہیں۔ اس پر اس نے جھلا کر کہا ہم مبادیات وبادیات کچھ نہیں [illegible] کے لئے چلنا ہے، آپ مناظرہ گاہ میں فورا

تشریف لے چلیں۔ جب اپنے میزبان کا یہ تیور دیکھا تو بادل ناخواستہ مولوی نور محمد ٹانڈوی اور مولوی طاہر اسٹیج پر آئے۔ اس وقت اہل سنت کے اسٹیج پر مولانا محمد میاں کامل سہسرامی تقریر کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے آنے کے بعد نہایت بے سلیقہ طریقہ اختیار کیا۔ مولوی طاہر نے اپنے اسٹیج سے بغیر کسی باہمی گفتگو کے دوسری جانب رخ کر کے بولنا شروع کردیا۔ بے ہنگم آواز، صوتیاتی ٹکراؤ، لاؤڈ اسپیکر کی پیں پاں، ایسی بے ہنگمی تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ادھر مولانا کامل صاحب بولتے ادھر طاہر چیختا یہ سلسلہ کچھ دیر تک چلتا رہا۔ جب سنجیدگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضرت شارح بخاری اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا کامل سہسرامی کو روک کر کہا کہ آپ بیٹھئے اور پھر گرجدار آواز میں خود تقریر شروع کردی اور دیر تک طاہر کی غیرت کو للکارتے رہے، لیکن اس کے چہرے سے شرم وحیا کا پانی اتر چکا تھا اسے خاموش نہیں ہونا تھا نہ ہوا۔ بہت دیر کے بعد ایک ہندو کھیا آیا اور اس نے دونوں فریق کو خاموش کر کے کہا کہ یہ بہت شرم کی بات ہے، آپ صاحبان وِدوانْ ہیں اور ایسی حرکت کر رہے ہیں، جب دونوں آدمی ایک ساتھ بولیں گے تو اس سے کسی کو کیا لابھ ہوگا۔ حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے فرمایا: جناب ہم کیا کریں؟ ہمارے عالم تقریر کر رہے تھے یہ آ کر بولنے لگے، خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اور نہ ان کے اسٹیج پر کوئی سمجھ دار آدمی ہے جو انہیں روکے۔ آپ خود دیکھ لیجئے کہ وہ مجمع سے منہ موڑ کر اس طرف رخ کر کے بولتے چلے جا رہے ہیں جدھر ایک انسان بھی نہیں۔ تب کھیا نے طاہر دیوبندی سے مخاطب ہو کر کہا۔ مولوی صاحب! یہ بات اچھی نہیں ہے کہ آپ اس طرح بھاشن دیں۔ آپ اس اُور منھ کر کے بولت ہیں جدھر کوئی نا ہیں ہے بھلا کیہو ایسے سنی؟ ایسے بھاشن سے کیا لابھ ہے، آپ لوگن نچنت کر لیویں تب الگ الگ سمئے میں بھاشن دیویں تا کہ ہم لوگن کے کچھ سمجھ میں آوے۔ چنانچہ فریقین کے درمیان پندرہ پندرہ منٹ کا وقت مقرر ہوا اور کنٹرول کے لئے اسی کھیا کو مقرر کیا گیا کہ اگر کوئی پندرہ منٹ پر چپ نہ ہو تو اسے روک دے۔ یہ مناظرہ دو دن تک ہوتا رہا، اس میں اہل سنت کے مناظر حضرت شارح بخاری دام ظلہ تھے جنہوں نے ٹانڈوی اور گیاوی کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔

پہلے دن کا حال آپ سن چکے کہ دیوبندی مولوی کس طرح سامنے آئے دوسرے دن بھی وقت پر نہیں پہنچے۔ جب صدیق صاحب نے اخراجات کا مطالبہ کیا اور دیوبندیوں نے اسی تیور میں ان مولویوں سے باتیں کیں تو مجبور ہو کر بندھے بندھائے مناظرہ گاہ میں پہنچے۔ اس مناظرہ کا موضوع بھی دیوبندی کی کفریات تھیں۔ حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے اس میں جس چابک دستی اور مدبرانہ سوجھ بوجھ سے مخالف کو زیر کیا اس کا منظر بھی قابل دید وشنید تھا۔ اس مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ اختتام مناظرہ کے بعد جب اہل سنت صلوٰۃ وسلام کے لئے کھڑے ہوئے تو پورا مجمع کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے شامیانے تلے جو لوگ تھے وہ بھی دیوبندیوں سے رخ موڑ کر اہل سنت کے اسٹیج کی جانب رخ کر کے دست بستہ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام نذر کر رہے تھے۔ حق کی بارعب اور عظیم الشان فتح کا یہ عجیب قابل دید منظر تھا۔

اس مناظرہ کے اختتام کے بعد حضرت شارح بخاری دام ظلہ جب اپنے مشفق ومربی استاذ سیدی الکریم حافظ ملت قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حافظ ملت کے روئے تاباں پر مسرتوں کی لہریں موجیں مار رہی تھیں۔ فرط مسرت میں اٹھ کر شارح بخاری کو سینہ سے لگا لیا، بہت دیر تک چمٹائے رہے اور مسرتوں کے آنسو میں پرنم آنکھیں اور خوشی میں لرزتے ہوئے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے بلند ہو گئے۔ ع

تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے

مناظرۂ کٹک

کٹک اڑیسہ کا مشہور شہر ہے اور حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ کا وطن۔ حضرت مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن قادری رضوی قدس سرہٗ کی ہمہ جہت دینی خدمات اور علمی وجاہت نے کٹک کی سرزمین کو دین وسنیت کی رونقوں سے مالا مال کردیا۔ سنیت کی شمع فروزاں رہی، وہابیوں کے بڑھتے قدم تھم گئے، ہر محاذ پر شکست اور ہر قدم پر ٹھوکران کا مقدر بن گئی۔ شکست خوردگی کا یہ احساس وہابیت کے لئے بڑا جان لیوا تھا اس لئے اس کے کارپردازوں نے اس زخم کا اثر مندمل کرنے کی کوشش میں مناظرہ کا چیلنج [illegible] ڈالا۔ کہتے ہیں نہ کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو

شہر کی طرف بھاگتا ہے، ایسا ہی کچھ یہاں بھی ہوا۔ یہ مناظرہ کٹک کی وہابیت کے لئے موت کا پیغام بن کر آیا۔

اس مناظرہ میں مولوی اسماعیل کٹکی دیوبندیوں کے صدر تھے اور حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ نے باصرار، اہل سنت کی صدارت حضرت شارح بخاری دام ظلہ کو تفویض فرمائی۔ حضرت نے صدارت کے فرائض اس خوبی سے انجام دیئے کہ مناظرہ شروع ہونے سے قبل ہی اسے آدھی منزل طے کرا ڈالی اس کی قدرے تفصیل آگے آتی ہے۔ اس مناظرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اہل سنت کی جانب سے تنہا رئیس التحریر علامہ ارشد القادری دام ظلہ اخیر تک مناظر رہے اور دیوبندیوں کے پے در پے تین مناظر بدلے گئے۔ پہلے مرحلے میں مبلغ دیوبند مولوی ارشاد مناظر رہے، دوسرے مرحلہ میں ایک مقامی دیوبندی کو مناظر بنایا گیا جس کا نام غالباً سراج الساجدین تھا اور تیسرے میں مولوی طاہر گیاوی بحیثیت مناظر سامنے آئے لیکن سب کا حشر وہی ہوا جو ہونا تھا۔

اہل سنت اور دیوبندیوں کے اسٹیج پر فریقین موجود تھے۔ مناظرہ ابھی شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ اچانک دیوبندی صدر نے مناظرہ سے جان بچانے کی خاطر ایک شوشہ چھوڑا انہوں نے کہا کہ مناظرہ بعد میں ہوگا۔ آپ کے مولوی حبیب الرحمٰن (مجاہد ملت) نے قرآن مجید میں تحریف کی ہے جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے ہیں پہلے وہ اپنے کفر سے توبہ کریں پھر مناظرہ ہوگا۔

اس الزام کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ نے مناظرہ کے سلسلہ میں ایک پمفلٹ شائع فرمایا تھا جس کے اخیر میں سورۂ ہود آیت نمبر ۸۸ کا یہ اقتباس درج تھا۔ ان ارید الا الاصلاح و ما توفیقی الا باللہ۔ آیت کریمہ میں الا الاصلاح کے بعد ما استطعت بھی ہے جسے کاتب نے سہواً چھوڑ دیا تھا۔ اسی سہو کاتب کو دیوبندی صدر تحریف قرآن سے تعبیر کر رہے تھے۔ اس پر حضرت شارح بخاری دام ظلہ کھڑے ہوئے اور گرجدار آواز میں اس کا زبردست محاسبہ کرتے ہوئے فرمایا:-

شارح بخاری:- مولوی اسماعیل یہ تمہارا مناظرہ سے جان بچانے کا حیلہ ہے اس مناظرہ کا موضوع متعین ہے، مناظرہ اسی پر ہوگا

حضرت مجاہد ملت کا ایمان و کفر اس مناظرہ کا موضوع نہیں اس لئے اس بحث کو مناظرہ میں لانا اپنے موضوع سے ہٹنا ہے۔ جو درحقیقت مناظرہ سے فرار ہے۔ اس مناظرہ کے لئے جو موضوعات طے ہیں پہلے انہیں پر مناظرہ ہوگا پھر میں موجود ہوں ہمارا تمہارا مناظرہ اس موضوع پر بھی ہو جائے گا۔

دیوبندی صدر:- واہ صاحب واہ! ایک کافر تمہارے اسٹیج پر بیٹھا رہے اور ہم دوسرے موضوع پر مناظرہ کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔

شارح بخاری:- **اولاً**:- تمہارے کہہ دینے سے حضرت مجاہد ملت کافر نہیں ہوئے بلکہ ان کو کافر کہہ کے تم خود کافر ہو گئے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے من قال لاخیہ یا کافر فقد باء باحدھما۔ **ثانیاً**:- علماء عرب و عجم، حل و حرم، ہند و سندھ کے فتوے کی رو سے تم ہی کافر ہو اور تمہارے اسٹیج پر بیٹھنے والے سارے افراد کافر ہیں۔ آپ کی منطق کی رو سے اگر میں یہ مطالبہ کروں کہ ان سب کو اسٹیج سے بھگا دو تو مناظرہ کس سے ہوگا؟ جناب! مناظرہ تو دو مخالف عقیدے والوں ہی میں ہوتا ہے۔ سب ایک عقیدے کے ہوں تو مناظرہ کی کیا ضرورت؟ **ثالثاً**:- حضرت مجاہد ملت نے پمفلٹ میں ما استطعت نہیں چھوڑا ہے بلکہ کاتب نے اپنی لاپرواہی سے چھوڑا ہے۔ اس لئے اس کا الزام مجاہد ملت کو دینا آپ کا عناد اور جہالت ہے۔ **رابعاً**:- سہواً قرآن مجید میں کوئی جملہ چھوٹ جائے تو اسے تحریف نہیں کہتے۔ اسے تحریف کہنا آپ کی دوسری جہالت ہے۔ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی سے مختصر المعانی میں اور حضرت ملا عبد الرحمٰن جامی سے شرح جامی میں آیت کریمہ کے نقل میں جو خطا ہوئی ہے کیا اسے تحریف کہیں گے؟ کیا یہ کفر ہے؟ اگر کفر ہے تو بولو آپ کے نزدیک علامہ سعد الدین تفتازانی اور حضرت ملا عبد الرحمٰن جامی مسلمان ہیں کہ کافر؟ اگر کافر ہیں تو بولو پھر آپ کو آپ کے گھر پہنچادوں اور اگر یہ حضرات نقل آیت کریمہ میں سہو کے باوجود مسلمان ہیں تو تمہارے بقول تحریف قرآن کر کے مسلمان کیسے رہے اور

حضرت مجاہد ملت کافر کیسے ہوئے؟ **خلاصہ**:۔ سنئے تحریف قرآن اسے کہتے ہیں۔ آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب نے ایضاح الادلہ میں لکھا ہے فردوہ الی اللہ و الرسول و اولو الامر منکم دکھاؤ قرآن مجید میں یہ آیت کہاں ہے؟ اور ایسا بھی نہیں کہ یہ بھول چوک کا نتیجہ ہو اس لئے کہ جس بات کی دلیل میں یہ پیش کی گئی ہے اس کا دارومدار لفظ اولی الامر ہی ہے اور جو چیز مدار استدلال ہو اسے بالقصد پیش کیا جاتا ہے تاکہ مدعیٰ ثابت ہو اس لئے آپ کے شیخ الہند صاحب کا یہ اضافہ قصداً ہے سہواً نہیں۔ اس لئے یہ ضرور تحریف قرآن ہے جس کی وجہ سے تمہارے شیخ الہند صاحب کافر ہوئے اور ان کو اپنا پیشوا مان کر آپ خود بھی کافر ہوئے۔ اب بتائیے آپ کیا کہتے ہیں آپ سے مناظرہ کیا جائے یا آپ کو بھی اسٹیج سے اتار دیا جائے اور جناب ذرا یہ بھی تو بتاتے چلئے کہ اِلی حرف جر کے ہوتے ہوئے اولو الامر پڑھنا کس زبان عرب کا قاعدہ ہے؟ کہیں یہ دیوبند سے تو نہیں آیا؟ ایسی بے قاعدہ ترکیب کو آپ کے شیخ الہند صاحب قرآن بتا رہے ہیں یہ ان کا دوسرا کفر ہوا۔

حضرت شارح بخاری کی یہ پُر زور محاسباتی تقریر سن کر پورا مجمع دم بخود تھا۔ دیوبندی مولویوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں کہ اچانک دیوبندی مجمع سے شور اٹھا بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ! وقت ختم ہو گیا حضرت نے گرجدار آواز میں انہیں ڈانٹا کہ وقت مناظرین کے لئے مقرر ہے، صدر کے لئے نہیں اور ابھی تو مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا اس لئے شرائط مناظرہ کی پابندی کیسی؟ اس کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اس کے بعد دیوبندی، صدر مولوی اسماعیل کٹکی اپنا تن و توش سنبھالتے ہوئے اٹھے اور فرمایا:۔

دیوبندی صدر: جناب مفتی صاحب! آپ کے مولوی حبیب الرحمٰن بہر حال کافر ہو گئے کیونکہ انہوں نے قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ وہ یا تو توبہ کریں، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں یا پھر آپ لوگ ان کو اپنے اسٹیج سے اٹھا دیں۔ حیلے بہانے نہ بنائیں، یہاں تاویلیں کام نہ دیں گی (پھر پمفلٹ کو قضیب نما بنا کر ہاتھ میں لے کر اشارہ کیا) یہ دیکھئے آپ کی دلیل میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ نہیں جانتے یہ کٹک ہے کٹک، جو یہاں آیا، گیا اٹک۔ قرآن مجید کی تحریف کو معاف نہیں کیا جائے گا، انہیں توبہ کرنی ہوگی، اس کے بغیر مناظرہ نہیں ہوگا پھر بہت مٹک کر تنتنی کا یہ شعر پڑھا۔

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
فاذا نطقت فاننی الجوزاء

جب ٹکر لی جائے تو میں وادی کی چٹان ہوں اور جب بولنے لگوں تو جوزاء ہوں۔

جوزاء آسمان کے ایک برج کا نام ہے جس کی شکل دو جڑواں بچوں کی ہے جو آپس میں چپکے رہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جوزاء کی ساعت میں جو پیدا ہوتا ہے وہ بہت بولنے والا ہوتا ہے۔

اسی طرح کی باتیں دس منٹ کرتے ہوئے بیٹھ گئے۔ یہ بازاری لب و لہجہ کس انداز جواب کا متقاضی ہے اور کیسی ذہنیت کا عکاس، یہ ہر ایک پر خوب ظاہر ہے۔ حضرت شارح بخاری نے بھی انہیں ان کے گھر تک پہونچا کر ہی دم لیا۔ حضرت نے جوابی تقریر میں فرمایا۔

شارح بخاری:۔ مولوی اسماعیل! کچھ حیا کرو، کچھ شرماؤ، میں نے آپ کے دعوئ تحریف کو پانچ طریقے سے رد کیا، آپ ایک کا بھی جواب نہ دے سکے نہ قیامت تک آپ دے سکتے ہیں اور نہ کوئی آپ کا حامی کار دے سکتا ہے۔ جب جواب نہ بن سکا تو عاجز آکر پھکڑ بازی اور سوقیانہ لب و لہجہ پر اتر آئے تاکہ اس کا جواب ہو، عوام میں انتشار ہو، شورش ہو اور مناظرہ ختم ہو جائے، آپ سب کی جان بچے مگر ہم آپ لوگوں کی اس قسم کی کوئی ترکیب نہیں چلنے دیں گے۔ یہ کاغذ کا قضیب جو آپ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں ہماری نہیں آپ کی دلیل ہے۔ آپ اپنی دلیل اپنے ہاتھ میں لیں، دوسروں کے ہاتھ دیں، خود استعمال کریں، دوسروں کو استعمال کرائیں، آپ کو اختیار ہے، اس میں بھلا ہوگا تو آپ کا، کوئی زمانہ ہوگا کہ علماء دیوبند

کنک میں آکر آپ سے اٹک جاتے ہوں گے، اس زمانہ کو بھول جائیے، سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ میں ابھی اٹکا نہیں ہوں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان بیس تیس فٹ کا فاصلہ ہے۔ اگر اٹک جاؤں گا تو پھر آپ کی بولتی بند ہو جائے گی۔ ابھی تو اسی کی دہشت سے کہ کہیں میں اٹک نہ جاؤں۔ آپ حواس باختہ ہیں، اٹک جاؤں گا تو نہ جانے کیا حال ہوگا۔ آپ صخرۃ الوادی ہیں جس پر لوگ پاخانہ پیشاب کرتے اور روندتے رہتے ہیں۔ آپ جوزاء ہیں، اسی لئے اپنے پیچھے کسی کو چپکائے ہوئے ہیں، یہ سب آپ کو مبارک ہو۔ میں نہ جوزاء ہوں نہ صخرۃ الوادی میں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں ۔

سگ ہوں میں عبید رضوی غوث و رضا کا
ہیں بھاگتے آگے سے مرے شیر ببر بھی

اب کان کھول کر سنئے۔ اس پمفلٹ میں تو ایک لفظ کاتب سے چھوٹا ہے۔ یہ دیکھئے مشکوٰۃ، صفحہ ۲۱۸۔ اس پر یہ دعا یوں تحریر ہے اللھم اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ جب کہ قرآن مجید میں ربنا اتنا ہے۔ حدیث میں ربنا کو اللھم سے بدل دیا گیا ہے۔ اب بولئے آپ کے مذہب میں یہ تحریف ہے یا نہیں؟ اور لیجئے اسی مشکوٰۃ کے، صفحہ ۲۱۷ میں ایک دعا یہ تحریر ہے اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ و عقابہ و شر عبادہ و من ھمزات الشیطن و ان یحضرون ۔ حالانکہ قرآن مجید میں یہ ہے:- رب اعوذ بک من ھمزات الشیطین و اعوذ بک رب ان یحضرون ۔ بتائیے کیا یہ تبدیلی تحریف ہے؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس دعویٰ کی بنا پر جو جواب آپ ان احادیث کے سلسلہ میں دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے حضرت مجاہد ملت کے پمفلٹ کا ہوگا۔ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ مختصر المعانی وغیرہ میں علم بدیع پر ایک نظر ڈال لیں تو شاید کچھ سمجھ میں آجائے۔

بہر کیف! آپ نے سوچا تھا کہ اس پمفلٹ میں الجھا کر، سوقیانہ لب و لہجہ اور بکواس بازی کر کے مجلس مناظرہ درہم برہم کر دی جائے اور یوں مناظرہ سے آپ سب کی جان بچے مگر آپ کی آنتیں الٹے آپ کے گلے پڑیں۔ میرے پانچ پہلے ایرادات اور اس آخری ایراد کے جواب سے آپ کا عجز ظاہر ہو گیا، اب میں وقت ضائع نہ ہونے دوں گا۔ میں اپنے مناظر، مناظر اعظم علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حسب قرار داد پہلے موضوع پر بحث شروع کریں۔

اب مناظرہ شروع ہوا۔ رئیس التحریر علامہ ارشد القادری دام ظلہ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد اپنی گفتگو شروع کی۔ دیوبندیوں کی جانب سے پہلے پہل مبلغ دیوبند مولوی ارشاد احمد کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد کی تفصیل خود علامہ ارشد القادری دام ظلہ سے سنئے۔ وہ رقمطراز ہیں:-

پہلے راؤنڈ میں مولوی ارشاد احمد دیوبندیوں کی طرف سے مناظرے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں لفظ اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف حضرت کہتے ہیں اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں اس طرح آپ حضرات نے اپنے مذہبی پیشوا کو حضور سے بھی بڑھا دیا۔

میں نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف حضرت کہتے ہیں بلکہ جب بھی ہم حضور کا نام لیتے ہیں تو کبھی ہم انہیں سرور کائنات، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے القابات گرامی سے یاد کرتے ہیں اور کبھی سلطان کونین، امام الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ سے موسوم کرتے ہیں۔ جن القابات کے ساتھ ہم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں، ان القابات سے ہم ہرگز امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب کو موسوم نہیں کرتے ہیں یہ آپ کے گستاخ ذہن کی ناپاک جسارت ہے کہ آپ نے لفظ اعلیٰ حضرت کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے میں سمجھ لیا ہے حالانکہ ہم اعلیٰ حضرت کا لفظ ان کے علمی خانوادے کے درمیان ایک امتیازی لقب کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اگر آپ اعلیٰ حضرت کا استعمال حضور کے مقابلے میں

ہے تو آپ سنبھل کر بیٹھ جائیے کہ میں آپ کی متعدد کتابوں کے حوالوں سے آپ کی برادری میں درجنوں اعلیٰ حضرت کی نشاندہی کر رہا ہوں۔

میں نے ان کی کتابوں سے ثابت کیا کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں حاجی امداد اللہ صاحب چشتی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی حسین احمد ٹانڈوی، سعودی عرب کے شاہ فیصل اور قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ناموں کے ساتھ جگہ جگہ لفظ اعلیٰ حضرت کا استعمال کیا ہے۔اس کے بعد میں نے دیوبندی مناظر مولوی ارشاد احمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ایک اعلیٰ حضرت کو تو آپ لوگ برداشت نہیں کر سکے اور اپنے بت خانے میں درجنوں اعلیٰ حضرت آپ حضرات نے سجا رکھے ہیں۔ جب آپ کے یہاں لفظ اعلیٰ حضرت کا استعمال حضور کے مقابلے میں رائج ہے تو اب صاف صاف اقرار کیجئے کہ آپ حضرات نے اپنے علماء کو اعلیٰ حضرت لکھ کر حضور سے بھی بڑھا دیا ہے۔

میری اس تقریر کا جواب دینے کے لئے وہ کھڑے ہوئے تو ان پر ایسی آسیبی کیفیت طاری تھی کہ میرے الزام کا جواب دینے کے بجائے انہوں نے غیر متعلق باتوں میں اپنا سارا وقت ضائع کر دیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے انہیں للکارتے ہوئے کہا کہ لفظ اعلیحضرت پر اعتراض کرنے میں تو آپ بہت بہادر تھے لیکن میرے الزامات کا جواب دینے سے آپ اپنی جان کیوں چرا رہے ہیں ابھی تو میں نے آپ کا وہ دفتر بھی نہیں کھولا ہے جس میں گنگوہی صاحب کے کالے کالے بندوں کو آپ حضرات نے یوسف ثانی لکھا ہے۔تھانوی صاحب کی رسالت و نبوت کا کلمہ پڑھتے ہوئے ان پر درود بھیجا ہے، گنگوہی صاحب کی تربت کو طور سے تشبیہ دے کر انہیں مخاطب کرتے ہوئے رب ارنی کہا ہے۔مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے لباس میں آپ نے خدا کو چلتا پھرتا دیکھا ہے۔میرے ان تابڑ توڑ حملوں سے وہ اتنے بدحواس ہو گئے کہ اب ان میں جواب دینے کی سکت باقی نہیں رہی اور مناظرے کا پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا۔

دوسرے راؤنڈ میں مولوی طاہر گیاوی دیوبندی مناظر کی حیثیت سے میرے سامنے آئے۔میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں "تحذیر الناس" کے حوالوں سے دعویٰ کیا کہ تحذیر الناس کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی حضور کو نبی نہیں مانتے ہیں حالانکہ لفظ خاتم النبیین جو قرآن کی آیت کا ایک حصہ ہے لا نبی بعدی کے لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی ہے جس کے معنی آخری نبی کے ہوتے ہیں لیکن نانوتوی صاحب اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے لفظ سے حضور کو آخری نبی سمجھنا یہ ناسمجھ لوگوں کا کام ہے معاذ اللہ! اس ایک جملے میں انہوں نے حضور پر ناسمجھ ہونے کا بھی الزام عائد کیا اور لانبی بعدی کا بھی انکار کیا۔ایک ساتھ انہوں نے دو کفر کا ارتکاب کیا۔میں نے دیوبندی مناظر کو للکارتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں کفر نانوتوی صاحب کے سر سے آپ اٹھا سکتے ہوں تو اٹھائیے ورنہ اقرار کیجئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح وہ بھی منکر ختم نبوت ہیں کافر ہیں، مرتد ہیں۔

اس مناظرے میں دیوبندی کفریات پر اتنی جاندار بحثیں ہوئیں کہ دیوبندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔اگر مناظرے کی روداد چھپ گئی ہوتی تو دیوبندیوں کے کفر پر بہت بڑی دستاویز ہوتی۔ [1]

دیگر مناظروں کی طرح اس مناظرہ میں بھی حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے اہل سنت کے مناظر کو بہت اہم اور مفید ہدایتیں دیں اور صدارت کی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا اس کی تفصیل کافی طویل ہے۔ بعض اہم ہدایتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں:-

مشہور خارجی منافق ذوالخویصرہ جس نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں زبان درازی کی تھی اور غزوۂ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم کے وقت یہ گستاخانہ الفاظ کہے تھے "اعدل یا محمد" الملفوظ شریف میں اسے وہابی کہا گیا ہے۔دیوبندی مناظر نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ ذوالخویصرہ صحابی تھا، ثبوت میں ایک وعظ کی کتاب کا حوالہ دیا جس میں یہ مذکور تھا کہ جس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا ان کا نام ذوالخویصرہ تھا اور وہ صحابی تھے۔

اس کے جواب کے لئے ایک طرف حضرت علامہ عاشق

[1] سوغات رضا، صفحہ ۴۳ تا ۴۵

الرحمٰن حبیبی صاحب نے شفاء قاضی عیاض اور اس کی شرح ملاعلی قاری کے حوالے سے اور حضرت شارح بخاری نے اسد الغابہ سے اپنے مناظر کو یہ تفصیل دکھادی کہ ذوالخویصرہ دو ہیں ایک یمانی اور دوسرا تمیمی۔ مسجد میں جنہوں نے پیشاب کیا تھا وہ یمانی ہیں اور ضرور صحابی رسول ہیں اور گستاخی کرنے والا ذوالخویصرہ تمیمی ہے جو بلاشبہ خارجی اور منافق تھا۔

اس کے جواب میں دیوبندی مناظر نے کہا کہ ملاعلی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ مسجد میں پیشاب کرنے والا ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔ حضرت شارح بخاری نے اپنے مناظر کو ہدایت دی کہ یہی ملاعلی قاری شرح شفاء میں لکھتے ہیں کہ مسجد میں پیشاب کرنے والے ذوالخویصرہ یمانی تھے اور اسد الغابہ اور سیرت صحابہ کی دوسری کتابوں میں بھی یہی ہے۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ مسجد میں پیشاب کرنے والے ذوالخویصرہ یمانی تھے۔ رہ گیا مرقاۃ کتاب الطھارۃ میں انہیں بجائے یمانی کے تمیمی بتانا تو یہ سہو کتابت اور ناقلین کی غلطی ہے کیونکہ یہی ملاعلی قاری اسی مرقاۃ جلد خامس میں لکھتے ہیں کہ ذوالخویصرہ تمیمی منافق تھا، نیز یہ دیکھئے مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۳۴۱ پر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث درج ہے اتاہ ذو الخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم۔ اسی کے صفحہ ۳۴۰ پر سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت یہ ہے کہ اسی ذوالخویصرہ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق فرمایا۔ شرح مسلم للنووی میں شفا قاضی عیاض کے حوالے سے یہی تحریر ہے کہ تمیمی ذوالخویصرہ منافق تھا۔ اب ہر صاحب ایمان فیصلہ کرے کہ جو بدزبان منافق، حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "اعدل یا محمد اتق اللہ" کہے کیا وہ مسلمان ہوگا؟

جب اسی تفصیل کو مناظر اہل سنت علامہ ارشد القادری دام ظلہ نے اپنے انداز میں بیان فرمایا تو پورا مجمع عش عش کر رہا تھا اور دیوبندیوں کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

مناظرۂ جھریا

بہار کے ضلع دھنباد کا شہر جھریا کول فیلڈ، کوئلے کی کانوں کی وجہ سے ملک بھر میں متعارف ہے۔ ۱۹۷۸ء کے اوائل میں دیوبندی مولویوں نے اس علاقہ میں بڑی اشتعال انگیز اور دل آزار تقریریں کیں اور علماء اہل سنت کو بار بار چیلنج دیا جس سے ماحول کافی حساس اور گرم ہو گیا جو ایک عظیم الشان مناظرہ کا پیش خیمہ اور وہابیوں کی بدترین ذلت کا سامان بن کر ٹھنڈا ہوا۔ اس مناظرہ کی ایک مختصر روداد مکتبہ جام نور دہلی سے شائع ہو چکی ہے، اس کے آغاز میں مرتب رقمطراز ہیں:۔

جھریا کول فیلڈ جو سارے ملک میں کوئلہ کی کانوں کے لئے مشہور ہے، اب سے چند ماہ پیشتر اس علاقے میں اہل سنت کے خلاف مولوی ارشاد احمد مبلغ دیوبند، مولوی نور محمد ٹانڈوی، مولوی عارف سنبھلی مدرس ندوۃ العلماء لکھنؤ اور امارت شرعیہ بہار کے مبلغ مولوی ضیاء اللہ کی اشتعال انگیز سرگرمیوں کے نتیجے میں یہاں مناظرہ کا ماحول پیدا ہوا اور مولوی ارشاد احمد دیوبندی نے اپنے متعدد جلسوں میں علماء اہل سنت کو نام لے کر للکارا اور انہیں مناظرہ کا چیلنج دیا۔ بڑی مشکلوں سے انہیں گھیرا گیا اور بات کا سلسلہ آگے بڑھا یہاں تک کہ ۷؍جنوری ۱۹۷۸ء کو جھریا کی چھوٹی مسجد میں حضرت علامہ ارشد القادری اور مولوی ارشاد احمد صاحب کی موجودگی میں جھریا کے معززین و عمائدین جمع ہوئے اور مناظرہ کے لئے ۲۲؍۲۳؍۲۴؍ اپریل ۱۹۷۸ء کی تاریخ مقرر ہو گئی اور مناظرہ کے انتظام کے لئے بائیس افراد پر مشتمل ایک مناظرہ کمیٹی کی تشکیل بھی عمل میں آ گئی جس کے دو سربراہ مقرر کئے گئے۔ ایک جناب واجد حسین صاحب فروٹ مرچنٹ اور دوسرے جناب تراب علی صاحب۔ مناظرہ گاہ کے لئے سندری روڈ پر نیچے کلی کا میدان مقرر ہوا تھا لیکن پولیس نے امن عامہ کے پیش نظر جھریا کی جامع مسجد کو زیادہ پسند کیا۔ مناظرہ کا وقت صبح نو بجے تا ۱۲ بجے دن اور شب میں نو بجے تا ۱۲ بجے رات کمیٹی نے طے کیا تھا۔ [1]

اس مناظرہ کی دو خصوصیت تھی۔ پہلی یہ کہ اس میں ہمارے اکابرین اچھی خاصی تعداد میں شریک ہوئے، عوام کا مجمع چالیس ہزار

[1] روداد مناظرہ جھریا۔ صفحہ ۲

سے زائد تھا۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اس سے قبل جتنے بھی مناظرے ہوئے سب میں اہل سنت کا یہ مطالبہ ہوتا تھا کہ دیوبندی اکابر، اسلام سے خارج ہیں اس لئے دیوبندی مناظران کا کفر اٹھائیں اور مسلمان ہونا ثابت کریں لیکن اس مناظرے میں شرائط طے کرتے وقت دیوبندیوں نے اصرار کیا کہ اہل سنت مناظر بھی اپنے اکابر کا مسلمان ہونا ثابت کریں گے۔

اس مناظرہ میں اہل سنت کے مناظر رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری دام ظلہ تھے اور صدارت کے لئے پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری قدس سرہٗ کا اسم گرامی پیش کیا جس کی تائید حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے فرمائی۔ دیوبندیوں کی جانب سے کافی تاخیر اور بحث کے بعد مولوی ارشاد احمد مبلغ دیوبند صدر بنائے گئے اور مناظر کی حیثیت سے مولوی طاہر گیاوی کے نام کا اعلان ہوا۔

پروگرام کے مطابق ۲۲راپریل ۱۹۷۸ء کو وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی صبح ساڑھے آٹھ بجے علماء اہل سنت کتابوں کے ساتھ مناظرہ گاہ میں تشریف لے گئے جب کہ دیوبندی آدھ گھنٹہ تاخیر سے ساڑھے نو بجے پہنچے۔ مناظر اور صدر کے ناموں کا اعلان ہونے کے بعد مناظرہ شروع ہوا۔ دیوبندیوں سے اہل سنت کے اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ مناظر اہل سنت نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حفظ الایمان کی عبارت پیش کی اور ثابت کیا کہ شان رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے مولوی اشرف علی تھانوی اور انہیں مسلمان اور پیشوا ماننے کی وجہ سے دیوبندی کافر و مرتد ہیں۔ دیوبندی مناظر نے نہ اس عبارت کی کوئی توجیہ کی نہ اسے ریخ کیا بلکہ الملفوظ کی ایک عبارت پیش کرکے کہا کہ اس عبارت سے کفر ثابت ہوتا ہے اس لئے آپ صاحب ملفوظ کا اور اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں۔ علامہ ارشد القادری صاحب نے اس کی جوابی تقریر میں گرجتی ہوئی آواز میں للکارتے ہوئے کہا:

طاہر صاحب! آپ اگر مناظرہ کے اصول سے واقف ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے بحث میں سبقت کرکے مدعی کی حیثیت حاصل کرلی ہے اس لئے صفائی پیش کئے بغیر ... جس نے ہمیں کافر کہا ہو، مولوی نور محمد خلاف کوئی الزام قائم کرنا اصولی طور پر صحیح نہیں ہے لہٰذا جب تک آپ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیں گے اس وقت تک آپ کے سوال کے جواب کی کوئی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی اور شرائط متفقہ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے ایک موضوع پر بحث ہولے گی پھر دوسرے موضوع پر ہوگی اور جو اس شرط یا دوسری شرطوں کی خلاف ورزی کرے گا اس کی شکست تسلیم کی جائے گی اور آپ نے موضوع سے فرار کرکے دوسری بحث چھیڑی ہے اس لئے اصولاً یہ آپ کی شرمناک شکست ہے۔ اس لئے پہلے آپ ہمارے سوال کا جواب دیں۔

طاہر صاحب! سب سے پہلے آپ اپنی حیثیت پہچانیں کہ آپ اپنی جماعت کے نمائندہ اور وکیل ہونے کی حیثیت سے ہمارے مخاطب ہیں۔ اپنی ذاتی حیثیت میں آپ ہمارے قطعاً مخاطب نہیں ہیں، اس لئے آپ سب سے پہلے اپنے اکابر کی طرف سے ہمارے خلاف کفر کا فتویٰ دکھلایئے۔ اگر آپ کے اکابر نے ہمارے خلاف کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا ہے تو ہم سے یہ مطالبہ کرنا کہ ہم اپنا اسلام ثابت کریں، اسے جہالت اور حماقت کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ اور جہاں تک ہمارے مسلمان ہونے کا تعلق ہے تو اس کے ثبوت کے لئے خود آپ کے دیوبندی اکابر کی شہادتیں آپ تمام حضرات پر حجت ہیں کیونکہ شرائط مناظرہ کے مطابق ہر فریق کے اکابر کی تحریر دوسرے فریق پر حجت ہوگی۔

پھر اس کے بعد مناظر اہل سنت نے کمالات اشرفیہ اور فتاویٰ دیوبند کے سابقہ اور حالیہ حوالے پیش کردیئے جس میں یہ تحریر تھا کہ بریلوی ہمارے نزدیک مسلمان ہیں، ان کی اقتداء میں نماز ہوجائے گی۔

حضرت علامہ ارشد القادری کی تقریر کے بعد دیوبندی مناظر کھڑے ہوئے اور ان تمام مطالبات سے صرف نظر کرکے پھر الملفوظ کی ایک عبارت پڑھی اور کہا کہ صاحب الملفوظ کافر ہوگئے لہٰذا ان کا مسلمان ہونا ثابت کیجئے۔ پھر مناظر اہل سنت نے اس کا محاسبہ کیا اور مطالبات دہرائے اس طرح تین بار ہوا اور ہر بار دیوبندی مناظر الملفوظ کی ایک نئی عبارت پیش کرکے کہتا اپنا مسلمان ہونا ثابت کیجئے۔ چوتھے راؤنڈ میں اس شدید مطالبہ کے بعد کہ آپ اپنے کسی ...

ٹانڈوی نے اپنے بکس سے ایک کتاب نکال کر مولوی طاہر کو دی اور چپکے سے کان میں کچھ کہا۔ اس کے بعد دیوبندی مناظر مولوی طاہر کھڑے ہوئے اور بڑے زناٹے دار لہجہ میں کہا کہ لیجئے آپ کا اصرار ہے کہ ہم آپ کے اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنے اکابر کا کوئی فتویٰ دکھلائیں۔ دیکھئے یہ کتاب ''قطع الوتین'' ہے جس کے مصنف مولانا مرتضیٰ حسن دربھنگی سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند ہیں اس کتاب کے صفحہ ۱۶ ار پر لکھا ہوا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کافر ہیں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں، دشمن رسول ہیں اور لعنت کے مستحق ہیں۔ اتنا سنتے ہی حضرت شارح بخاری نے فرمایا:-

کتاب میں یہ عبارت ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ یہ غلط کہتے ہیں بالکل غلط۔ پھر مناظر اہل سنت نے تصحیح نقل کے لئے کتاب مانگی تو انہوں نے کتاب دکھلانے سے انکار کردیا۔ جو اصول مناظرہ کے بالکل خلاف ہے۔ اہل سنت کے صدر حضرت مجاہد ملت نے دیوبندی صدر مولوی ارشاد دیوبندی سے کہا کہ اصول مناظرہ کے اعتبار سے آپ لوگوں پر لازم ہے کہ کتاب دکھائیں آپ اپنے مناظر کو حکم دیجئے کہ وہ کتاب ہمیں دکھلائیں۔ آپ اطمینان رکھیں میں ذمہ دار ہوں کتاب ضائع نہیں ہوگی مگر پھر بھی دیوبندی مناظر نے کتاب نہیں دی۔ اس پر سارا مجمع چیخ اٹھا۔ ''کتاب دکھاؤ، کتاب دکھاؤ'' کچھ جوشیلے نوجوان دیوبندیوں کے اسٹیج کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ شرافت سے کتاب دکھاؤ ورنہ ہم چھین لیں گے۔ دیوبندی مولویوں کی حالت خراب تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ذمہ داروں نے بڑی مشکل سے مجمع کو قابو میں کیا اور فریقین کی جانب سے جلسہ کے کنٹرولر جناب واجد حسین صاحب ان کے اسٹیج پر پہنچ گئے اور کہا کہ اصول کے اعتبار سے آپ کو کتاب دکھانی ہے۔ وہ عبارت کتاب میں کہاں ہے، آپ مجھے بتا دیجئے میں علمائے اہل سنت کو دکھادوں پھر کتاب آپ کو واپس کردوں گا پھر بھی وہ کتاب دینے پر آمادہ نہ ہوئے تو کتاب ان کے ہاتھ سے چھین کر وہ صفحہ دیکھا تو کتاب کے ابتدائی اوراق غائب ملے اور کتاب کے اندر الگ سے ایک سفید کاغذ رکھا ہوا تھا اسی کو دیوبندی مناظر پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اس عبارت کا کتاب میں کہیں پتہ نہیں۔ واجد حسین [illegible] خانۂ خدا میں یہ عیاری، مکاری، خیانت اور فریب دونوں فریق کی عوام کے سامنے پیش کردیا جس کے ردعمل میں شرم شرم کی آواز سے پورا مجمع گونج اٹھا اور ہر طرف سے ایسی تھوتھو ہوئی کہ شرم کے مارے سارے دیوبندیوں کے سر جھک گئے۔ کچھ جذباتی قسم کے دیوبندی نوجوان مولوی طاہر گیاوی کو مسجد کے اندر لے گئے اور وہاں اسے اتنا ذلیل کیا کہ مارے دہشت کے اس نے پیشاب کردیا۔ اس کے بعد جلسہ میں ابتری پھیل گئی۔ مجمع کا اشتعال دیکھ کر علمائے اہل سنت نے صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کردیا جس کے احترام میں مجمع بھی خاموش ہوکر صلوٰۃ وسلام میں شریک ہوگیا۔ اس شرمناک رسوائی سے دیوبندی مولوی اتنے سراسیمہ تھے کہ صلوٰۃ وسلام میں وہ بھی کھڑے ہوگئے جلسہ کے اختتام پر کنٹرولر حضرات کی طرف سے اعلان ہوا کہ مناظرہ کی پہلی نشست آج بارہ بجے دن میں ختم کی جاتی ہے اب دوسری نشست اسی مسجد میں بعد نماز عشاء نو بجے رات سے شروع ہوجائے گی۔

بعد نماز عشاء جب علمائے اہل سنت مسجد میں تشریف لائے تو دیوبندی اسٹیج بالکل خالی تھا۔ جب ایک گھنٹے تک انتظار کے بعد بھی دیوبندی مناظرین نہیں آئے تو علمائے اہل سنت تکبیر و رسالت اور فتح مبین زندہ باد کے نعروں کی گونج میں ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ ایک میدان میں تشریف لائے اور وہاں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع کو مناظرے کی پوری روداد سنائی۔ جشن فتح کے اس اجلاس میں شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی دام ظلہ، مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ، خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی، قائد ملت مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب، مولانا محمد میاں کامل سہسرامی کی نہایت کامیاب اور موثر تقریریں ہوئیں۔ اس مناظرہ میں ہمارے اکثر مشائخ نے شرکت فرمائی جن میں مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری قدس سرہٗ، امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ، استاذ العلماء علامہ ضیاء الحسن سہسرامی قدس سرہٗ، حضرت مولانا محمد حسین سنبھلی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ علیہ الرحمہ، تاج الاسلام جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت [illegible] مولانا شاہ المصطفیٰ امجدی علیہ الرحمہ

کے اسماء گرامی خاص طور سے اہمیت کے حامل ہیں۔

جھریا کے اس مناظرہ میں اللہ عزوجل نے اہل سنت کو جو روشن فتح مبین عطا فرمائی اس کی نظیر کم ملے گی۔

مناظرۂ بجرڈیہہ

بنارس جیسے تاریخی شہر میں غیر مقلدیت عرصے سے ہے۔ بجرڈیہہ اسی شہر کا ایک مضافاتی محلہ ہے جہاں ۱۸/۱۹ر جون ۱۹۷۸ء کو غیر مقلدین نے اپنا جلسہ کیا۔ اس اجلاس میں غیر مقلدوں کے مشہور مدرسہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولوی شمس الحق، مولوی صفی الرحمن مبارکپوری اور مولوی اسلم کانپوری نے اہل سنت کے معمولات وافکار کے خلاف بڑی دل آزار تقریریں کیں جس سے بجرڈیہہ کا پورا ماحول حساس ہوگیا۔ اہلسنت نے ان کے جواب میں ۲۵/۲۶ر جون ۱۹۷۸ء کو اپنا اجلاس رکھا جس میں شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی دام ظلہ، علامہ صوفی نظام الدین بستوی، مولانا قاری ربانی جبلپوری نے دلائل سے لبریز شاندار تقریریں فرمائیں۔ حضرت شارح بخاری نے ایسے ایسے ایرادات غیر مقلدوں کے افکار ومعمولات پر وارد کئے، ان کے عقائد کی ایسی نقاب کشائی فرمائی کہ بر سر بازار رسوائیاں ان کا منہ تکنے لگیں۔ ساتھ ہی اہل سنت کی سچائی حقانیت اور استحکام کو کتاب وسنت کی شاندار تائیدات سے مزین کرکے پیش فرمایا جس سے اہل حق کا روئے تاباں سچائیوں کی چاندنی سے دمک اٹھا اور غیر مقلدین تلملا کر رہ گئے۔ اس تقریر نے ان پر ایسی سراسیمگی طاری کردی کہ چند ہی دنوں کے بعد انہوں نے ۲۹ر جون کو پھر اپنا اجلاس کر ڈالا جس میں مغلظات تک کے مظاہرے ہوئے۔ بہتان طرازی کی انتہا یہ ہوئی کہ دوران تقریر مولوی صفی الرحمن مبارک پوری نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”نئی تقریریں“ میں معاذ اللہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافر لکھا ہے، اتفاق سے فوراً جامعہ حمیدیہ رضویہ کے ایک طالب علم نے حوالہ کا مطالبہ کر ڈالا تو بغلیں جھانکنے لگے۔ ایک تو پہلے ہی سے ماحول حساس تھا ایسی مسموم تقریر کے بعد اور زیادہ گرم ہوگیا۔ علاقہ کے دانشمند طبقے کی نشست ہوئی اور دونوں فریق سے رابطہ قائم کرکے یہ قرار پایا کہ ایسے اجلاس کا سلسلہ بند ہونا چاہئے ورنہ فساد کا اندیشہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے علماء کی نمائندگی میں عوام کے سامنے اپنی اپنی حقانیت سنجیدہ انداز میں دلائل کی روشنی میں ثابت کریں۔ اسی قرارداد کے مطابق ۷ر شعبان ؁۰۰۰۰ مطابق ۱۴ر جولائی ۱۹۷۸ء کو فریقین کے علماء بجرڈیہہ پہنچے۔ اہل سنت کی نمائندگی شارح بخاری دام ظلہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری دامت برکاتہم اور چند علمائے بنارس فرمارہے تھے۔ اور غیر مقلدین کے ترجمان مدرسہ سلفیہ کے علماء اور دہلی کے امام غیر مقلدین تھے۔ دہلی کے امام صاحب تو مناظرہ کے نام ہی سے چراغ پا ہوکر واپس لوٹ گئے۔ باقی علماء نے مناظرہ کے لئے اپنے موضوعات پیش کئے۔ اہل سنت کا موضوع تھا ”آج کل غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہیں“ اور غیر مقلدین نے کہا مناظرہ وسیلۂ مروجہ پر ہوگا۔ تھوڑی سی ردوقدح کے بعد فریقین اس بات پر تیار ہوگئے کہ مناظرہ دونوں موضوع پر ہوگا۔ اہل سنت نے وسیلۂ مروجہ کی حیثیت شرعی کی وضاحت چاہی تو غیر مقلدوں نے چند قیدوں کے اضافہ کے ساتھ کہا کہ وسیلۂ مروجہ ان کے نزدیک شرک ہے۔ پھر چار بجے صبح تک کی طویل گفتگو کے بعد فریقین کی رضامندی سے شرائط کی فہرست بھی تیار ہوگئی، کچھ مرحلے باقی تھے، انہیں طے کرنے کے واسطے فریقین ۲۲ر جولائی ۱۹۷۸ء کو جمع ہوئے۔ شرائط کی پہلی اور دوسری دونوں نشستوں میں غیر مقلدین ضد، ہٹ دھرمی اور بیجا بحثوں سے معاملے کو الجھاتے رہے، جس سے ہر ایک پر واضح ہوگیا کہ یہ مناظرہ سے جان بچانا چاہتے ہیں لیکن اہل سنت بہر حال مناظرہ کے حق میں تھے تاکہ حق واضح ہوجائے اس لئے بہت سے مرحلوں پر ان کی ضد تسلیم کرلی تاکہ کسی طرح تو مناظرہ ہوجائے اور لوگ ان کی گمراہی سے واقف ہوجائیں۔ مناظرہ سے فرار کے شواہد یہ ہیں:-

① اہل سنت کا موضوع غیر مقلدوں کے اعتقاد پر زبردست چوٹ تھی جس کا دفاع ان کے لئے سب سے اہم تھا۔ لیکن وہ اس پر مناظرہ کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہورہے تھے۔ تو اہل سنت نے چند قیدوں کے ساتھ دونوں موضوع پر مناظرے کی پیشکش کی جسے بڑی مشکل سے تسلیم کیا۔ اہل سنت اپنے موضوع کی اہمیت کی بنیاد پر اسی پر [illegible] تھے لیکن وہ بضد تھے کہ ہمارے موضوع پر پہلے

مناظرہ ہوگا جسے اہل سنت نے مان لیا۔

② شرائط طے کرتے وقت ہی حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے بار بار دعویٰ کی تشریح چاہی اور دونوں نشستوں میں یہ مطالبہ ہوا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے جب کہ انہوں نے اہل سنت سے دعویٰ کی تشریح کے بغیر شرائط پر دستخط سے انکار کردیا۔ اہل سنت نے یہ ضد بھی مان لی۔

③ شرط نمبر آٹھ یہ تھی:

"اہل حدیث کے خلاف حجت صرف قرآن مجید، احادیث صحیحہ و حسن مرفوعہ ثابتہ اور اجماع امت و قیاس شرعی حسب تصریحات بالا سے قائم کی جاسکتی ہے۔ کسی بھی اہل حدیث عالم کا قول ان کے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس قول کی بنا پر جماعت اہل حدیث پر کوئی حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے"۔

اس شرط پر بحث کے دوران دلچسپ بات یہ ہوئی کہ مولوی شمس الحق اور تمام حاضرین غیر مقلدین نے یہ کہا کہ ہمارے اہل حدیث علماء کا قول ہم پر حجت نہ ہوگا۔ حضرت محدث کبیر دام ظلہ نے فرمایا ہر جماعت کے علماء ہی اپنی جماعت کے ترجمان ہوتے ہیں، اس لئے آپ اپنے علماء کے اقوال سے گریز نہیں کرسکتے۔ اگر ان کا کوئی قول آپ کو تسلیم نہ ہو تو کم از کم آپ اسے غلط قرار دیں۔ پھر آپ کی نگاہ میں آپ کے علماء جب اس قدر نا قابل اعتماد ہیں تو شرائط مناظرہ سے کیا حاصل؟ کل مناظرہ کے دوران آپ کی جماعت کا مناظر کہہ سکتا ہے کہ ہمارے علماء کا قول ہم پر حجت نہیں لہٰذا ہم ان شرائط کے پابند نہیں۔ اسی طرح مناظرہ ہونے کے بعد بھی آپ کی جماعت یہی کہے گی کہ یہ ایک اہل حدیث کی بحث ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ غیر مقلدین اس کا کوئی جواب نہ دے سکے البتہ وہ اس پر مصر رہے کہ ہم اپنے علماء اہل حدیث کے اقوال کو اپنے خلاف استعمال نہ ہونے دیں گے نہ انہیں غلط کہیں گے۔ بہر کیف اہل سنت نے ان کی یہ شرط بھی تسلیم کرلی کہ وہ کسی طرح تو سامنے آئیں۔

④ اولاً مناظرہ کی تاریخ ۱۹ر تا ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء فریقین کی رضامندی سے طے تھی لیکن جب اہل سنت وقت پر پہنچے تو عین وقت پر حکام ضلع نے پرمیشن منسوخ کردیا۔ بہانہ اندیشہ فساد کا تھا اہل سنت کی بڑی جانفشانہ کوششوں اور اصرار سے ۲۳ر تا ۲۶ر اکتوبر کو پرمیشن ملا۔

روداد مناظرہ کے مقدمہ نگار لکھتے ہیں:۔

الحاصل بڑی کدوکاوش کے بعد حکام اس شرط پر پرمیشن دینے کے لئے راضی ہوئے کہ مناظرہ کارپوریشن ہال میں ہوگا، جس میں کمیٹی اور علماء کے علاوہ ہر فریق کے ۳۰/۳۰ افراد کو داخلے کی اجازت ہوگی۔ [1]

جب کہ پہلے طے تھا کہ عام عوام کے سامنے کھلے بندوں مناظرہ ہوگا۔ یہ جان بچانے کی چوتھی تدبیر تھی۔ اس طرح وہ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالتے رہے لیکن اہل سنت اس بت طناز کو جلوہ آرائی کے لئے برسر عام لے ہی آئے۔

اس مناظرہ میں اہل سنت کی جانب سے ان اکابرین نے شرکت کی:۔

۱ مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن قادری قدس سرہٗ (صدر اہل سنت)
۲ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری دام ظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور (مناظر اہل سنت)
۳ شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
۴ علامہ قاضی شمس الدین جعفری جونپوری علیہ الرحمہ
۵ بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دام ظلہ
۶ پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ
۷ قاضی شریعت علامہ محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ
۸ علامہ عبد اللہ خاں عزیزی دام ظلہ
۹ علامہ عاشق الرحمٰن حبیبی دام ظلہ۔ وغیرہ

غیر مقلدوں کی جانب سے مولوی صفی الرحمٰن اعظمی مناظر تھے۔ اور حکیم ابوالحسن عبید اللہ صدر اور مدرسہ سلفیہ کے مولوی حضرات معاونین۔ یہ تحریری مناظرہ دو نشستوں میں چار دن تک بنارس نگر مہاپالیکا کے ہال میں ضلعی انتظامیہ کی نگرانی میں چلتا رہا۔

اس مناظرہ میں حضرت شارح بخاری نے مناظر اہل سنت کی معاونت میں جو اہم کردار ادا کیا وہ روداد مناظرہ سے خوب ظاہر ہے۔ اس مناظرہ کی روداد دونوں فریق کی جانب سے چھپ چکی ہے۔

[1] سنان جانگاہ بدل غیر مقلدان گرا...

اہلسنت کی روداد شرک کے مفہوم کی وضاحت کے سلسلہ میں بہت اہم اور قابل مطالعہ ہے۔ یہ پوری روداد حضرت شارح بخاری کی ترتیب دادہ ہے۔ جس میں آپ نے ہر تحریر کے شروع میں بڑے ہی قیمتی نوٹ کا اضافہ فرمایا ہے جو کہیں کہیں مبسوط ہے اور نقد ونظر کے بہت سارے اہم اور گرانقدر گوشے لئے ہوئے ہے جن سے حضرت کی مناظرانہ صلاحیت، نقاد ذہن، طبعی جودت اور تجزیاتی ذہن وفکر کی بہترین عکاسی ہوتی ہے۔

اس مناظرہ میں پہلے موضوع کے تعلق سے فریقین کی پانچ پانچ تحریریں پیش ہوئیں اور دوسرے موضوع کے تعلق سے دو دو جو مکمل روداد مناظرہ "سنان جانکاہ بدل غیر مقلدان گمراہ" میں درج ہیں۔ اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے غیر مقلدین نے بدمذہبی سے توبہ کی اور دین و سنیت میں داخل ہوئے۔ روداد کے مقدمہ نگار لکھتے ہیں:-

شرائط مناظرہ طے کرتے وقت اہل سنت کے معقول مطالبات کے آگے غیر مقلد مولویوں کا عاجز آنا محسوس کرکے بجرڈیہہ کے دو غیر مقلدین اپنے اہل وعیال سمیت غیر مقلدیت سے توبہ کرکے سنی ہوئے۔ [1]

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور لکھتا ہے:-

بتاریخ ۲۶ راکتوبر دو بجے دن کو اختتام مناظرہ کا جیسے ہی اعلان ہوا پانچ بجے شام کو موضع لوہتا بنارس کے چند اشخاص حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں لوہتا لے گئے جہاں پانچ غیر مقلد تائب ہوئے اور داخل اسلام ہوکر سچے عاشق رسول بن گئے۔ [2]

مناظرۂ بدایوں

مولوی خلیل احمد بجنوری، بدایوں میں رہتے تھے۔ ابتداءً یہ بہت متصلب سنی بنتے تھے اور مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ چونکہ یہ صاحب بظاہر سنی تھے اور حضرت تاج العلماء جیسی ذات گرامی کے خلیفہ، اس لئے اطراف وجوانب کی کثیر خلقت ان سے مرید ہوگئی تھی۔ اور اچھا خاصہ حلقہ اثر پیدا ہوگیا تھا۔ ان کا سلسلۂ درس بھی جاری تھا اس لئے کئی ایک سنی گھرانے کے افراد ان کے شاگرد تھے اور عالم و فاضل، اس لئے بھی لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ لیکن ان تمام قدر افزائیوں کے باوجود اہل سنت کے خواص اور عوام سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ یہ اپنی نجی مجلسوں میں علماء اہل سنت کی غیبتیں کرتے سب کو احمق اور جاہل بتاتے تھے، اس کے برعکس دیوبندی علماء کی تعریف ان کے تقویٰ طہارت کے جھوٹے مصنوعی قصے بڑے انداز سے بیان کرتے بلکہ بعض لوگوں کے بیان کے مطابق وہابی علماء کی تعریف سے تھکتے نہیں تھے البتہ اخیر میں یہ ضرور کہتے کہ کیا بتائیں؟ یہ گمراہ ہوگئے۔ یہ بات بھی سب کے لئے باعث تعجب تھی کہ سنی بنتے ہوئے اہل سنت کی دانشگاہوں کے بجائے وہابیوں کے مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے بھیج رکھا تھا۔ مدرسہ امینیہ دہلی اور ندوہ لکھنؤ میں ان کے بچوں نے تعلیم حاصل کی۔ لیکن یہ عملاً اتنے سخت اور متصلب تھے کہ کسی کو ان سب باتوں کے باوجود شبہہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ اندر اندر کون ہیں؟

جب ان کے لڑکے تعلیم حاصل کرکے آچکے تو اچانک ان کے خیالات بدل گئے اور یہ کہنا شروع کردیا کہ میں دیوبندیوں کو کافر نہیں سمجھتا۔ جب چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو کسی سے کچھ کسی سے کچھ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس تضاد بیانی سے اور انتشار پیدا ہوا لیکن وہ اپنی جگہ مطمئن۔ اس معاملہ کے تصفیہ کے لئے مولانا مظفر علی سہوانی صاحب نے ان سے بالمشافہ گفتگو کی اور اس گفتگو کے چند پہلو نوٹ کرکے میرٹھ، سنبھل، مرادآباد، مبارکپور، براؤں شریف بطور استفتاء بھیجا۔ جواب آیا کہ ایسی صورت میں یہ وہابی ہوچکے ہیں۔ یہ سب فتاویٰ لے کر وہ مولانا بجنوری کے پاس پہنچے کہ دیکھئے حضرت آپ سے گفتگو ہوئی تھی اس کی روشنی میں اہل سنت کے دارالافتاؤں سے یہ جواب آیا ہے۔ اتنا سنتے ہی وہ آپے سے باہر ہوگئے اور پرانی روش کے مطابق فرمایا "یہ سب جاہل ہیں" ان مفتیوں کو آتا جاتا کیا ہے۔ میرے سامنے لاؤ تو معلوم ہو کہ فتویٰ کیسے لکھا جاتا ہے" اس پر مولانا مظفر صاحب نے کہا "علماء تو آپ کے سامنے آئیں گے ہی، میں اس وقت آپ کو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ پر دیوبندی ہونے کا حکم ہے اس لئے آپ اس سے توبہ کرلیں۔ لیکن اس مخلصانہ عرضداشت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر بدایوں کے احباب اہل سنت کی مشاورتی نشست میں طے کیا کہ مولانا بجنوری

---

[1] سنان جانکارہ بدل غیر مقلدان گمراہ۔ صفحہ ۱۳ [illegible]

سے چند تحریری سوالات کئے جائیں تاکہ ان کے جوابات آئیں، ان کی روشنی میں ان کا مسئلہ حل کیا جاسکے اور اس وقت ان کی تحریر، اس فیصلہ کے لئے دستاویز ہوگی۔ چنانچہ مولانا مظہر حسن قادری اور دیگر علماء بدایوں نے ایک سو تریپن سوالات مرتب کر کے مولانا بجنوری کے پاس رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجے۔ ایک سال تک صدائے برنخواست۔ ایک سال کے بعد وہی پہلے فتاویٰ ''اظہار حق'' کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دیئے گئے۔ اس مجموعۂ فتاویٰ کی اشاعت پر بھی ان پہ کوئی اثر نہ ہوا تو حالات دروں کی سنگینی کا علماء بدایوں کو یقین ہو گیا۔ اب علماء کا اضطراب یہ تھا کہ انہیں مارہرہ مطہرہ سے ایک نسبت بھی ہے اس لئے ان حالات سے وہاں کے بزرگوں کو بھی آگاہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ سیدی الکریم احسن العلماء حضرت علامہ مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی قدس سرہٗ کو ان حالات سے تفصیلاً مطلع کیا گیا۔ حضرت بکمال مہربانی بدایوں تشریف لائے۔ مولانا بجنوری سے گفتگو ہوئی تو آپ نے بھی ان اطلاعات کی تصدیق فرمائی۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ ان کا معاملہ چند اہم علماء کی موجودگی میں فیصل ہونا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے مولانا بجنوری سے فرمایا کہ آپ دیگر علماء کرام سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کرنا پسند کریں گے؟ مولانا راضی ہو گئے۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے عرس قاسمی کے موقع سے انہیں مارہرہ مطہرہ آنے کی دعوت دی لیکن وہ نہیں آئے۔ شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین جونپوری قدس سرہ بھی چند علماء کے ساتھ ان کی تفہیم کے لئے ۲۶ر صفر ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۵ر جنوری ۱۹۸۰ء کو بریلی شریف عرس رضوی میں ہوتے ہوئے بدایوں تشریف لائے اور تفصیلی گفتگو ہوئی۔ قریب تھا کہ یہ گفتگو کسی اہم نتیجہ تک پہنچ جاتی لیکن مولانا بجنوری کے چھوٹے لڑکے احمد میاں نے مداخلت کر کے معاملہ درہم برہم کر دیا پھر مولانا بھی دوسرے دن کہیں چلے گئے۔ غرض اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا اور قاضی صاحب نے بھی ان کے بدل جانے کی تصدیق کر دی۔ اس گفتگو میں مفتی غلام محمد خاں صاحب ناگپوری دام ظلہ بھی قاضی صاحب کے ساتھ تھے۔ جب یہ اپنے وطن ناگپور پہنچے تو ۲۷ر صفر ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۶ر جنوری ۱۹۸۰ء کے وعدہ کے مطابق ایک ماہ کے اندر متعدد سوالات رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجے لیکن جواب ندارد۔ متعدد تقاضے ہوئے، ماہنامہ ''المیزان'' بمبئی میں ان سوالات [illegible] کی اشاعت بھی ہوئی لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔

۱۴۰۱ھ کے عرس قاسمی میں مولانا بجنوری کے بڑے صاحبزادے عتیق احمد پندرہ صفحات پر مشتمل ایک تحریر لے کر پہنچے جو ان کے والد کی وہابیت کی دستاویز تھی۔ سبھی علماء کرام کو سخت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد ۲۱ر صفر کو علماء اہل سنت کا قافلہ بدایوں پہنچا جس میں شارح بخاری دام ظلہ، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی دام ظلہ، مفتی غلام محمد خاں صاحب دام ظلہ، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ایک تحریر کے ذریعہ مولانا بجنوری کو علماء اہل سنت کی تشریف آوری کی اطلاع دی گئی۔ انہوں نے عذر کیا کہ ۲۶ر صفر کو مجھے بجنور ایک شادی میں شرکت کی غرض سے جانا ہے۔ علماء نے فرمایا کہ آج تو ۲۱ر صفر ہے آج ہی گفتگو ہو جائے لیکن وہ کسی طور سے راضی نہ ہوئے۔ پھر فریقین کے اتفاق رائے سے باضابطہ مناظرہ کی تاریخ ۲۹ر۳۰ر ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۶ر۷ر مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ سنیچر طے ہو گئی اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ تاریخ فیصلہ کن ہو گی اب کسی عذر اور حیلہ کو نہ سنا جائے گا۔ ادھر مولوی خلیل نے بھی ایک اشتہار مناظرہ شائع کر کے عوام کو دعوت دیدی جب کہ طے یہ تھا کہ صرف علماء کے درمیان مخصوص نشست میں گفتگو ہوگی۔

بہر کیف ! مقررہ تاریخ آئی اور علماء اہل سنت ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ جمعہ کی صبح تک پہنچ گئے۔ جن میں جانشین مفتی اعظم تاج الاسلام علامہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ شارح بخاری، فقیہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی دام ظلہ، شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مشاہد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ، علامہ مفتی غلام محمد خاں رضوی ناگپوری، مولانا مفتی مجیب اشرف، علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی، مولانا محمد ایوب نعیمی مراد آبادی، علامہ مفتی مظفر احمد داتا گنجوی، مولانا مظفر علی سہسوانی، مولانا محمد حنیف خاں رامپوری قابل ذکر ہیں۔

جمعہ سے پہلے تحریر بھیجی گئی تو مولانا بجنوری اپنے موضوع ''دیوبندیوں کی تکفیر سے کف لسان'' پر گفتگو کرنے سے صاف انکار کر گئے۔ لیکن ان کا اشتہار یہاں ان کے گلے کا پھندہ بن گیا اس لئے [illegible] گفتگو [illegible] کر سکے پھر فرار کی یہ تدبیر نکالی کہ مناظرہ کے لئے

حکم مقرر ہونا چاہئے۔ حکم کے بغیر گفتگو نہیں ہوگی اور از خود حکم کے لئے تین نام پیش کئے جن میں ایک حافظ محمد سالم صاحبزادۂ مولانا مفتی عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ، دوسرے مولانا اقبال احمد صاحب اور تیسرے ایک صاحب اور تھے۔ اہل شہر اور علماء کرام بخوبی جانتے تھے کہ یہ تینوں افراد کبھی بھی حکم بننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اس لئے کوشش کی گئی کہ وہ بغیر حکم کے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن آمادہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔

جمعہ کی نماز سے پہلے مولانا مفتی مجیب اشرف صاحب نے شاندار تقریر کی اور وابستگیٔ دامن مصطفےٰ کی قدر و قیمت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کی اہمیت پر بہترین روشنی ڈالی۔ نماز جمعہ کے بعد شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی دام ظلہ نے بہت فاضلانہ تقریر فرمائی۔ کفر و اسلام کی سرحدیں، وہابیت کی ابتداء، دیوبندیوں کے عقائد ان کے متعلق علماء اسلام کے فتاویٰ، ان کی اہمیت، عظمت رسول، اہانت رسول کی سزا اور اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

''توہین رسالت کا معاملہ اتنا ہلکا نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے''

پھر اسے کتاب و سنت سے مدلل کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ شان رسالت میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا بھی کافر و مرتد ہے۔ ایسے شخص کی گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد جو شخص اسے کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ سلطان اسلام کے لئے شرعاً حکم ہے کہ جو شان رسالت میں گستاخی کرے اسے قتل کر ڈالے حتیٰ کہ اگر وہ گستاخ توبہ بھی کر لے پھر بھی نہ چھوڑے۔ اس شاندار و لولہ انگیز فاضلانہ تقریر کا اثر یہ ہوا کہ بدایوں کے مسلمانوں میں مولانا خلیل احمد بجنوری کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ایک عام بیزاری کا ماحول پیدا ہو گیا۔

بعد نماز جمعہ مولانا خلیل کے پاس شہر کے ذمہ دار حضرات پھر گئے لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے کہ بغیر حکم کے گفتگو نہیں کروں گا۔ اسی دوران بعض حضرات حافظ سالم صاحب کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اگر دونوں فریق آپ کو حکم بنا دیں تو کیا آپ حکم بننا قبول کریں گے؟ انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا اور علماء اہل سنت کا خیال سچ ثابت ہوا۔ اب حضرت شارح بخاری نے ان عمائدین شہر سے کہا جو گفتگو کے لئے درمیان میں واسطہ تھے:-

''آپ لوگ جائیے اور مولوی خلیل احمد سے لکھوا لائیے کہ آپ حکم کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں تو بتائیے اگر حکم فیصلہ کر دے گا کہ یہ چاروں اساطین دیوبند کافر و مرتد ہیں تو کیا آپ اس کو مان لیں گے؟ اگر ہاں تو لکھ کر دیدیجئے''۔

چنانچہ یہ حضرات گئے اور ان سے یہ بات کہی جسے سنتے ہی وہ چراغ پا ہو گئے اور اس قدر آپے سے باہر ہو گئے کہ لگتا تھا جنون کی حد تک پہنچ چکے ہیں پھر جب کچھ ٹھنڈے ہوئے تو کہا کہ پہلے ان لوگوں سے لکھوا لائیے پھر میں سوچوں گا۔ ان لوگوں نے آکر حضرت سے ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا ہم سے یہ مطالبہ بے جا ہے نہ ہم حکم کو کہتے اور نہ حکم کا کوئی قول ہم پر حجت۔ وہ چونکہ صبح سے حکم حکم کی رٹ لگائے ہوئے ہیں اس لئے ان کو یہ لکھ کر دینا ضروری ہے۔ آپ ہی لوگ بتائیں کہ جب وہ مناظرہ کے لئے حکم کو ضروری قرار دے رہے ہیں تو آخر اس کا کچھ فائدہ ہونا چاہئے کسی معاملے میں حکم اسی لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کے فیصلہ کو حکم بنانے والے تسلیم کریں۔ اب خود سوچیں کہ ایک طرف تو وہ حکم بنانے کی ضد بھی کر رہے ہیں اور پھر حکم کے فیصلے کو ماننے کے لئے تیار بھی نہیں۔ یہ کون سی تک ہے؟ پھر کچھ سوچ کر حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا:-

اب آپ لوگ ان سے جا کر کہئے کہ مولانا صاحب! ہم لوگ آپ کی وجہ سے سخت الجھن میں ہیں۔ ہم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دونوں فریق آمنے سامنے بیٹھ کر گفتگو کر لیں جسے سن کر ہم لوگ بھی اپنے لئے کوئی راہ منتخب کر لیں۔ یہ بس افہام و تفہیم کے لئے ایک نشست ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ آپ کو سمجھا لے جائیں یا آپ ان لوگوں کو سمجھا لیں اس طور سے یہ نزاع ختم ہو سکتا ہے۔ اس میں حکم کی کیا ضرورت؟

حضرت نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا کہ گفتگو کرتے وقت آپ لوگوں کا لہجہ ذرا تیز اور سخت رہے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے ان سے بات چیت کی کافی دیر تک لیت و لعل کرنے کے بعد بجنوری صاحب غیر مشروط طور پر گفتگو کے لئے آمادہ ہو گئے۔ علماء اہل سنت نے اسے خنداں پیشانی کے ساتھ قبول کیا۔ اس آمادگی کے پیچیدہ مراحل طے کرنے میں رات کے بارہ بج گئے اس لئے گفتگو کے واسطے ۷ر مارچ سنیچر کے دن ۱۰ بجے

کا وقت متعین ہوا اور نشست کے لئے بچن بھائی صاحب کی کوٹھی۔

علمائے اہل سنت نے باہمی مشاورت سے یہ طے کیا کہ اہل سنت کی جانب سے مناظر حضرت علامہ مشاہد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ اور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ ہوں گے اور حضرت مولانا مفتی غلام محمد خاں صاحب اور مولانا مجیب اشرف صاحب بطور معاون ساتھ رہیں گے۔

علمائے اہل سنت دس بجے مناظرہ گاہ میں پہنچ گئے لیکن مولانا بجنوری دس بج کر ۳۵ رمنٹ پر اپنے حاشیہ نشینوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ غیر مشروط پر بغیر کسی خاص موضوع کے تقریباً گیارہ بجے گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا مشاہد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے ان کے سارے اعتراضات کے جوابات دیئے پھر کف لسان کے موضوع پر بہت خوبصورتی کے ساتھ انہیں کھینچ لائے۔ جب کہ مولانا بجنوری کی حالت چنچل کوّے کی مانند تھی جو ایک شاخ سے دوسری شاخ پر پھدکتا رہتا ہے۔ اسی طرح آنجناب جب ایک موضوع میں الجھتے تو دوسرا چھیڑ دیتے جب علماء اس میں انہیں قائل کرتے تو دوسرے موضوع پر آجاتے۔ بالآخر جب سنجیدہ منطقی استدلالات اور علمی ایرادات کا وہ جواب نہ دے سکے تو مولانا مشاہد رضا خاں صاحب نے فیصلۂ شرعی سنا دیا۔ لیکن سیدی و استاذی الکریم محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ نے کمال دانشمندی سے مولانا بجنوری کو ایک موقع اور دیا اور گفتگو اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حضرت کی گفتگو بہت سودمند رہی جو نماز ظہر کے بعد سے مغرب تک چلتی رہی۔ حضرت کی علمی گرفت اور وزنی دلائل سے مولانا بجنوری جب بالکل پست حوصلہ ہو گئے تو بالآخر مباہلہ پر اتر آئے حضرت نے بھی فوراً اس کا جواب دیا اور بر سر عام مباہلہ کے الفاظ صاف صاف ادا کئے اب مولانا بجنوری سے الفاظ مباہلہ کی ادائیگی کا مطالبہ ہوا لیکن ان کی آواز اگر مگر کے تانے بانے میں الجھ کر رہ گئی۔ عوام نے صاف صاف انداز میں مباہلہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے وہی مبہم انداز اختیار کئے رکھا۔ پھر عمائدین شہر کو آپس میں محو گفتگو دیکھ کر چپکے سے کتاب اٹھائی اور ایک دو تین ہو گئے۔ اس فرار اور شکست کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی۔ جب علماء اہل سنت [illegible]

عوام نے پھولوں، گجروں اور فلک شگاف نعروں کے ہجوم میں ان کا پرجوش استقبال کیا۔ جناب افتخار الدین صاحب کے مکان پر اس کی روداد پیش کرنے کے لئے ایک مختصر اجلاس رکھا گیا پھر رات میں جناب رئیس احمد خاں صاحب، سابق ممبر نگر پالیکا بدایوں محلہ جالندھری سرائے کے یہاں تاریخ ساز عظیم الشان جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا۔ ہجوم بے پناہ تھا، سبھی علماء اہل سنت نے قوم سے خطاب کیا لیکن تاج الاسلام جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی تقریر یادگار رہی۔ پھر آٹھ مارچ کو شب میں حضرت سرخ شہید علیہ الرحمہ کے مزار پاک کے قریب سڑک پر دوسرا شاندار جشن فتح ہوا جس میں حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے بہت ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ اور مناظرہ کے کوائف بڑے دلچسپ انداز میں بیان فرمائے اخیر میں مولانا بجنوری کے تعلق سے اسلامی فیصلہ سنایا جو کتابی شکل میں "الاقوال القاطعه فی رد موید الوهابیه" کے نام سے بزم قاسمی برکاتی بدایوں کے اراکین کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ اس میں سیدی تاج الاسلام علامہ ازہری دام ظلہ کا تتمہ اور ایک سو اسی علمائے کرام کی تصدیقات بھی شامل ہیں۔ یہ مکمل فتویٰ حضرت کے مجموعہ مقالات "مقالات شارح بخاری" جلد دوم میں بھی شامل ہے۔

اس مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ وہ ناواقف سنی عوام جو بجنوری کے پھندے میں پھنس کر ان کے مرید ہو چکے تھے ان کی غالب اکثریت نے بجنوری سے بیعت فسخ کر دی اور حضرت مفتی اعظم اور حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

بدایوں کے سربرآوردہ احباب اہل سنت کی درخواست پر حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ مناظرہ کے دوسرے دن بدایوں تشریف لائے تو ہزاروں افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

مناظرۂ سیتاپور

شہر سیتاپور کے نواح میں ایک دیوبندی مولوی پہنچا اور حسب عادت اس نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا اور معمولات اہل سنت کا، بازاری لب ولہجہ میں خوب خوب استہزاء کیا [illegible] اور بات مناظرہ تک جا پہنچی۔ وہاں

سے کچھ لوگ مبارکپور آئے۔ حضرت شارح بخاری، مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کو لے کر تاریخ مقررہ پر سیتاپور پہنچ گئے۔ وہاں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کی طرف سے مبلغ دارالعلوم دیوبند مولوی ارشاد احمد اور آس پاس کے بیسیوں دیوبندی مولوی آئے ہوئے ہیں۔ فریقین نے باہمی رضامندی سے آٹھ بجے صبح سے مناظرہ کا وقت مقرر کر دیا تھا۔ اہل سنت کی جانب سے بعض علماء کرام مولانا محمد حسین سنبھلی کو لینے کے لئے سنبھل ضلع مراد آباد بھی گئے ہوئے تھے۔ لیکن آٹھ بجے صبح تک وہاں نہیں پہنچے تھے۔ حضرت شارح بخاری، مولانا نعمانی صاحب اور چند مقامی علماء کرام کو لے کر مناظرہ گاہ پہنچ گئے۔ حضرت نے مولانا نعمانی صاحب کو صدر بنایا اور خود مناظر کی حیثیت سے تشریف رکھا اس کے بعد مناظرہ شروع ہو گیا۔ حضرت شارح بخاری نے اپنے دعویٰ کی تقریر میں دیوبندیوں کے کافر ہونے کے ثبوت میں حفظ الایمان کی کفری عبارت پیش کی، دیوبندی مناظر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے فتاویٰ رضویہ جلد اول میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اونگھ سکتا ہے، سو سکتا ہے، کھا سکتا ہے، پی سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ حضرت نے مطالبہ کیا کہ لائیے دکھائیے فتاویٰ رضویہ جلد اوّل میں یہ کہاں لکھا ہے؟ دیوبندی مناظر نے کہا کہ فتاویٰ رضویہ میرے پاس نہیں ہے میں اپنی یادداشت سے کہہ رہا ہوں۔ آپ کے پاس ہو تو لائیے میں دکھادوں گا۔ حضرت نے فرمایا فتاویٰ رضویہ جلد اوّل اس وقت میرے پاس بھی نہیں ہے لیکن میں مکمل اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ فتاویٰ رضویہ میں ہرگز ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے۔ جب آپ نے مناظرہ میں یہ بات کہی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ صحیح نقل کریں یا اپنی بات واپس لیں۔ اس پر کچھ دیر تبادلہ کلام ہوتا رہا وہ اپنی بات واپس لینے پر تیار نہیں ہو رہے تھے۔ اسی دوران مولانا محمد حسین سنبھلی آگئے۔ اور انہوں نے ازخود مداخلت کر کے گفتگو اپنے ہاتھ میں لے لی اور دیوبندی مناظر کو مخاطب کر کے بولنے لگے آپ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین بھی کرتے ہو، کوا کھانے کو ثواب بھی سمجھتے ہو اور بکرے کے کپورے (خصیے) کھانے کو جائز بھی کہتے ہو" اس پر چڑ کر مولوی ارشاد احمد دیوبندی نے کہا "اگر آپ ہماری کسی کتاب میں دکھادیں کہ ہمارے کسی عالم نے بکرے کے کپورے کھانے کو جائز لکھا ہے تو مناظرہ ہار جاؤں گا"۔ مولانا محمد حسین سنبھلی کے پاس پہلی بار کا مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ موجود تھا جو افضل المطابع مراد آباد میں چھپا تھا اس لئے فوراً اس کا حوالہ پیش کر دیا۔ لیکن اس میں پرانے رسم الخط کے مطابق کپورے کی یا اس طرح لکھی ہوئی تھی کپورے۔ اس عبارت کو دیکھنے کے بعد مولوی ارشاد احمد دیوبندی نے کہا "یہ کپورے نہیں کپوری ہے اور کپوری کھیری کو کہتے ہیں" اس کے جواب میں مولانا محمد حسین صاحب نے بڑے دلچسپ انداز میں کہا "سبحان اللہ! اس میں تو لکھا ہوا ہے کہ بکرے کے کپوری۔ بکرے کا رسم الخط لمبی یا کے ساتھ ہے اس لئے اس کی تو یہاں کوئی گنجائش نہیں کہ بکری ہو۔ تو کیا گنگوہ میں بکرے بھی دودھ دیتے ہیں اور ان کی بھی کھیری ہوتی ہے؟ مولانا پرانے رسم الخط میں یائے مجہول کو اس طرح بھی لکھا جاتا تھا۔ دیکھئے اسی کتاب میں کئی جگہ اسی انداز سے یائے مجہول تحریر ہے۔ اس لئے بہر حال ماننا پڑے گا کہ یہاں کپورے ہی لکھا ہے۔ میں نے آپ کی کتاب کا حوالہ آپ کو دکھا دیا کہ آپ کے گنگوہی صاحب نے بکرے کے کپورے کھانے کو جائز لکھا ہے اب آپ حسب وعدہ یہ اعلان کر دیجئے کہ میں مناظرہ ہار گیا۔ لیکن دیوبندی مناظر اور ان کے ہمنوا مولوی چلاتے رہے کہ یہ کپورے نہیں کپوری ہے تب حضرت شارح بخاری دام ظلہ نے کتاب کی فہرست کے حوالے سے دکھلا دیا کہ دیکھئے فہرست میں کپورے لمبی یا کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ اس حوالہ پر دیوبندی بہت جز بز ہوئے مگر شور مچاتے رہے۔ ادھر اہل سنت کی عوام نے بھی مطالبہ کیا کہ مولوی ارشاد اپنے قول کے بموجب اعلان کرو کہ ہم مناظرہ ہار گئے۔ دونوں طرف سے عجیب شور تھا۔ دیوبندی کہتے یہ کپوری ہے، سنی کہتے یہ کپورے ہے۔ تم ہار گئے اعلان کرو کہ ہار گئے۔ جب شور وشغب زیادہ بڑھا تو مناظرہ کے ذمہ دار افراد نے مناظرہ ملتوی ہونے کا اعلان کر دیا اور دونوں فریق کے علماء سے گزارش کی کہ آپ لوگ اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس چلیں۔ حضرت شارح بخاری نے عوام اہل سنت سے فرمایا کہ صلوٰۃ وسلام کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ اہل سنت صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے اور اسی دوران دیوبندی علماء رفو چکر ہو گئے۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا ہوئی۔ حضرت نے اعلان فتح فرمایا اور نعروں کی گونج میں علماء اہل سنت اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ ●●

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ کے قائم کردہ ادارہ

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء

نئی دہلی کی طرف سے

شارح بخاری کی خدمت میں

خراج تحسین

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء۔ اسٹریٹ نمبر 22۔
ذاکر نگر۔ نئی دہلی 25 فون (011)6924741

ہندوستان کی مشہور سنی درسگاہ

دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

کی طرف سے

شارح بخاری کی خدمت میں

ہدیۂ تبریک و تحسین

غلام عبدالقادر علوی۔ سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول
و مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف۔ ضلع سدھارتھ نگر۔ یوپی

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی جانب سے

اپنے شعبۂ افتاء اور اپنے ناظم تعلیمات

شارح بخاری کی خدمت میں

خراج عقیدت

اہل سنت کا شہرۂ آفاق دینی و تعلیمی و فکری ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ مرادآبادی کی محکم قیادت میں شب و روز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ

مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

اہل سنت کے معروف تصنیفی ادارہ

المجمع الاسلامی مبارکپور

کی طرف سے اپنے محسن

شارح بخاری کی خدمت میں

خراجِ عقیدت

المجمع الاسلامی

ملت نگر۔ مبارک پور۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

شارح بخاری! عزم واستقلال

مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

ابتدائے آفرینش سے لے کر تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا کہ ہر دور ہر قرن وصدی میں شریعت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کے لئے ایسی شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں، جنھوں نے ضرورت پڑی تو اپنی جان عزیز قربان کر کے اپنے خون سے شریعت اسلامیہ اور دین محمدی کے تناور درخت کی آبیاری کر کے پرچم اسلام کو بلند کیا اور ضرورت پڑی تو زبان وقلم کی شمشیر ابدار کو بے نیام کر کے باطل کی سرکوبی کی اور برملا مذہب حق کی حقانیت کو واشگاف کیا۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی الحاج محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بھی ہے۔ جنھوں نے چمنستان علوم نبوت کی عطر بیز فضاؤں میں علوم ومعارف کے گلہائے رنگ رنگ سے قلب وجگر کو معطر کیا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے خرمن علم وفن سے خوشہ چینی کی۔ شیخ طریقت کی ہمرکابی میں گھوسی سے مبارکپور کی دشوار گزار منزلیں طے کر کے باغ فردوس کی دلکش ودل آویز بہاروں میں پروان چڑھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی آبشار از ہر ہند جامعہ اشرفیہ کے سوتوں سے جسم وجان کو مجلی ومصفی کر کے علوم عقلیہ ونقلیہ کے لعل بدخشاں سے عروس فکر کو سجایا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات ہمیں گونا گوں محاسن وکمالات کا حسین سنگم نظر آتی ہے۔ میدان تدریس ہو یا میدان خطابت، تصنیف کی پر پیچ وادیاں ہوں یا بحث ومناظرہ کی، غرضیکہ ہر میدان، ہر وادی کے آپ سرخیل نظر آتے ہیں۔

بایں ہمہ علوم وفنون میں آپ کی مہارت ورسوخ کا عالم یہ تھا کہ کسی بھی علم وفن کا مسئلہ آپ کی بارگاہ عالی جاہ میں پیش کیا جاتا تو فی البدیہہ آپ اس طرح جواب دیتے کہ محسوس ہوتا کہ جواب آپ کی زبان فیض ترجمان پر آنے کا خود منتظر تھا۔ قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کا تذکرہ ہوتا تو ایسا لگتا کہ آپ ابھی ابھی امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چشمہ تفسیر سے سیرابی حاصل کر کے چلے آرہے ہوں۔ حدیث کا کوئی مسئلہ چھیڑا جاتا تو معلوم ہوتا کہ اگر آپ کی ایک نگاہ بخاری شریف پر ہے تو دوسری نگاہ صحاح ومسانید ومعاجم پر بھی گشت کر رہی ہے، تفقہ میں تو آپ کا پایۂ درک اتنا بلند تھا کہ فقہیات کی اُلجھی ہوئی گتھیاں اس طرح سلجھا دیتے کہ ساری پیچیدگیاں دور ہو جاتیں، علماء کے نزاعی اور پیچیدہ مسائل ایسے حسین انداز میں رفع دفع کرتے کہ ان کے درمیان کوئی نزاع نہیں رہ جاتا۔ دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسائل کے جوابات کا املا اس طرح کراتے کہ املا کرنے والے کا قلم تھک جاتا مگر آپ کی زبان نہیں تھکتی، تقریباً ایک لاکھ فتاویٰ کا صادر کرنا فنی مہارت، اور دقت نظر ووسعت مطالعہ پر شاہد عدل ہے۔

باطل قوتوں سے مناظرہ ومحاذ آرائی کی بات آتی تو آپ کی رگوں میں سنیت کا خون گردش کرنے لگتا فوراً زبان وقلم کی شمشیر آبدار باطل کا سر قلم کرنے کے لئے بے نیام کر دیتے اور ایسے دندان شکن ومسکت جواب دیتے کہ باطل کے سارے تار وپود بکھر جاتے، ان کی طاقتیں منتشر ہو جاتیں۔ ان کے لئے سوائے راہ فرار اختیار کرنے کے کوئی راستہ نہ ہوتا۔

تصنیف میں آپ کا مقام اتنا اونچا تھا کہ آغاز شباب ہی سے تادم حیات مختلف علمی وفکری، سیاسی وسماجی موضوعات پر ایک کہنہ مشق قلم کار کی طرح جوہر شہ پارے بکھیرتے رہے۔

سیاست کا موضوع ہوا تو عنفوان شباب ہی میں اشک رواں تصنیف فرما کر قوم کو صحیح راہ سے روشناس کیا۔

امریکی خلا بازوں نے جب یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اپالو چاند پر پہنچ گیا اس وقت قوم مسلم شدید اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہوگئی وجہ اس کی یہ تھی کہ اس مسئلہ نے خود علماء اہل سنت کے درمیان ایک اختلافی شکل اختیار کرلی تھی علماء کا ایک معتمد گروہ اس کا قائل تھا کہ چاند تک کسی بھی انسان کی رسائی ممکن نہیں، امریکی خلا بازوں کا یہ دعویٰ کہ وہ چاند پر پہنچ گئے ہیں سرتاپا کذب وفریب ہے۔

اس نازک دور میں شارح بخاری علیہ الرحمہ نے اسلام اور ارباب ہیئت کے اصول پر اس مسئلہ کا تحقیقی جائزہ لیا قدیم اہل ہیئت کی کتابیں سامنے رکھی، جدید سائنس دانوں کے نظریات کا تقابلی مطالعہ کیا پھر اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی تحقیق وجستجو کی پھر اپنے رشحات قلم کے ذریعے قوم کو صحیح راہ سے متنبہ کیا اور ایک معرکہ آراء کتاب تصنیف فرمائی جو ''اسلام اور چاند کا سفر'' کے نام سے پورے برصغیر میں معروف ومشہور ہے۔

باطل قوتوں نے جب سر اٹھایا اور طرح طرح کی دسیسہ کاریوں سے بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو اپنے دامن فریب میں لینا چاہا۔ اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس العزیز پر ان کی تحریروں پر بے جا تنقیدیں کیں تو ''التحقیقات'' اور ''سنی دیوبندی اختلاف کا منصفانہ جائزہ'' تصنیف فرما کر ان کا پردہ چاک کیا، اور ان کی ساری تلبیسات کا قلعہ قمع کر کے رکھ دیا کہ ایوان باطل میں زلزلہ آ گیا۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے عزم واستقلال کا عالم یہ تھا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی سلیس اُردو زبان میں تقریباً پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ایسی جامع شرح تصنیف فرمائی جس کی مثال اُردو شروح میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ بیرون ہند کئی ممالک کے مسلمانوں کی دعوت پر آپ نے دینی وتبلیغی دورہ کیا جس میں مسلسل کئی روز صرف ہوگئے، واپسی پر جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ جن کی نگاہیں کافی دنوں سے دیدار کی پیاسی تھیں، حاضر ہوئے، دینی تبلیغی سفر کے احوال پر مختلف

موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوا۔ پھر اساتذہ اشرفیہ نے عرض کی حضرت! اپنے سفر کچھ کم فرمادیں، کیونکہ آپ نے سنیت کے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر اُٹھا رکھا ہے، قوم وملت کی آرزوئیں آپ کی ذات سے وابستہ ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں اور بخاری شریف کی شرح کا عظیم کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ اس پر حضرت شارح بخاری نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ میرے مرنے کی دعا کرتے ہیں۔ آپ لوگ یقین رکھیں کہ جب تک بخاری شریف کی شرح مکمل نہیں ہوگی اس وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ میں دنیا سے نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ میں مقام ملتزم میں غلاف کعبہ سے لپٹ کر بارگاہ قدس میں رورو کر خاص طور سے دو چیزوں کے لئے دعا کی ہے۔ ایک تو جامعہ اشرفیہ کی ترقی کے لئے کہ ہزار آندھیوں اور طوفان کے باوجود تا قیام قیامت جامعہ اشرفیہ پھلتا پھولتا رہے، اس کا فیض جاری ہے۔ دوسری بخاری شریف کی شرح کی تکمیل کے لئے کہ مولیٰ تعالیٰ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک بخاری شریف کی شرح کا کام مکمل نہ ہو جائے۔

پھر میں نے مواجہہ اقدس میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بارگاہ شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہو کر یہی التجا کی ہے اور ریاض الجنہ میں بیٹھ کر گریہ وزاری سے ان دونوں مقصد کے لئے دعائیں مانگی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دعا ضرور مقبول ہوئی ہوگی۔

یقیناً شارح بخاری علیہ الرحمہ کی دعاء مقبول ومستجاب ہوئی، زمانہ نے دیکھ لیا کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی حیات میں بخاری شریف کی شرح کا عظیم کارنامہ انجام دے دیا الحمد للہ علیٰ ذالک، اور ساری جلدیں زیور طبع سے بھی آراستہ ہوگئیں۔ پھر اس کے بعد ہی آپ دنیائے فانی سے تشریف لے گئے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی قبر انور پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور ہمیں صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کا یہ سانحۂ ارتحال پوری جماعت اہل سنت میں ایسا زبردست خلا ہے جس کے پر ہونے کے بظاہر اسباب نظر نہیں آتے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی شئی بعید نہیں ہے۔ وماذالك علی اللّٰه بعزیز

آٹھواں باب

شارح بخاری!
تحریر و تحقیق کے نمونے

شارح بخاری! مکتوبات اور بدری عریضے

بدرالقادری، مدیر اسلامک اکیڈمی دی ہیگ، ہالینڈ

خطوط شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں، جس میں ایک ذات ہی کو نہیں بلکہ اس کے عہد کا بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے حضرت فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری علامہ شاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی عہد ساز موقر علماء کے اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کی تحریر ہو یا تقریر ہر ایک اپنے اندر نہایت جامعیت لئے ہوئے ہے آپ اپنے مکتوبات میں صرف اپنے نجی معاملات اور محدود باتوں پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ احوال حاضرہ، اور کوائف پر بھی ضرور قلم فرسائی کرتے تھے۔ حساس انسان کا یہی طریقہ ہے کہ وہ ماحول کے سرد اور گرم سے جس طرح خود متاثر ہوتا ہے اپنے مخاطب تک اس احساس کو منتقل بھی کرتا ہے۔

میں اس لحاظ سے خود کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ اس عالی مرتبت عالم ربانی شارح اقوال رسول نے اپنے دست مبارک سے مجھ بے بضاعت کو گرامی نامے تحریر فرمائے۔ جن میں کے ۲۲ مکتوبات محفوظ ہیں۔ جو حاضر خدمت ہیں۔ اسی کے ساتھ اس نابکار کے سات عریضے بھی ہیں۔ جن کے ذریعہ یہ ہیچمداں اس بارگاہ عالی میں اپنی نیازمندیوں کی نذر پیش کرتا تھا۔

مکتوبات کیا ہیں بس مکتوب الیہ پر ایک علم وفضل، جود و نوال فضل وکمال والے اساتذہ ومرشدین کے نوازے ہوئے سراپا کرم مشفق ومہربان بزرگ کی عنایتوں، نوازشوں، اور حوصلہ بخشیوں کی روداد ہے

کبھی روتے دیکھا تو دامن شفقت بڑھا کر اشک اپنے دامن میں جذب کر لئے کبھی گرتے دیکھا تو لپک کر سہارا دے دیا۔

کبھی تنڈھا دیکھا تو ہمت بڑھا دی۔

میں نے تو ان کے لئے کچھ نہ کیا مگر وہ میرے لئے تادم آخر خیر خواہ رہے۔

باپ کا انتقال ہوا تو انہوں نے شفقت پدری عطا کر دی۔

ماں کا جنازہ اٹھا تو ان کے ہاتھوں نے آنسو پونچھے۔

بھائی کی جواں مرگی کے وقت اپنے بزرگانہ نصائح اور مستجاب دعاؤں سے عزم وہمت کو مضبوطی بخشی۔

مجھ جیسے حقیر وناتواں کو بڑے بڑے القاب سے نواز کر آگے بڑھاتے رہے۔

وہ بہت بعد کے دور میں رہ کر بہت قدیم علماء صلحاء اتقیاء اور بزرگوں کی طرح زندگی گزار گئے۔ ان پر تو ان کی زندگی ہی میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ لکھا جا رہا ہے اور ابھی مزید لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے عقیدت ومحبت میں ڈوب کر رسول اعظم واکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال مبارک کی شرح لکھی ہے۔ ان کے مکتوبات کا کئی رخ سے جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مگر فی الحال میں نے محض یہ کوشش کی ہے کہ میرے پاس ان کی جانب سے آئے ہوئے جو کرم نامے ہیں وہ میں نذر قارئین کردوں، تا کہ ضائع ہونے کا خطرہ ٹل جائے۔ اور حضور شارح بخاری کے مکتوبات پر کام کرنے والے کو آسانی یہ ماخذ پہونچ جائے۔

ان کے ان مکتوبات کا مطالعہ کرنے کے بعد اشتیاق پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ان مکتوبات کو فراہم کیا جائے جو انہوں نے اپنے مرشدین اساتذہ اور بزرگوں کے نام لکھے ہیں علمی عظمت وسطوت کا وہ جبل شامخ جب ہم جیسے خردوں پر اس پیار اور محبت سے اپنے کرم کی بارش کرتا ہے کہ تو اپنے مخادیم کی بارگاہ میں اس کے قلم کی نیازمندیوں کا کیا عالم ہوگا۔

کاش نوجوان مصباحی محققین میں سے کوئی جیالا فاضل اس پر کام کرے ہو تو حضرت شارح بخاری کے سینکڑوں نایاب خطوط فراہم کئے

جاسکتے ہیں۔

شائقین تحقیق میں سے جسے بھی ضرورت ہو راقم الحروف سے ان مکتوبات کا عکس بلا تامل حاصل کرسکتا ہے۔

عریضہ (۱)

مخدومنا المکرم دامت بر کاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہم

ہالینڈ آنے کے بعد خدمت عالیہ میں عریضہ حاضر کیا۔ اور شعبان کی آخری تاریخوں میں یہاں سے اسلامک سنٹر اور مسجد کے تعمیراتی منصوبوں اور نقشوں پر مشتمل ایک کتاب اور اس کے ہمراہ ایک خط بھیجا۔ اب تک جواب سے محروم رہوں۔

پچھلے ہفتے ایک ہندوستانی اخبار کے ذریعہ علامہ ارشد القادری صاحب کی گرفتاری کی خبر ملی کیا یہ صحیح ہے؟

پرسوں مکہ مکرمہ سے برادر مکرم مولانا رضوان احمد صاحب کے والدہ کے ہمراہ وہاں پہونچنے کی اطلاع ملی یہ لوگ ممبئی سے ۶ رستمبر پنجشنبہ کو چل کر ۱۴ رستمبر کو مکہ مکرمہ پہونچے۔

حضور کی دعاؤں کے صدقے امید ہے کہ امسال بھی مجھے حج وزیارت کا شرف نصیب ہوگا امسال سوسائٹی نے عالیہ ایئر لائنس کے دو جہاز حجاج کی سہولت کے لئے فراہم کئے ہیں جو ۱۷ اور ۲۴ را کتوبر کو جاکر نومبر میں علی الترتیب انہیں تاریخوں میں واپس ہوں گے۔ سوسائٹی مجھے یہاں سے امیر الحاج کی حیثیت سے بھیجنا چاہتی ہے۔ فللہ الحمد وله المنة

آپ کا یہ کمترین خادم ان عظیم ذمہ داریوں کے لائق تو ہرگز نہیں تاہم خدا کے فضل اس کے محبوب کی رحمت بزرگوں کی دعاؤں کا سہارا ہے۔ حضرت اپنی دعائے خاص میں یاد رکھیں۔

جلد ہی انشاء اللہ "مادر علمی" کے لئے ایک مختصر سا ہدیہ ارسال کروں گا، جو تعمیری پروگرام کے کسی مخصوص ذمہ داری کی قسط اول کے بطور ہوگا۔ تمام بزرگوں کو اور احباب کو سلام عرض ہے۔ بالخصوص مولانا محمد یٰسین اختر، مولانا افتخار احمد قادری، اور ایڈیٹر صاحب وغیرہ کو فقط والسلام

طالب دعا:۔ بدر القادری غفر لهٗ

۲۴ رستمبر ۹ ۱۹۷ء

مکتوب گرامی (۱)

عزیز اسعد زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عوافی مزاج عالی! آپ کے خط کا جواب میں دے چکا ہوں۔ مگر ڈاکخانے والے مجھ پر دو ماہ سے بہت مہربان ہیں۔ عموماً خطوط ضائع ہو رہے ہیں۔ اسلامک سنٹر اور مسجد کی تعمیر کی کتاب بھی ملی تھی۔ اس خط میں مسجد سے متعلق جو سوال تھا اس کا جواب بھی لکھا تھا۔ مسجد ہونے کی بنیادی شرط وقف ہونا ہے اور وقف کے لئے ضروری ہے کہ غیر کی ملک سے فارغ ہو اگر زمین، حکومت صرف کرایہ پر دے گی تو وہ جگہ، مسجد نہ ہوگی۔ مگر بہر حال نماز پڑھنا تو جائز ہی ہوگا۔ کوشش یہی کی جائے کہ وہ زمین مسجد کیلئے وقف ہو جائے۔ حکومت کا وقف تو درست نہ ہوگا۔ اس کا حیلہ یہ ہوگا کہ زمین اسلامک سنٹر کو حکومت دے کر مالک بنادے۔ اور اسلامک سنٹر کے ارکان مسجد کیلئے وقف کردیں۔ آپ کے حج وزیارت کی خبر سے بے پناہ مسرت ہوئی۔ مولیٰ عزوجل تمام مناسک ومراسم کے کما حقہ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے۔ اگر میرا یہ خط بروقت مل جائے تو دعاؤں میں مجھے بھی یاد کرلیں۔ اور بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوں تو اس ناکارہ کا سلام تو پیش ہی کردیں مزید یہ عرض کردیں کہ اب یہ ناکارہ ساٹھ سال کا ہوگیا ہے۔ قوی انحطاط پذیر ہیں مگر ابھی تک حاضری سے محروم ہے۔ سرکار خصوصی کرم فرمائیں اور بہت جلد بلالیں۔ اب محروم نہ رکھیں۔ حضرات شیخین کریمین کی بارگاہ میں بھی سلام پیش کریں اور سفارش کی درخواست کریں۔ جنت المعلیٰ، جنت البقیع میں آرام فرمانے والوں کی بارگاہ میں بھی سلام پیش کریں۔ اور بارگاہ اقدس میں میری درخواست پر سفارش کی التجا بھی۔

یہ خبر صحیح ہے کہ علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی گرفتار کرلئے گئے ہیں اور رہائی کی ساری کوشش ناکام ہوچکی ہے۔ مولیٰ عزوجل اپنا فضل فرمائے۔ ان کی رہائی کے لئے بھی مخصوص دعا کریں۔

بقیہ کوئی خاص بات لائق تحریر نہیں۔ مجھے بھی ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ صاحبین اور ایڈیٹر صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔

فقیر امجدی ۲۰ ۱۲ ر ذوقعدہ ۱۳۹۹ھ / ۱۴ را کتوبر ۱۹۷۹ء

عریضہ (۲)

عالی مرتبت حضرت نائب مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ کسی اور کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستیاب ہوا، کیا اب ہم لوگ آپ کے دست مبارک کی منفرد تحریر سے واقعی محروم ہو جائیں گے، مجھے یقین نہیں آتا کہ کسی دن دریائے رحمت ذوالجلال جوش میں نہیں آئے گا۔ دل میں امید کی ایک کرن یقین کی شکل اختیار کر رہی ہے کہ کسی شب آپ کے اور ساری کائنات کے ممدوح پرنور علیہ التحیۃ والثناء کا فیضان نور اپنے عاشق شب زندہ دار پر گوہر بار ہوگا۔ اور عین اس وقت جب آپ دل صد چاک کے لہو آنکھوں کی راہ سے بہار ہے ہوں گے دل کا نور لپک کا آپ کی نگاہوں کی کالک کو ضیا کرے گا۔ آمین ثم آمین۔

یا نور السمٰوات والارض ع

ایں دعا از من از جملہ جہاں آمین باد

دور ہوکر، مجبور ہوں، آپ لوگوں کی زیارت کا شرف بھی اتنا دشوار ہو جائے گا، کبھی یہ سوچا تھا؟ کبھی کبھی تصور میں مادر علمی کے در و بام کو چومتا ہوں، چمٹ کر روتا ہوں، اور اکثر عالم خواب میں اپنی خوابوں کی جنت میں گشت بھی نصیب ہو جاتا ہے۔

میرے آقائے نعمت نے اب بھی مجھے فراموش نہیں کیا ہے، پرجلال عمامہ، نورانی بشرے اور رحمت نواز تبسم کے ساتھ تشریف لائے ہیں، جب کہ میں آستاں بوسی کے لئے نہیں جا پاتا کثافت جسدی میں محصور جو ہوں، انہیں کیا وہ تو روحانی پر پرواز رکھتے ہیں، چلے آتے ہیں

روح را قرب و بعد مکانی چیزے نیست کہ درجۂ عین الیقین بخشنے کے لئے اس غلام نابکار پر حضور حافظ ملت بار بار کرم فرماتے ہیں۔

اس بندۂ حقیر پہ یہ بارش کرم

منہ دیکھتا ہوں رحمت عاجز نواز کا

تخیل کے فانوس میں انگنت چراغ جلتے ہیں، مدھم ہوتے ہیں، تیز ہوتے ہیں، اور کچھ بجھ بھی جاتے ہیں، مگر ایک ہشتاد سالہ بوڑھے کی معصوم نگاہوں نے جو دیا روشن کر دیا ہے اسے قرب و بعد وصال و فراق کی کوئی آندھی نہ بجھا سکی۔ بلکہ اب تو ایسا لگتا ہے کہ اس کو اور اکسار رہا ہے۔

آں دل کزور بودم از خوبر و جواناں

دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

کون ہے درد آشنا جس سے کچھ کہہ سکوں، کس کو یارا ہے کہ نالۂ دردمن کر شکستہ خاطر کو سمجھے، بہت دن ہوئے جب میں اسی لب و لہجہ میں حضور حافظ ملت سے اظہار نیازمندی کیا کرتا تھا۔ واقعی کتنا گستاخ تھا میں اور جب حضرت پردہ کر گئے تو ان کی ڈاک کے ڈھیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر میں نے اپنے سارے مکتوب چاک کر ڈالے تھے کہ شاید اب یہ آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہو سکا۔

حافظ ملت کا بلال ہوں، جسے قلب ہالینڈ میں بھی سکون نصیب نہیں۔ میں جب ان کے حضور اپنے دل کا دکھڑا روتا تو ان کی غمگساری، کلمات نوازش، میری آنکھوں کو جاری کر دیتے تھے، صد شکر خدا، چارہ گر نے میرے درد کی دوا دی ہے، کم نظری ہوگی اگر میں کہوں کہ

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

خوش بخت ہوں کہ ان کی نگاہوں نے مجھے ''درد لا دوا'' عطا کر دیا ہے۔ اور

ع جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

ان کے بعد ان کا شبیہ، ان کا مثیل، ان کی یادگار میری کمترین نظر نے آپ ہی کو دیکھا ہے، فیضان امجدی ہی نے تو دونوں کو نوازا، گہوارۂ کرم میں پالا، حالات کی تمازت میں ڈال کر کندن بنایا۔ ایک امتحان گاہ ہستی سے کامیاب و کامران کیا۔ دوسرا نیابت کے کانٹوں بھرے راستے پر گامزن ہے۔ صبر و شکیب عزم و حوصلہ کے ساتھ حضرت والا میں خود بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کن حالات اور جذبات سے مغلوب ہو کر بارگاہ عالی میں اتنا سب لکھنے کی جسارت کر لی۔ محض ایک نگاہ لطف کی امید میں۔ وقت خاص کی دعاؤں میں شاید کوئی جملہ اس کفش بردار کیلئے بھی نکل جائے۔ بس اس کے سوا اور مجھے کیا چاہئے۔

نیازمند

۲۵/۱۰/۱۹۸۰ء

مکتوب گرامی ۲

عزیز اسعد محب ارشد زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ ملا جس کے ایک ایک لفظ میں خلوص و یگانگت کے بحر بیکراں پوشیدہ تھے میری آنکھوں کی بینائی کی موجودہ حالت پر آپ جیسے دو تین مخلصین کو جو صدمہ ہے وہ میرے لئے اس مایوسی، کسمپرسی پریشان حالی میں بہت بڑا سرمایہ صبر وسکون ہے ورنہ یہاں کا حال یہ ہے کہ کوئی سیدھے منہ خیریت بھی پوچھنے والا نہیں۔ ع کس نہ آید بہ خامہ درویش۔ اب اس مجبوری میں سخن فہمی عالم بالا معلوم ہوئی لیکن بہر حال آپ جیسے مخلصین کی ہمدردیاں میرے لئے سرمایۂ افتخار ہیں دوبار آپ کی گرانقدر خطیر رقم ایسے موقع پر پہونچی۔ جب بلغت القلوب الحناجرۃ کی منزل میں میں تھا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو اور آپ کی آئندہ تمام نسل کو قیامت تک اس کی بہترین جزاء، دارین میں عطا فرماتا رہے یہ اللہ عزوجل کا مجھ پر فضل ہے کہ اس نے آپ جیسے جامع فضائل ومناقب شخص کے دل میں میری محبت پیدا کردی۔ مولیٰ عزوجل آپ کو میری ہی طرف سے نہیں بلکہ میرے جملہ متعلقین کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے۔ حکام اشرفیہ کا مجھ پر یہ کرم ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ میں کسی کام کے لائق نہیں مجھے اشرفیہ میں رکھے ہوئے ہیں اور بٹھا کر تنخواہ دے رہے ہیں میں ان لوگوں کا بھی مشکور ہوں آپ کا رسالہ نداء الاسلام ملا جہاں تک میں دیکھ سکتا تھا دیکھا ماشاء اللہ بہت دیدہ زیب ہے لکھائی چھپائی وغیرہ صانع کی اعلیٰ نفاست طبع وذوق سلیم پر دلالت کر رہا ہے۔ پڑھنے کے لائق ہوتا تو ضرور پڑھتا اور مضامین کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرتا مگر محرومی قسمت کوئی ایسا بھی نہیں جس سے پڑھوا کر سنوں چند مخلصین طلبہ ہیں جن سے خطوط وغیرہ لکھوا لیتا ہوں مولیٰ عزوجل آپ کو اور آپ کے اس رسالے کو مقبول عام وخاص بنائے اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو استقامت وہدایت عطا فرمائے آپ کے بھائی صاحب نے ابھی یاد ہوگا، مجھے ایک جلسے میں بلوایا تھا اب میں تقریر کے بھی لائق نہیں رہا ڈاکٹروں نے تقریر کرنے سے منع کر دیا ہے دعوت دینے کے لئے وہ خود ... اور گیا بھی اور ہوا وہی کہ بالکلیہ ناکام رہا۔ اسی اثنا میں آپ کے بھائی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا بدر عالم صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو بلوالوں گا وہ اس وعدے پر آس لگائے ہوئے ہیں میں ان کی سفارش کرتا ہوں کہ کوئی بھی موقع ملے تو انہیں ضرور بلوالیں۔ یا کسی اور مناسب جگہ بھیج دیں بقیہ حالات لائق شکر ہیں۔ حافظ عبد الحق سلمہٗ آپ کو اکثر یاد کرتے رہتے ہیں آپ کو خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں وہاں کے تمام احباب سے خصوصیت کے ساتھ میرا سلام کہہ دیں ان سب کے لئے میں ہمیشہ دعا گو ہوں اور رہوں گا۔ آپ نے اپنے پتوں کی لسٹ بھیجی تھی وہ ختم ہوگئی ہے۔

محمد شریف الحق امجدی
بقلم فروغ احمد اعظمی
۶ر محرم الحرام، ۱۴۱۰ھ

ہالینڈ آنے کے بعد سب سے پہلا اور بڑا حادثہ جو میری زندگی میں پیش آیا۔ وہ حضرت والد گرامی جناب حافظ محمد رمضان علیہ الرحمہ کا انتقال تھا۔ میں ۱۵ر شعبان کو ہالینڈ پہونچا۔ اور ۲۳ر رمضان کو وہ واصل بحق ہوئے۔ اس وقت حضرت فقیہ اعظم ہند نے اپنے گرامی نامے سے میرے زخمی دل پر اس مکتوب گرامی سے مرہم رکھا۔

مکتوب گرامی ۳

عزیز گرامی قدر زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عوافی مزاج گرامی!

ہالینڈ پہنچنے کے بعد آپ کا خط آیا تھا۔ میں نے اس کا جواب بھی لکھ دیا ہے مل گیا ہوگا۔ حافظ ملت نمبر کے سلسلے میں جو تکلیف مجھے تھی اس کو بھی بلاکم وکاست لکھ دیا تھا۔ ادھر رمضان المبارک میں آپ کے والد صاحب کا وصال ہوگیا۔ وہاں اجنبی ماحول میں آپ وحشت زدہ تھے ہی اس میں یہ خبر آپ کے لئے کتنی جاں گداز ہوگی، اس کا اندازہ سب کو نہیں ہوسکتا۔ شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھنا یہ ایسا نہیں جسے آسانی سے برداشت کیا جاسکے۔ جزع وفزع کرنے سے کھوئی ہوئی نعمت نہیں مل سکتی ... لئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ بھی صبر

کریں اور حکم قضاء وقدر پر جتنی توفیق ہو کریں۔ دنیا میں ہر آنے والا کا انجام یہی ہے، میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان سے راضی ہو۔ چندہ کے لئے مولانا محمد شفیع صاحب آئے تھے وہ بھی جنازے میں شریک ہوئے۔

عارضی طور پر مولانا شمیم گوہر کو ایڈیٹر رکھ لیا گیا ہے۔ ہم لوگ یہ چاہتے تھے کہ مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی کو رکھا جائے۔ مگر وہ بددل ہوکر اشرفیہ کو خیرآباد کہہ رہے ہیں۔ استعفیٰ دے چکے ہیں۔ اور ٹاٹا نگر مدرسہ غوثیہ میں ملازمت طے کر چکے ہیں۔ میں نے اپنے طور پر افہام و تفہیم کی کوشش کی ہے مگر یہ بے سود ہے۔ آپ خط وکتابت جاری رکھیں۔ حافظ ملت نمبر کی اغلاط کے سلسلے میں جو کچھ تحریر کیا تھا اس کا برا نہ مانیں۔ اس کا پس منظر آئندہ کی تحریروں میں احتیاط کی پابندی کی ہدایت تھی۔ اپنی غلطی جو اپنے تک محدود ہو اتنی بڑی نہیں ہوتی، جتنی وہ غلطی اپنے بزرگوں کے دامن کو بدنما بنانے والی ہو۔ ہوتی ہے۔

میں اچھا ہوں اور آپ گھبرائیں نہیں۔ دل برداشتہ نہ ہوں، رات دن احباب کے ساتھ رہنے کے بعد یک بیک خلوت وجلوت کی پابند نفس پر بہت دشوار ہوتی ہے۔ مگر اس دشواری کو انگیز کرنے والے ترقی کے مراحل طے کرتے ہیں۔ انسانی فطرت ایسی ہے کہ جگہ کی معمولی تبدیلی بھی شاق ہوتی ہے۔ مگر پھر آدمی وہیں مانوس ہو جاتا ہے۔

خیر الانیس للجلیس کتاب آپ کتابوں کے مطالعہ سے دل بہلائیں اور اپنی معلومات کو قلمبند کرتے رہیں۔ سب سے بڑا محبوب دلنواز کام ہے۔ جسے کام سے عشق ہو گیا وہ کبھی ہجراں نصیبی کا شکار نہیں ہوتا۔ اور نہ کہیں دل براداشتہ ہوتا۔ بہت عجلت میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ مولیٰ عزوجل آپ کو سکون واطمینان عطا فرمائے اور وہاں دین متین کی نمایاں ومقبول خدمات انجام دینے کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ و علیھم الصلوٰۃ و التسلیم۔

فقیر امجدی

۲ر شوال [illegible]

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے مکتوب گرامی کے ایک حصہ میں حضرت کے شہزادۂ اکبر مولانا ڈاکٹر محب الحق صاحب نے بھی اپنی تحریر ثبت فرمائی تھی۔ جو یہ ہے۔

ڈیئر بدر القادری

تسلیمات عید مبارکباد

امید کہ خوش وخرم ہوں گے ابھی ابا حضور نے مکتوب پر پتہ تحریر کرنے کے لئے عنایت فرمایا اور یہ بھی حکم دیا کہ کچھ تم بھی لکھ دو، میں کیا لکھوں، جملہ حالات ٹھیک ہی ہیں آپ کی خیریت اور تفصیلات کا علی گڑھ منتظر رہوں گا۔ عاصم صاحب تشریف فرما ہیں سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط والسلام

آپ کا اپنا

محب الحق قادری

یہ عریضہ بھی حضرت کو یورپ کا دورہ کرانے کی میری خواہش سے متعلق ہے۔ جسے حضرت نے اپنی علالت اور کمزوری کے باعث نامنظور فرمادیا۔

حضرت کی یہ عادت تھی کہ نجی خطوط میں بھی دینی اور ملی مسائل پر بے لاگ تبصرہ فرماتے تھے۔ یورپ میں رویت ہلال جیسے سلگتے ہوئے مسئلہ کے لئے انہوں نے اسی مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا کہ مجھے خاص رویت ہلال کے موضوع پر ایک کانفرنس کرنی چاہئے۔ اور اسی میں مجھے یکہ وتنہا سلف صالحین کے طریقہ پر عمل کرنے میں یہاں جو دشواریاں در پیش ہوتی ہیں اس بارے میں بھی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

عریضہ نمبر ۳

اہل سنت کے گنج گراں مایہ، فقیہ عصر، ہم لاچاروں کے سرپرست، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شاہ محمد شریف الحق امجدی قبلہ ادام اللہ انوارکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید کہ مزاج ہمایوں بخیر ہوگا۔ کفش بردار آپ کی دعاؤں کے صدقے زندہ سلامت ہے۔

پندرہ سال سے جو امنگیں آرزوئیں سینے میں مچل رہی تھیں الحمدللہ [illegible] آیا کہ آپ کے قدوم سے ہالینڈ سربلند

ہوگا۔ اگر چہ آپ کی تشریف آوری بہت دیر بعد ہو رہی ہے۔ مگر انشاء اللہ بہت سے مسائل کی عقدہ کشائی ہوگی۔ اس وقت آپ کی تشریف آوری صرف اس غرض سے ہے کہ مبارکپور کی شدید مصروفیات سے نکل کر حضرت یہاں کچھ روز آرام فرمالیں۔ اس پورے سفر کا ذمہ ہمارے مخلص دوست جناب حاجی لیاقت علی دل محمد صاحب نے لیا ہے۔ یہ نعمت انہی کے مقدر میں آئی ہے میں سخت شرمندہ ہوں کہ عرس کے موقع پر اور پھر اس کے بعد کئی بار قدم بوس ہوا۔ مگر تنہائی نہ پاسکا کہ اس بارے میں حضرت سے کچھ عرض کرتا۔ پھر مجبوراً ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا۔ اور پھر خود مبارکپور نہ آسکا۔

بہر حال حضرت یہاں تشریف لائیں گے تو یہاں کی مقامی انجمنوں میں نہیں پڑنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ روز آرام فرمالیں۔ اور اپنا ایک اچھا حلقہ ہو جائے۔ جس سے اشاعتی اور دیگر تحریکی کاموں میں سہولت ہو۔ سرکار حافظ ملت کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ کی نمائندگی کے لئے میری نظر میں حضرت سے زیادہ موثر کوئی دوسرا نہیں۔ خدا کرے بہ وجوہ سفر بخیر ہو۔ مولانا محمد علی قاضی حضرت کے خادم سفر ہوں گے۔ یہاں حضرت کو جو جماعت بلا رہی ہے اس وقت اس کے امام مولوی محفوظ علی انور علی ہیں۔ یہ کفش بردار دوسرے شہر میں ہے۔ مگر کبھی کبھی حصول نیاز کے لئے حاضری دیتا رہے گا۔ ممکن ہے انگلینڈ اور کچھ دوسرے ملکوں کا بھی سفر ہو۔

واضح رہے کہ ہم لوگوں نے یہاں خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے شہزادے ہونے کی حیثیت سے حضرت مولانا اختر رضا خاں قبلہ ازہری کے حلقہ کی توسیع کا کام شروع کیا ہے۔ گزشتہ سال کا ان کا دورہ نہایت کامیاب رہا۔ مگر یہ دورہ دوسرے پیروں کے پیرووں کو کھل رہا ہے۔ ازہری صاحب کا دوسرا دورہ جون ۱۹۹۴ء میں ہوگا۔ ہم اس دورہ کو نہایت موثر بنانا چاہتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے سرکار اعلیٰ حضرت کے سلسلہ کو مزید تقویت ملے گی۔ اور الجامعۃ الاشرفیہ تحریک کے حوالے سے سنیت کے فروغ کا کام ترقی کرے گا۔ حضرت کو روزہ کے شروع تک یہاں آجانا ہے۔ مولانا محمد علی قاضی میسوری ...

بلائے جارہے ہیں۔ جناب حاجی لیاقت علی دل محمد ان کی اہلیہ بچے اور بھائی وغیرہ مؤدبانہ سلام عرض کررہے ہیں اور حضرت کی قدم بوسی کے لئے چشم براہ ہیں۔

تمام علماء اور احباب کی خدمات میں سلام عرض ہے۔ والسلام

بدر القادری غفرلہٗ

۲۵ مارچ ۱۹۹۴ء

نوٹ: حضرت کے سفر اور ویزا سے متعلق ایک خط میں نے ڈاکٹر محب الحق صاحب کو لکھا ہے جس کی کاپی منسلک ہے۔

میرا ٹیلی فون نمبر 070 3897665

حاجی لیاقت علی۔ مکان کا فون نمبر 020 6136041

〃 〃 دوکان کا نمبر 020 6188531

ویزا کی درخواست کا نمبر پاتے ہی حاجی لیاقت صاحب وہاں کی ایمبیسی میں اپنے خاص آدمیوں سے رابطہ کرکے ویزا کی مہر لگوا دیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ حضرت سفر کی تیاری کے ساتھ دہلی تشریف لائیں۔ یہ انہی کے کہنے کے مطابق لکھ رہا ہوں۔

حضرت اپنے ہمراہ شرح بخاری کی مطبوعہ جلدوں کے دو تین سیٹ ضرور لائیں نیز اپنی تمام تصانیف ۵۔۶ عدد، اشرفیہ کیلنڈر اور جہاں تک کپڑوں کا سوال ہے ایک آدھ گرم جبہ ضرور ہو۔ کسی بستر اور چادر کی ضرورت نہیں۔

اگر ممکن ہو تو ویزے کا کام دہلی میں انہی شخص کے ذریعہ کرائیں جو مولانا اختر رضا ازہری قبلہ کے لئے کرتے ہیں۔ وہ صاحب ان معاملات کے واقف کار ہیں۔

مولانا محمد علی قاضی صاحب کو ویزا بمبئی میں لینا ہے۔ اس کے بعد وہ دہلی پہونچ جائیں گے۔ بہتر ہے کہ انہیں ان کے سسرال فون کرکے حضرت کا دہلی کا پتہ بتا دیا جائے۔

بمبئی کا فون نمبر یہ ہے 836 62343

ویزا اپلی کیشن نمبر پانے کے بعد حاجی لیاقت صاحب دہلی فون کرکے آپ کو یا حضرت کو بتائیں گے کہ ہوائی جہاز کا ٹکٹ دہلی میں کہاں

حضرت کی خدمت عالیہ میں مؤدبانہ سلام عرض ہے۔ میں سخت شرمندہ ہوں کہ مبارکپور میں ہمہ وقتی رش کی وجہ سے اس سفر کی بابت میں حضرت سے خود کوئی بات نہیں کرسکا تھا۔ پتہ نہیں حضرت کیا خیال فرماتے ہوں گے۔ اور تمام علماء احباب کی خدمات میں سلام مسنون عرض ہے۔ حاجی لیاقت علی دل محمد ہی حضرت کے داعی اور محرک ہیں سلام عرض کرتے ہیں اور دعا چاہتے ہیں۔ والسلام

بدرالقادری غفرلہ

۲۵/۱/۱۹۹۴ء

حضرت کے دعوت نامے کے ساتھ ہی شہزادۂ فقیہ اعظم ہند مولانا ڈاکٹر محب الحق صاحب کو بھی اس سے متعلق ایک خط مرسل ہوا۔ جو یہ ہے

عریضہ نمبر ۴

محترم ومکرم ڈاکٹر محب الحق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ راقم الحروف بھی بفضلہ تعالیٰ زندہ بخیر ہے۔

آج ہی کی ڈاک سے حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم کے ویزا کے کاغذات ایمبیسی بھیجے گئے ہیں۔ اور اس کی نقل حضرت کو مبارکپور بھیجی گئی ہے۔ عرض یہ ہے کہ حضرت قبلہ کا یہ سفر میرے مدتوں کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ خدا کرے کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔ اس سفر میں حضرت کے ساتھ مولانا محمد علی قاضی میسوری ہوں گے۔ جماعت NIS اور نوری مسجد کے ارکان چونکہ پہلے ہی انگلینڈ سے ایک حافظ کو مدعو کر چکے تھے اس لئے مولانا حافظ عبدالحق صاحب کو دعوت نہیں دی جاسکی۔

آپ چند ضروری باتوں کی جانب توجہ فرمائیں۔ جو حضرت کے ویزا اور سفر سے تعلق رکھتی ہیں۔

☆ حضرت کو ہمراہ لے کر اگر ممکن ہو تو آپ خود دہلی تشریف لائیں اور ہالینڈ ایمبیسی میں ویزا کی درخواست ۷ رفروری کو ضرور دے دی جائے۔

☆ ویزا فارم بھرتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے کہ درخواست ٹورسٹ ویزا کی نہیں بلکہ بزنس ویزا کی ہو۔ نیز ری انٹری کی منظوری بھی ہو۔ کیونکہ ممکن ہے حضرت کو یہاں سے انگلینڈ جرمنی وغیرہ بھی لے جایا جائے۔

☆ درخواست ۷ رہفتے کے ویزے کی ہو۔

☆ درخواست میں یہاں سے بھیجے ہوئے دعوت نامے کا پورا پورا لحاظ ہو۔ کوئی بات اس کے خلاف ہرگز نہ لکھی جائے۔

☆ درخواست داخل کرلینے کے بعد درخواست نمبر اور دہلی کا کوئی ٹیلیفون نمبر یہاں فون کرکے بتانے کی زحمت اسی روز کریں۔ ٹیلی فون بہتر ہے کہ مجھے یا حاجی لیاقت علی دل محمد صاحب کو کریں۔

مکتوب گرامی نمبر ۴

عزیز اسعد زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عوافی مزاج گرامی!

شعبان کے اخیر دنوں میں نور چشم بابومیاں سلمہ نے آپ کا یہ پیغام پہونچایا کہ آپ نے کسی کو آمادہ کرلیا ہے کہ مجھے ہالینڈ میں اپنا مہمان بنائے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ لیکن میرا جو حال ہے اس کی حیثیت اب ایک زندہ لاش کی ہے جو تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہونے کی وجہ سے زمین کے اوپر ہے۔ اعصاب بہت کمزور ہوگئے ہیں دماغ بہت چڑچڑا ہوگیا ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر ضرورت سے زیادہ غصہ آجاتا ہے اور قابو نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں ہالینڈ جاکر میں اپنے کو تو رسوا کرتا ہی آپ کو بھی رسوا ہونا پڑتا اس لئے میں نے انکار کردیا۔

یورپ میں رویت ہلال کا مسئلہ بہت نازک ترین مسئلہ ہے اور اب تو ہندوستان میں بھی بہت خطرناک ہوگیا ہے لیکن ہمارے ارباب حل وعقد کان میں تیل ڈالے پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے سب سے گفتگو کی مگر کوئی دلجمعی کے ساتھ بات بھی سننے کے لئے تیار نہیں۔ ایسی صورت میں جب کہ یورپ میں پہلی تاریخ کو چاند نظر ہی نہیں آتا اور مسلسل کئی کئی مہینے تک نظر نہیں آتا تو عوام میں انتشار ہونا لازمی ہے۔ آپ کو میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ آپ یورپ کے علماء کو کچھ خرچ کرکے ہندوستان ہی میں سبھی اکابر مفتیان عظام کی ایک کانفرنس کرڈالیں جس میں یہی مسئلہ زیر بحث ہو تو بہت اچھا ہوتا۔ مجھے نہ تو فرصت ہے اور نہ یورپ کے موقر ومعزز علماء کی نظر میں میرا کوئی وزن۔ مور بے مایہ شوکت سلیمانی کو جانتی ہے ورنہ میں خود تمام حضرات سے درخواست کرتا۔ [illegible] افتراق سب کے لئے مضر ہوگا یہاں بھی

لوگ بخیر ہیں۔ مصباحی صاحب، مولانا عبدالحق سلمہ وغیرہ احباب آپ کو سلام کہتے ہیں۔

استکتبہٗ محمد شریف الحق امجدی

۲۵رشوال ۱۴ھ

۲-۴-۱۹۹۴ء

عریضہ

حضرت فقیہ اعظم ہند کو شروع دور ہی سے میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کا اپنے دور میں نائب تصور کرتا تھا، ہالینڈ آنے کے بعد متعدد بار طبع آزمائی کی کہ کسی طرح حضرت کا اس طرف قدم پہونچ جائے۔ کبھی صرف تقریری دورہ کے طور پر۔ اور شروع زمانے میں تو ایک ایسا موقع بھی آیا جب میں نے سرینام کی جامع مسجد کے لئے جو جنوب امریکہ میں سنیت کا مضبوط قلعہ کہا جاتا ہے، کے لئے بات چیت کر کے حضرت کو تشریف لانے کی دعوت بھی دے دی تھی۔ مگر یہ عریضہ حوالہ ڈاک کرنے سے پیشتر ہی صورت حال ایسی منقلب ہوئی کہ سارے کئے دھرے پر پانی پھر گیا۔ تاہم فقیر بدرالقادری کی فائل میں وہ عریضہ ''ایک خواب ادھورا سا'' کے نام سے آج بھی محفوظ ہے۔

اک خواب ادھورا سا

حضرت مخدومی والاشان دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا!

بندہ دعاؤں کے طفیل زندہ سلامت ہے۔ عرصۂ دراز سے یہ خواہش دل میں انگڑائیاں لے رہی ہے کہ کوئی موقعہ ملے اور آپ کو ملک کے باہر نکل کر اس مغربی دنیا میں میں اشاعت اسلام، احقاق حق اور ابطال باطل کی دعوت دوں۔

سرینام کے کچھ لوگوں نے مجھ سے وہاں کے لئے ایک عالم کی درخواست کی ہے، ظاہر بات ہے نہ وہاں کوئی دارالعلوم ہے، نہ دارالافتاء، اور نہ ہی کوئی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز، میں وہاں کے لئے کسی بھی نوجوان عالم کو آنے کی دعوت دے سکتا ہوں مگر اس چھوٹے سے ملک میں ایک طرف مرزائیت جڑ پکڑے ہوئے ہے، تو دوسری طرف وہابیت پنجہ گاڑ رہی ہے، عوام بھی سنی [illegible] باعث اپنے عقائد پر قائم نہ رہ سکے۔ اور دشمنان حق کو کھیل کھیلنے کا موقع ملا وہ پورا ملک ہالینڈ سے چار گونہ بڑا ہے، بغل میں دیگر ممالک ہندوستانی مہاجرین سے آباد ہیں۔ جن میں کام کرنے کے لئے تقریباً دس سے زائد علماء (میرے اندازہ سے) درکار ہیں۔

سعودی عرب کی رابطۂ عالم اسلامی کا مرکزی سنٹر گیانا میں قائم ہو چکا ہے۔ اس کی طرف سے تین وہابی مولوی سرینام میں گھس چکے ہیں۔ خود مرزائیوں نے اپنا خاصہ اچھا ادارہ قائم کیا ہوا ہے۔ مگر وہاں کی سب سے مرکزی جامع مسجد اب بھی سنیوں کے قبضہ میں ہے (جس کے سلسلہ میں میں نے نداء الاسلام کا ایک اداریہ لکھا ہے) میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں کہ جس جگہ کے لئے میں حضرت کو زحمت دینا چاہتا ہوں وہ جگہ قطعاً آپ تو کیا، آپ کے کسی شاگرد کے شایان شان بھی نہیں ہے، مگر مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپ کا تعلق اس عظیم اہل اللہ کے طبقہ سے ہے۔

جو اپنی ذات میں خود انجمن ہیں

جگہیں آپ کو عزت کیا دیں گی، آپ تو جہاں تشریف رکھیں وہی مقام ''مرکز'' ہے۔ اگر میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا، تو انشاء المولیٰ، جنوبی امریکہ کا ہر علاقہ علماء اہل سنت سے معمور ہو سکتا ہے۔ اور آپ علمی اور روحانی قائد کی حیثیت سے وہاں جلوہ فگن ہوں گے۔ اس سے بہت پہلے سرینام کے کچھ میرے احباب نے خاص طور سے میرے بھائی صاحب مولانا رضوان احمد صاحب کے لئے کوشش کی تھی، ان کے کاغذات زیر غور ہیں، چونکہ وہ لوگ بھیا کو متعین کر کے طلب کر رہے ہیں اس لئے میں اس میں از خود ترمیم و تنسیخ نہ کر سکا، جس جگہ کے لئے میں حضرت کو زحمت دینا چاہتا ہوں، وہاں مشاہرہ بھی لوگوں نے پہلی جگہ کے لحاظ سے کم مقرر کیا ہے۔

مگر مجھے اس قوم کا پورا تجربہ ہے، مکان، بجلی، ٹیلی فون، آمد و رفت کے لئے کار، اور خورد و نوش کے علاوہ، دو ڈھائی ہزار ہندوستانی روپئے۔ مقرر کئے ہیں، میری تنخواہ بھی شروع میں یہی تھی آپ کی دعا سے اب مجھے ہر ماہ تقریباً نو ہزار ہندوستانی ملتے ہیں بات وہی ہے کیونکہ مکان، بجلی [illegible] خود کرنا پڑتا ہے۔ برائے کرم اگر آپ

راضی ہوں تو پاسپورٹ، کے مطابق اپنا نام، تاریخ پیدائش، پاسپورٹ نمبر، جوابی ڈاک سے روانہ فرمائیں۔ اور خدارا اس کا ذکر کسی سے بھی نہ فرمائیں۔ بلکہ ممکن ہو تو گھر کے لوگوں سے بھی نہ کریں۔ تاوقتیکہ پاسپورٹ پر ویزا کی مہر نہ لگ جائے۔ ورنہ دشمن بہت ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے نہ آسکیں تو فوراً جواب سے نوازیں۔

مکتوب گرامی نمبر ۵

اس مکتوب کا تعلق بھی حافظ ملت نمبر سے۔ اور دوسری اہم بات یہ کہ حضرت کے دورہ کا پروگرام رکھا گیا جسے انہیں بھیجا گیا مگر وہ نہ آسکے۔ اشرفیہ چھوڑنا انہیں گوارہ نہ تھا۔

عزیز سعید زید فضلکم

وعلیکم السلام و رحمة الله و بر کاته

ثم السلام علیکم و رحمته و بر کاته! عوافی مزاج

آپ کا مفصل خط ملا۔ استفتاء کا جواب مرسل ہے۔ نمبر کے لئے میں نے اتنا طے کرادیا تھا کہ تصحیح کے بعد اسی کو شائع کرادیا جائے۔ اور تصحیح کا کام ہو بھی رہا تھا۔ تھوڑا سا باقی رہ گیا تھا۔ اتنے میں ارشد صاحب آئے اور انہوں نے بہت سختی کے ساتھ یہ حکم دیدیا کہ اسے سوخت کردیا جائے۔ اور دوسرا ترتیب دیا جائے۔ ظاہر ہے ان کے مقابلے میں میری نہیں چل سکتی اور چلانے کی کوشش کروں تو میرے ان کے مابین کشیدگی پیدا ہوجائے گی۔ اگر چہ میں جانتا ہوں کہ ان کا یہ حکم کسی اندرونی جذبے کے تحت ہے۔ معلوم نہیں ان کو آپ سے کیا تکلیف پہنچی ہے۔ بہر حال جو ہوگیا ہوگیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کمیٹی نے آپ کو نوٹس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر اشرفیہ کے ارباب حل وعقد کی جانب سے کوئی رجسٹری جائے تو نہ لیں۔ پوسٹ مین سے لکھوادیں ملاقات نہیں ہوئی۔

آپ مجھے بلانا چاہتے ہیں یہ آپ کی محبت ہے۔ مگر میں کسی کام آسکوں گا۔ البتہ میری سیاحت ہوجائے گی۔ بہت جلد پاسپورٹ کے لئے فارم بھر دوں گا۔ دشواری یہ ہے کہ تین ماہ سے قبل پاسپورٹ ملنے میں بہت دشواری ہے۔ کوشش کروں گا کہ جلد از جلد مل جائے۔ اور آپ کو نمبر بھیج دوں۔ ان دنوں بہت زیادہ مصروفیت ہے۔ بات کرنے کی بھی فرصت نہیں۔

شمیم گوہر صاحب بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ مجھے مجبور کر کے انہوں نے باب التفسیر و باب الاستفتاء لکھوالیا۔ اور شاید ہر ماہ وہ یونہیں مجبور کریں۔ امسال محرم پر بجائے ممبئی کے احمد آباد جارہا ہوں۔ گھر پر بھی لوگ بخیر ہیں آپ کے گھر بھی خیریت ہی ہے۔ احباب اہل سنت سے سلام کہہ دیں۔ نور چشم وحید الحق خورشید انور حافظ عبد الحق وغیرہ سلام کہتے ہیں۔ علی گڑھ کی فضا فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے ایک ماہ سے زائد ہوا خراب ہے نور چشم بابو میاں بھی گھر ہی ہیں۔

فقیر امجدی

۲۰ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

حضرت کا یہ مکتوب گرامی، ہالینڈ پہونچ کر میرے پہلے عریضہ کے جواب میں ہے۔ جس کے اندر حضرت کے قیمتی مشورے ہدایتیں اور دعائیں بھی ہیں۔ اور حافظ ملت نمبر کے تعلق سے بے لاگ ڈانٹ پھٹکار اور تنبیہ بھی، جس کے لئے اب ہم ترستے ہیں۔

مکتوب گرامی نمبر ۶ ماہ اگست ۱۹۷۸ء

عزیز گرامی منزلت زید مجد کم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عوافی مزاج؟

عین انتظار بلکہ اشد انتظار میں آپ کا سعادت نامہ ملا۔ خیر و عافیت کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچنے کی خبر سے اطمینان ہوا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو وہاں امید سے زیادہ کامیاب فرمائے۔ اور آپ کے فیوض و برکات سے لوگوں کو بیش از بیش متمتع فرمائے۔ نیا ملک، نیا ماحول، اجنبی جگہ، ابتداءً طبیعت کا اچاٹ رہنا، فطری بات ہے مگر کچھ دنوں کے بعد دل لگے گا اور آپ اجنبیت کو قطعاً محسوس نہیں کریں گے۔ کام میں اپنے آپ کو مشغول کرلینا وحشت کا مجرب علاج ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر "حافظ ملت نمبر" چھپ کر آگیا۔ جلسے سے ہی میں اس کا اعلان کردیا گیا۔ ابتداءً شیخ الجامعہ پھر اس خادم نے سب سے پہلی کاپی خریدی پھر مولانا عبد الحفیظ صاحب نے۔

ظاہری طور پر نمبر بہت شاندار ہے، بہت خوش رنگ، دیدہ زیب، اور وقیع ہے۔ معنوی حیثیت سے بھی بھرپور ہے، البتہ عام طور پر کتابت کی غلطی نے اس کو بے وقعت کردیا ہے۔ خود میرے مضمون میں دو ایک

غلطی ہے کہ میں تھرا گیا ہوں۔ معنوی حیثیت سے کہیں کہیں ایسی فاش غلطی ہے کہ افسوس ہوتا ہے۔ علمی وثوق میں حدیث لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ کو آیت بتایا گیا ہے۔ اور اس میں ہمارے دو بزرگ ملوث ہیں۔ مولانا غلام یزدانی صاحب اور حافظ ملت قدس سرہما۔ ایسی فاش غلطی آپ کے قلم سے بہت افسوسناک ہے۔ آپ نے اداریہ کا کچھ حصہ مجھے سنانا شروع کیا تھا کاش کہ کبھی سنادیتے۔ مولانا محمد شفیع صاحب کو دکھانا تھا کاش کہ ان کو سب دکھالئے ہوتے۔ تبرکات میں جو خط اور اس کا فوٹو شائع ہے وہ اولاً تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا شمس الحق صاحب مرحوم کی تعزیت والے خط کے ساتھ وہ مادہ تاریخ کیوں چھپا ہے۔ خط میں شعر غلط ہے۔ اصل خط کے عکس میں "ہے" رہ گیا ہے۔ ثانیا مادہ تاریخ درست ہے۔ مگر حساب میں جو اعداد ہیں وہ غلط ہیں۔ عکس میں بھی اور اس کی نقل میں بھی یوں ہے۔ غـفـر الـلـہ لک ۱۰۰۔۸۰۔۲۰۰۔۶۶۔۳۰۔۳۰۔ اسی کا مجموعہ ۱۴۰۶۔ ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۳۹۶ لکھا ہے۔ غلطی یہ ہے کہ "ک" کے اعداد ۲۰ ہیں آپ نے ۳۰ چھاپا ہے۔ مان لیا کہ اصل خط میں ۳۰ ہی ہے مگر جب اسے چھاپنا تھا تو درست کر کے چھاپتے۔ یوں چھاپنا حافظ ملت کے تحفظ و تبحر کے خلاف مستند دستاویز ہے۔

اتنا معیاری اور اتنا عظیم نمبر نکالنا آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مگر آپ کی سستی غفلت ولاپرواہی کا ایک دستاویز ہے۔ پھر کاتب نے اپنے پیسے بنانے کے لئے جو کاریگری کی ہے اور زیادہ افسوسناک ہے۔ ایک صفحے کا مضمون حروف بڑھا کر جگہ چھوڑ کر دو صفحے میں لکھا ہے۔ خط بھی قابل ستائش نہیں۔ سنا ہے اس کو مولانا عبداللہ صاحب جانچ رہے ہیں وہ کیا رپورٹ پیش کرتے ہیں افسوس اور بہت افسوس یہ ہے کہ ہر کام کے ماہرین موجود تھے۔ آپ نے تصحیح کا کام نعمانی صاحب سے لیا ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو گیا۔ میں تو بہت خوش تھا کہ آپ گئے تو ایک عظیم کارنامہ انجام دے کے گئے۔ مگر اب کیا عرض کروں کہ آپ نے اسے اتنا داغدار کر دیا ہے کہ کچھ کہتے نہیں بنتی۔ بقیہ حالات لائق شکر ہیں۔ نور چشم بابو میاں سلمہٗ ابھی گھر ہی پر ہیں۔ ان کو اب تک علی گڑھ پہنچ جانا چاہئے تھا مگر ان کو ملیریا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں۔ دو چار روز میں قوت بحال ہونے کے بعد جائیں گے۔ وہاں احباب اہلسنت سے سلام کہہ دیں۔

فقیر امجدی

۴ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

اس مکتوب گرامی میں حضرت نے ماہنامہ اشرفیہ کے حافظ ملت نمبر کی اشاعت کے وقت کے حالات اور اس بے بضاعت کے ساتھ اپنی قلبی محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ جس کے تحت آپ کی کوشش سے ارباب حل وعقد نے وہی نمبر اصلاح کر کے دوبارہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔

نیز اس مکتوب گرامی میں حضرت نے میری ایک کتاب "فلسفۂ قربانی" کی اصلاح فرماتے ہوئے اپنی ادبی مہارت کے جوہر بھی ظاہر فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے جو قیمتی نصائح قلمبند فرمائے ہیں وہ یقیناً آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مکتوب گرامی نمبر ۷

عزیز سعید جعلہ المولیٰ سبحانہ کا سمہ بدر عالم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... عوافی مزاج گرامی؟

آپ کا خط مع دیگر دو خطوط کے ایک نہیں دو مضمون کے موصول ہوا۔ ہر چہار طرف سے حافظ ملت نمبر کی مانگ ہو رہی ہے۔ اور ارباب نظم پریشان ہیں، کہ کیا کریں کچھ لوگوں کی تجویز ہے کہ اسے محفوظ کر دیا جائے اور تحقیق و تصحیح کے بعد دوسرا چھاپا جائے۔ ادارہ کے لئے یہ کوئی بات نہیں۔ مگر آپ کا سارا کارنامہ دوسرے کے نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔ اس لئے اب قریب قریب طے ہو چکا ہے کہ اس کی تصحیح کر کے شائع کیا جائے۔ اس کے لئے مجھے بہت محنت کرنی پڑی۔ اور اب انشاء اللہ تعالیٰ یہی ہوگا۔

آپ کا مضمون متعدد جگہ تھوڑا رد و بدل چاہتا ہے۔ مگر اتنا زیادہ نہیں کہ وہ قابل اشاعت نہ ہو۔ آپ نے اتنا خوبصورت لکھا ہے۔ کہ لائق اصلاح مقامات پر کاٹ کر مجھے کیڑے مکوڑے نقش کرتے شرم آئی۔ مولوی اسماعیل صاحب کے حوالہ کر دیا ہے۔ ابھی شمیم کو ہر صرف آپ کے تنبیہ و حیطہ کے لئے ایک

پیراگراف پرنقد، سن لیں۔

آپ لکھتے ہیں۔ تیز چھری کی دھار آفتاب کی تمازت میں چم چم کررہی تھی۔ تمازت کے معنی روشنی کے نہیں کہ چم چم اس کا لازم ہو۔ تمازت کے معنی صرف گرمی کے ہیں۔ اور گرمی کے لئے چم چم لازم نہیں۔ اس لئے یہ بے جوڑ ہے۔ آگے ہے۔ دست و پابستہ اوندھے منہ پڑا ہے۔ واقعہ صحیح ہے۔ مگر ایک جلیل القدر ہستی وہ بھی نبی رسول کی جانبازی کی جو عدیم النظیر ہو۔ یہ تعبیر نہ صرف بھونڈی بلکہ سوئے ادب کا پہلو لئے ہوئے۔ کلام کی بلاغت یہ ہے کہ کسی بھی موقع پر اپنے ہیرو کی شان فروتر نہ نظر آئے ہر موقع پر اس کی عظمت جھلکتی رہنی چاہئے۔ مثلاً دارا زخمی ہوکر زمین پر پڑا ہے۔ حرکت کی طاقت نہیں جاں لبوں پر ہے۔ سکندر اس کے قریب جاکر رعب کے ساتھ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تو دارا جواب دیتا ہے۔

منم خاک را شاہ تارک نشیں   بلرزاں مرا تانہ لرزد زمیں

جاں کنی کے وقت بھی جو بولی نکلی وہ بتا رہی ہے کہ یہ ایک عظیم تاجور کی بولی ہے۔

رمضان سے پہلے آپ کی عدم موجودگی کا اتنا احساس نہیں تھا مگر اب پوری گلی سونی معلوم ہوتی ہے اور کمرہ انتہائی بھیانک جیسے برسوں سے کوئی اس میں نہ ہو۔

مولیٰ عزوجل آپ کو وہاں شاد وآباد رکھے۔ کہیں بھی بیٹھ جانا مشکل نہیں جتنا بیٹھے رہنا مشکل ہے۔ آپ کے ذوق لطیف پر شاید گراں ہو مگر ضروری عرض ہے کہ آپ......... کا اتنا دم رکھیں روزانہ قرآن مجید کی تلاوت سے ترجمہ و تفسیر، بہار شریعت کا مطالعہ، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے مطالعہ پھر اپنے ذوق کی جس کتاب کا چاہیں مطالعہ کریں۔ مشیر دینیات کے لئے دینیات کا اسپشلسٹ ہونا لازم ہے۔

میری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر کوئی مجھے جانتا ہو تو سلام کہہ دیں۔ قرۃ العین، وحید الحق سلام کہتا ہے۔

فقیر امجدی

۲۶ رشوال ۱۳۹۸ھ

ہالینڈ پہونچ کر کچھ قدم مضبوط ہوتے ہی راقم الحروف نے یہ کوشش کی کہ چند ایسے لوگوں کو جو عقائد میں مذبذب تھے اور جماعت اسلامی کا دم بھرتے تھے انہیں چھانٹنے میں کامیابی حاصل کی۔ حضرت کو اطلاع دی تو بیحد خوش ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت کے اس خط سے میرے دور کے ماہنامہ اشرفیہ کے سرکولیشن منیجر کی برطرفی کی اطلاع، حضرت کی بہو کے انتقال، اور حافظ ملت نمبر سے متعلق باتیں ہیں۔

مکتوب گرامی نمبر ۸

عزیز سعید حب رشید   زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عوافی مزاج۔

میرے خط کا آپ نے صرف یہی ایک جواب دیا ہے جو ۳۱۔۱۲۔ کو لکھا ہے۔ اس کے پہلے آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ خطوط تو بقاء ربط مودت کے ذرائع ہیں۔ لگاؤ باقی ہے تو سب کچھ ہے۔ آپ کی محبت پر اعتماد ہے۔ ادارے کے سلسلے میں یہ اقدام ضروری تھا۔ وہابی بدمذہبی طاعون کا جرثومہ ہے۔ ایک کہیں گھس گیا۔ تو خیریت منافی مشکل ہوتی ہے۔ اس جرثومہ کی ہلاکت آفرینی سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے بارے میں حدیث میں جو حکم ہے اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم آپ حضرات نے بہت اچھا ہی نہیں بہت ضروری اقدام کیا کہ اس وہابی کو برطرف کردیا۔ رہ گئی اس کی برطرفی سے جو دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ وہ بہت جلد دور ہوجائیں گی۔ فان مع العسر یسرا و ان مع العسر یسرا ۔

اذا شذرت بک البلوی ففکر فی الم نشرح

فلیس بین عسرین اذا فکرتہ فافرح

مولیٰ عزوجل آپ کی مدد فرمائے اور اس ادارے کو وہابیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ عقلمندی کا مقتضی یہی ہے کہ جب تک حالات معمول پر نہ آجائیں آپ مرکز سے نہ ہٹیں۔ ارشد صاحب بہت کام کے آدمی ہیں۔ انہیں تنظیمی کاموں میں خاص مہارت ہے۔ اور عوام وخواص پر اثر ڈالنے کے ماہر ہیں۔ اس موقع پر ان کا جانا بہت مفید ہوگا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

ابھی ۲۳؍جنوری کو کٹک میں مناظرہ تھا۔ وہاں میں نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا کہ اس میں آپ کا کیا فائدہ ہے کہ حافظ ملت نمبر کے پندرہ بیس ہزار روپے ضائع ہو جائیں۔ بہت ہمت ترے کی دت ترے کی، کے بعد میں نے ان کو راضی کر لیا ہے۔ کہ اصلاح کے بعد بھی شائع کیا جائے ہوسکتا ہے آج آجائیں تو مزید گفتگو ہوگی۔ اور بعد اصلاح اسی کی اشاعت کا انہیں سے آرڈر کراؤں گا۔

میں چونکہ کل ہی مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف عرس میں جانے کا قصد رکھتا ہوں اس لئے آج آپ کو خط لکھ دیتا ہوں۔ ورنہ کم از کم دس دن کی تاخیر ہو جائے گی۔ یہ سن چکے ہیں کہ مولوی اسرائیل برطرف کر دیئے گئے۔ کچھ فاش غلطیاں ان کی بھی تھیں۔ اس لئے کوئی بس نہیں چل سکا۔

شمیم گوہر صاحب رسالہ ٹھکانے سے نکال رہے ہیں۔ اور بہت مہربانی میں ان کی سیادت سے مجبور ہو کر بحالت اکراہ باب التفسیر شروع کر دیا ہے۔ فتاویٰ بھی چھپ رہے ہیں۔ مقالات امجدی کی کتابت ہو چکی ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحے ہوں گے۔ چھپنے کے بعد بھیج دوں گا۔

ان دنوں مجھ پر یہ بہت بڑی افتاد پڑ گئی ہے۔ کہ نور چشم ڈاکٹر محب الحق سلمہ کی اہلیہ بغیر کسی سابقہ علالت کے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے ۲۵؍محرم کی شب میں یکا یک انتقال کر گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. رب اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منها۔

اس سانحے سے گھر بھر بہت زیادہ متاثر ہیں۔ دعاء خیر کرتے رہیں۔ پاسپورٹ کی درخواست بھی ابھی نہیں جا سکی۔ مولانا افتخار احمد کے حوالہ ہے۔ میرے بس کا یہ کام نہیں۔ بقیہ حالات لائق شکر ہیں۔ احباب سے سلام کہہ دیں۔

یہاں قمری شمسی مہینے صفر جنوری کی تاریخیں متفق ہیں۔ آپ کے یہاں کیا ہے۔ یہ یادداشت بعض تحقیقات میں مفید ہوں گی۔

فقیر امجدی

۱۱۔صفر ۱۳۹۹ھ ۱۱؍جنوری ۱۹۷۹ء

●●●

شارح بخاری! تحقیق و تاریخ نگاری

از:- ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ۱۰۴ جسولی۔ بریلی شریف

علم تاریخ کا دائرہ صرف ملک وقوم اور سلطنت و بادشاہت کی تاریخ تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر علم وفن کی اپنی ایک تاریخ ہوتی ہے لہٰذا اس کا دائرہ بہت ہی وسیع اور ہر علم وفن تک پھیلا ہوا ہے۔ سوانح وسیرت نگاری بھی تاریخ ہی کے ضمن میں آتی ہیں۔ جس طرح ہر علم وفن کے لئے تحقیق لازمی ہے، تاریخ میں بھی تحقیق کی زبردست اہمیت ہے۔ تحقیق نام ہے حق کو اجاگر کرنے کا اور تاریخ میں سچائی کو سامنے لانا ملک وقوم اور انسانیت کو حیات تازہ دینے سے کم نہیں، لہٰذا یہاں تحقیق لازمی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تاریخ اور تحقیق کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ تحقیقی عمل میں تنقید ودرایت بنیادی رول ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان امور کی انجام دہی کے لئے بڑے علم وفضل، مشاہدہ اور فراست وبصیرت کی ضرورت ہے۔ اور یہ کام صحیح معنی میں وہی بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے جو ہمہ جہت شخصیت کا مالک ہو۔

شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی قدس سرہ العزیز بنیادی طور پر فقیہ تھے اور ایک فقیہ ہی ہمہ جہت شخصیت کہلائے جانے کا مستحق ہوتا ہے۔ جب ہم حضرت فقیہ اعظم کی اس جہت یعنی ان کی مورخانہ ومحققانہ حیثیت کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو ان کی حیات وشخصیت کے دوسرے پہلوؤں اور زاویوں کی طرح اس جہت کو بھی منور وتاباں پاتے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم ہند نے سیرت وسوانح نگاری کا فریضہ بھی انجام دیا ہے اور مختلف علوم وفنون، فقہ، حدیث، عقائد وکلام یہاں تک کہ حتی علوم وفنون خاص کر سائنس میں بھی تاریخ نگاری اور تحقیق وتنقید کا کارنامہ انجام دیا ہے۔

فقیہ اعظم ہند کی سوانح نگاری

سوانح نگاری گوایک قدیم فن ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس فن کو واقعی ایک فن اسلام نے بنایا۔ اسلام سے پہلے شخصی سوانح عمری یا سیرت نگاری کا سراغ نہیں ملتا۔ اسلام میں سوانح نگاری کی ابتداء قرآن عظیم کے قصص سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے تقریباً پچیس انبیاء اور غیر انبیاء صالحین کے قصے بیان کئے ہیں اور ان صاحبان عظمت کے بہت سے گوشوں کی خود تفصیل فرمادی ہے اور جو گوشے باقی رہ گئے تھے ان کی تفصیل ناطق قرآن حضور نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود، یا صحابہ کرام کے سوال پر فرمادی ہے۔ اس طرح قرآن وحدیث میں ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرت وسوانح کا انتہائی قابل اعتبار حصہ ہمارے سامنے آگیا۔

تابعین کے زمانے میں ایک اور ضرورت نے اس کی طرف ان کو متوجہ کیا اور وہ تھی حدیث نبوی کی حفاظت۔ عہد صحابہ تک تو سنت نبوی کے نقل وروایت کا کام بڑی دیانت داری سے انجام پایا لیکن دوسری صدی ہجری میں بعض داخلی اور خارجی اسباب کی بنا پر اس میں کچھ بے احتیاطی شروع ہوگئی لہٰذا اس کی روک تھام کے لئے تابعین نے راویان حدیث کے ذاتی حالات اور فضل وکمال کی تلاش کی تاکہ ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے چنانچہ اس طرح سیکڑوں بلکہ ہزاروں افراد کے حالات سے واقفیت ہوئی لیکن ابھی تک ایک فن کی حیثیت سے اس کی ترتیب وتہذیب نہیں ہوئی تھی۔ تبع تابعین کے عہد میں (دوسری صدی کے نصف آخر میں) اس فن کو باقاعدہ مرتب ومدون کیا گیا۔ اور

اس طرح مسلمانوں نے سیرت مصطفوی کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دوسرے بزرگوں کی سیرت اور اکابر وقت کے تذکرے بھی لکھے۔

حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے سوانح وسیرت کے حوالے سے چند اکابرین کی سوانح بھی بشکل مضمون لکھی ہے لیکن اس ضمن میں ان کا سب سے اہم کام ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت۔ یعنی "اشرف السیر" ویسے تو اس کتاب کی چار جلدیں ہیں اور ہر جلد تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ فی الحال اس کا ابتدائی حصہ طبع ہوکر منظر عام پر آیا ہے۔ ۲۳۲ صفحات کی اس کتاب میں مقدمات وغیرہ کے بعد۔ ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے ہوتی ہے۔ نسب نامہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حالات سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور پھر غار حرا تک کے واقعات ہیں۔

حضرت علامہ یٰسٓ اختر مصباحی نے اس پر بہت ہی فاضلانہ پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں حضرت مصنف قبلہ فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے "سیرت نگاری کی ابتداء اور اس کی ترقی"۔ "سیرت پاک اور یورپ"۔ "سیرت کی نئی تصنیفات"۔ "سیرت کی بنیادی کتب" وغیرہ پر بہت ہی فاضلانہ اور مورخانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم نے یورپین مورخین کی سیرت نبوی پر اعتراضات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا رد فرمایا ہے اور مسلم سیرت نگاروں کی یورپین مورخین سے مرعوبیت نیز ان کی سیرت نگاری کے غلط طریقوں پر تنقید بھی کی ہے اور درایت وتحقیق سے کام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بعض پہلوؤں پر اعتراضات کا عمدہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"یورپین مورخین نے سیرت نبوی پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مکہ معظمہ تک پیغمبرانہ تھی لیکن مدینہ جاکر جب زور اور قوت حاصل ہوئی تو دفعتاً بادشاہی سے بدل گئی جس کی دلیل لوازم بادشاہی لشکر کشی، خوں ریزی، انتقام وغیرہ ہیں۔

۲۔ دنیاداروں کی سی حکمت عملی اور بہانہ جوئی۔

۳۔ مذہب کی اشاعت پر جبر وقہر

۴۔ لونڈی غلام بنانے کی اجازت اور اس پر عمل۔

۵۔ کثرت ازواج (صفحہ ۱۸)

اس کے بعد تبصرہ پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"یورپ کی ایسی کتابوں کے مطالعہ کے بعد بعض لوگوں نے بنام مسلمان سیرت پر قلم اٹھایا اور اپنا مطمح نظر سب سے زیادہ ان مستشرقین کے ان اعتراض کا دنداں شکن جواب دینا بتایا۔ لیکن ہمیں افسوس اس امر کا ہے کہ ان اعتراضات کا جواب دینے والے جواب دیتے وقت اس قدر مرعوب ہوجاتے ہیں کہ بجائے جواب دینے کے مسلم الثبوت واقعات سیَر کا سرے سے انکار کردیتے ہیں بلکہ کہیں کہیں ایسے بے اختیار یا بدحواس ہوجاتے ہیں کہ ان کی تحقیقات کی رد میں سارے فن سیرت کی بنیاد کھوکھلی ہوجاتی ہے جس کی بکثرت مثالیں اپنے مواقع پر ملیں گی۔ یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں:

۱۔ بحیرہ راہب کا واقعہ کتب سیر کے علاوہ صحاح ستہ کی کتابوں میں بھی موجود ہے کہ حضور جب ابوطالب کے ساتھ شام کو بغرض تجارت تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں بحیرہ راہب نے آنحضور میں آثار نبوت دیکھ کر آنحضور اور تمام قافلہ والوں کو اپنے کنیسہ میں مدعو کیا اور ابوطالب کو مشورہ دیا کہ انہیں شام نہ لے جائیں یہود کی حاسد ومبغض طبیعت سے خطرہ ہے۔ انہیں مکہ واپس کردیں چنانچہ ابوطالب نے حضور کو مکہ واپس کردیا۔

یورپ نے اس پر یہ تک بندی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسرار مذہب اسی عیسائی راہب سے سیکھتے تھے یہ عیسائیت کی اسلام پر فتح ہے۔

جدید مصنفین نے یہ جواب دیا کہ یہ واقعہ سرے سے بے بنیاد ہے۔ اسے ثابت کرنے کے لئے اجلہ محدثین پر وہ طعن وتشنیع کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

۲۔ کتب سیر کے علاوہ کتب حدیث میں بھی غزوۂ بدر کا سبب یہ مذکور ہے کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے

مکہ واپس جارہا تھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ آپ اس قافلہ کی نیت سے مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ ابوسفیان کو پہلے ہی سے خطرہ تھا۔ اس نے مکہ آدمی بھیج کر ایک لشکر جرار منگالیا اور بدر کے میدان میں معرکہ ہوا۔

مستشرقین نے اس پر اعتراض کیا یہ ڈاکہ زنی ہوئی اور نبی کی شان ڈاکہ زنی نہیں۔ ان محققین نے جواب دیا کہ سرے سے یہی غلط ہے کہ غزوہ بدر میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قافلہ کی نیت سے نکلے تھے۔ یہ تو میں اس کی جگہ بتلاؤں گا کہ بحیرہ راہب کا واقعہ کسی طرح بھی عیسائیت کی اسلام پر فتح نہیں ہوسکتا بلکہ درحقیقت اسلام کی عیسائیت پر فتح مبین ہے۔'' (صفحہ ۱۹ تا ۲۱)

جدید سیرت نگاروں نے اس طرح کے واقعات کو سرے سے غلط اس لئے بتلا دیا کہ یورپین مورخین سے مرعوب ان صاحبوں کے پاس اس کا کوئی جواب تھا ہی نہیں اور یہی ان کی کم علمی۔ درایت و تحقیق کی کمزوری کی دلیل ہے۔ حالانکہ یہی صاحبان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات کی احادیث کو جھٹلانے کے لئے ائمہ محدثین کو جھوٹا ثابت کرنے سے بھی باز نہیں رہتے۔ اس پر بھی حضرت فقیہ اعظم نے اچھی بحث کی ہے۔

مولوی شبلی نعمانی جنہیں علامہ لکھا جاتا ہے اور جنہیں بہت بڑا مورخ اور سیرت نگار بتایا جاتا ہے انہوں نے اپنی کتاب ''سیرت النبی'' میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات کا انکار کیا ہے مثلاً ''معجزہ شق القمر'' ان پر بھی فقیہ اعظم نے تنقید کی ہے۔

پہلے تو حضرت فقیہ اعظم ہند نے سیرت کی چار بنیادی کتب اور ان کے مصنفین کے حالات بیان کئے ہیں اور پھر ثابت کیا ہے بعد کے تمام مورخین کا ماخذ یہی کتب ہیں۔ لیکن چونکہ ان کتب اور ان کے مصنفین پر بھی شبلی صاحب نے طعن و تشنیع کی ہے اور فن سیرت کو مجروح بتایا ہے لہٰذا شبلی نعمانی کی اس طرح گرفت فرماتے ہیں:

''کتب سیر کے متعلق وہ بھی بنیادی کتابوں کے بارے میں اس تبصرے سے ہر شخص یہی سمجھے گا کہ جب ائمہ فن اور ان کی تصنیفات کی یہ ناگفتہ بہ حالت ہے کہ جھوٹ، کذب، متروک غیر مستند مرویات سے بھری ہوئی ہیں تو پھر اس مبارک فن کی وقعت شاہنامہ فردوسی سے زائد اور کیا ہوگی؟ لیکن حیرت اور سخت حیرت ہے کہ جس شخص کی یہ تحقیق ہو وہی اس عظیم فن پر تمام دنیا سے ان الفاظ میں کس طرح مباہات کرتا ہے:

مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصاء کے ساتھ محفوظ رکھا ہے کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہیں ہوسکے اور نہ آئندہ توقع کی جاسکتی ہے۔ (بحوالہ سیرت النبی از شبلی نعمانی، صفحہ ۸۔ کتاب اشرف السیر، صفحہ ۴۹)

مولوی شبلی نعمانی صاحب کی اور بھی مقامات پر فقیہ اعظم نے اچھی گرفت فرمائی ہے لیکن بخوف طوالت صرف ایک ہی شکنجہ کا نظارہ کرایا گیا ہے اور یہی کافی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے سلسلہ میں بھی حضرت فقیہ اعظم نے تحقیق سے کام لیا ہے۔ خود سرکار علیہ السلام نے عدنان تک اپنا نسب پاک بیان فرما کر خاموشی اختیار کی ہے۔ اب جن لوگوں نے عدنان سے حضرت آدم علیہ السلام تک نسبی سلسلہ دکھایا ہے اسے کسی بھی صحابی یا امام نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ البتہ اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں عدنان کے اوپر حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام ضرور ہیں۔ لہٰذا معتبر سیرت نگاروں نے سلسلہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہی شروع کیا ہے۔ ہاں عدنان سے اسماعیل علیہ السلام تک کتنی پشتیں ہیں اس میں راویوں کا اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں فقیہ اعظم تحریر فرماتے ہیں:

''عدنان سے حضرت اسماعیل تک امام بخاری نے اپنی تاریخ میں چھ، علامہ عینی نے شرح بخاری میں آٹھ، کسی نے سات، کسی نے پندرہ، کسی نے انتیس، کسی نے تیس نام گنائے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ درمیان میں چالیس پشت ہے''۔ (صفحہ ٦٠)

اس پر آپ نے علامہ سہیلی کی تصنیف ''روض الانف'' علامہ طبری کی تحریر اور اس کی تائید عرب کے اشعار نیز ابو یعقوب نامی ایک نو مسلم یہودی کے بیان وغیرہ سے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسماعیل

علیہ السلام تک چالیس پشت ہے"۔(صفحہ ۶۰۔۶۱)

تاریخ ولادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں بھی کئی اختلاف ہیں۔ اس میں چھ قول ہیں۔ ماہ ربیع الاوّل ، ماہ ربیع الآخر، ماہ رجب، ماہ رمضان، ماہ محرم، ماہ صفر، اسی طرح جو لوگ ماہ ربیع الاوّل کو ولادت کا مہینہ تسلیم کرتے ہیں اس میں تاریخ کا اختلاف ہے۔ اس میں سات اقوال ہیں۔ دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، آیا وقت رات کا تھا یا دن کا اور جگہ کون سی تھی۔

حضرت فقیہ اعظم نے اس سلسلے میں بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور کتب سیر، اقوال ائمہ نیز حساب سے بالآخر ثابت کیا ہے کہ یوم ولادت ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر ہی ہے۔ اخیر میں لکھتے ہیں:

"ولادت پاک باعتبار عیسوی ۲۰ اپریل ۵۷۱ء اور باعتبار بکرمی یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ تھی۔ فارسی کا مہینہ نیسان تھا۔ اس کی تاریخ بھی ۲۰ تھی۔ آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ دقیقے پر تھا۔ اس دن صبح صادق کا طلوع اُفق مکہ معظمہ پر دھوپ، گھڑی سے چار بج کر بیس منٹ پر اور عرب کے مروجہ حال ٹائم سے ۹ بج کر ۵۷ منٹ پر ہوا تھا۔ غفر منازل قمر میں تین چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں۔ اس کے طلوع کے وقت ولادت ہوئی، یہی تمام انبیاء کی ولادت کا وقت ہے"(ص:۱۴۹)

زیر نظر تصنیف میں فقیہ اعظم نے ہر واقعہ کی تحقیق کی ہے اور پھر دیانت داری کے ساتھ بیان کیا ہے۔ استدلال کا انداز بہت خوب ہے۔ احادیث، کتب سیر و مغازی، اقوال صحابہ وائمہ سے ہر بات کی دلیل دی ہے۔ اسلوب بھی فطری اختیار کیا ہے۔ تحقیق، رد اور تنقید کا الگ الگ لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ شبلی اور سلیمان ندوی کی طرح انشا پردازی کا ہر جگہ نمونہ نہیں پیش کیا ہے۔ البتہ جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں قلم کی رنگینی دیکھنے کے لائق ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے احوال وواقعات کا بہت ہی ادبی انداز میں آغاز کیا ہے۔ "خورشید رسالت کا طلوع" کے عنوان سے لکھتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:۔

"آج بہار خلد وادی تہامہ میں اتر آئی ہے، آسمان اپنی انجمن کے ساتھ دولت سرائے آمنہ پر جھکا ہوا ہے ... کھڑا، فضائے بسیط پر اپنی نقرئی چاندنی تانے ہوئے ہے، آفتاب بڑی تیزی سے افق مکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبرئیل امین ملاء اعلیٰ کے نورانی انفاس کی فوج در فوج جلو میں لے کر دست بستہ کاشانہ عبداللہ پر کھڑے ہیں۔ کارکنان قضا وقدر چشم براہ، ملکۂ مصر آسیہ، کنواری بتول مریم حوران بہشت کے ساتھ خلوت کدۂ آمنہ میں حاضر ہوئیں۔

کیوں؟ اس لئے کہ

نور ازل کا آئینۂ جمال وکمال، قادر کل کا مظہر ذات وصفات، رب العالمین کا خلیفۂ اعظم، خالق کونین کا نائب اکبر، خزائن السمٰوٰت والارض کا مالک، نعم ہائے الٰہیہ کا قاسم، ملکوت وملک کا تاجدار، بحر وبر کا مختار، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، دعائے خلیل، تمنائے کلیم، بشارت مسیح، جگر گوشہ، عبداللہ، نور دیدۂ آمنہ رونق افزائے عالم شہود ہونے والا ہے۔"(ص:۱۴۳)

اس ادبی شہ پارے کے علاوہ نثری خطابت کا جلوہ بھی ملاحظہ کر لیجئے:۔

"کسریٰ مزاحم ہوا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا، قیصر مقابل ہوا تو اسے بھی سامنے سے بھاگنے ہی میں اپنی نجات نظر آئی اور چند ہی دنوں میں دنیا کی تمام قوموں کو اسلام ہی کی آغوش رحمت میں اطمینان کی زندگی نصیب ہوئی۔"(ص:۱۶)

(۲) "فتنوں کی سرزمین کون؟"

حضرت فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی نوراللہ مرقدہ کی معرکتہ الآرا علمی وتحقیقی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ فتنوں کی سرزمین "عراق نہیں "نجد" ہے۔

زیر نظر تصنیف میں فاضل مصنف نے نجد وعراق کا تاریخی جائزہ پیش فرمایا ہے۔ اس تصنیف میں بھی آپ نے درایت وتحقیق سے کام لیا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ مئوناتھ بھنجن (ضلع مئو، یوپی، بھارت) کے ایک غیر مقلد نے یہ ثابت کرنے کی کوشش ہے کہ روئے زمین پر عراق سے بدتر کوئی سرزمین ہے ہی نہیں یہاں تک کہ متھرا، کاشی، ملندن، برلن، اور پیرس بھی نہیں۔ اس ظالم زمانہ نے ملک عراق کے شہر کوفہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ ... کو علم حدیث سے نابلد اور اہل الرائے

قرار دیا ہے نیز ''قبیلہ بنی زعبیہ'' کو سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد بتا کر انہیں خونی، قاتل اور غارت گر کہا ہے اور اس طرح سرکار غوث اعظم کی ذات پر حملہ کرتے ہوئے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کیا ہے۔

حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ العزیز نے زیر نظر تصنیف میں احادیث کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ فتنوں کی سرزمین عراق نہیں نجد ہے۔ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ نے تاریخی شواہد سے نجد کے دو خصوصی فتنوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(۱) مسیلمہ کذاب کا فتنہ (۲) ابن عبدالوہاب کا فتنہ

نجدی مذہب کا اصل بانی یہی ابن عبدالوہاب نجدی ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اس ضمن میں ابن سعود سے ابن الوہاب کے پیکٹ (معاہدہ Pact) ابن سعود کے اسلام و مسلم دشمن کرتوتوں، حجاز پر نجدیوں کے مظالم اور بعدہ نجدیوں پر ابراہیم پاشا کے یلغار اور حجاز سے ان کے صفایا کی مختصر مگر صحیح تاریخ پیش فرمائی ہے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کی بدمذہبی، ظلم و جبر وغیرہ کی گواہی دیوبند کے بڑوں یعنی حسین احمد ٹانڈوی، شیخ محمد تھانوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ کی زبانی دلوائی ہے۔ علاوہ اس کے ایک عراقی عالم علامہ جمیل آفندی صدقی زہاروی کی۔ ابن عبدالوہاب کی بے رحمی اور اسلام دشمنی۔ پر ایک تحریر بھی نقل کی ہے۔

محمد علی پاشا کے حکم پر ابراہیم پاشا کی نجدیوں کا حجاز سے صفایا کرنے کے بعد ان ظالمان زمانہ، اسلام و مسلم دشمن نجدیوں کے فتنے کے دوسرے دور کی تاریخ بھی بہت ہی فاضلانہ، مورخانہ اور محققانہ انداز میں فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پیش فرمائی ہے۔

نجدیوں نے دراصل فرنگیوں سے ساز باز کر کے عرب شریف پر اپنا تسلط قائم کیا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی بے حرمتی، یہاں کے مسلمانوں پر سعودی نجدیوں کے مظالم کی کہانی حضور فقیہ اعظم نے اشکوں کی زبانی پیش کی ہے۔

اس دردناک داستان کو حضرت فقیہ اعظم نے خلافت کمیٹی کی رپورٹ پر ختم کی ہے۔ اب وہ ''خلاصۂ کلام'' کے عنوان [illegible]

(۱) ابن عبدالوہاب نجدی نجد کے علاقہ مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش عُیینہ میں پیدا ہوا۔

(۲) اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔

(۳) اس وقت کے درعیہ کے والی ابن سعود کو اپنا ہم مذہب بنالیا۔

(۴) اس نئے مذہب کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ سوائے ابن عبدالوہاب اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے تمام دنیا کے مسلمان چھ صدی سے مشرک و کافر ہیں۔ ان سے جہاد فرض ہے۔ بزور شمشیر ان کو اپنے عقیدے میں داخل کرنا فرض، ان کو قتل کرنا فرض، ان کے اموال کو لوٹنا فرض ہے۔

(۵) اس عقیدے کے تحت ابن سعود نے نجدی مذہب قبول کرنے کے بعد پہلے اندر اندر نجد کے بدؤں میں مسلمانوں کو لوٹنے اور مارنے کی زمین دوز تحریک چلائی پھر قوت ملتے ہی، اپنے پڑوسی چھوٹے چھوٹے شیوخ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بناتے ہوئے اور بصورت دیگر انہیں قتل کرتے ہوئے، پورے نجد اور پھر حرمین طیبین پر قابض ہو گیا۔

(۶) جہاں بھی یہ گیا وہاں بلا گناہ مسلمانوں کا ایک طرف سے قتل عام کیا نہ چھوٹے کو چھوڑا نہ بڑے کو نہ مرد کو نہ عورت کو اور شہروں کو تباہ و برباد کر دیا۔

(۷) تمام مزارات مقدسہ کے قبہ جات ڈھا دئے، ان کو کھود کر کھنڈر بنا دیا۔

(۸) خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنبد پر گولیاں چلائیں۔ اس کا سونے کا ہلال اور سونے کی چھتری اتاری۔ گنبد اقدس بھی ڈھانا چاہتے تھے مگر اللہ عزوجل نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا۔

(۹) کثیر مساجد کو بھی ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا۔

(۱۰) قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی کتابوں کو سڑکوں پر پھینک کر ان کی انتہائی بے حرمتی کی۔

(۱۱) عثمانی ترکوں کو ختم کرنے کے لئے برطانوی نصرانیوں سے امداد لی، ان کو اپنا دوست اور ولی بنایا۔ (۵۰-۵۱)

(۱۲) نجدیوں کا مذہب مسلمانوں کے سواد اعظم سے الگ ایک نیا [illegible] ہے۔ آج نہ صرف ساری دنیا کے مسلمان

بلکہ غیر مسلمین بھی اس سچائی سے واقف ہیں کہ سعودی نجدیوں نے نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کے اصحاب وعترت اور ان کی والدہ ماجدہ تک کے آثار وقبور کو منہدم اور برباد کر دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:- "میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔" قرآن مقدس میں یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بنانے کا حکم دیا گیا۔ یہود ونصاریٰ کو ایک دوسرے کا دوست اور اسلام ومسلمانوں کا دشمن بتایا گیا۔ ان سے دوستی کرنے والوں کو انہیں میں سے بتایا گیا۔ (سورہ مائدہ:۵۲-۵۳) مگر آج دیکھئے کہ سعودی نجدی کس طرح نصرانیوں اور یہودیوں کے دوست بلکہ غلام بنے ہوئے ہیں اور مسلمانوں بالخصوص عراقیوں اور فلسطینیوں کے دشمن ہیں۔ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ سعودی اور یہودی ایک ہیں۔

عراق کے بارے میں

نجدیوں اور ان کے ہم مذہب ہندی وہابیوں اور غیر مقلدوں کا یہ فریب اور جھوٹا دعویٰ دیکھئے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "عراق" کو اپنی دعا سے محروم رکھا۔ لیکن حضرت فقیہ اعظم ہند نے صحیح احادیث سے ثابت کیا ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عراق کے لئے دعا خیر فرمائی ہے۔ (ص:۶۱،۶۲)

عراق کی ایک اور فضیلت کی بابت لکھتے ہیں:-

"یہ تو نظر آیا کہ دجال کا خروج عراق سے ہوگا (اگرچہ یہ احادیث صحیحہ مرفوعہ کے معارض ہے اور نا قابل قبول) مگر یہ نظر نہیں آیا کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت امام مہدی کی رکن اور مقام کے درمیان لوگ بیعت کرلیں گے اور ان پر شام کا حملہ آور لشکر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا۔ اور لوگ تائید ایزدی کا نظارہ کرلیں گے۔

اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُوْنَهٗ

امام مہدی کی خدمت میں شام کے ابدال اور عراق کے لوگ گروہ در گروہ حاضر ہو کر بیعت کریں گے۔

اب بتائیے کہ یہ عراقی گروہ در گروہ حضرت امام مہدی کی بیعت کرنے والے خوارج ہوں گے [illegible] حروریہ ہوں گے کہ غیر مقلد۔

آپ نے خود یہ حدیث ذکر کی ہے:-

قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک عراق کے اچھے لوگ شام اور شام کے برے لوگ عراق کی طرف منتقل نہ ہو جائیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ قیامت تک عراق میں اچھے لوگ بھی رہیں گے۔ اور شام میں برے لوگ بھی۔" (ص:۶۱-۶۲)

آپ نے اس روایت کو بھی مجروح ثابت کیا ہے کہ دجال عراق سے نکلے گا (۶۷-۶۸) شہر کوفہ (عراق) سے رافضیوں کو اس لئے نفرت ہے کہ وہاں کے اس زمانے کے باشندوں نے سیدنا امام حسین اور سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہما سے بے وفائی کی تھی۔ یقیناً کوفیوں نے بے وفائی کی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوفہ اور کوفہ کی وجہ سے عراق کو فتنوں کی سرزمین کہہ دیا جائے۔ روافض کا تو یہ عالم ہے کہ یہ "دریائے فرات" تک کو کوسنے سے باز نہیں آتے کہ ہائے ہائے امام اور ان کے اہلِ بیت کو پانی نہیں دیا۔ اس میں دریا کا کیا قصور ہے قصوروار بلکہ ظالم وجفاکار۔ اسلام دشمن، امام دشمن، اہلِ بیت دشمن، تو یزید پلید اور اس کے سپاہی تھے۔

وہابی اور غیر مقلد وغیرہ کوفہ سے اس لئے چڑھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہاں کے باشندہ تھے۔

حضرت فقیہ اعظم نے کوفہ کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے اس کی عظمت وفضیلت ثابت کی ہے۔ البتہ مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کرنے والے نیز امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیوفائی کرنے والے کوفیوں کی مذمت کی ہے۔ (ص:۷۶/۷۷،۸۰تا۸۵)

شارح بخاری قبلہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قدس سرہٗ العزیز نے "بغداد شریف" کی بھی مختصر مگر جامع تاریخ بیان کی ہے اور ابوالفداء، حافظ ابن کثیر دمشقی، حضرت امام بخاری، حضرت امام احمد بن حنبل نیز دیگر ائمہ وعلماء کے اقوال سے بغداد کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ (ص:۹۴تا۹۹)

زیر نظر تصنیف میں عراق کو فتنوں کی سرزمین بتانے والے مئو کے غیر مقلد کا شدید رد کیا ہے۔ فتح محمد جالندھری، شبلی نعمانی، سلیمان ندوی،

یہ کتاب بھی حضرت فقیہ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کی مورخانہ وتحقیقانہ شان کی غماز ہے۔

(۳) تحقیقات حصہ دوم

''تحقیقات'' کے دو حصے ہیں۔ حصہ اوّل میں بدمذاہب بالخصوص دیوبندیوں کا شدید رد فرمایا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا دفاع کیا گیا اور ان کے ملفوظات پر کئے گئے مختلف اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

حصہ دوم میں وہابیوں، دیوبندیوں کا رد ہے۔ اس حصہ میں کچھ اہم تاریخی مواد بھی شامل ہے جس سے حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی قدس سرہٗ العزیز کی مورخانہ شان اور تاریخ میں ان کی تحقیق ودرایت کا مقام ومرتبہ بھی واضح ہوتا ہے۔

حرمین پر کافر کی حکومت:

اس تعلق سے لکھتے ہیں:-'' وہابیوں کے تمام فرقے دیوبندی، غیر مقلد، مودودی جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو نجدیوں کا ہے، اگر ہم کافر تو نجدی بھی کافر اور حدیث میں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی تو اس لئے ثابت ہے کہ نجدی کافر نہیں۔ ہم اور وہ دونوں ہم عقیدہ ہیں اس لئے ہم بھی کافر نہیں۔'' (ص:۹)

شارح بخاری علیہ الرحمہ نے دو حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ عرب میں کافر کی حکومت ہوگی۔ آپ نے ثابت کیا ہے کہ حرمین طیبین پر یزید کی حکومت تھی اور یزید کو حضرت امام احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے ائمہ وعلماء نے کافر کہا ہے گو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں سکوت فرمایا ہے۔

عرب میں کافر کی حکومت کے بارے میں چوتھی دلیل یہ دی ہے کہ مصر کے عبیدی فاطمی بدترین قسم کے روافض تھے۔ حرمین شریفین پر ان کی حکومت تقریباً ۲۰۰ سال رہی۔ قرامطہ نے بھی مکہ معظمہ فتح کیا۔ ایک حدیث سے ثابت کیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا۔

اس کے بعد نجدی عقائد کی تحقیق پیش کی ہے۔ حسین احمد ٹانڈوی کی تحریر پیش کی ہے اور دکھایا ہے کہ ٹانڈوی صاحب نے ابن عبدالوہاب کو خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھنے والا لکھا ہے۔ اس کے بعد سوال کیا ہے کہ آیا ان عقائد وخیالات کے ہوتے ہوئے وہ کافر تھا یا مسلمان؟ وہ مسلمانوں کے قتل کو حلال جانتا تھا۔

اس کے بعد بخاری ومسلم نیز شرح مسلم کے حوالوں سے دکھایا ہے کہ مسلمان سے بغیر حق کے قتال کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا البتہ اگر اسے حلال جانے تو ضرور کافر قرار دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اجماع امت نیز حدیث پاک کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ کلمہ گو کو کافر کہنے والا کافر ہے اور جو نجدی سارے عالم کے مسلمانوں کو کافر کہتا تھا وہ تو بہت بڑا کافر ہے۔ (ص:۱۲تا۱۵)

لکھتے ہیں:-'' جب ایک مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے تو سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا نجدی تھوک کے حساب سے کافر ہے۔''

اس حقیقت بیانی میں طنز ومزاح کی چٹکی بھی لائق دید ہے۔

پھر حسین احمد ٹانڈوی کے قول سے ثابت کیا ہے کہ وہابی نجدی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخی کرتے ہیں اور پھر اس پر استدلال پیش کیا ہے کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ یہاں تک کہ ایک معمولی پڑھا لکھا مسلمان بھی کہ حضور علیہ السلام کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ومرتد ہے کجا ایسی شدید گستاخی کرنے والا۔

حضرت شارح بخاری نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث (صحیح بخاری شریف) کہ نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔ بھی پیش فرمائی ہے اور اس طرح دکھایا ہے کہ عرب میں نجدیوں کی حکومت کفری حکومت ہی ہے۔

اخیر میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی تحریر (المہند، ص:۱۸) سے پیش کی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ نجدی اہل سنت سے خارج، ضال مضل، گمراہ بددین ہیں۔ (ص:۱۸)

حضرت شارح بخاری نے اس مسئلہ میں اپنی مورخانہ شان، تحقیقی عظمت، فقہی بصیرت، حدیث میں مہارت نیز طرز استدلال کے استحکام وغیرہ کا نمونہ پیش کیا ہے۔

اسی کتاب میں آپ نے امام احمد رضا کے اس قول (الملفوظ حصہ

چہارم ص:۸) کہ نوشیرواں کے احکام کو جان کر اسے عادل کہنا کفر ہے ورنہ حرام! پر دیوبندیوں کے اعتراض کا مسکت جواب دیا ہے۔

دیوبندیوں نے ایک فرضی حدیث گڑھ لی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ولدت فی زمن الملک العادل میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا۔'' آپ نے ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے اور کسی ایرانی کی گڑھی ہوئی ہے۔ اس کے تحت آپ نے حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابو طاہر فتنی کی تحریرات بھی پیش کی ہیں۔

اخیر میں مولوی شبلی نعمانی کی سیرت النبی جلد:۴ کہ جسے بعد میں شبلی صاحب کے شاگرد رشید سلیمان ندوی نے مکمل کیا۔ انہیں کی اس عبارت:- ''ایرانیوں میں اس (نوشیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔ (ص:۲۱) یہاں بھی حضرت فقیہ اعظم ہند نے اپنی مورخانہ شان، تحقیق و درایت اور حدیث میں درک کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

(۴) ''اسلام اور چاند کا سفر''

عالم طبیعیات، فلکیات اور ریاضی پر مشتمل اس کتاب میں حضرت فقیہ اعظم نے عقلاً اور شرعاً چاند پر انسان کے پہونچنے کو ممکن بتایا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مفسرین کے ارشادات سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے۔ اس تالیف سے جہاں حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت، مفسرانہ و محدثانہ شان کا اظہار ہوتا ہے، وہاں عقلی علوم بالخصوص جدید سائنس، فلکیات اور ریاضی وغیرہ پر آپ کی گرفت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ لیکن دکھانا صرف یہ مقصود ہے کہ حضرت فقیہ اعظم نے یہاں بھی اپنی مورخانہ شان کا نمونہ پیش فرمایا ہے۔ آپ نے اس تالیف میں ''فن ہیئت کی تاریخ'' بہت ہی فاضلانہ انداز میں پیش فرمائی ہے۔ آپ نے فن نجوم کا پہلا گہوارہ ''بابل ونینوا'' کو بتلایا ہے۔ اس کے بعد اس فن کی ایران، ہندوستان اور چین میں آمد کا ذکر کیا ہے۔ پھر ۵ رویں صدی قبل مسیح اس علم کے یونان پہنچنے کی نشاندہی کی ہے۔

یونان میں اس فن کو ''فیثا غورث'' اس کے تلامذہ، ارسطو و ارخس تک اس علم کے فروغ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد یہ فن مصر پہنچا۔ بطلیموس نے پروان چڑھایا۔ آپ نے بطلیموس کے نظریے کی وضاحت بھی کی ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

''یورپ ان ایام میں اپنے دن رات جہالت کی تاریخ میں گزار رہا تھا۔ ایران ہندوستان اپنی قدیم معلومات کو حرف آخر جانتے رہے یہاں تک کہ چھٹی صدی عیسوی میں نیز اسلام طلوع ہوا اور دنیا کو علم وعرفان سے مالا مال کیا۔'' (ص:۳۰)

اس کے بعد دوسری صدی ہجری سے لے کر عہد ہارون رشید و مامون رشید اور بعد کی مسلم حکومتوں کی سرپرستی میں اس علم کی مختصر مگر جامع تاریخ پیش کی ہے۔ آپ نے صرف بغداد ہی میں اس علم کے فروغ کی تاریخ کا ذکر نہیں کیا بلکہ مسلم اسپین میں بھی اس کی پذیرائی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ مصر اور پھر ۱۵ رویں صدی عیسوی میں تیمور لنگ کے پوتے الغ بیگ کے عہد میں اس فن کی پذیرائی و ترقی کا ذکر کیا ہے۔

یورپین نے اس مسلم سرمائے کو ترجمہ کے ذریعہ ہتھیایا اس کا بھی ہلکا سا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد یورپ میں اس فن کی ترقی کا ذکر کیا۔ کئی سیاروں کی دریافت، دوربینوں کے ایجاد وغیرہ کا بھی تذکرہ آپ نے کیا ہے۔ اسلام میں اصل علوم دینیہ ہے بالخصوص علم اصلی فقہ ہے اور تمام عقلی علوم اس کے خادم ہیں۔

آپ نے اسی تعلق سے بڑی اچھی بات لکھی ہے:-

''مسلمان چونکہ ایک مذہبی قوم ہے اس لئے اسے صرف (علم ہیئت) مادی ہی نہیں رکھا بلکہ اس سے مذہبی امور میں آسانیوں کی راہ نکالی۔ سمت قبلہ مواقیت صلوٰۃ کے لئے اصول وضع کئے اور مستقل علم توقیت کی بنیاد ڈالی'' (ص:۳۲)

بطلیموس اور اس کے نظریے کے موئدین پر طنز لطیف کا یہ جلوہ بھی دیکھئے، حضرت فقیہ اعظم تحریر فرماتے ہیں:-

''بطلیموس نے سات سیارے بتائے اور ان کو سامنے رکھ کر اس نے نو آسمانوں کا قول کیا۔ اب کہا جا رہا ہے کہ سیارے نو ہیں۔ تو آج بطلیموس اگر زندہ ہوتا تو بجائے نو کے گیارہ آسمان کا قول کرتا کہ نہیں؟ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے مگر اس کے نظریہ کو تسلیم کرنے والوں کے لئے ضروری

ہے کہ وہ اب نو کے بجائے گیارہ آسمان مانیں، لیکن ان لوگوں سے جو فلسفیوں کی ہر بات پر ارشادات ربانیہ کو منطبق کرتے ہیں۔ میرا یہ سوال ہے کہ نو آسمان کی تعداد عرش و کرسی سے پوری کردی گئی تھی اب گیارہ آسمان کی گنتی کس سے پوری کریں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بھی سائنس کے ہر دعویٰ کو قرآن پر منطبق کرنے کی سعی کریں گے۔ وہ ہمیشہ ٹھوکر کھائیں گے۔" (ص:۴۷-۴۸)

خلاصۂ کلام

فقیہ اعظم ہند کی سیرت و تاریخ نگاری کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:-

(۱) مقصدیت :- انہوں نے تاریخ و سیر سے متعلق جو بھی کتب و رسائل لکھے ہیں کسی نہ کسی مقصد کے پیش نظر لکھے ہیں۔ حضور جان نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر "اشرف السیر" لکھنے کے کئی وجوہ اور مقاصد ہیں۔ (۱) یورپی مورخین کی غلط بیانی۔ اور ان مورخین سے مرعوبیت کے سبب نام نہاد مسلم مورخین کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق معتبر و مستند واقعات و حالات نیز معجزات کے انکار کا رد بلیغ (۲) مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح، مستند و معتبر سوانح سے واقف کرانا (۳) عقائد و ایمان کا تحفظ نیز سرکار علیہ السلام کی عقیدت و محبت میں مسلمانوں کو سرشار کرنا وغیرہ۔

اسی طرح "فتنوں کی سرزمین کون" کی تصنیف کا سبب بھی عقائد و ایمان نیز حدیث پاک کا تحفظ و دفاع، سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت و ناموس، امام اعظم اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظمت کا دفاع اور نجدی وہابی دھرم کا پول کھولنا وغیرہ۔

تحقیقات حصہ دوم کی تالیف کا بھی یہی مقصد ہے۔

"اسلام اور چاند کا سفر" کی تالیف کا مقصد بھی مسلمانوں کو گمراہی سے بچانا اور یہ بتانا کہ چاند آسمان میں نہیں ہے اور چاند پر پہنچ جانے سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا نیز شرعاً اور عقلاً چاند پر پہنچنا ممکن ہے۔

(۲) درایت :- مسلمانوں نے جن اسباب کی بنا پر سوانح نگاری اور تاریخ نویسی کی بنا ڈالی اس میں نقد و جرح بھی ہے یعنی کسی واقعہ کو صرف اس لئے نہ مان لیا جائے کہ ہے اس طرح بیان ہوا بلکہ اس پر دو طرح سے غور کرنا چاہئے۔ (۱) واقعہ جن لوگوں نے بیان کیا ہے وہ لوگ قابل اعتماد، قابل وثوق اور دیانت دار ہیں یا نہیں۔ (۲) جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے وہ عملاً اور عقلاً بھی ممکن ہو سکتا ہے یا نہیں۔

حضرت فقیہ اعظم کی سیرت و تاریخ نگاری، اس حیثیت سے اپنے معاصرین یہاں تک کہ شبلی و سلیمان ندوی وغیرہ میں بھی ممتاز ہے کہ انہوں نے ہر واقعہ کی چھان پھٹک کی ہے اور تحقیق و تنقید سے کام لے کر سچائی کو سامنے لائے ہیں۔ ہر کتاب کے تبصرے کے تحت اس کی مثالیں پیش کردی گئی ہیں۔

(۳) پس منظر اور پیش منظر :- حضرت فقیہ اعظم نے ذاتی سوانح عمری اور کسی بھی علم و فن یا ملک و قوم کی تاریخ بیان کرتے وقت ان کے پس منظر اور پیش منظر دونوں کو سامنے رکھا ہے، "اشرف السیر" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک سے قبل اور حضور کے زمانے کے عرب کے سیاسی، عمرانی، مذہبی حالات نیز دنیا کے ان حالات کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ دیگر تصانیف و تالیف میں بھی یہ انداز اختیار کیا ہے۔

(۴) محنت و جستجو اور عالمانہ شان :- محنت، جستجو اور عالمانہ تحقیق و تفتیش حضرت فقیہ اعظم کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ ان کی مثالیں پیش کردی گئی ہیں۔

(۵) ایجاز و اعتدال :- آپ کی ہر کتاب میں یہ خصوصیت بھی نمایاں ہے۔

(۶) انشاء پردازی :- ادبی کتابوں میں حسن تحریر اور لطف انشاء پیدا کرنا آسان ہے لیکن سیرت و سوانح اور تاریخی واقعات کے بیان میں اس حسن و لطف کا باقی رکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ فقیہ اعظم کی کتب سیرت و تاریخ میں تحریر کا حسن اور انشاء کا لطف موجود ہے۔ مثالیں پیش کردی گئی ہیں۔

کتابیات :- (۱) قرآن کریم (۲) حدیث پاک تصانیف فقیہ اعظم (۳) اشرف السیر (۴) فتنوں کی سرزمین کون؟ (۵) تحقیقات حصہ دوم (۶) اسلام اور چاند کا سفر۔

✿✿✿✿

شارح بخاری کی خدمت میں ہدیۂ تبریک

بزم فیضان رضا طلبۂ دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی

کیوں رضا آج گلی سونی ہے　　　اٹھ مرے دھوم مچانے والے

عصر حاضر میں مختلف قسم کے گمراہ اور باطل فرقے اسلام وسنیت کی صورت مسخ کرنے کے لئے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ عقائد باطلہ کو فروغ دینا چاہتے ہیں اس لئے ہم حساس طلبہ قوم مسلم کو گمراہی سے بچانے اور سنیت کو فروغ دینے کے لئے اکابر علمائے اہل سنت بالخصوص اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے متعدد رسائل شائع کر چکے ہیں۔(۱) برکات الامداد (۲) اظہار الحق الجلی (۳) میلاد مصطفے (۴) سید المرسلین (۵) کتاب التراویح (۶) فاضل بریلوی اور امور بدعت (۷) اندھرنے سے اجالے تک (۸) مسائل سبع (۹) قیامت (۱۰) مدار نجات (۱۱) رضا کوئز بک۔ اور آئندہ بھی ہم یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں ہم قوم کے بہی خواہوں کی دعاؤں ونیک تمناؤں اور اہل خیر حضرات سے تعاون کے متمنی ہیں کیونکہ

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر　　　ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

رابطہ کا پتہ:- بزم فیضان رضا طلبہ دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی ۷۰

شارح بخاری کی خدمت میں خراج تحسین

الجامعۃ الاسلامیہ، مصطفیٰ آباد، ضلع بہرائچ (یوپی)

سرزمین مصطفے آباد ضلع بہرائچ شریف میں اہل سنت وجماعت کا یہ عظیم الشان ادارہ ہے۔ پانچ سال سے تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کر رہا ہے مزید قرب وجوار کے مسلم عوام میں دینی تعلیم کا شوق پیدا کر کے دینی شعور کو بیدار کرنے کی غرض سے الجامعۃ الاسلامیہ لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ عطیات، صدقات اور زکوٰۃ سے تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ چیک یا ڈرافٹ پر "الجامعۃ الاسلامیہ ٹرسٹ A /C. No, 9784" لکھیں۔

خط وکتابت کا پتہ

دار العلوم اہل سنت الجامعۃ الاسلامیہ پوسٹ مصطفے آباد ضلع بہرائچ شریف۔ پن کوڈ ۲۷۱۹۰۱ (یوپی)

شارح بخاری کی خدمت میں ہدیۂ تبریک

مدرسہ عزیزیہ، ٹھاکردوارہ، مرادآباد (یوپی)

ضلع مرادآباد کے شمال مغربی حصہ کا ایک تعلیمی ادارہ ہے۔ جس کو حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ایماء پر حضرت مولانا عبد العزیز مصباحی شریف نگری نے قائم کیا تھا۔ فی الحال حافظ وقاری مولانا امجد علی قادری مصباحی کی قیامت میں اپنی کامیابی وکامرانی کی طرف رواں دواں ہے۔ مخلصین ومعاونین کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔

رابطہ کا پتہ:-(عالیجناب) محمد علی بن مولانا عبد العزیز صاحب

شارح بخاری! ادبی ولسانی خدمات

مولانا شکیل احمد اعظمی مصباحی — ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ

اُردو زبان وادب کے ارتقاء میں علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا کلیدی کردار رہا ہے۔ صوفیا نے جن ذرائع سے تبلیغ وارشاد کا کام لیا وہی اردو ادب کے ابتدائی نمونے کہلائے اور وہ ذرائع خطبات، اقوال، رسائل وکتب اور شعروشاعری کی شکل میں ہیں۔ اردو کے ابتدائی اور دکنی کارنامے معراج العاشقین (خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) رسالۂ سہ پارہ (شیخ عین الدین گنج العلم) سیدھا راستہ (عماد الدین قلندر) احکام الصلوٰۃ (شاہ امین الدین اعلیٰ) کلمۃ الحقائق (شاہ برہان الدین جانم) اور سلطان مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے رسائل انہیں تبلیغ وہدایات اور بیعت وارشاد کے نتائج ہیں۔ ابتدا سے لے کر عہد حاضر تک ہر دور اور ہر زمانہ میں اردو زبان وادب کی تعمیر وتشکیل میں علمائے کرام کی خدمات اور مذہبی لٹریچر کا زبردست اور ناقابل فراموش حصہ رہا ہے۔

عصر حاضر میں شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشرف السیر" "مقالات امجدی" "اسلام اور چاند کا سفر" "اثبات ایصال ثواب" "فتنوں کی سرزمین" "کون" "امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر" "منصفانہ جائزہ" "اشک رواں" "السراج الکامل" جیسی وقیع علمی اور تحقیقی کتابیں لکھ کر اور اردو زبان میں بخاری شریف کی ایک لاجواب شرح کرکے ادبی ولسانی نقطۂ نظر سے اردو زبان کی جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

ابتدا ہی سے حضرت شارح بخاری نے گراں قدر مضامین ومقالات لکھنے سے شغف رکھا آپ کی بیش قیمتی اور جامع تحریریں دبدبۂ سکندری رام پور، نوری کرن، بریلی شریف، پاسبان الہ آباد، جام کوثر کلکتہ، استقامت کانپور، اشرفیہ مبارکپور، رفاقت پٹنہ، حجاز جدید دہلی وغیرہ میں شائع ہوکر عوام وخواص کے درمیان مقبول ہوتی رہیں۔

مصنفات ومقالات شارح بخاری کی بے انتہا مقبولیت وشہرت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ تحقیقی، علمی اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ فنی ادبی اور لسانی اعتبار سے بھی بہت وقیع اور گراں قدر ہیں اس لئے کہ آپ کے رشحات قلم سے نکلے ہوئے مضامین اردو نثر نگاری کے رموز ونکات کے سرمایہ سے مالا مال نظر آتے ہیں۔

الفاظ واصوات

تحریر میں الفاظ واصوات کو ایک بنیادی حیثیت اور مرکزی مقام حاصل ہے ہمارے جذبات کے پرتو الفاظ واصوات کی شکل میں نمایاں اور اجاگر ہوتے ہیں اور ان کی صورت گری وتصویر کشی الفاظ ہی کے پیکروں اور سانچوں سے ہوتی ہے یہ الفاظ جس قدر موزوں اور مناسب ہوں گے اس کے اثرات اتنے ہی دیرپا اور باعث کشش ہوں گے خیالات میں لذت ومسرت کے اضافے انہیں الفاظ واصوات سے ہوتے ہیں۔ اقوال وابحاث کے رس جس حسن وزیبائش یا قبح وآلائش سے ہماری کیفیتوں کو متاثر کرتے ہیں ان کے زیر وبم اور نشیب وفراز میں الفاظ واصوات ہی دخیل ہیں۔

حضور شارح بخاری کی تحریروں میں الفاظ کا حسن انتخاب اور اصوات کی معنویت کا اندازہ اس اقتباس سے لگائیے۔

"اللہ اللہ ایک وہ بھی وقت تھا اسی ارض پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قبضہ کیا تھا لیکن ایک قطرہ خون زمین پر نہ بہا لیکن انہیں امن پسندوں کی اولاد کی لاشیں ان کے خون میں امن وسلامتی کے ٹھیکیداروں، صلیبی درندوں نے تیرائیں بالآخر ۹۰ رسال بعد شیر دل غازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان صلیبی سورماؤں کو سمندر پار ڈھکیل کر ارض مقدس کو پاک کیا" (مقالات امجدی، صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴)

مذکورہ عبارت ارض فلسطین کی تاریخ سے متعلق موصوف کے ایک [illegible] قطع نظر [illegible] سے اس کے الفاظ واصوات سے بیان کے

(شارح بخاری صفحہ [illegible])

اندر جوزور، وزن اور حسن پیدا کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

الفاظ ومعانی

جاحظ نے الفاظ و معانی کے بابت بہت پہلے لکھا تھا جو عربی ادباء کے لئے مشعل راہ تھا ہی اب اردو نثر نگاری کے لئے ایک فن بن چکا ہے۔

''معانی عربی، عجمی، بدوی، شہری سب جانتے ہیں اصل کمال وزن کے قیام الفاظ کے انتخاب، مخرج کی سہولت، حسن و رونق کی موجودگی آمد وطبیعت کی فراوانی اور لطافت ترکیب میں پوشیدہ ہے''۔ (اردو اسالیب نثر، صفحہ ۲۱)

جاحظ کے ان الفاظ پر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج الفاظ و معانی کے اعتبار سے اردو نثر نگاری کی جو خوبیاں قرار دی گئی ہیں وہ سب کچھ جاحظ کے اس اقتباس میں مضمر ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ معانی کچھ نہ کچھ ہر ایک کے ذہن وفکر میں ہوتے ہیں جو اپنی استعداد کے مطابق ظاہر کرتا ہے انہیں معانی کو الفاظ کا جامہ پہنانا اور حسن کلام کی شکل دینا ایک صنعت اور فن ہے۔ آیئے ہم اس فن کا مشاہدہ شارح بخاری کی تحریر میں کریں۔

''کون نہیں جانتا کہ آج سے ہزار ہا سال پہلے حکماء یونان نے زمین کی گردش کا قول کیا تھا، لیکن پھر انہیں میں وہ پیدا ہوئے جنہوں نے حرکت زمین کا انکار کیا اور آسمان کی گردش کی تھیوری پیش کی اور اس پر اتنا زور دیا کہ ساری دنیا کو یقین کرنا پڑا کہ یہی واقعہ ہے حتیٰ کہ شرق سے لے کر غرب تک دنیا کے گوشے گوشے میں گردش چرخ فلک دوآر کا محاورہ تک پھیل گیا لیکن زمانہ نے پھر کروٹ بدلی اور آج یورپین نظر بازوں نے اپنی دور بینوں اور خورد بینوں سے اپنی قوت بھر اچھی طرح دیکھ بھال چھان بین کر یہ ادعا کیا کہ آسمان کا وجود ہی نہیں کہ اس کی گردش کا سوال پیدا ہو بس زمین ہے وہی گردش کر رہی ہے۔ اور زمین ہی کی گردش ہی ہماری زندگی کی بنیاد ہے۔ (مقالات امجدی، صفحہ ۴۱۔۴۲)

مذکورہ اقتباس موصوف کے مشہور مضمون ''خلائی سفر اور قرآن'' سے ماخوذ ہے۔ گفتگو جتنی عمیق اور باریک ہے۔ ان عالمانہ اور فاضلانہ مضامین ومعانی کو ان نکات کے لحاظ سے بڑے مناسب اور شستہ الفاظ میں پیش کیا ہے۔ علمی بحث میں الفاظ ومعانی کا یہ تال میل اپنی فنی نظارگی کی دعوت دے رہا ہے اتنی پیچیدہ اور ا[illegible] پیش کرنا یہ شارح بخاری کا کمال فن ہے۔

احساس وادراک

شعر وشاعری کی طرح نثر میں بھی احساس وادراک کا [illegible] مقام ہے۔ شعر کی طرح کوئی خاص واقعہ بھی جذبات کو برانگیختہ اور شریانوں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور انسان کے خوابیدہ احساس وادراک کے اندر نثر کے بعض حصے گرمی پیدا کر کے شعور کے باب مغلق کو وا کر دیتے ہیں۔ شارح بخاری کی تحریروں کے اندر اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا وجود جب کسی مسئلہ سے حقیقت کی نقاب کشائی کرتا ہے تو خود بخود احساس و ادراک کی رگیں بیدار ہو جاتی ہیں اور فکر وتدبر ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہو جاتے ہیں۔ احساس وادراک کو بیدار کرنے والی تحریر کا نمونہ ملاحظہ کریں۔

''خلاصہ کلام یہ کہ مذبح اور ذبح کے تعین میں بنی اسرائیل اور اہل عرب کی روایات متعارض ہیں۔ اصول تنقید کی رو سے ایک ناقد روایات کے تعارض کے وقت درایت سے کام لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ درایت بنی اسرائیل کے پاس اپنی روایات کی تائید میں کوئی شہادت نہیں برخلاف اہل عرب کے کہ ان کی روایات کی تائید میں متعدد شہادتیں مل رہی ہیں۔ لہٰذا ایک منصف مجبور ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے مقابلہ میں اہل عرب کی روایات کو صحیح مانے''۔ (شارح بخاری، صفحہ ۱۹۱)

اثر اندازی

اثر انگیزی نثر کی جان ہوتی ہے۔ جذبات، تخیل، احساس و ادراک، تشبیہ، آہنگ واسلوب یہ تمام چیزیں اپنی جگہ مسلّم ہیں لیکن اگر ان کے اندر قوت تاثیر نہیں ہے تو یہ اکہرا حسن رکھتی ہیں۔ لیکن اگر اس کے اندر تاثیر کی توانائی سرایت کر جاتی ہے تو اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ وہ نثر ادب برائے ادب نہ رہ کر کے ادب برائے زندگی کی خوبصورت مثال بن جاتی ہے۔ شارح بخاری کی تحریریں اثر وتاثیر کا شیریں جام رکھتی ہیں جو اپنے قارئین کو دعوت قرأت دیتی ہیں۔

قوت تاثیر کے تحت شارح بخاری کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھئے، کہتے ہیں۔

''اگر مسلمانوں نے اس (قرآن واحادیث'' کے خلاف اور کوئی [illegible] شارع عمل اپنے دماغوں سے چنا۔ تو

یقین کریں کہ بہک گئے۔ اگر قدم آگے بڑھائیں گے تو بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے ڈھلکتے جائیں گے۔ ترقی کرنے کے بجائے منزل کے گڈھوں میں گر پڑیں گے ان کے فیصلوں کا دارومدار کثرت رائے پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ قرآن وحدیث کی تائید پر"۔

(اشک رواں، صفحہ ۹۰)

لذت آفرینی

نثر نگار اپنی حسن گفتار اور اسلوب بیان کی نزاکت وحلاوت سے اپنی تحریر کے اندر وہ کشش اور جاذبیت پیدا کرسکتا ہے جس سے قارئین کو پڑھنے میں ایک لذت اور فرحت بخش کیفیت محسوس ہو۔ شارح بخاری کے قلم کے قلمدان سے بہت سی ایسی کاوشیں منظر عام پر آئیں جو لذت وحلاوت کی کیفیتوں سے لبریز اور معمور ہیں جن کے پڑھنے سے ذوق مطالعہ بڑھ جاتا ہے اور قاری ایک نشست میں پورا مضمون پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

شارح بخاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بچپن کا حال لکھتے ہیں جب حضرت حلیمہ آپ کو لینے آتی ہیں اس پیراگراف کو پڑھئے اور لذت ایمان سے سرشار ہو جائیے۔

"حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضور کو لینے کے لئے حاضر ہوئی تو دیکھا کہ آپ سبز ریشمی بچھونے پر سفید اونی کپڑے میں چت لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ بینی مبارک سے پیاری پیاری آواز آرہی ہے۔ جمال پاک دیکھتے ہی وارفتہ ہوگئی آہستگی سے قریب جاکر سینے پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور آنکھیں کھول دیں میری طرف دیکھا، چشم مبارک سے ایک روشنی کی کرن نکل کر آسمان تک بلند ہوئی میں نے بڑھ کر پیشانی اقدس چوم لی گود میں لیا داہنا پستان منھ میں دیا آپ نے اس کا دودھ پی لیا پھر بایاں دیا مگر اسے منھ نہ لگایا، اخیر رضاعت تک یہی حال تھا۔ ہمیشہ ایک پستان کا دودھ پیتے اور دوسرا میرے بچے کے لئے چھوڑ دیتے۔ کیا تاریخ عالم اس عدل کی نظیر پیش کرسکتی ہے۔"

(اشرف السیر، ص:۱۵۳)

محاکات ومنظر کشی

اردو نثر نگاری میں منظر کشی اور محاکات کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ محاکات اور منظر کشی کے پیراگراف پر پہنچنے کے بعد قاری مطالعہ بھی کرتا ہے اور اس کے ذہن وفکر کے پردے پر وہ تصویریں بھی منعکس ہوتی رہتی ہیں، جس سے وہ وجد آفریں کیفیت میں کھو جاتا ہے کبھی کبھی فرط مسرت سے چہرے شگفتہ ہو جاتے ہیں اور کبھی بھی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔

شارح بخاری کے قیمتی قلم کی گراں قدر روشنائی نے منظر کشی کے بہت سے نمونے پیش کئے ہیں "خورشید رسالت کا طلوع" کے عنوان کے تحت ولادت طیبہ کے احوال کا آغاز اس طرح تحریر کرتے ہیں پڑھئے اور ایمان میں بشاشت پیدا کیجئے۔

"آج بہار خلد وادئ تہامہ میں اتر آئی ہے آسمان اپنی انجمن کے ساتھ دولت سرائے آمنہ پر جھکا آرہا ہے، ماہتاب وسط آسمان پر فضائے بسیط پر اپنی نقرئی چاندنی تانے ہوئے ہے، آفتاب بڑی تیزی سے افق مکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبرئیل امین ملأ اعلیٰ کے نورانی انفاس کی فوج درفوج جلو میں لے کر دست بستہ کاشانۂ عبداللہ پر کھڑے ہیں، کارکنان قضاء وقدر چشم براہ ہیں۔ ملکۂ مصر آسیہ، کنواری بتول مریم حوران بہشت کے ساتھ ساتھ حاضر ہیں۔" (اشرف السیر، ص:۱۳۳)

اس اقتباس کی پاکیزگی اور رعنائی سے ذہن وفکر کے اندر کیف ونشاط کی کرنیں پھوٹنے لگتی ہیں اور قلب وجگر جھوم اٹھتے ہیں۔

حضور شارح بخاری کا ادبی ذوق نہایت پاکیزہ اور بلند تھا۔ ان کو زبان وبیان پر کمال کا دسترس حاصل تھا۔ ان کی تحریروں میں نفاست، نزاکت، شوخی، حقیقت بیانی اور الفاظ کے انتخاب کی جو شان پائی جاتی ہے وہ کہیں نہیں ملتی۔ تحقیق وتنقید، منطق واستدلال جدت، سادگی ان کی عبارات کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کی تحریروں میں عالمانہ سنجیدگی، تجزیہ اور تخیل کی بلندی ان کے اسلوب تحریر کی وہ خوبیاں ہیں جس نے اردو عبارت کو عالمانہ غور وفکر سے آراستہ کیا ان کے فقہی، دینی لٹریچر نے اردو زبان کو گراں قدر ادبی ولسانی سرمائے سے مالا مال کر دیا ہے۔

●●

قلب کی گہرائیوں سے اپنے والدماجد

شارح بخاری کی خدمت میں

ہدیۂ عقیدت

(ڈاکٹر) محبّ الحق قادری رضوی

دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی۔ ضلع مئو۔ یوپی

قلب کی گہرائیوں سے اپنے والدماجد

شارح بخاری کی خدمت میں

ہدیۂ عقیدت

حمید الحق رضوی

دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی۔ ضلع مئو۔ یوپی

قلب کی گہرائیوں سے اپنے محسن ومربی استاذ

شارح بخاری کی خدمت میں

خراج عقیدت

عبد الحق رضوی مصباحی

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

قلب کی گہرائیوں سے اپنے شیخ طریقت

شارح بخاری کی خدمت میں

خراجِ عقیدت

ولی اللہ شریفی

چمبور۔ ممبئی

نواں باب

شارح بخاری! برکات مارہرہ

شارح بخاری! برکاتی مفتی

امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف

وے لوگ "ہم" نے ایک ہی شوخی میں کھودیئے
پیدا کیئے تھے چرخ نے جو خاک چھان کے

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ شاہ مفتی شریف الحق قادری برکاتی رضوی امجدی علیہ رحمت ورضوان کا دم قدم اہلسنت کے لئے غنیمت نہیں ایک نعمت تھا۔ سنیت کے لئے ان کی محنت وخدمت ع

نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

ان کی علمیت، خدمات، سیرت اور قربانیوں پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ یہ چند تاثرات اس ذات گرامی صفات کے لئے صرف عقیدت ومحبت کے جذبات ہیں۔

وہ سلسلۂ برکاتیہ میں حضور صدر الشریعہ علیہ رحمت ورضوان کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ ان کے سر پر خلافت واجازت کا تاج شیخ المشائخ حضور سیدی احسن العلماء علیہ رحمت ورضوان نے درگاہ برکاتیہ میں عین عرس قاسمی کے ایام میں رکھا تھا۔ خلافت کی نعمت حاصل ہونے پر مفتی صاحب قدس سرہٗ کا تاثر تھا:

"خلیفہ بننے سے پہلے عام رعایا میں محسوس ہوتا تھا کہ ہوں اور خلیفہ بننے کے بعد بااختیار منصب دار ہوگیا۔"

مفتی صاحب دینی تعلیم کی امجدی روایت کے وہ جید عالم تھے۔ جو خود اپنی ذات سے روایت ساز تھے۔ حضور صدر الشریعہ کو ایک مدت تک انہوں نے فتاویٰ سنائے۔ مفتی صاحب برسہا برس حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں ان کے نائب مفتی بن کر رہے۔ اس دربار گہربار سے مفتی صاحب نے بہت کچھ حاصل کیا۔ وہ اپنے وقت کے اکابر مشائخ عظام وعلماء کرام کے صحبت یافتہ تھے۔

مفتی صاحب کے علمی کارنامے گوناگوں موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں جو ان کی کتابوں کی فہرست سے ظاہر ہے۔ اشرف السیر، مقالات، شارح بخاری، اسلام اور چاند کا سفر، فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق، اثبات ایصال ثواب، امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر۔ منصفانہ جائزہ، اذان خطبہ کہاں ہو؟ تنقید برمحل اور پھر بخاری شریف کی ضخیم شرح جو نو جلدوں پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ ایک محتاط اندازے کے مطابق انہوں نے ۵۰ ہزار سے زیادہ فتاویٰ تحریر فرمائے۔

پیرو مرشد حضرت تاج العلماء علیہ رحمت ورضوان نے مفتی صاحب قدس سرہٗ کی کتاب "اشک رواں" بہت پسند فرمائی تھی۔ اس واقعے پر نصف صدی سے زیادہ کا وقت گزر چکا ہے۔

بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ رحمت ورضوان نے ایک بار بستی کے ایک جلسہ میں فرمایا:

"اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا اور میں کہتا ہوں کہ موجودہ دور میں تفقہ جس کا نام ہے وہ چند اکابر کو چھوڑ کر مفتی محمد شریف الحق امجدی میں زیادہ پاؤ گے۔" (بروایت مولانا عبدالحق صاحب شاگرد رشید شارح بخاری)

میرے والد ماجد حضور سیدی احسن العلماء علیہ رحمت ورضوان نے فرمایا "انسان کے لئے لازم ہے کہ جس طرح چھان بین کے بعد اپنے معالج کا انتخاب کرتا ہے اسی طرح غور وفکر اور تحقیق کے بعد کسی کو اپنا مفتی بنائے۔ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ کے بعد بہت سوچ سمجھ کر ہم نے نائب مفتی اعظم مفتی محمد شریف الحق امجدی کو اپنا مفتی بنایا ہے ... "[illegible]۔"

والد ماجد علیہ رحمت ورضوان جب مفتی صاحب قدس سرہٗ کی تکلیف کے بارے میں مطلع ہوتے تو مضطرب ہوجاتے اور فوراً تعویذ لکھ کر روانہ فرماتے اور تعویذ کو استعمال کرنے کا طریقہ تفصیل کے ساتھ تحریر فرماتے۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری کے فتاویٰ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ رحمت ورضوان اور حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ شارح بخاری کے فتاویٰ کی تعریف وتحسین فرماتے تھے۔

ماہنامہ کنزالایمان اکتوبر ۱۹۹۹ء میں شارح بخاری کو ''فقیہ اعظم ہند'' کا خطاب دینے کی تجویز ڈاکٹر فضل الرحمٰن شررؔ مصباحی نے پیش کی جس کی تائید وتصدیق رئیس القلم علامہ ارشد القادری مدظلہ، مفتی محمد میاں ثمر دہلوی اور مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی دہلوی کی جانب سے ہوئی۔

شارح بخاری کی علمی خدمات، فقہی بصیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے خانوادے کے اسلاف کے باطنی اشارے پر عرس قاسمی برکاتی کے موقع پر ۲۰؍رجب المرجب ۱۴۲۰ء مطابق ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۹ء کو سینکڑوں علماء ومشائخ اور ہزاروں سامعین کی موجودگی میں قل شریف سے چند لمحے پہلے اس خادم نے اعلان کیا کہ یہ فقیر برکاتی خادم آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی حیثیت سے حضرت شارح بخاری کو ''فقیہ اعظم ہند'' کا خطاب دیتا ہے اور ان سارے مشاہیر علماء کرام کے سامنے اس بات کا اعلان کرتا ہے اور ممبئی میں منعقد ہونے والے جشن شارح بخاری میں اس خطاب کا اعادہ کرتے ہوئے برکاتی فاؤنڈیشن کی جانب ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر گولڈ میڈل اور دوسرے اعزاز واکرام بھی پیش کئے۔ جشن شارح بخاری جس دینی شان وشوکت اور جذبۂ محبت وعقیدت سے ممبئی میں ان کے چاہنے والوں نے منایا اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے جسے لوگ دیر تک یاد رکھیں گے میرے والد ماجد علیہ رحمت ورضوان شارح بخاری سے بڑی اُنسیت رکھتے تھے۔ عرس کے دوران بار بار خدام سے معلوم کرتے کہ ''ہمارے مفتی صاحب'' تشریف لائے کہ نہیں۔ ادھر شارح بخاری کی عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ مجھے اپنے ہوش میں ایسا کوئی عرس قاسمی یاد نہیں جس میں وہ حاضر نہ ہوئے ہوں۔ مفتی صاحب قدس سرہٗ کے قیام وطعام کا انتظام برخوردار رفیق ملت سید نجیب حیدر سلمہ کے ذمہ رہتا تھا جس کی تاکید حضور والد ماجد علیہ رحمت ورضوان کی طرف سے تھی۔

مفتی صاحب قدس سرہٗ میں زبردست لحاظ تھا۔ میں نے آج تک انہیں اپنے والد ماجد علیہ رحمت ورضوان کے سامنے بحالت خنداں نہیں دیکھا، صرف زیرلب تبسم ہی پایا۔ جشن شارح بخاری کے موقع پر برادر طریقت امین سلایا صاحب کے یہاں دعوت طعام کے بعد مفتی صاحب ٹانگ کی معذوری کی وجہ سے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ یہ فقیر اپنے برادر خورد سید محمد اشرف قادری برکاتی سلمہ کے ساتھ اسی کمرے میں مفتی صاحب سے ایک خصوصی معاملے میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا۔ وہ فوراً پلنگ سے جوانوں کی سی سرعت سے اُترے اور فرش پر بیٹھ گئے۔ ہم نے لاکھ لاکھ انہیں پلنگ پر بٹھانا چاہا لیکن وہ آخر تک راضی نہ ہوئے ناچار ہم تینوں نے وہ گفتگو فرش پر بیٹھ کر مکمل کی۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی اور معاملہ وہی ہے کہ ع

عشق بن یہ ادب نہیں آتا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ انسان کی پہچان تین وقتوں میں ہوتی ہے۔ سفر، معاملت اور پڑوس۔ مجھے عمرہ کے واسطے سے اور افریقہ کے دورے میں ان کے ساتھ سفر کا موقعہ ملا۔ معاملت کے بھی کئی معاملے سامنے آئے اور دورانِ سفر ان کا پڑوس بھی ملا۔ بفضلہٖ تعالیٰ میں نے انہیں ہر مقام پر مفتی پایا، ہر جگہ شریف دیکھا اور ہر موقعے پر حق پر پایا۔

مفتی صاحب قدس سرہٗ نے ۵۰ ہزار سے زائد فتوے لکھے۔ امید ہے کہ ان کے مخلصین اور شاگرد، ان فتاویٰ کو مرتب کرکے کتابی شکل میں جلد از جلد منظر عام پر لائیں گے۔

اللہ رب العزت قادر مطلق سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل میں مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ ان کے اعزہ اور لواحقین مخلصین اور شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم اہلسنّت کو ''برکاتی مفتی'' کا بدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شارح بخاری! برکاتی مفتی

ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم قادری برکاتی

میرے عزیز بھانجے سید سبطین حیدر سلمہ نے ای-میل کے ذریعہ حضرت فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ محمد شریف الحق قادری برکاتی رضوی امجدی کے سانحہ ارتحال کی اطلاع دی۔ دل کو ایک دھکا لگا کہ ہمارے "برکاتی مفتی" ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ بچپن سے انہیں خانقاہ برکاتیہ کے اعراس کی محفلوں میں دیکھتا آیا تھا۔ ان کے مواعظ کو ہمیشہ بہت ذوق وشوق سے سنا کرتا تھا۔ ان کا ظاہری رکھ رکھاؤ بھی ایسا تھا کہ دل ازخود ان کی طرف جاتا تھا۔ سدا انہیں متبسم پایا۔ ان کے نورانی چہرے پر انتہائی سکون اور اطمینان دور سے پڑھا جا سکتا تھا۔ اس لئے ان کے وصال کی خبر پڑھ کر جب میں نے انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اپنے دینی وعلمی سرائے کی طرف رجوع کیا تو سورہ الفجر کی آخری چار آیات نے میری رہنمائی فرمائی۔

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ :۲۷ (اے اطمینان والی جان)

اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً :۲۸

(اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ :۲۹ (پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو)

وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ :۳۰ (اور میری جنت میں آ)

ان آیات کو پڑھا اور سمجھنے کی کوشش کی تو برکاتی مفتی، رحمۃ اللہ علیہ کے پرنور "حسنی" چہرہ پر درخشاں اطمینان کی وجہ دل پر روشن ہوگئی کہ وہ اللہ سے راضی رہے تو اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور پھر وقت آیا کہ اللہ رب العزت نے انہیں اپنے خاص بندوں میں داخل ہونے کے لئے بلالیا۔ اپنی جنت میں بلالیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارے برکاتی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس ہزار سے زائد فتاویٰ لکھے۔ فتاویٰ کی اساس قرآن وحدیث پر ہوتی ہے یعنی جو مسائل مفتی کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں ان کے جواب میں مفتی بتاتے ہیں کہ اللہ کا کیا حکم ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ماننے والوں کے لئے قرآن حکیم یہ مژدہ سناتا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًاo (سورۃ النساء:۶۹)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔)

برکاتی مفتی رحمۃ اللہ علیہ کا نصب العین اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول تھا۔ قرآن وحدیث پر عامل تھے اور اسی پر عمل کرنے کا فقہی حکم جاری فرماتے رہے۔ اس لئے مجھے پختہ یقین ہے کہ بے شک ہمارے برکاتی مفتی ہم سے تو جدا ہو گئے لیکن انہیں ان کے اور ہم سب کے آقا و مولیٰ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں اور اللہ رب العزت کے حکم سے ان کی رفاقت ملی ہے جن کی رفاقت کی تمنا ہر مومن کے دل میں جلوہ افروز ہے۔

پھر برکاتی مفتی رحمۃ اللہ علیہ ہم سے صرف اس طور پر جدا ہوئے ہیں کہ وہ اپنی ظاہری شکل وصورت میں ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کے رشحات قلم، ان کے پند ونصائح نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کے لئے بھی رہنما بنے رہیں گے۔

البتہ ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ ان کے علم کے وارث اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کی صف میں سے کوئی تو اس مقام کو پہنچے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) جیسے سید ملت اور امین ملت خانقاہ برکاتیہ میں وعظ ونصیحت کے لئے برکاتی مسند رسول پر برکاتی مفتی کے قائم مقام کے منصب پر فائز کریں گے۔ آنکھیں لگی رہیں گی۔ شارح مسلم، شارح ترمذی، شارح ابی داؤد، شارح نسائی، شارح ابن ماجہ کا انتظار رہے گا۔ ●●

شارح بخاری!

مشائخ مارہرہ مطہرہ کی خصوصی برکات

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے عہد طالب علمی ہی سے اساتذہ اور مشائخ کے معتمد اور مرکز عنایت تھے، سیدی الکریم حضرت صدرالشریعہ علامہ امجد علی رضوی ہوں یا حضرت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری ہوں یا محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی ہوں یا صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، خیرالاذکیا مولانا غلام یزدانی ہوں یا مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی (قدست اسرارہم) حضرت فقیہ اعظم سبھی کی نگاہ کرم سے سرشار، سرچشمۂ عنایت سے فیضیاب اور پاکیزہ دعاؤں سے سرفراز تھے لیکن عنایت وکرم کے اس زریں سلسلہ میں فیض رضا اور مشائخ مارہرہ مطہرہ کے کرم کو منفرد خصوصیت حاصل ہے۔

تقسیم پاکستان سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس کے سیاسی پلیٹ فارم سے کچھ عجیب سی آوازیں اٹھ رہی تھیں اس وقت مسلمانوں کے اسلامی سیاسی موقف کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت فقیہ اعظم نے "اشک رواں" کے نام سے ایک مدلل کتاب تحریر فرمائی۔ یہ کتاب جب مارہرہ مطہرہ کی مسند غوثیہ کے تاجدار تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں پہنچی تو آپ نے مصنف کو بے شمار دعائیں دیں، تحسین وآفریں سے نوازا اور حوصلہ افزا دعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔ مارہرہ مطہرہ کے نورانی فیضان کی یہ پہلی لہر تھی جو شارح بخاری کی فیروزمندی کی سرحدوں کو چھوتی ہوئی سرشار کر گئی پھر تو اس بحر کرم کی جاں نواز موجوں نے انہیں ایسا نوازا کہ خاندان برکات کا بچہ بچہ حضرت فقیہ اعظم شارح بخاری کی قدر دانی، والہانہ شیفتگی اور دینی محبت سے سرشار نظر آتا ہے۔

خاندان برکات کے چشم وچراغ حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے گھرانے میں جب "مفتی صاحب" کہا جاتا ہے تو اس سے مراد حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی ہوتے ہیں، میں نے جب ہوش سنبھالا تو اعراس میں مفتی صاحب کو دیکھا اور بڑی علمی وجاہت کے ساتھ دیکھا۔ میرے مرشد برحق سیدی تاج العلماء علیہ الرحمہ مفتی صاحب سے محبت فرماتے تھے۔ وجہ تھی مفتی صاحب کی استقامت فی الدین۔

بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ بھی مفتی صاحب سے حد درجہ مانوس تھے۔ عرس قاسمی میں کبھی مفتی صاحب کی آمد میں تاخیر ہوتی تو والد صاحب فکر مند ہو جاتے اور احباب کی ڈاک اسٹیشن سے گھر تک لگادی جاتی کہ جیسے ہی حضرت مفتی صاحب تشریف لائیں انہیں مطلع کیا جائے۔ مفتی صاحب آجاتے تو میاں فرماتے کہ "عرس شریف مکمل ہوگیا" مفتی صاحب کا تفقہ، حدیث دانی، عربی زبان وادب کی مہارت اپنی جگہ مسلم مگر والد صاحب ان کی سوجھ بوجھ اور خلوص کے قائل تھے۔ ہم بھائیوں سے فرماتے تھے کہ مفتی شریف الحق صاحب "برکاتی مفتی" ہیں اور بڑے دوراندیش ہیں۔ بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب مفتی صاحب تعزیت کرنے مارہرہ شریف آئے اور والد ماجد قبلہ علیہ الرحمہ سے مل کر جو گفتگو فرمائی وہ آج بھی یادوں کے خزانے میں محفوظ ہے۔ والد ماجد علیہ الرحمہ کے وصال پر مفتی صاحب نے ہم بھائیوں کی بڑی دلداری کی اور حوصلہ دیا۔ (معارف شارح بخاری، ص ۳۵)

[illegible] چشمۂ فیض سے قریب ہونے کے بعد

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کو اس ذیشان خاندان کی دو بہت وجیہ اور اہم شخصیتوں کو دیر تک برتنے کا موقع ملا۔ ان میں سے ایک حضرت سید العلماء مولانا سید محمد آل مصطفےٰ قادری قدس سرہٗ (۱۳۳۳ھ۔۱۳۹۴ھ) کی ذات گرامی تھی اور دوسری گرامی شخصیت حضرت احسن العلماء مولانا سید مصطفےٰ حیدر حسن قادری قدس سرہٗ (۱۹۲۷ء۔۱۹۹۵ء) کی تھی۔ دونوں حضرات ہندوستان کے ممتاز ترین عالم دین اور بہت عالیشان خانقاہ کے سجادہ نشین تھے۔ سید العلماء علیہ الرحمہ سے حضرت فقیہ اعظم کی پہلی ملاقات شہر گیا (بہار) میں ہوئی جب سید میاں بہار کے مظلومین کے لئے ریلیف لے کر تشریف لائے تھے، غائبانہ تعارف تو پہلے ہی سے تھا اس لئے ملنے کے بعد فقیہ اعظم فوراً گلے سے لگا لئے گئے اس کے بعد سید العلماء نے عرس نوری کا خصوصی دعوت نامہ فقیہ اعظم کے نام بھیجا، شرکت کے بعد آپ سے تقریر کرائی۔ جب سید العلماء نے خطاب سنا تو فرمایا مفتی صاحب! قل سے پہلے ہمیشہ میری تقریر ہوتی تھی اب یہ وقت میں آپ کو پیش کرتا ہوں اب اس وقت ہمیشہ آپ کی تقریر ہوا کرے گی۔ سید العلماء کا عطا کردہ یہ اعزاز شارح بخاری کی زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہا اور ہمیشہ قل سے پہلے آپ کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت سید العلماء قدس سرہٗ اپنے وسیع حلقہ ارادت میں جہاں بھی اہم کانفرنس ہوتی وہاں فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کو ضرور یاد فرماتے۔ بمبئی کی شہید اعظم کانفرنس یادگار کانفرنس ہوتی تھی۔ سید العلماء اس میں فقیہ اعظم کو خصوصی مقرر کی حیثیت سے ہر سال یاد فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں حضرت سید العلماء قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سیدی الکریم حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے فقیہ اعظم کو ہر اعزاز دیا، ذرہ پرور نوازشانہ محبت پیش فرمائی۔ عرس قاسمی کے لئے ہمیشہ خصوصی دعوت نامہ ارسال فرماتے، آپ کی تشریف آوری کے لئے بے قراری سے منتظر رہتے، عرس کی ہما ہمی میں جب کہ بڑے بڑے علماء عام صفوں میں قیام پذیر ہوتے، فقیہ اعظم کے لئے خصوصی کمرہ آپ کی ہدایت پر پہلے سے خالی رہتا اور ان کے تشریف لاتے ہی فوراً سارا انتظام شہزادگان عالی وقار اپنے ہاتھوں میں لے لیتے۔ خاندان برکات کے افراد تو ہر ایک عالم کو شایان شان اعزاز پیش کر [illegible]

انفرادیت ہے جو انہیں کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ نے ۱۹۸۴ء کے عرس میں بے طلب از خود حضرت فقیہ اعظم کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی اور فرمایا: مفتی صاحب! اپنے بزرگوں کے روحانی اشارے پر آپ کو خلافت دے رہا ہوں۔ حضرت احسن العلماء فقیہ اعظم کے فتویٰ پر بھرپور اعتماد فرماتے جب کہ وہ خود افتاء کے بے نظیر محرم راز تھے، حضرت احسن العلماء سے جب کوئی فتویٰ پوچھتا تو فرماتے شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب سے استفتاء کرو۔ ان کا جو فتویٰ ہوگا وہی ہمارا فتویٰ ہے۔ حضرت احسن العلماء اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تین اشخاص کو بہت ٹھونک بجا کر تحقیق کر کے منتخب کرنا چاہئے۔ ایک مفتی، دوسرا وکیل، تیسرا ڈاکٹر۔ میں نے تینوں کو منتخب کرلیا ہے۔ میرا ڈاکٹر فلاں اور وکیل فلاں ہے اور میرے مفتی محمد شریف الحق ہیں۔ یہ ہماری خانقاہ کے مفتی ہیں۔ فقیہ اعظم کی تقریر کے دوران جب کبھی نعرے لگتے تو دیگر نعروں کے ساتھ حضرت احسن العلماء خود بنفس نفیس اپنی پر عظمت آواز میں یہ نعرہ لگواتے "برکاتی مفتی زندہ باد"۔

اکتوبر ۱۹۹۵ء میں حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کے وصال پُر ملال کی اطلاع ملتے ہی فقیہ اعظم گھوسی سے دو بجے رات ہی میں روانہ ہوکر بھاگم بھاگ مارہرہ مطہرہ پہنچے۔ اس غمزدہ ماحول میں جب کہ پوری فضاء خانقاہ کے در و بام اس عارف اسرار الٰہی کی رحلت پر ماتم کناں تھے، خاندان برکات کے شہزادے فقیہ اعظم کے اعزاز میں مصروف نظر آئے۔ احسن العلماء قدس سرہٗ کے عرس چہلم میں راقم نے خود دیکھا کہ فقیہ اعظم کے اعزاز کا وہی انداز برتا گیا جو حضرت احسن العلماء کی حیات مبارکہ میں تھا۔ چلتے وقت نذر پیش کی گئی۔ فقیہ اعظم آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا مخدوم زادے! اس وقت تو آپ حضرات خود ہر صورت سے دلداری اور غمگساری کے مستحق ہیں از راہ کرم یہ تکلف نہ فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت سید نجیب میاں رو پڑے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: اگر آپ کی خدمت میں ہم سے ذرا بھی کوتاہی ہوگی تو والد ماجد علیہ الرحمہ کی روح ہم سے ناراض ہوگی۔ اس لئے ہم پر احسان کرتے ہوئے اسے قبول فرمالیں۔
[illegible] اور حضرت احسن العلماء قدس سرہما کے

جانشین سید ملت حضرت علامہ سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ اور امین ملت حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ بھی حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ سے بے پناہ محبت فرماتے۔ بمبئی میں نزہۃ القاری شرح بخاری کی تکمیل کی مسرت میں جب شارح بخاری کا اعزازی جشن منایا گیا تو اس جشن میں برکاتی شہزادے سب سے پیش پیش تھے۔ گیارہ سو صفحات پر مشتمل معارف شارح بخاری کا رسم اجرا حضرت امین ملت دام ظلہ کے دست مبارک سے ہوا، آپ نے شارح بخاری کو برکاتی فاؤنڈیشن کراچی کی جانب سے گولڈ میڈل بھی پیش کیا اور ساتھ ہی فقیہ اعظم ہند کے خطاب کا اعادہ بھی فرمایا جسے وہ خود ۱۹۹۹ء کے عرس قاسمی میں عطا کر چکے تھے۔ حضرت شارح بخاری فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کو جب چاندی کی اینٹوں سے تولنے کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلی اینٹ حضرت امین ملت کے دست کرم سے رکھی گئی۔ سرکار نظمی حضرت سید ملت دامت برکاتہم القدسیہ نے شارح بخاری کو سب سے عظیم نعمت یعنی جملہ سلاسل خاندانی کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ آپ اپنے خطاب میں فرماتے ہیں:-

حضور فقیہ اعظم ہند حضرت شاہ محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی ہمارے برکاتی مفتی ہیں۔ میں آپ حضرات کے سامنے اپنے اس بڑھاپے کو لئے کھڑا ہوں اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی محبت ہم مارہرے کے بچوں کی گھٹی میں پڑی ہے۔ ہم نے جب سے آنکھ کھولی اپنے باپ اور چچا کو مفتی شریف الحق سے محبت کرتے ہوئے پایا۔ ہم نے مارہرے کی دھرتی میں ان کی وہ عزت دیکھی کہ جب مفتی صاحب قبلہ تشریف لاتے تھے تو ہم لوگوں کو نئے کپڑے پہنائے جاتے تھے تاکہ ہم سلام کے لئے مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور ان کی دعائیں لے سکیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے غالباً میرے والد کے عرس میں حضور مفتی صاحب قبلہ کو خانوادۂ برکاتیہ کی خلافت سے نوازا تھا اور اس وقت جو جملہ کہا تھا حضور مفتی صاحب قبلہ کو بھی یاد ہوگا کہ میں مفتی شریف الحق کو خاندان برکاتیہ کی سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ کی خلافت عطا کرتا ہوں اس وقت مفتی صاحب نے عرض کیا تھا حضور قدیمہ بھی دیدیجئے چچا میاں نے کہا تھا دیکھیں گے۔ آج آل رسول حسنین میاں اپنے عم محترم کے قدموں کو بوسہ دے کر حضور مفتی شریف الحق صاحب کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت قدیمہ عطا کرتا ہے۔ ہم اعلیٰ حضرت کے دیوانے ہیں۔ ہم امام احمد رضا کے دیوانے ان کی نسبت کے عاشق ہیں۔ حضور مفتی شریف الحق صاحب قبلہ کو خانوادۂ رضا سے وہ نسبت ہے کہ ہم اپنی اس محبت کا اظہار اور کسی طریقہ سے نہیں کر سکتے ظاہر ہے دینے والا وہ دیتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ ہمارے پاس صرف وہ نسبت ہے۔ آپ حضرات گواہ رہئے کہ میں آج مفتی شریف الحق صاحب کو سلسلہ قدیمہ کی اجازت دیتا ہوں اور ان تمام سلاسل کی اجازت دیتا ہوں جو مجھ کو میرے والد ماجد سے ملے ہیں اور مجھ کو میرے عم محترم سے ملے ہیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ مارچ اپریل ۲۰۰۰ء، صفحہ ۲۸)

احسن العلماء کے دوسرے شاہزادے اشرف ملت حضرت سید محمد اشرف میاں برکاتی دام ظلہ نے یہ محبت بھرے اشعار حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی نذر کئے:

الفت شاہ برکات عشق رضا
خدمت دین حق، جذبۂ بے ریا
تقویٰ و دانش و علم دین ھدیٰ
یہ بہم جب ہوئے تب یہ مفتی بنا

الغرض حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ پر ان برکاتی آقاؤں کے یہی وہ مراحم خسروانہ تھے جن کی برکتوں نے انہیں اوج ثریا پہ پہونچا دیا۔ جو قدردانی جواعزاز اخیر لمحات حیات میں انہیں نصیب ہوا۔ معاصرین میں کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ ان آقاؤں کے ساتھ فقیہ اعظم کی والہانہ عقیدت اور خاندان برکات کی فقیہ اعظم کے ساتھ بے پناہ محبت و اعزاز کے دو آتشہ ہی کی سرمستی تھی کہ فقیہ اعظم کے وصال کی اطلاع ملتے ہی علالتوں کے باوجود برکاتی شہزادے بمبئی اور علی گڑھ سے فوراً تشریف لے آئے اور فقیہ اعظم کا آخری سفر بھی انہیں مخدوم زادگان عالی وقار کے دست ہائے گرامی کے سہارے اختتام پذیر ہوا۔ عقیدتوں کی اس سے بڑھ کر سرفرازی اور کیا ہو سکتی ہے۔

○○○

دسواں باب

شارح بخاری!
بہار چمنستان رضوی امجدی

شارح بخاری! بہار چمنستان رضوی

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی استاذ دار العلوم غوثیہ سلیم پور، دیوریا یوپی

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم اور ہمہ جہت شخصیت ایسی ارفع واعلیٰ اور بلند وبالا تھی کہ جس نے بھی آپ کو جس زاویۂ نگاہ سے دیکھا آپ باکمال نظر آئے، آپ کی پوری زندگی خدمت دین اور تبلیغ اسلام سے عبارت ہے۔ مشکل سے مشکل اوقات میں بھی آپ نے تبلیغی دورے نہیں چھوڑے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ برکات نبوت کے مہبط ومرکز، علم وعمل کے کوہ گراں، شریعت وطریقت کے جامع، علماء وفضلاء کے سرپرست ومربی، خلق کے مسیحا، دردمندوں کے طبیب اور شیدایان علوم کے لئے سرمایۂ تسکین تھے۔ افسوس صد افسوس وہ ذات گرامی ہمارے درمیان سے رخصت ہوگئی، محفل علم وعرفان سونی پڑ گئی۔ حضرت شارح بخاری اس دنیا سے چلے گئے مگر ان کے فیوض برکات رہتی دنیا تک جاری وساری رہیں گے۔ ان کی تصنیفات وتالیفات اور تعلیمات وہدایات ہمارے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہوں گی۔ ع

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

الجامعۃ الاشرفیہ میں طالب علمی کے دوران میں نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا ہے، آپ کی نشست وبرخاست اور گفتار واطوار شریعت کے عین مطابق ہوتے۔ شریعت کے خلاف اگر کسی کا کوئی عمل دیکھتے فوراً اصلاح فرماتے۔ آپ کے نزدیک نماز باجماعت کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا۔ اور اوراد ووظائف کثرت سے کیا کرتے تھے۔ آپ کے عصائے پیری حضرت مولانا عبد الحق رضوی مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے بتایا کہ دیگر وظائف کے علاوہ آپ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سو مرتبہ "سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم" نہایت ہی مستعدی اور پابندی کے ساتھ پڑھتے۔

ان کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہے نبی عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کلمتان خبیبتان الی ...... اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ ...... الخ

دو کلمے جو رحمٰن کو پیارے ہیں زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم (بخاری شریف۔ آخری حدیث)

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے محبت فرماتا ہے ان میں سے ایک وہ ہے کہ قوم ساروا لیلتھم حتی اذا کان النوم احب الیھم مما یعدل بہ فوضعوا رؤسھم فقام یتملقنی و یتلوا آیاتی (مشکوۃ شریف) کوئی قوم رات بھر چلی پھر انہیں نیند ہر اس شی سے زیادہ پیاری ہوگئی جو اس کے مساوی ہوسکتی ہے، تو قوم والوں نے اپنے سر رکھ دیئے۔ (یعنی نیند کا مزہ لینے لگے) لیکن ایک شخص کھڑا ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیتوں کی تلاوت میں مشغول ہوگیا۔ (حدیث)

اس حدیث مبارک کی روشنی میں ہم جب حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ مکمل طور پر اس حدیث کی شرح معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ تقریباً رات کے گیارہ بارہ بجے تصنیفات سے فارغ ہو کر آرام فرماتے اور صبح فجر سے پہلے بیدار ہوجاتے اور مقتدیوں سے پہلے مصلی پر حاضر رہتے۔ اور بسا اوقات مؤذن غیر حاضر ہوتا تو اذان بھی خود ہی دے دیا کرتے اور حاضر باشوں سے یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ فجر کی سنت عموماً قیام گاہ پر پڑھتے اور دیر تک اوراد ووظائف میں مشغول رہتے۔

اس حدیث کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ پروردگار عالم نے آپ کو محبوبیت کا درجہ عنایت فرمایا ہے، اور رب قدیر اپنے [illegible] بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے فرشتے اور اس کے بندے بھی اس سے محبت [illegible] دیکھ رہے ہیں کہ حضرت سے [illegible] حسن اور

واصلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی شخصیت اور دینی خدمات پر گیارہ سو صفحات پر مشتمل مقالات کا مجموعہ بنام "معارف شارح بخاری" اور دو سو چھیاسی صفحات کو شامل سوانح بنام "شارح بخاری" کی اشاعت آپ کی عظمت و فضیلت اور محبوبیت خداوندی کی بین دلیل ہے۔ پروردگار عالم آپ کا فیضان عام فرمائے۔

یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس سال امام اہل سنت سیدنا الشاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کا وصال ہوا، اسی سال امام اہل سنت کے روحانی و معنوی فرزند خوشہ چین پوتا شاگرد شارح بخاری (فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ و الرضوان) کی ولادت ہوئی۔ یعنی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء۔

(شارح بخاری، صفحہ ۱۵۔ از مولانا یٰسین اختر مصباحی)

اور یہ بھی ایک تاریخی حسن اتفاق ہے کہ فقیہ اسلام امام احمد رضا نے سب سے پہلا مسئلہ رضاعت کا تحریر فرمایا، مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا پیش ہوا جس کا آپ نے جواب دیا۔ اور ان کے پوتا شاگرد نائب مفتی اعظم (شارح بخاری) نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا۔

(شارح بخاری، صفحہ ۲۴۔ از مولانا یٰسین اختر مصباحی)

اور اب اتنا اور اضافہ کر لیا جائے کہ جس مہینے میں (ماہ صفر المظفر) میں امام اہل سنت کا وصال ہوا اسی مہینے میں حضرت شارح بخاری نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

یہ ساری باتیں اتفاقیہ تھیں، لیکن شارح بخاری کو اعلیٰ حضرت سے جو والہانہ عشق و محبت تھی آپ کی تقاریر و تصنیفات سے واضح ہے۔ جہاں بھی آپ کا نام پاک آتا ہے بڑی ہی عزت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں مثلاً ایک جگہ یوں لکھتے ہیں۔ "آیۃ من آیات اللہ معجزہ من معجزات رسول اللہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ"

آپ جب بھی امام احمد رضا کا نام لیتے ہیں تو پہلے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت ضرور لکھتے ہیں اس کے بعد نام مبارک زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اسکی بے شمار مثالیں آپ کی تصنیفات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور میں نے آپ کو کبھی فاضل بریلوی کہتے ہوئے نہیں سنا [illegible] معارف شارح بخاری، صفحہ ۱۸۷)

ہوا خطاب ہے۔ ایک جگہ آپ نے اعلیٰ حضرت کی غلامی پر فخر کیا ہے واقعہ یوں پیش آیا کہ کٹک کے مناظرہ میں دیوبندی مناظر نے بطور تفاخر کہا۔

انا صخرۃ الوادی اذا ما زوحمت

و اذا نطقت فاننی الجوزاء

میں وادی کی چٹان ہوں جب ٹکرلی جائے اور جب میں بولتا ہوں تو جوزا ہوں۔

جوزا آسمان کے برج کا نام ہے جس کی شکل دو جڑوا بچوں کی ہے جو آپس میں چپکے ہوئے ہیں۔ مشہور ہے کہ جوزا کی ساعت میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بہت بولنے والا ہوتا ہے۔

(معارف شارح بخاری، صفحہ: ۴۲۶)

اس کے جواب میں حضرت شارح بخاری نے اپنی گرجدار آواز میں کہا۔

آپ صخرۃ الوادی ہیں جس پر لوگ پاخانہ پیشاب کرتے ہیں اور روندتے ہیں، آپ جوزاء ہیں اسی لئے اپنے پیچھے کسی کو چپکائے ہوئے ہیں یہ سب آپ کو مبارک ہو، میں نہ جوزا ہوں نہ صخرۃ الوادی، میں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔

سگ ہوں میں عبید رضوی غوث و رضا کا

ہیں بھاگتے آگے سے مرے شیر ببر بھی

(معارف شارح بخاری، صفحہ ۴۲۷)

قربانی اور عقیقہ کی اوجھڑی کے سلسلے میں آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ آنتیں اور اوجھڑی کافر کو نہ دی جائیں۔ پھر بعد میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ قربانی اور عقیقہ کی اوجھڑی کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ اپنے ذہنی استخراج سے لکھا تھا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد کے بعد میرے استخراج کی کوئی حیثیت نہیں۔ میں اپنے فتویٰ کے اس حصہ سے رجوع کرتا ہوں کہ آنتیں اور اوجھڑی کافر کو نہ دی جائیں۔ میں نے حکم کی بنیاد جس چیز کو بنایا تھا کہ یہاں کے کافروں کو ہدیہ جائز نہیں وہ اب بھی باقی ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ارشاد میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے وہی میرا فتویٰ ہے۔ یہ میری سمجھ کی کوتاہی ہے کہ میں اس کی لم نہیں سمجھ پایا۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات پر اعتماد کامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی چوں چرا کے آپ کی بات تسلیم کر لیتے ہیں۔

ایک جگہ آپ رقمطراز ہیں:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ماضی قریب کے وہ عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مثل ان کے ہمعصروں میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب و عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت، اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانۂ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔

(فقیہ اعظم ہند۔ مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا، صفحہ ۳)

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری زمانہ قریب کے علماء میں اگر کسی سے بہت زیادہ متاثر ہیں تو وہ امام اہل سنت، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آپ پر اعتماد و بھروسہ اور آپ سے الفت و محبت ہی کی دین ہے کہ آپ کی عبارات پر معاندین کی جانب سے جو بے جا اور سوقیانہ اعتراضات وارد ہوئے یا ان کی جانب سے غلط اور بے بنیاد باتیں منسوب کی گئیں۔ آپ نے ان کا دندان شکن جواب دیا۔ اور ایسا جواب دیا کہ باطل مبہوت ہو کر رہ گیا۔ آپ نے اپنے فتاویٰ اور تصنیفات میں بڑے ہی احسن طریقے سے ان کے واہی اعتراضات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اور انہیں ان کے گھر تک پہونچا دیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی مشہور زمانہ کتاب "تحقیقات اوّل، دوم" مقبول ہر خاص و عام ہے۔ بطور تمثیل چند اقتباسات نقل کئے جا رہے ہیں جن سے آپ کے اسلوب بیان، طرز تحریر، اور تنقیدات و مواخذات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان رشحات قلم کے پڑھنے کے بعد آپ کی علمی وجاہت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اور آپ نے اپنی تحریروں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا اشہب قلم جب بھی چلا ہے تو درست اور حق بات ہی کے لئے چلا ہے۔ لیجئے اعتراض و جواب ملاحظہ فرمائیے اور لطف حاصل کیجئے۔

اقبال احمد نوری بریلوی نے اپنی تالیف شمع شبستان رضا میں کرکٹ جیتنے کا ایک عمل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی طرف منسوب کیا ہے اس واقعہ کے سلسلے میں حضرت شارح بخاری سے سوال ہوا تو آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ سوال و جواب پیش خدمت ہیں۔

کرکٹ جیتنے کا عمل:- سوال۔ کرکٹ کے بارے میں "شمع شبستان رضا" میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے متعلق جیتنے کا عمل مذکور ہے تو کیا یہ کرکٹ کے جواز کی طرف دال ہے یا اس کی کوئی اور حکمت ہے؟

جواب:- شمع شبستان رضا میں کرکٹ جیتنے کے عمل کا جو قصہ ہے، یہ صحیح نہیں، شمع شبستان رضا" کے جامع کا جعل ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ ناجائز و حرام ہے۔ پھر اس کے جیتنے کے لئے کوئی عمل بتائیں یہ کس عقل مند کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماہنامہ اشرفیہ، صفحہ ۷۔ نومبر ۱۹۹۷ء)

فتویٰ کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ اس جعلی واقعہ سے امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا دامن پاک ہے۔

نوشیرواں عادل نہیں تھا:-

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نوشیرواں کو غیر عادل کہا اس پر دیوبندیوں کی طرف سے بڑے ہی شدومد کے ساتھ اعتراض ہوا، حضرت شارح بخاری نے اس کا دلائل و براہین سے مزین مسکت اور دندان شکن جواب دیا۔ ملاحظہ ہو۔

الملفوظ حصہ چہارم، صفحہ ۸ میں ہے۔

عرض:- نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد:- نہیں۔ اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے۔ ورنہ حرام۔

اس پر دیوبندی برادری میں بڑی کھلبلی ہے، بے چاروں کو اس کا بہت دکھ ہے کہ ان کے ایک چہیتے بادشاہ کو عادل کہنے سے منع کر دیا۔ بیچارے کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ولدت فی زمن الملک العادل میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا۔

کٹک کے مناظرہ میں دیوبندی مناظر سے جب پوچھا گیا کہ یہ حدیث کہاں ہے تو اس نے جھک کر گلستاں کے حاشیہ کا حوالہ دیا جب

کتاب منگا کر دیکھی گئی تو وہ حاشیہ بھی کسی دیوبندی کا تھا۔ دیوبندی مناظر کو ذرا بھی شرم نہ آئی کہ اپنے مدعا کے ثبوت میں ایک دیوبندی کا قول پیش کیا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہوا جیسے کوئی ہندو کہے کہ رام چندر جی ایشور کے اوتار تھے، اور جب اس سے کوئی دلیل مانگی گئی تو اس نے کہا رامائن میں یہی لکھا ہے۔

ناظرین توجہ سے سنیں یہ حدیث موضوع باطل کسی ایرانی کی من گھڑت ہے۔

حضرت ملاعلی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

قال السخاوی لا اصل له، قال الزرکشی کذب باطل و قال السیوطی قال البیهقی فی شعب الایمان تکلم شیخنا ابوعبدالله الحافظ بطلان ما یرویه بعض الجهلاء عن نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولدت فی زمن الملک العادل یعنی انوشروان، (صفحہ ۹۷)

سخاوی نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں، زرکشی نے کہا کذب باطل ہے، سیوطی نے کہا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ نے اس کے باطل ہونے کو بیان فرمایا۔ جو بعض جاہل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں بادشاہ عادل کے زمانے میں پیدا ہوا یعنی نوشیرواں۔

علامہ ابوطاہر فتنی مجمع بحارالانوار کے تکملہ میں لکھتے ہیں:-

لااصل له و لا یجوز ان یسمی من یحکم بغیر حکم الله عادلاً (صفحہ ۲۱۹، جلد خامس) اس کی کوئی اصل نہیں، جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ونزد محدثین ایں صحیح نیست وچوں درست باشد وصف مشرک بعدل وحال آنکہ شرک ظلم عظیم است قال اللہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم وی گویند کہ مراد بعدل ایں جا سیاست است وداد ستانی وفریاد رسی است کہ اہل عرف آں را عدل می خوانند اما جریان اسم عادل برزبان سید انبیاء (صلوات الله تعالی و سلامه علیه) بعید است۔ (جلد دوم، صفحہ ۲۲۳)

محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں [illegible] کیسے درست ہوگا۔ حالانکہ شرک ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک ضرور ظلم عظیم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مراد عدل سے اس جگہ رعایا کی سیاست اور دادستانی ہے اور فریادرسی ہے کہ اہل عرف اس کو عدل کہتے ہیں۔ لیکن عادل کا لفظ سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان پر جاری ہونا بعید ہے۔

ناظرین دیکھیں محدثین فرمارہے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ جھوٹ باطل ہے صاف فرمارہے ہیں کہ نوشیرواں مجوسی مشرک کو عادل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہہ سکتے ہیں، جب کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے مگر دیوبندی ان سب تصریحات سے آنکھیں بند کر کے گلستاں کے اپنے مذہب کے ایک محشی پر اعتماد کر کے اس کو حدیث کہہ کر اپنا رہا سہا بھرم کھو رہے ہیں۔ بلکہ بنظر دقیق اسے حدیث کہہ کر اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا رہے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔ بلکہ ایک حدیث میں اس سے واضح تر ہے کہ فرمایا من یکذب علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار جس نے میری طرف منسوب کر کے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ "ولدت فی زمن الملک العادل" حدیث نہیں تو اس علم کے بعد جو شخص اسے حدیث کہے وہ یقیناً اس وعید کا مستحق ہے۔ (تحقیقات دوم، صفحہ ۱۹ تا ۲۱)

ان توضیحات کی روشنی میں امام اہل سنت کا موقف واضح تر ہے۔ اور معترض کے منہ پر کاری ضرب ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی سمجھ میں نہ آئے تو گمراہی اس کا مقدر ہے۔ حضرت شارح بخاری کے اس تفصیلی جواب کے بعد بھی اگر معترض کو کسی قسم کا کوئی شک وشبہ ہے تو یہ اس کی ہٹ دھرمی ہے۔

ترجمۂ کنزالایمان کی تشریح:-

"فلا تدعوا مع الله احداً" کے رضوی ترجمہ کے بارے میں حضرت شارح بخاری سے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا تشفی بخش جواب دیا۔ سوال کا انداز یہ بتاتا ہے کہ یہ سوال بصورت استفسار اعتراض ہے۔ حضرت نے سائل کی نیت بھانپ لی اور حوالہ جات سے مزین [illegible] ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد جواب کے

اسلوب بیان سے لطف اٹھائیے۔

سوال:- کتاب کشف الشبہات میں ہے و ان المسجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً (الجن ۱۸) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو" (کشف الشبہات، صفحہ ۵)

مندرجہ بالا ترجمہ کشف الشبہات میں کیا گیا ہے۔ اور کنز الایمان میں حضور امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ترجمہ فرمایا ہے "تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو" ۔ اور خزائن العرفان میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ (یہود و نصاریٰ) اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے عبادت خانوں میں کونسا عمل کرتے تھے؟ جس کو کنز الایمان میں (غیر خدا کی) بندگی اور خزائن العرفان میں اسے شرک کہا گیا ہے۔ صحیح حدیث کے حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

کشف الشبہات میں تو یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ وہ (یہود و نصاریٰ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو غائبانہ مدد کے لئے پکارتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو، کہ خدا کے علاوہ کسی کو غائبانہ مدد کے لئے پکارنا یہ غیر خدا کی بندگی ہے اور غیر خدا کی بندگی شرک ہے۔ (مستفاد کشف الشبہات صفحہ ۵ وغیرہ)

اور "فلا تدعوا" کا ترجمہ کنز الایمان میں "تو بندگی کرو" ہے تو اس کا ثبوت حدیث صحیح میں کہاں ہے؟ کیوں کہ اس آیت پاک میں "فلا تدعوا" ہے "فلا تعبدوا" نہیں۔

و ان المسجد ....الخ (الجن ۱۸) اس آیت کی تفسیر میں پیارے نبی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں کیا فرمایا ہے؟ یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی تفسیر میں کیا فرمایا ہے، صحیح حدیث کے حوالے سے ارشاد فرمائیں۔ (ماہنامہ اشرفیہ مارچ، ۱۹۹۸ء، صفحہ ۵)

جواب:- آپ کے یہ سب سوالات خالص مناظرانہ ہیں۔ آپ کو یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ دارالافتاء ہے، دارالمناظرہ نہیں، مناظرہ ایک الگ کام ہے اور فتویٰ الگ کام ہے۔ پھر مناظرہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ فریقین علم میں مساوی ہوں، یہاں مساوات نہیں، کہاں آپ کا علم کہ آپ کشف الشبہات کے حافظ اور میرا علم یہ ہے کہ میں کشف الشبہات کا نام بھی نہیں سنا۔ آئندہ یہاں مناظرانہ سوالات بھیجنے سے احتراز کریں، آپ نے جب وہابیوں کی کتاب کشف الشبہات پڑھ کر یاد کرلی ہے اور واقعی آپ طالب تحقیق ہیں اور آپ کا مقصود مناظرہ نہیں تو آپ پر لازم تھا کہ اس موضوع پر علمائے اہل سنت کی کتابیں بھی پڑھتے، مثلاً الامن والعلی، حیات الموات، انباء المصطفیٰ وغیرہ پھر شاید آپ کو ان سوالات کی حاجت نہ ہوتی آپ کی تسلی کے لئے مختصر جواب لکھ رہا ہوں۔ (ماہنامہ اشرفیہ مارچ ۱۹۹۸ء صفحہ ۶)

"فلا تدعوا مع اللہ احداً" ترجمہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا "تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو" اس پر آپ کو بہت غصہ ہے لیجئے جناب فتح محمد جالندھری غیر مقلد نے یہ ترجمہ کیا "اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو" اور دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے یہ ترجمہ کیا "تو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو" اور اس کے متصل بعد تھا لما قام عبداللہ یدعوا الخ اس کی تفسیر جلالین میں یہ ہے یعبدہ ببطن نخلط۔ اور جالندھری صاحب نے یہ ترجمہ کیا "اور جب خدا کے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عبادت کو کھڑے ہوئے"۔ اور تھانوی صاحب نے ترجمہ کیا "جب خدا کا خاص بندہ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے"۔ اس کے بعد تھا "انما ادعوا ربی" اس کا ترجمہ جالندھری صاحب نے یہ کیا "میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں" تھانوی صاحب نے یہ ترجمہ کیا "میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں" اب آپ فرمائیے کیا کہتے ہیں۔ اب آپ کی تسلی کے لئے ترمذی شریف کی ایک حدیث لکھواتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الدعاء العبادۃ" ایسی صورت میں اگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے "یدعوا" کا ترجمہ (بندگی) کیا تو اس حدیث کے مطابق کیا اس پر اعتراض حدیث پر اعتراض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماہنامہ اشرفیہ مارچ، ۱۹۹۸ء، صفحہ ۷)

سائل نے سوال کے اندر ندائے غائبانہ کے تعلق سے ایک شبہ پیش کیا ہے جس کے متعلق حضرت شارح بخاری یوں رقم طراز ہیں۔

اگر مطلق پکارنے کو کوئی شرک قرار دے تو پھر اس کا جینا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ان آیات میں یہ تخصیص نہیں کہ دور سے پکارتے تھے یا غائبانہ یا فوت ہونے کے بعد پکارتے تھے۔ مطلق ہے تو لازم کہ قریب کو پکارنا بھی شرک، حاضر کو پکارنا بھی شرک، اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن و احادیث کے ارشادات اپنے اطلاق اور عموم پر رہیں گے۔ جب تک قرآن یا حدیث سے اس کی تخصیص یا تقیید نہ ثابت ہو۔ اس لئے مطلق پکارنے کو شرک کہنا نری جہالت ہے۔ اسی لئے مفسرین "یدعوا" کی تفسیر "یعبد" سے کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مارچ ۱۹۹۸ء، صفحہ ۸)

سائل نے خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان کے حوالے سے یہ سوال کیا کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجاؤں میں شرک کرتے تھے آیا وہ کونسا شرک تھا اس کے جواب میں شارح بخاری رقمطراز ہیں:-

یہود و نصاریٰ اپنے عبادت خانوں میں کیا شرک کرتے تھے اس کی کوئی تفصیل قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ یہود کے بارے میں قرآن میں ہے کہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو خدا کا بیٹا کہتے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ نیز نصاریٰ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی معبود جانتے تھے۔ قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں کا شرک یہ تھا کہ یہود حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو معبود جانتے تھے۔ اور ان کی عبادت کرتے تھے یہی ان کا شرک تھا۔ (ماہنامہ اشرفیہ۔ مارچ ۱۹۹۸ء، صفحہ ۸)

اس تفصیلی جواب کے بعد حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کی بدنیتی اور اس کی کور بختی کا اندازہ کر کے بایں الفاظ جواب دیا تاکہ مذکورہ سوالات کی آڑ میں جو اہل سنت کے معمولات و معتقدات کی ایک کریہہ صورت سائل پیش کرنا چاہتا ہے اس کا اطمینان بخش جواب ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔

اہل سنت و جماعت بحمدہ تبارک و تعالیٰ حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو نہ تو معبود جانتے ہیں نہ خدا کا بیٹا جانتے ہیں۔ اور نہ عالم میں بالاستقلال متصرف جانتے ہیں۔ بلکہ اللہ کا بندہ اس کا محبوب، اور اس کی عطا، دین سے عالم میں متصرف، مانتے ہیں وہ بھی اس کے اذن سے۔ اس لئے یہود و نصاریٰ پر قیاس کر کے اہل سنت کو مشرک کہنا افترا بہتان بھی ہے۔ اور اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا بھی ہے۔ اور ساری امت کو مشرک بنانا ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ۔ مارچ ۱۹۹۸ء، صفحہ ۸)

اب میں حلقہ اہل سنت کے نامور اور صاحب طرز ادیب حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی درج ذیل عبارت پر اپنے مضمون کو ختم کر رہا ہوں۔ آپ حضرت شارح بخاری نور اللہ مرقدہ کے تعلق سے رقمطراز ہیں۔

مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ مذہب و مسلک کے معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت گوارہ نہیں۔ تصلب و استقامت کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ اپنے اکابر و اسلاف کی روش پر قائم اور اس کے مبلغ و ترجمان ہیں۔ بدعقیدہ و گمراہ فرقوں سے دور و نفور رہنے کی ہمہ وقت ہدایت اور تلقین کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام والمسلمین فقیہ الاسلام امام اہل سنت فاضل بریلوی کی بے کراں محبت سے آپ کا دل لبریز ہے۔ جن کا ذکر آپ جب بھی کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر بن مو سے ادب و احترام اور شیفتگی و وارفتگی کے قطرات ٹپک رہے ہیں، اور دل عقیدتوں کا آبشار بنا ہوا ہے۔

علم و فضل، کمال تفقہ، کارہائے تجدید، ژرف نگاہی و دیدہ وری، عشق و محبت رسول، سنیت و حنفیت کی مدت العمر تائید و حمایت، اتباع سنت و شریعت، استیصال بدعت و ضلالت طرد و تعاقب نجدیت و وہابیت و فرق باطلہ، نصرت و اعانت اہل حق، سرعت تحریر، لطافت طبع، مکارم اخلاق و کردار، مجتہدانہ فکر و نظر، اور کثرت افادات و افاضات کے باریک گوشے بیان کرتے کرتے خود آپ کی زبان چشمۂ فیوض و برکات، دماغ آئینۂ علوم و فنون اور سینہ گنجینۂ اسرار و معارف بن جاتا ہے۔ اور جذب باطن و سوز دروں کا حال یہ ہو چکا ہے کہ نگاہ غور سے دیکھئے سننے والوں کو آپ "دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم" کا پیکر محسوس نظر آنے لگتے ہیں۔ (معارف شارح بخاری، صفحہ ۱۹)

لگے ہاتھوں یہ اشعار بھی سنتے چلیں۔

زندہ باد اے کاروان سنیت کے پاسباں
زندہ باد اے علم دین مصطفےٰ کے نکتہ داں
زندہ باد اے مسلک احمد رضا کے ترجماں
زندہ باد اے مفتی اعظم کے فن کے رازداں

□□□

شارح بخاری!

گلستانِ امجدی کی بہارِ جاوداں

مولانا قمرالزماں اعظمی مصباحی، مانچسٹر، انگلینڈ

عزیز گرامی نجی الدکتور مولانا محب الحق رضوی سلمکم ربکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزی عبدالحئی عزیزی کے ٹیلی فون سے فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پُر ملال کی اطلاع ملی انا للہ و انا الیہ راجعون تھوڑی دیر تک سکتے کی سی کیفیت طاری رہی اور پھر زبان پر کلمۂ استرجاع جاری ہوا۔

حضور نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تو آپ کے والد گرامی تھے۔ آپ اور جملہ اہل خانہ کے غم کا تو ہم اندازہ ہی نہیں کر سکتے لیکن ان کے پردہ فرمانے سے پوری دنیائے سنیت غم واندوہ میں ڈوب گئی ہے۔ خدائے قدیر آپ کو اور جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازے آمین بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے وصال کی تعزیت کن کن افراد جماعتوں اداروں اور درسگاہوں کو پیش کروں حقیقت تو یہ ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ ساتھ عالم اسلام بالخصوص برصغیر ہندوپاک کا ہر سنی مسلمان تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ گلستان امجدیہ کی وہ بہار جاوداں تھے جن کے فیض سے سیکڑوں درسگاہیں اسلامی ادارے اور افتاء کی مسندیں صبح قیامت تک فیضیاب ہوتی رہیں گی۔

بلاشبہہ حضور فقیہ عصر کے وصال سے دنیائے علم وفکر فقہ وافتاء تعلیم وتدریس تحقیق وتفحص نقد ونظر مناقشات علمیہ مباحثات ومناظرات تصنیف وتالیف تحریک وتنظیم میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر ممکن نہیں نظر آرہا ہے۔

عالم اسلام میں ایسی شخصیتیں بہت کم پیدا ہوتی ہیں جو علوم اسلامیہ کے تمام گوشوں کا یکساں احاطہ کرسکتی ہوں اور جن کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ وہ کس علم اور کس فن میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے حقیقت تو یہ ہے کہ وہ علم کے ہر شعبے میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔

مجھے ان سے تلمذ کا شرف تو نہ حاصل ہو سکا لیکن ہندوستان کے دوران قیام اور برطانیہ منتقل ہونے کے بعد بھی بہت سی نشستوں میں ان کے علمی مباحث اور آرا کو سننے اور فیضیاب ہونے کا موقع ملا اور ان کی بیشتر تحریروں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ وہ فقہ اسلامی کے جملہ اصول وفروع پر استنباطی قدرت رکھتے تھے۔ جزئیات کا استقصاء اصول فقہ میں ان کا تبحر مصادر استنباط ومراجع استخراج میں ان کا درک کامل، آج کے دور کے فقہاء میں ان کو بہت منفرد اور بلند مقام پر فائز کرتا ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی شرح جو بلاشبہہ ملت اسلامیہ اور بالخصوص ملت حنفیہ پر ان کا احسان عظیم ہے کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ فن حدیث میں بھی فقہ وافتاء کی طرح مہارت تامہ رکھتے تھے۔ نزہۃ القاری میں سیکڑوں مقامات کی تشریح وتعبیر توفیق وتفہیم اور تلفیق بین الآراء کے حوالے سے علم و استدلال کے وہ چراغ روشن کئے ہیں کہ جن کی ضیاء سے ریب وتشکیک کے تمام اندھیرے کافور ہو گئے ہیں۔

بخاری شریف کی معاصر شرحوں میں صرف اختلاف آرا کی نقل پر اکتفاء کیا گیا ہے جس سے ایک عام طالب علم شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنس جاتا ہے مگر فقیہ عصر نے انتہائی دقت نظر کے ساتھ اپنے فقہی اور کلامی موقف کی ترجیح وتصویب پر جو دلائل قائم کئے ہیں وہ صرف ان کا حصہ ہیں۔ مطالعہ نزہۃ القاری کے بعد اس قول کی حقیقت مبرہن ہو گئی ہے کہ

ہر فقیہ کے لئے محدث ہونا ضروری ہے جب کہ ہر محدث کے

لئے فقیہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ مشہور فرانسیسی مستشرق گستاولیاں نے کہا تھا کہ فقہ اسلامی میں اجتہاد، قیاس اور استنباط نے اسلامی قوانین کو ایک بحر ناپیدا کنار کی حیثیت عطا کردی ہے اور قوانین کے یہ سرچشمے اسلام کو عصری تقاضوں کے مطابق مکمل رہنمائی کی استعداد عطا کرتے ہیں۔

فقیہ عصر نے اپنی قیادت میں فقہ اسلامی سے متعلق تحقیقاتی اور نظریاتی کونسل قائم فرما کر عصری مسائل کو اصول فقہ اور دانش حاضر کی روشنی میں حل کرنے کی طرف نمایاں پیش رفت فرمائی اور الجامعۃ الاشرفیہ میں مفتیان کرام کی تربیت کا جو نظام قائم فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امید ہے کہ جامعہ کا یہ شعبہ عالمگیر شہرت کا حامل ہوگا اور اگر ان کے متعین کردہ خطوط پر کام ہوتا رہا تو اس ادارے کو جامعہ از ہر وغیرہ کے دارالافتاء اور مجمع البحوث الاسلامیہ کے ہمسر ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ استاذی و استاذ العلماء جلالۃ العلم مخدومی و مطاعی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان و نائب الشیخ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہما کے بعد فقیہ عصر کی شخصیت نے جامعہ کے علمی اور فنی اور تدریسی بھرم کو قائم رکھا اور مجھے امید ہے کہ ان کے زیر تربیت علماء و اساتذہ اور مفتیان کرام اس روایت کو قائم رکھیں گے اور ان کا یہی عمل حضور فقیہ عصر کی خدمت میں بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

وصال ایک عظیم حقیقت ہے مگر بڑے مبارک ہیں وہ نفوس قدسیہ جو مشیت کی طرف سے تفویض کردہ اپنے حصے کا کام مکمل کر کے جاتے ہیں اور حضور فقیہ اعظم اسی جماعت کے نمائندہ تھے وہ اپنے حصے کا ہر کام بحسن وخوبی مکمل کر کے دار الجزاء کی طرف روانہ ہوگئے فجزاہ اللہ عنا و عن جمیع المسلمین

برطانیہ کی بہت سی مساجد بالخصوص عبادالرحمٰن ٹرسٹ، جامع مسجد نارتھ مانچسٹر ورلڈ اسلامک مشن، اسلامک سنٹر لیسٹر مسجد نور الاسلام بولٹن، مسجد خضریٰ گلاسگو اسکاٹ لینڈ، اسلامک سنٹر راچڈیل کے علاوہ یورپ میں ہالینڈ، جرمنی، ناروے، امریکہ میں ہوسٹن، شکاگو، ڈیلس، سان فرانسکو، کنیڈا میں ٹورنٹو اور افریقہ کے بہت سے ممالک میں حضور فقیہ عصر کے لئے تعزیتی اجلاس اور محافل ایصال ثواب منعقد ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ میری طرف سے حضور عزیز ملت اور جملہ اساتذہ اشرفیہ و پسماندگان فقیہ العصر کی خدمت میں سلام و تعزیت پیش کردیں۔ والسلام

●●●

شارح بخاری! حافظ ملت کے معتمد اور تحریک اشرفیہ کے سرپرست

عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ مرادابادی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

محترم حضرات! آج کی یہ بزم حضرت فقیہ عصر شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے منعقد ہوئی ہے۔ علیہ الرحمہ کہتے ہوئے عجیب سی کیفیت طاری ہو رہی ہے۔ دل بے قابو ہوا جاتا ہے اس لئے کہ ان کی شفقت اور ان کا جو لگاؤ تھا، اس کو نہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ اس کی تفصیل آپ کے سامنے رکھ سکتا ہوں۔ بس اتنا آپ سمجھیں حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد تسلی دینے والی یہی شخصیتیں تھیں آنسو پونچھنے والے یہی لوگ تھے لیکن آج ایک خلا محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی تسلی کا ہاتھ رکھنے والا بھی نظر نہیں آ رہا ہے ایسے حالات میں ایک انسان کی جو حالت ہوگی بس آج وہ میری حالت سمجھئے نہ ذہن کام کر رہا ہے اور نہ دل کام کر رہا ہے یہ تو ناظم اجلاس کا حکم ہوا میں حاضر ہو گیا ورنہ جس وقت سے مجھ کو خبر ملی ہے کہ حضرت فقیہ عصر دنیا سے رخصت ہو گئے اسی وقت سے عجیب وغریب کیفیت محسوس کر رہا ہوں اس لئے کہ تعمیری امور میں تعلیمی معاملہ میں کسی بھی شعبہ میں کوئی ضرورت محسوس ہوتی تو معاونت و رہنمائی ضروری ہوتی تھی اور ہم ان کے تجربات کی روشنی میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔

آج ہم تنہائی کا احساس کر رہے ہیں کہ اب ہماری مجلس باوزن کیسے بنے گی اب ہمیں مشورہ دینے والا کون رہے گا، اب ہمارا ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا کون رہے گا، جب یہ حالت ہو تو بتاؤ، ہمارا کیا عالم ہوگا، ہم اپنے احساسات کو بیان نہیں کر سکتے۔

جامعہ کے تعلق سے کوئی بھی مسئلہ درپیش ہوتا علمی مسئلہ ہو، تدریسی مسئلہ ہو، انتظامی مسئلہ ہو رقم کی فراہمی کا مسئلہ ہو اس بوڑھے مرد مجاہد نے ہر موڑ پر ہمیں حوصلہ دیا اور رہنمائی فرمائی اور ہم نے ان کے دیئے ہوئے حوصلوں سے اپنے اندر توانائی محسوس کی اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ ضرورت پڑی تو باہر نکلے چل نہیں سکتے تھے مگر چلے اور رقم جمع فرما کر جامعہ کو عطا فرمائی یہ وہی جذبہ تھا جو حافظ ملت نے انہیں عطا فرمایا تھا۔

جس وقت حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کا وصال ہوا ہے تو حافظ ملت نے فرمایا تھا کہ میرا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا لیکن بعد میں جب مکان تشریف لے گئے میں علی گڑھ سے آیا تو فرمانے لگے کہ میری نگاہوں کے سامنے اندھیرا تھا لیکن اللہ نے انتظام کر دیا ان کی جگہ پر ہو گئی ہمیں ان کی جگہ پُر کرنے والی شخصیت مل گئی وہ شخصیت کون تھی وہ شخصیت وہی تھی جسے ہم نے کل دفن کیا ہے۔

حافظ ملت مردم شناس تھے چہرہ دیکھ کر پہچان لیا کرتے تھے، حافظ ملت ایسے ہی کسی شخص کی تعریف نہیں کرتے تھے جب اس کے اندر وہ جوہر ہوتا تھا تو اس کو نکال کر قوم کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے، غور کریں کہ انہوں نے فرمایا میرا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اور وہ جس شخص کو اپنا داہنا ہاتھ بنا لیں اس شخصیت کو کون سمجھ سکتا ہے اسی کا اثر تھا کہ ہمارے ہر شعبے میں مفتی صاحب کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ دارالافتاء میں رہتے تھے لیکن ہم تعلیم میں بھی ان کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ طلبہ کی تربیت میں بھی ان کی ضرورت محسوس کرتے تھے اس لئے کہ ان کی نگاہیں ہر وقت طلبہ کا پیچھا کرتی تھیں۔ مدرسین کا پیچھا کرتی تھیں، کون کیا کر رہا ہے؟ تو جو ایسی ہمہ گیر شخصیت کا مالک ہو جب وہ ہمارے درمیان میں نہیں رہے گا ہم پر کیا گزرے گی اگر پہاڑ ٹوٹ جاتا اور ہم پر گر جاتا تو ہم برداشت کر سکتے تھے لیکن ہمارے اندر قوت نہیں ہے کہ ہم اس جدائی کو برداشت کر سکیں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل ہم پر فرمائے قوت و توانائی عطا فرمادے صبر عطا فرمادے اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ہے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کیا جائے ہر شعبہ خالی ہے انتظام کا شعبہ بھی ہمیں خالی دکھائی دے رہا ہے۔ دارالافتاء بھی خالی دکھائی دے رہا ہے، طلبا کی تربیت ان کی نگہداشت کا شعبہ بھی خالی دکھائی دے رہا ہے، ہر شعبہ میں خلا محسوس ہو رہا ہے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت ہم سے جدا ہو گئی اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے کارنامے بہت ہیں مگر یہ کارنامہ کہ قوم کی حفاظت کے لئے حافظ ملت نے ایک مشن قائم کیا تھا اور اس میں روح پھونکنے کا کام کرنا یہ بہت بڑی بات ہے اس کو آگے لے چلنا یہ بہت بڑی بات ہے یہ کام فقیہ عصر ہمارے ساتھ رہ کر کرتے تھے۔

آپ ذرا سوچو! دولت کسے پسند نہیں ہے دولت کے لئے انسان ہندوستان میں بھی رہ رہا ہے اور ہندوستان سے باہر بھی رہ رہا

ہے۔ دولت کا ایک نشہ سوار نظر آرہا ہے لیکن ان کا جو بے مثال جشن ہوا ہے اس بے مثال جشن میں پہلے پروگرام میں اپنے جذبات کا جو اظہار انہوں نے کیا وہ حافظ ملت سے ان کا سچا لگاؤ تھا، قلبی تعلق تھا، انہوں نے اپنے جشن میں فرمایا تھا "رضا اکیڈمی نے غلطی کی ہے میرا جشن نہیں منانا چاہئے تھا بلکہ جشن تو الجامعۃ الاشرفیہ کا منانا چاہئے تھا" کون دنیا میں ایسا شخص ہے جو اپنا اعزاز نہ چاہتا ہو اپنی عزت نہ چاہتا ہو اپنے وقار کی بلندیاں دیکھنا نہ چاہتا ہو لیکن فقیہ عصر نے یہ کہہ کر ہم کو ذہن وفکر دیا ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ وہ ہے جس سے زندگی کی بہاریں ملا کرتی ہیں اس کا اعزاز ہوجائے گا تو وہی ہمارا بھی اعزاز ہے ہماری قوم کا بھی اعزاز ہے۔

اہل مبارک پور جتنا بھی ان کا احسان مانیں کم ہے، کم ہے، کم ہے، اس کی بارگاہ میں جتنا خراج عقیدت پیش کریں کم ہی ہے۔ جس شخص کو اتنا لگاؤ الجامعۃ الاشرفیہ سے ہے جو اپنا اعزاز پسند نہیں کر رہا ہے بلکہ کہہ رہا ہے، میرا جشن نہیں الجامعۃ الاشرفیہ کا جشن منانا چاہئے" میں اسی کی دین ہوں، جو کچھ مجھے ملا ہے الجامعۃ الاشرفیہ سے ملا ہے، میں نے یہ کارنامہ بھی الجامعۃ الاشرفیہ میں کیا ہے کہیں اور نہیں کر سکتا تھا اس احسان کو یاد کرنا معمولی بات نہیں ہے۔ اور اسی جشن میں اس کا ثبوت بھی انہوں نے دیا، دولت کسے پسند نہیں چاندی سے انہیں تولا گیا دولت کسے نہیں چاہئے آدمی دولت ہی کے لئے سوجتن کر رہا ہے کیا کیا کر رہا ہے دولت اکٹھا ہی کرنے کے لئے، اس مرد مجاہد کو تو چاندی سے تول دیا گیا لیکن وہ آخر میں کھڑا ہوکر کہتا ہے میں اس چاندی کا دو تہائی حصہ الجامعۃ الاشرفیہ کو وقف کرتا ہوں باقی رضا اکیڈمی کو، وہ چاندی اس نے نہ اپنے بچوں کے لئے اور نہ اپنے لئے نہ اپنے خاندان کے لئے رکھی یہ قربانی کون دے سکتا ہے وہی دے سکتا ہے جو حافظ ملت کا صحیح جانشین ہوسکتا ہے، صدر الشریعہ کا صحیح جانشین ہوسکتا ہے جو امام اہل سنت کا صحیح جانشین ہوسکتا ہے وہی قربانی دے سکتا ہے ورنہ ہم نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کوئی ہوا نظر نہیں آتا، اس بلند ذہن وفکر اور اخلاص وللٰہیت والی شخصیت جب ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئی، اب بتاؤ ہمارا دماغ کیسے کام کر سکتا ہے، دل کیسے قرار پاسکتا ہے، ہم کو کیسے قرار آسکتا ہے، آنکھوں سے آنسو بہائیں تو آنسو پونچھنے والا ہمیں نظر نہیں آتا ہے کوئی تسلی دینے والا نہیں کہ کم سے کم دل کا بوجھ ہی ہلکا ہوجائے۔ یہ ہیں حضرت مفتی محمد شریف الحق علیہ الرحمۃ الرحمان کے علمی کارنامے...

آج اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہے کہ آج جماعت اہل سنت بحرانی کیفیت میں مبتلا ہوگئی ہے ایک وہ شخص تھا سارے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا وہ علمی ہو چاہے جماعتی ہو چاہے کسی قسم کا مسئلہ ہو چاہے اسلام پر حملہ کرنے والے سامنے آئیں اس وقت بھی ہمیشہ وہ مجاہد غراتا ہی رہتا تھا شیروں کی طرح سے دہاڑتا ہی رہتا تھا۔

آپ نے عرس کے ایام میں ان کی تقریریں سنی ہوں گی قل سے پہلے اگر کھڑے ہوگئے ہیں کسی کو بخشا نہیں ہے کسی کو چھوڑا نہیں ہے جو سچائی ہے اس کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے اور یہ خیال بھی نہیں کیا ہے کہ ہمارے پیچھے سی آئی ڈی ہو یا انٹلی جنس لگی ہو اور ہمیں ہتھکڑی لگا کر جیل میں ڈال دے یہ تو سنت آبائی ہوگی اگر جیل میں ڈال دیا جائے گا اس لئے ہم جتنی بھی نذر عقیدت پیش کریں کم ہے حق ادا ہو ہی نہیں سکتا آج اسی خلاء کو پُر کرنے کے لئے ہم آپ تمام حضرات سے دعاؤں کے خواستگار ہیں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارمانوں کے چمن کو شاد وآباد رکھے ہمارے درمیان جو کمی واقع ہوگئی ہے کسی طرح سے اسے پُر فرمادے تاکہ یہ علم کا کارواں آگے بڑھتا رہے بڑھے گا انشاء اللہ۔ ہم ظاہری اسباب کو دیکھ کر پریشان ہیں مگر ہم اس قوم کے افراد ہیں جو اپنے اسلاف پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ نہیں ہیں جو یہ کہہ دیں کہ صاحب وہ تو مر کر مٹی میں مل گئے وہ مدد نہیں پہنچا سکتے حضرت مفتی شریف الحق صاحب نے ہمیشہ اس بات کا ذہن وفکر دیا کہ اسلاف کی نگاہیں تم پر جمی ہوئیں ہیں انہیں کے کرم سے تمہارا قافلہ آگے بڑھتا رہے گا بڑھا ہے انشاء اللہ بڑھتا رہے گا یہ قافلہ کبھی رک نہیں سکتا ہے کیونکہ اسلاف کا خون اس میں ہے ان کے ارمانوں کی قربانیاں اس میں ہیں ان کے احساسات کی قربانیاں اس میں شامل ہیں۔

ہمیں پروردگار سے یہ امید کہ پروردگار ہمارے اس قافلے کو آگے بڑھاتا رہے گا اسلاف کے ارمانوں کو ہم پورا کرنے کی کوشش ہمیشہ کرتے رہیں گے اس کی قوت ہمیں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

آپ نے محسوس کر لیا ہوگا میں کس حالت میں ہوں جو کچھ بھی میں نے کہا یہ میرے منتشر خیالات تھے۔ میں ان کی بارگاہ میں نذر پیش کر ہی نہیں پاؤں گا۔ اس لئے کہ کہاں میں اور کہاں وہ۔

ہم اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف کی نگاہ کرم ہم پر رہے ہمارے احباب اسی قوت وتوانائی سے اس مشن کو ...

●●●

شارح بخاری! مسلک کے ترجمان اور تحریک اشرفیہ کے پاسبان

مولانا عبید اللہ خان

معزز علماء ملت اسلامیہ، محترم بزرگو، ہم عمر ساتھیو! نوجوان دوستو! دینی بھائیو! بارگاہ رسالت میں درود شریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ اللھم صل......الخ

معزز سامعین آج جیسا کہ آپ جانتے ہیں حضرت نائب مفتی اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمۃ و الرضوان کے عرس چہلم کے متعلق ہماری اور آپ سب لوگوں کی حاضری ہوئی ہے۔ اور اس میں ہمارے علمائے کرام اور شعراء اسلام اپنی اپنی استطاعت ولیاقت کے مطابق ان کی بارگاہ عبقری میں نذرانۂ عقیدت نظم ونثر کی صورت میں پیش کررہے ہیں۔ ۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سوجائے گا

ہم تمامی خوش عقیدہ مسلمانان ہند یقینا اپنے دلوں میں کسک لے کر، آنکھوں میں اشک لے کر، اضطراب اور رنج والم سے چور اس عظیم الشان شخصیت کو خراج عقیدت پیش کررہے ہیں جو کچھ دنوں پہلے اسی سرزمین پر ہماری نظروں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔

حضرات! دنیا میں ہزاروں لاکھوں لوگ آتے ہیں اور آتے رہیں گے جاتے ہیں اور جاتے رہیں گے۔ ۔

کوئی آئے کوئی جائے یہ تماشا کیا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ دنیا کیا ہے

آنے جانے والے لوگوں کی تاریخیں لکھی جاتی ہیں لکھی جاتی رہیں گی آنے جانے والے لوگ سماج اور ملک پر (Positive) (Negative) اثرات مرتب کرتے ہیں کرتے رہیں گے مگر انہیں آنے جانے والے لوگوں میں کچھ شخصیتیں ایسی اس دنیا میں آتی ہیں جو جانے کے بعد بھی ناقابل فراموش ہوا کرتی ہیں۔ انہیں عظیم الشان شخصیتوں میں حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کی ایک اہم شخصیت تھی۔ جو دور حاضر میں مسلمانوں کے لئے ایک منارۂ ہدایت اور روشن چراغ کا کام کررہی تھی۔ دنیا کے سارے لوگ اپنے اپنے خاندان اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں سے پہچانے جاتے ہیں کچھ شخصیتیں ایسی بھی پیدا ہوتی ہیں جو اپنے شہر کی محتاج نہیں رہتیں شہران کے نام کا محتاج ہوجاتا ہے اپنے ملک کی محتاج نہیں رہتیں ملک ان کے نام اور کام کا محتاج ہوجاتا ہے اپنے سماج کی محتاج نہیں رہتیں سماج ان کے کیریکٹر اور کردار کا محتاج ہوجاتا ہے۔

انہیں تاریخی شخصیات میں ایک عظیم شخصیت علامہ مفتی محمد شریف الحق علیہ الرحمہ کی بھی تھی جو اپنے وطن مالوف گھوسی میں پیدا ہوئے وہ گھوسی کے نام سے کم پہچانے جاتے ہیں گھوسی ان کے نام سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔ ملک کے نام سے وہ کم، ملک ان کے نام سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔ علم کے نام سے وہ کم، علم ان کے نام سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔ ایک ایسی شخصیت جو ہمہ گیر جہت کی مالک تھی۔ اسّی سال تک ہندوستان کی افق پر چھائی رہی جس کے علم و فضل کا آفتاب پوری درخشانی اور تابانی کے ساتھ چمکتا رہا جو فیض بیکراں بن کر ملک کے قرب و جوار میں انسانی دلوں کی علمی پیاس بجھاتے رہے جو تفقہ فی الدین میں نادر ونایاب بن کر ہندوستان کے آسمان پر چمکتی رہی جو علم وفضل میں یکتائے روزگار بن کر پورے ہندوستان سے اپنے علم کا لوہا منواتی رہی آج وہ شخصیت ہمارے بیچ نہیں ہے یہ ایک ایسا خلاء ہے جو پُر نہیں کیا جاسکتا یہ ایک ایسی کمی ہے جس کی بھرپائی نہیں کی جاسکتی ایک ایسا سانحہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا ایک ایسا درد جدائی ہے جسے پس منظر میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ ۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضور نائب مفتی اعظم ہند کی شخصیت گونا گوں صفات کی حامل تھی

وہ ایک عظیم مدرس بھی تھے ایک عظیم مبلغ و مناظر بھی تھے وہ سند یافتہ بھی تھے وہ تعلیم یافتہ بھی تھے وہ مصلح بھی تھے اور تہذیب کے آئینہ دار بھی تھے وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ناشر و ترجمان بھی تھے وہ ہندوستان کی دھرتی پر علم کی فصل بہار بھی تھے وہ تقویٰ اور پرہیز گاری کی یادگار بھی تھے وہ روشن اور تابندہ ستارے بھی تھے۔

ہمارے بیچ سے دھیرے دھیرے ایک ایک شخصیتیں اٹھتی چلی جارہی ہیں ہمارے وہ لوگ جن کا قدم چوم کر ہم سعادتیں حاصل کرتے تھے جن کی دعائیں لے کر ہم پروان چڑھتے تھے دھیرے دھیرے اس دنیا سے رخصت ہوتے جارہے ہیں مگر عالم جب اس دنیا سے اپنا علم چھوڑ کر جاتا ہے اپنا تقویٰ چھوڑ کر جاتا ہے اپنا کیریکٹر چھوڑ کر جاتا ہے مرنے کے بعد بھی موت اس کے نام پر ٹھپہ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ موت کے پردے میں جا کر زندگی کی یادگار اور جاوداں تصویریں ابھار دیا کرتا ہے۔

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلہ قید حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

مفتی محمد شریف الحق علیہ الرحمہ "کل نفس ذائقة الموت" کے تحت تو اس دار فانی سے ضرور چلے گئے مگر وہ ہمارے سماج میں زندہ ہیں زندہ رہیں گے وہ ہمارے مدرسوں میں زندہ ہیں زندہ رہیں گے وہ ہماری مسجدوں میں زندہ ہیں زندہ رہیں گے وہ تقویٰ کی بہاروں میں زندہ ہیں زندہ رہیں گے وہ فکر و فن کے اجالوں میں زندہ ہیں زندہ رہیں گے، وہ مہذب آشیانوں میں زندہ ہیں رہیں گے اور عجز و انکسار کے سر کو آسمان ثریا تک پہنچانے میں اپنے عمل کی بنیاد پر زندہ رہیں گے درخشندہ رہیں گے تابندہ رہیں گے پائندہ رہیں گے۔ علمی امانت معمولی چیز نہیں اور ان کی شخصیت اپنے پیچھے بے شمار نقوش چھوڑ کر جارہی ہے۔ ۱۹۲۱ء میں ان کی پیدائش ہوتی ہے ذرا دیکھیں سلسلوں کی بات چل رہی ہے اگر وہ برکاتی مفتی تھے تو تعجب کی بات نہیں سلسلہ برکاتیہ کا روحانی فیض ابر کرم بن کر ان کے سر پر چھایا رہا اور فیضان رحمت کی جھوم جھوم کر بارش ہوتی رہی تو چنداں تعجب نہیں ہے اور فاضل بریلوی کی ذات والا صفات سے اگر عقیدہ وعمل کا گہرا تعلق رہا ہے تو اس کے لئے بھی چنداں تعجب کی بات نہیں ہے۔ سلسلہ تو اس طرح [illegible] ۱۹۲۱ء میں ایک عبقری شخصیت جارہی ہے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا ایک وارث اسی دھرتی پر جنم بھی لے رہا ہے..... نعرہ تکبیر.......

۱۹۲۱ء میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس دار فانی کو چھوڑتے ہیں اور ۱۹۲۱ء ہی میں نائب مفتی اعظم ہند اسی گھوسی کی سرزمین پر جنم لیتے ہیں۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر علم کا پہاڑ جارہا ہے تو اپنی بیخ و بن سے اپنی نمود سے کسی نہ کسی حصہ میں ابھارتا چلا جارہا ہے آج ہم نے دیکھا کہ فاضل بریلوی کے طریقۂ کار پر عمل کرنے والی شخصیت برکاتی سلسلہ کے روحانی فیوض کو ہندوستان کی سرزمین پر عام و تام کرنے والی شخصیت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دیئے ہوئے راہ وفا پر نقش و نگار الفت سنوارنے والی شخصیت بھارت کی دھرتی پر یقیناً منفرد المثال بن کر جو عالم عمل میں حرکت کرتی تھی اسی کا لقب نائب مفتی اعظم ہند تھا اسی کا لقب فقیہ اعظم ہند تھا۔ اسی کا لقب فقیہ عصر تھا اسی کا لقب نائب مفتی اعظم تھا اور اسی کا اسم شریف، شریف الحق تھا، دین ہمیں ہمارے بزرگوں سے ملا اور ہمارے بزرگوں کی عملی چھاپ ان کے نائبین کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے اور اس کا تعارف ہم نے پایا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ہم نے نہیں دیکھا۔ مگر فتاویٰ رضویہ کی شکل میں ہم اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہیں۔ کنز الایمان کی شکل میں ہم اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہیں تمہید ایمان کی شکل میں ہم اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہیں سیکڑوں کتابوں کی شکل میں ہم اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہم دیکھتے ہیں بلکہ ان کے محتاط عقیدہ و مسلک پر جس طرح سے اغیار بے وفائی کے ساتھ حملے کر رہے ہیں۔ اگر فاضل بریلوی اپنے عقیدے کے پیچھے اپنی علمی چھاپ چھوڑ کر نہ گئے ہوتے تو بے شمار ایسی شخصیتیں ہیں جن شخصیتوں پر حجاب ڈال ڈال کر مجروح کر دیا گیا ہے ان کے عقیدے کو باطل قرار دیا گیا ہے، مگر فاضل بریلوی کا یہ کمال ہے امام البدعت کہنے والے جھوٹے اور افتراء پرداز جماعتی لوگ لاکھ امام البدعت کہیں فاضل بریلوی کی تحریریں جب بدعات کے خلاف قلمی تلوار بن کر سامنے آتی ہیں تو کذب و افتراء کا پردہ چاک ہو جاتا ہے فاضل بریلوی پہ لگایا ہوا کوئی الزام اور مردود زمانہ کی کوئی ٹھوکر ان کی ذات کو اس لئے متاثر نہیں [illegible] گی کا الزام لگتا ہے تو ان کی خوش عقیدگی کی

تحریریں منہ پر تھپڑ مارتی ہیں جھوٹے جب ان پر بدعتی کے الزام لگاتے ہیں تو ان کی بدعت شکن تحریریں بدعتی کہنے والوں کے سروں پر تازیانہ عبرت برساتی ہوئی دکھلائی دیتی ہیں۔

ہندوستان کی سرزمین پر تاریخ کے پس منظر میں ایک نظر اگر ڈالئے تو آپ کو یہ محسوس ہوگا آپ کو یہ کہنا پڑے گا آج ہندوستان کی سرزمین پہ جس طرح سے روپے اور پیسے کے ذریعہ سے بدعقیدگی کی بارش کروائی گئی ہے اگر امام احمد رضا پہاڑ بن کر نہ کھڑے ہوئے ہوتے تو میں سمجھتا ہوں آج ہندوستان کی سرزمین پہ خوش عقیدگی ہمارے اور آپ کے حصہ میں نہیں آتی فاضل بریلوی نے جس طرح ہمہ جہت باطل تحریک کے خلاف اپنی انفرادیت کو قائم کیا تھا۔ رب العالمین نے ان کو مدد اور فتح و نصرت اس طرح عطا کی کہ ہر دور میں ان کے جانشین پیدا کئے اور ان جانشینوں میں بھی کوئی بڑی کثرت نہیں رہی۔ دوسروں کے یہاں کثرت سے پیدا ہوتے رہے یہاں کثرت سے نہیں وحدت سے پیدا ہوتے رہے مگر کثرت پر ہمیشہ بھاری ہوتے رہے ہر دور میں ہم نے دیکھا ہے معدودے چند ہمارے لوگ ہیں مگر پوری جماعت کا فرض کفایہ بنتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں حافظ ملت کی شخصیت کو دیکھئے ان کی شخصیت ایک صدی پہ چھائی ہوئی دکھلائی دیتی ہے۔ صدر الشریعہ کی شخصیت کو دیکھئے علمی آفاق پر چھائی ہوئی دکھلائی دیتی ہے آج کے دور میں اپنے بزرگوں کی زندہ جاوید یادگار نائب مفتی اعظم کے علاوہ اور کون دوسرا تھا ہم القاب کے ذریعہ کسی کے سر پہ چاہے کتنے ہی زیادہ تاج کیوں نہ رکھ دیں مگر علم و عمل کی دھرتی کا تاج اور ہوا کرتا ہے۔

ہندوستان میں انگریزوں کے دور سے پہلے جب ہم مغلوں کا زمانہ دیکھتے ہیں تو اس زمانہ میں رسومات اہل سنت ہندوستانی مسلمانوں کا شعار تھے، میں نے اورنگ زیب کا ایک واقعہ پڑھا تھا۔ کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جب قلعہ گولکنڈہ فتح نہیں کر پا رہے تھے تو انہوں نے دہلی کی سرزمین پر ایک بزرگ سے دعا لی تھی۔ جب شاہجہاں کے تخت کو پلٹ دیا تھا بادشاہ اورنگ زیب نے شاہجہاں کے درباریوں کو بھی بھگا دیا تھا اس میں ایک بہروپیا بھی تھا اس نے کہا اورنگ زیب میں آپ کے باپ کا دل بہلایا کرتا تھا۔ مجھے دربار میں رہنے دیجئے اور وظیفہ دیتے رہئے۔ اورنگ زیب نے کہا کہ اب بہروپیوں کا زمانہ ختم ہو گیا۔ بہروپیوں کو دربار میں رہنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ بہروپئے نے کہا اورنگ زیب تجھے بڑا غرہ ہے بڑا اطرا ہے اور بڑا بھروسہ ہے اپنے ذہن و فکر پر۔ یاد رکھو میں بہروپیا ہوں۔ ایک دن تجھے بھی دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

اورنگ زیب نے مسکرا کر کہا جس دن تم مجھے دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے اسی دن تمہاری سروس بھی بحال کر دوں گا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ گھوڑے کا شہسوار مسلسل قلعہ گولکنڈہ کی طرف سفر کرتا رہا مگر جب وہ قلعہ فتح نہیں ہوا تو چند دنوں کے بعد دہلی آئے پتہ چلا جمنا کے کنارے ایک اللہ کا ولی آکر کے بیٹھا ہوا ہے۔ ہزاروں لوگ اس کے فیوض و برکات کے سرچشمے سے سیراب ہو رہے ہیں۔ جیسے ہی سنا فوراً ننگے پاؤں بارگاہ ولایت کی طرف چلے۔ میں کہتا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ان بریلویوں کا کارنامہ ہے کہ ولیوں کی بارگاہ کی طرف جاتے ہیں۔ ادب و احترام سے جاتے ہیں۔ اور یہ مسلک یہ مذہب بریلی کے امام نے پیدا کیا ہے۔ میں کہتا ہوں جس فکر کے مالک تھے امام احمد رضا اور جس عقیدے اور عمل کے ترجمان تھے۔ امام احمد رضا۔ اگر اسی کا نام بریلویت ہے تو یہ بریلویت امام احمد رضا سے شروع نہیں ہوتی۔ اسی بریلویت کی ترجمانی تو اورنگ زیب بھی کر رہا تھا کہ وہ ایک ولی کی بارگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس ولی کی بارگاہ میں پہنچا اور زانوے ادب تہہ کیا اور کہا حضور قلعے کی فتحیابی کے لئے دعا مانگنے آیا ہوں اس نے کہا جاؤ اللہ تمہیں کامیاب کرے فوراً الٹے پیر پلٹے دو ہی قدم چلے تھے۔ اس نے پھر بلایا اور کہا اورنگ زیب مجھے پہچانتے ہو کہ نہیں۔ میں کون ہوں۔ کہا۔ ہاں آپ اللہ کے ولی ہیں اس نے کہا نہیں غلط میں اللہ کا ولی نہیں۔ ایک ہاتھ مارا تو داڑھی صاف تھی دوسرے ہاتھ سے نقلی بالوں کو اتار کر سامنے کر دیا۔ اور کہا اورنگ زیب غور سے دیکھ لو میں کون ہوں۔ میں وہی بہروپیا ہوں جس کو تم نے حقارت سے دھتکار دیا تھا۔ اور شرط لگی تھی جس دن تم مجھے دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے تمہارا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ اورنگ زیب کی آنکھوں میں آنسو آگئے نظر کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور کہا چل تیرا وظیفہ بحال کرتا ہوں لیکن مجھے اپنے پروردگار سے کچھ کہنا ہے کہ اے میرے معبود میری آنکھوں کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا تھا میں نے دھوکہ کھایا ہے تو نماز کے نام پر۔ میں نے

دھوکہ کھایا ہے تو دین کے نام پر۔ اس بہروپئے نے مجھے دھوکہ دیا ہے تو اسلام کے نام پر دیا ہے۔ کہا چل تیرا وظیفہ بحال کرتا ہوں۔ بہروپیا بھی بڑا ہوشیار تھا۔ قلب کی ماہیت بھی پلٹ گئی۔ کہا اورنگ زیب نقلی نمازی بن کر کے آیا تھا تو میں نے تجھ جیسے بادشاہ کو جھکا دیا جس دن اصلی نمازی بن جاؤں گا کائنات میرے دروازے پر جھکتی نظر آئے گی۔

میں یہاں سے یہ نتیجہ آپ کو دینا چاہتا ہوں کہ اہل اللہ کی بارگاہ میں نذر عقیدت لے کر کے ہر دور کا بادشاہ چلا ہے۔ یہ رسوم اہل سنت تھیں۔ ان کا نام بدعت نہیں تھا۔ ان کا نام خرافات نہیں تھا۔ ان کا نام واہیات نہیں تھا۔ ان کا نام دین میں کوئی نیا راستہ نکالنا نہیں تھا مگر جب دین کے رسومات کو بدعت کہہ کے پکارا گیا۔ جب سنتوں کو مٹانے کے لئے نئی نئی من گھڑت باتیں لائی گئیں جب عقیدے پہ شب خون مارا گیا جب اللہ کی الوہیت میں کذب و افترا کے تبرے باندھے گئے جب رسول پاک کی عظمت شان کو تنقیص کی نظر سے دیکھا گیا۔ جب اولیاء اللہ کی شان میں تحقیر آمیز کلمات استعمال کیے گئے تو اس زمانے میں ایک جامع الصفات شخصیت بریلی کی سرزمین سے امام احمد رضا بن کر کے اٹھی۔ اس نے پورے ہندوستان میں ماضی کے سارے علماء ماضی کے سارے مجاہدین کے جوہر کردار کو اپنی شخصیت میں پرو کر ہندوستان کی دھرتی پر رہنے والے مسلمانوں کو بدعقیدگی سے بھی بچایا بدعملی سے بھی بچایا۔ بدعت سے بھی بچایا علم دین نبوی کا چراغ بھی روشن کیا تقویٰ کی بہاریں بھی بھارت کی دھرتی پر دیکھنے کو ملیں۔

اور اِک چراغ عشق سے جلتے گئے کتنے چراغ
خاک کا ہر ذرہ ماہ و کہکشاں بنتا گیا
تو اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

فاضل بریلوی کے دربار سے فیض علم کی بیکرانی کا ساماں اگر تمہیں دیکھنا ہو تو میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں بے شمار ان کے خلفاء ہیں۔ بے شمار ان کے تلامذہ ہیں۔ مگر دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کس طرح فرماتا ہے۔ پروردگار عالم علم رسول اور عمل رسول کے ترجمان کس طرح پیدا کرتا ہے۔

امام احمد رضا کا ہر خلیفہ تاریخ کی [illegible] صرف پروردگار عالم کی قدرت کاملہ

فاضل بریلوی کی نگہ کیمیا اثر جس جس پر جس جس طرح پڑی اس نے ایک ایک شخصیت کو جماعت بنا کر کے کھڑا کر دیا۔ انفرادیت میں اجتماعیت کے سارے پہلو اجاگر کر دیئے ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے عمل سے پتہ چلتا ہے ان کے کردار سے پتہ چلتا ہے۔ تفقه فی الدین کے ساتھ ان کی چاہت کا پتہ چلتا ہے بھارت کی دھرتی پر علم دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت کی روشنی میں پھیلانے کے ان کے جذبۂ للّٰہیت کا پتہ چلتا ہے۔ یوں تو ان کا ہر ذرہ آفتاب تھا۔ یوں تو ان کے گلستاں کا ہر پھول ماہتاب کی روشنی سے زیادہ چمکدار اور دنیا کی عطر بیزیوں سے زیادہ خوشبودار تھا۔ مگر فاضل بریلوی نے اپنے ان تمام ہیروں میں ایک ایک کی حیثیت بتائی تھی۔

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچھ پاتے یہ ہیں

صدر الشریعہ بنا کر انہیں بٹھاتے ہیں اور جو توقعات مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کرتے ہیں۔ ان توقعات کو وہ پورا کر کے دکھاتے ہیں۔ ہمارے اعظم گڑھ کی دھرتی بڑی خوش نصیب ہے۔ ہم اعظم گڑھ کے ہونے کی بنیاد پر بہت خوش نصیب ہیں کہ بریلی سے علم و فضل کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا۔ اس کی پہلی ہی کڑی صدر الشریعہ کی شکل میں گھوسی کی دھرتی پر ہمیں دکھلائی دیتی ہے اور دیکھئے فکری انقلاب ہندوستان کی دھرتی پر کیسے آتا ہے۔ اہل باطل نے بھی فکری انقلاب برپا کیا۔ مگر پریس کی طاقت رکھنے کے بعد بھی شرمندہ ہیں حقانیت کے متوالوں کے پاس نجدی ڈالر نہیں۔ دنیا کے سوداگر نہیں۔ ملک وملت کے دلال نہیں۔ اور پس منظر میں کوئی سوداگری بھی نہیں یہاں تو اللہ و رسول کی نظر ہے، اللہ و رسول کی نظر جس قافلے کے سالار پر اتنی زبردست رہی ہو کہ سالار کارواں جس طرف سے گزرتا گیا۔ دھرتی اس کا قدم چومنے کی سعادت حاصل کرتی گئی۔ حضرت صدر الشریعہ نے علم و فضل کا وہ پودا لگایا جس کی بنیاد پر ان کے یہاں جو ٹیم تیار ہوتی ہے میں بالکل بلا مبالغہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جب دین کا کام کسی بھی دھرتی کسی بھی خطے کسی بھی جغرافیئے سے لیتا ہے۔ تو غیب سے اس کے حالات اس کے اسباب و وسائل پیدا کر دیتا ہے۔ فاضل بریلوی کے ذریعے اتنا

کے انعامات واکرام کا نتیجہ، عطیہ ربانی کا ایک عظیم الشان معجزہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایک فاضل بریلوی کی ذات ہمہ گیر علم کی مالک ہمہ جہت حالات پر قابو یافتہ بڑے سے بڑا علامۃ الدہر کا بھی ان کے سامنے کھڑے ہونے میں پتا پانی ہوجائے۔ عجیب وغریب انداز سے انہوں نے اپنی زندگی گزاری انہوں نے جو اپنے تلامذہ وخلفاء چھوڑے ہیں جن جن علاقوں میں رہے وہاں وہاں سنت کی بہاریں، ہمیں دیکھنے کو ملیں۔ وہاں وہاں بدعقیدگی کا کلیجہ کٹتا ہوا دکھائی دیا۔

آج سیاسی اعتبار سے جو لڑائی ہم لڑ رہے ہیں تو ہم کہتے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کی جان لے لو ان کا مال لے لو مگر دین وایمان سے ہندوستان کا مسلمان تمہیں کھیلنے نہیں دے گا۔ ہر طبقے ہر مسلک کا آدمی یہی بات کرتا ہے چاہے سیاہ بل کے خلاف بول رہا ہو یا مسلم پرسنل لاء کے معاملے میں بول رہا ہو یا بابری مسجد کے پس منظر میں بول رہا ہو، میں کہتا ہوں جب یہ بات کہنا قابل فخر ہے کہ ہندوستان کا مسلمان جان ومال کا سودا کرسکتا ہے دین وایمان کا سودا نہیں کرسکتا۔ تو یہ بات کیوں نہیں قابل فخر ہے کہ ہندوستان کا سنی مسلمان ڈھونگی مسلمانوں سے اپنے دین وایمان کا سودا نہیں کرسکتا۔ بلکہ اپنے دین و ایمان کو بچانے کے لئے عبداللہ بن ابی ٹائپ جماعتوں کے خلاف کھڑے ہوکر کے مسلمانوں کے عقیدہ وعمل کے تحفظ کا اعلان کرسکتا ہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جتنے خلفاء اور تلامذہ پیدا کئے تھے۔ ہندوستان کی سرزمین پر ایک ایک ایریے میں علم وعمل کا کھونٹا گاڑ کے بیٹھ گئے۔ کس کس کا نام لیجئے گا۔ مفتی برہان الحق صاحب کا نام لیجئے گا ایک نادر ونایاب شخصیت ہے۔ علامہ عبدالسلام کا نام لیجئے گا ایک نادر ونایاب شخصیت ہے۔ علامہ حامد رضا کا نام لیجئے گا ایک نایاب ونادر شخصیت ہے، حضور مفتی اعظم کا نام لیجئے گا۔ ایسا فیض کرم ہندوستان کی دھرتی پر کسی دوسری شخصیت کے ذریعے برسا ہی نہیں بلکہ جو لوگ فیوض و برکات برساتے تھے وہ بھی اسی سمندر سے اپنے اپنے پانی کی سبیلیں بھی لیا کرتے تھے۔ ہم نے تو دیکھا ہے ان بزرگوں کو کہ وہ صف اول کے ممتاز علماء جنہوں نے بھارت کی دھرتی پر علم وعرفان کی بارش کی وہ دلوں سے بھی برسے اور آنکھوں کے اشاروں سے بھی برسے وہ زبان کے ترجمان بھی بن کر کے کھڑے ہوئے وہ فکر ونظر کی فصیل بن کر کے ہمارے سامنے آئے۔ علم کی شاداب بہاریں لے کر، عمل کی شاداب بہاریں لے کر وہ ہندوستان کی سرزمین پر چھا گئے۔

مگر ان کے بعد بھی دیکھئے ہم خالی ہاتھ نہیں ہوئے ان کے بعد بھی ہمارے میخانہ علم وفکر میں اس قدر جام چھلکتا رہا کہ ہمیں مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ صدر الشریعہ اگر دنیا سے چلے گئے تو یہ ہمارا بہت بڑا نقصان تھا مگر صدر الشریعہ نے علم وفضل کے اتنے آفتاب روشن کردیئے تھے کہ جب ہم ان کی ٹیم دیکھتے ہیں تو مجاہد ملت کو دیکھ کر قرار آجاتا تھا۔ حافظ ملت کو دیکھ کر قرار آجاتا تھا۔ مولانا شمس الدین جعفری کو دیکھ کر قرار آجاتا تھا۔

سیکڑوں شخصیتیں ایسی ہیں کہ اپنے معاصر کی حیثیت سے جس جس علاقے میں سنیت کا کام کرتی رہی ہیں اور جب وہ ٹیم بھی دنیا سے چلی گئی تو بڑا خلا رہا ہے ان تمام کے جانے کے بعد، اس دور کے معیار کو جو چھوڑ رہا ہو، اس دور کے عمل کو جو چھوڑ رہا ہو، اس دور کے علم کو جو چھوڑ رہا ہو، اس دور کے نقوش کو جو چھوڑ رہا ہو، اس دور کی احتیاط کو جو چھوڑ رہا ہو، اس دور کی تہذیب کو جو چھوڑ رہا ہو اس دور کی فکر کو جو چھوڑ رہا ہو اس شخصیت کا نام علامہ مفتی محمد شریف الحق تھا۔

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب کی شخصیت ہمارے بیچ ہمارے بزرگوں کے بیچ سنگم بن گئی تھی۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر ہمارے بزرگ دریا کے اس پار ہیں اور ان کے سارے لیل ونہار اس پار ہیں، یہ لیل ونہار ہمارے بزرگوں سے ارتباط کرنا چاہتے ہیں تو اکیلے مفتی محمد شریف الحق صاحب کی شخصیت۔ علم کے اعتبار سے بھی، تجربے کے اعتبار سے بھی۔ تقویٰ کے اعتبار سے بھی، بہادری کے اعتبار سے بھی، عمل کے اعتبار سے بھی مجاہدانہ صفتوں کے اعتبار سے بھی ایسی تھی کہ ہمارے بزرگوں کے بیچ اس دریائے روحانی کا پل بن گئی تھی جس سے ہم گزرا کرتے تھے۔ جس پل سے ہم اپنے بزرگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

ایک انسان ہم نے دیکھا۔ ایک عالم ہم نے دیکھا۔ ایک عامل ہم نے دیکھا ایک محتاط انسان ہم نے دیکھا ایک مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ہم نے دیکھا ایک شاندار مفتی ہم نے دیکھا، میں کہتا ہوں

ہم لوگ جس اشرفیہ کی پیداوار ہیں ہم لوگ جس اشرفیہ کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں اسی اشرفیہ کو آپ دیکھ لیجئے یہ اشرفیہ تاریخی کردار ہمیشہ ادا کرتا رہا ہے بھارت کی دھرتی پر ہماری عزت و آبرو کا علمبردار رہا ہے۔ میں صفائی کے ساتھ اور جگر کے ساتھ یہ اعلان کرنا چاہوں گا کہ اشرفیہ ہمارا علمی مرکز ہے۔ اہل سنت کا فکری مرکز ہے اہل سنت کا عملی مرکز ہے آج ہندوستان کی سرزمین پر اگر مجمع البحرین بن کر علمی وفکری صلاحیت کا کوئی سیل رواں بہہ رہا ہے تو اس کا نام صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ ہے...... یہی ایک سمندر ہے اہل سنت و جماعت کا۔ لیکن آیئے میں یہاں بھی آپ کو دکھاؤں کے خلوص وللٰہیت میں کتنا اثر ہوتا ہے۔

خلوصِ دل ہے اگر سلامت مٹے گی اک دن یہ کشاکش
تمہیں میرا نغمۂ محبت کرے گا اک روز ہمنوائی

جب اعظم گڑھ کی سرزمین کو سیراب کرتا ہوا، صدرالشریعہ بریلی شریف میں پڑھا رہے تھے حافظ ملت سے فرماتے ہیں۔ بڑا تاریخی جملہ ہے۔ "آپ جایئے اور ہمارے یہاں دین کا کام کیجئے" وہ کہتے ہیں میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔ صدرالشریعہ فرماتے ہیں "میں نے کب آپ کو ملازمت کے لئے بھیجا ہے میں آپ کو خدمت دین کیلئے بھیج رہا ہوں"۔

ایک شاگرد، شاگرد ہونے کی حیثیت سے اچھی طرح اپنے استاذ سے باخبر تھا کس قدر روحانی فیوض و برکات کے سرچشمہ سے انہیں نہلایا دھلایا گیا تھا کہ حافظ ملت جیسی خاموش اور سادہ طبیعت شخصیت مبارک پور کے ایک حجرے میں بیٹھتی ہے اور دھیرے دھیرے علمی بہاریں مبارک پور کی سرزمین پر بکھرنے لگتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں جب دارالعلوم اشرفیہ کا تاریخی نام "باغ فردوس" کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے اور ہمارے روحانی پیشوایان حق دارالعلوم اشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھتے ہیں۔ جس دن اس کا سنگ بنیاد رکھا جاتا ہے علم کے لئے عمل کے لئے۔ اسی دن اس سنگ بنیاد کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے علم و عمل کی دیوار کھڑی ہورہی تھی اسی طرح سے صدرالشریعہ نے علم و عمل کی دیوار کھڑی کرنے کے لئے حافظ ملت جیسے معمار کے ہاتھ میں مولانا شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا ہاتھ دے دیا تھا اور ایک تاریخی جملہ صدرالشریعہ نے حافظ ملت سے فرمایا تھا۔ کہ مولانا میں دے رہا ہوں اس بچہ کو انشاء اللہ یہ بچہ کل آپ کا جانشین بنے گا۔ انشاء اللہ یہ بچہ کل آپ کے کام آئے گا۔ انشاء اللہ یہ بچہ کل آپ کا دست و پا بھی بنے گا۔ میں اپنے بزرگوں کے کرم کو دیکھتا ہوں میں ان کے خلوص وللٰہیت کو دیکھتا ہوں۔ ہزار ہا نئے نئے تجربات کر لئے گئے عقائد باطلہ کی طرف سے کہ اہل سنت کے قلعہ کو مسمار کردیا جائے۔ مگر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر قربان جایئے۔ پروردگار عالم کی رحمتیں ہزاروں لاکھوں کروڑوں ان کی قبر انور پر نچھاور ہوں کس طرح سے ہمارا انتظام انہوں نے کیا ہے۔ کس طرح ہماری حفاظت انہوں نے کی ہے۔ یاد رکھئے کسی بھی قوم کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس قوم کے پاس دور حاضر کے ہتھیاروں کے مقابلے میں ہتھیار ہوں۔ دور حاضر میں دشمن جس طرح کا ہتھیار لے کے کھڑا ہو اس کے مقابلے میں اس سے بہتر اور جدید ہتھیار سے وہ قوم آراستہ و پیراستہ رہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ دور حاضر میں جس طرح کا ہتھیار لے کر ادیان باطلہ ہمارے سامنے کھڑے تھے۔ قسم خدا کی اعلیٰ حضرت نے علم و عمل اور خوش عقیدگی کے تحفظ کے لئے ایسے ایسے علمی ایٹم بم اس زمانے میں محفوظ کر دیئے تھے کہ صبح قیامت تک اگر فاضل بریلوی کے چاہنے والوں کے مقابلہ میں بدعقیدگی ٹھوکر مارنے کی کوشش کرے گی تو کبھی تقویۃ الایمان کے خلاف تمہید ایمان ٹھوکر مارتی دکھلائی دے گی کبھی ان کے ترجمان القرآن کے خلاف کنزالایمان ان کا منہ دنیا کے سامنے پیش کرتا دکھلائی دے گا۔ غرض یہ کہ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ بڑے ٹھوس انتظامات کئے گئے تھے اعلیٰ حضرت نے اپنی فیکٹری میں علم کے ہتھیار بھی ڈھالے تھے عمل کے ہتھیار بھی ڈھالے تھے احتیاط کے ہتھیار بھی ڈھالے تھے افتاء کے بھی ہتھیار ڈھالے تھے اتنی ٹھوس بنیاد فاضل بریلوی نے رکھ دی تھی کہ اس کارخانہ علم و ہنر سے جب قدرت کاملہ کے کرشمے انسانوں کی شکل میں نمودار ہونے لگے تو ایسی ایسی شخصیتیں جامع الصفات بن کر کے کھڑی ہوئیں کہ جس علاقہ میں ہیں اس علاقے میں کفر والحاد بے دینی کے قلعے میں تہلکہ مچا دیا۔ انہوں نے ادیان باطلہ کو ٹھوکر لگا کر حقانیت کا نصرت مآب پرچم آسمان اوّل پر نصب کر دیا۔

[illegible] ض کرنا چاہوں گا کہ اشرفیہ کی سرزمین

پر ان شخصیتوں میں سے ایک ایسا طالب علم نمودار ہوتا ہے جو روز اول ہی حافظ ملت کا نقیب بنتا ہے جو روز اول ہی حافظ ملت کے ہاتھوں سنور جاتا ہے۔ جو روز اول ہی تاریخ و انشاء پردازی کی دھرتی پر قدم رکھتا ہے اور حافظ ملت بھی اسے اسی طرح سے پڑھاتے ہیں۔ حافظ ملت کو بھیجا صدر الشریعہ نے اور مولانا محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تربیت کے لئے بھی حافظ ملت کی آغوش علم و ادب میں دیا تھا۔ صدر الشریعہ نے فرمایا تھا کہ یہ آپ کا جانشین بنے گا آپ کا یہ علمی وارث بنے گا۔ دیکھئے تو سہی کہنے والے جو اللہ والوں کے منہ سے جو باتیں نکلتی ہیں پروردگار عالم اس خواب کو شرمندۂ تعبیر بھی کر دیتا ہے دیکھئے کس طرح سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے کہاں انیس سو چونتیس کہاں ۲۰۰۰ء۔ ایسے عالم میں جب ہم مفتی محمد شریف الحق صاحب کی شخصیت کو دیکھتے ہیں ان کی اسی سالہ زندگی کا جائزہ لیتے ہیں۔ جوانی کا دور کیا رہا ہوگا۔ پڑھنے لکھنے کا دور کیا رہا ہوگا۔ ہمیں جو روایتیں مل رہی ہیں وہ روایتیں بول رہی ہیں۔ راتوں میں جاگ جاگ کر سوکھی روٹی کھا کھا کر علم و ادب کی تعمیر کرنے والا ایک انسان افق آسمان علم پر نمودار ہو رہا تھا۔ آنے والا دور اسے نائب مفتی اعظم ہند کہنے والا تھا آنے والا دور اسے عقیدت و خراج کے الفاظ پیش کرنے والا تھا آنے والا دور اسے عقیدت و خراج کے الفاظ پیش کرنے والا تھا۔ آنے والا دور اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والا تھا آنے والا دور اس کے ادب و احترام کی حقیقت چاہنے والا تھا۔ آنے والا دور اس سے رموز و نکات علم پانے والا تھا۔ آنے والا دور اس سے ادب و احتیاط کی منزل پر گامزن ہونے کا سلیقہ سیکھنے والا تھا۔ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کیا وہ ساری چیزیں سامنے نہیں آئیں۔ ہمارے بزرگوں نے جو ارمان رکھے تھے ان کے ساتھ ہمارے بزرگوں نے جو خواب سجائے تھے ان کی شخصیت سے میں کہتا ہوں چھوٹا سا بچہ تھا معلوم نہیں کل کیا بنتا۔ مگر صدر الشریعہ کی کیمیا گر نگاہ انہیں کس طرح سے دیکھ رہی تھی۔ جس طرح اعلیٰ حضرت کی نگاہ صدر الشریعہ کو دیکھ رہی تھی۔ جس صدر الشریعہ کی نگاہ حافظ ملت کو دیکھ رہی تھی۔

دیکھو تو سہی رسم و رواج کی بنیاد پر تم اپنا تشخص زیادہ دن تک نہیں بچا سکتے۔ رسم و رواج کی بنیاد پر زیادہ دن تک اپنا عقیدہ بھی نہیں بچا سکتے۔ رسم و رواج کی بنیاد پر زیادہ دن تک اپنا ایمان بھی تم نہیں بچا سکتے۔ اگر عقیدہ بچے گا تو علم کی بنیاد پر بچے گا اگر عمل بچے گا تو علم کی بنیاد پر بچے گا۔ اگر رسم و رواج بچیں گے تو علم کی بنیاد پر بچیں گے۔ فاضل بریلوی سے لے کر علامہ مفتی محمد شریف الحق تک دیکھو۔ ان حضرات نے تمہارے رسم و رواج اور سنیت کے تحفظ کے لئے علم کے شاندار قلعے ہر جگہ تعمیر کراتے ہیں جہاں سے چاہو اپنے رسم و رواج کو بچانے کے علمی استدلال قائم کرلو، فاتحہ وہ کرتے تھے اس لئے ہم فاتحہ کر رہے ہیں۔ بلا دلیل تم فاتحہ کرو گے تمہارا فاتحہ مٹ جائے گا۔ مگر جب قرآن و حدیث جیسا علم ظاہر لے کر سامنے کھڑے ہو جاؤ گے تو تمہارے فاتحہ کو مٹانے والے کا ہمیشہ کے لئے کریا کرم ہو جائے گا۔

ان حضرات نے ہمیں علم و عمل کی سوغات دی تھی مفتی شریف الحق صاحب قبلہ ہندوستان کے آسمان پر سحاب علم و فضل بن کر چھاتے رہے برستے رہے۔ گرجتے تڑپتے رہے۔ اور ان کی شخصیت اس قدر ہندوستان کی سرزمین پر قبول عام کی مالک بن گئی کہ ہر طبقہ میں وہ عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے رہے۔ پھر میں کہتا ہوں یہیں تک نہیں ہوا حافظ ملت سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ علم ایک وہبی بھی ہوتا ہے علم ایک کسبی بھی ہوتا ہے۔ انہیں وہبی علم سے بھی نوازا گیا۔ انہیں کسبی علم سے بھی نوازا گیا اور جب ہر جگہ سے پڑھ لکھ کر چلے تو آفتاب ولایت کی شعاعوں میں گم ہو گئے۔ بریلی کی دھرتی پر حضور مفتی اعظم ہند کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ افتاء نویسی سیکھا جس طرح آج کا مفتی ان کے سامنے املا کرتا ہے اس طرح وہ کل حضور مفتی اعظم کے سامنے املا کرتے تھے۔ مفتی اعظم ہند جس کی حفاظت کر رہے ہوں۔ مفتی اعظم جس کی تربیت کر رہے ہوں۔ میں تو کہتا ہوں اتنا ہی بہت کافی ہے۔ آج کا بڑے سے بڑا علامۃ الدہر آج کی بڑی سے بڑی سند رکھنے والا انسان آج کا بڑی سے بڑی پگڑی باندھنے والا انسان۔ مفتی شریف الحق کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتا کہ مفتی محمد شریف الحق کو افتاء کا سلیقہ مفتی اعظم نے سکھلایا تھا۔ مفتی شریف الحق صاحب مفتی اعظم ہند کی علمی گود میں کھیلے ہیں آج ہمارے لئے ان کا سانحۂ ارتحال بڑے رنج و افسوس کا وقت ہے اس لئے کہ ہم سے وہ شخصیت چھن گئی ہے جس کے قلق میں ہم تڑپتے رہیں گے۔ جس کی شخصیت کو ہم یاد کر کے خون کے آنسو روتے رہیں گے۔ جس کی شخصیت کو یاد کر کے ہم اس غم کو بھول نہیں پائیں گے۔

□□□

شارح بخاری! اشرفیہ اور حافظ ملت کے جاں نثار فرزند

قاری محمد اسماعیل خاں مصباحی
مصباح العلوم اُردو سنٹر، راچڈیل (انگلینڈ)

مادر علمی دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور حقیقی معنوں میں اہل سنت کا دینی و علمی مرکزِ آرزو اور ایسا سرسبز و شاداب ''باغ فردوس'' (۱۳۵۳ھ) ہے کہ اس کی خوشبو سے اہل سنت کی مشام جاں معطر ہے۔ اور اس کے نوع بہ نوع پھل پھول سے ان کی آبادیاں سیراب و شادکام اور مشک بار ہو رہی ہیں۔ یہ گہوارۂ فکر و فن جو پہلے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم تھا پھر دار العلوم اشرفیہ ہوا اور اب الجامعۃ الاشرفیہ ہے۔ اس نے استاذ گرامی جلالۃ العلم حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی قدس سرہ کی قیادت و رہنمائی میں نصف صدی سے زیادہ مدت تک تشنگان علوم اسلامیہ و طالبان علوم نبوت کی میزبانی اور ان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دے کر ملت اسلامیہ ہند کو اپنے باکمال فرزندوں کے قیمتی تحفے پیش کیے ہیں۔ جو بزم تدریس و خطابت و بیعت و تحریر کی زینت و آرائش ہیں۔ انہیں تحفوں میں ایک تحفہ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی کی شکل میں ہے۔ جنہیں مارہرہ مقدسہ سے فقیہ اعظم ہند۔ بریلی شریف سے نائب مفتی اعظم ہند اور مبارک پور سے شارح بخاری کا خطاب ملا۔

ساٹھ (۱۹۶۰ء) کی دہائی میں جب کہ میں مادر علمی اشرفیہ مبارکپور کا طالب علم تھا۔ وہاں سے لے کر اپنے وطن خالص پور سے متصل قصبہ ادری و قصبہ مئوناتھ بھنجن، و قصبہ گھوسی وغیرہ میں حضرت مفتی صاحب قبلہ کا ذکر خیر سنا کرتا تھا۔ خوش گلو ہونے کی وجہ سے اپنے بعض اساتذہ کے ساتھ جلسوں میں شرکت کے لئے مجھے مختلف جگہوں پر جانا ہوتا تھا۔ وہاں بھی کہیں کہیں آپ کی شرکت ہوتی یا آپ کا نام آتا تو آپ کی علمی صلاحیت کا چرچا ہوتا۔ اس طرح دور طالب علمی ہی سے آپ کے بارے میں دل پر ایک اچھا نقش قائم ہو گیا۔

پچیس سال پہلے ہندوستان سے انگلینڈ آنا ہوا۔ یہاں اپنے لوگوں کے درمیان اپنے بزرگ علماء، اپنے اساتذہ، اپنے مدارس، اپنی مذہبی سرگرمیاں اور اپنے ماحول و حالات کی باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ مولانا قمرالزماں اعظمی، مولانا شاہد رضا نعیمی، مولانا مشتاق احمد اشرفی، القادری مبارکپوری اور دیگر علماء و احباب کی محفل جمتی ہے تو اس دیار غیر میں دیار یار کے جھونکے چلنے لگتے ہیں۔ جن اکابر کی زیارت کی ہے۔ جن علماء کو دیکھا ہے ان کی یادوں کے نقوش لوح ذہن پہ ابھر آتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند، حضور برہان ملت، حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت، کس کس کا ذکر کیا جائے۔ اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ دل تڑپتا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے بعد کی صف بھی تقریباً ٹوٹ ہی چکی ہے۔ اسی صف کی ایک پرکشش شخصیت حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تھی۔ جو اب ہمارے درمیان سے اٹھ چکے ہیں۔ اس صف کے علماء میں رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری اور بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی باقی بچے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور انہیں تادیر زندہ و سلامت رکھے۔ آمین

حضرت مفتی صاحب جواب شارح بخاری کے نام سے عوام و خواص میں مشہور ہیں۔ ان کی کتابیں بالخصوص نزہۃ القاری ان کا نام زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ مارہرہ مطہرہ کا برکاتی اور اس کے طفیل میں بریلی شریف کا رضوی، قصبہ گھوسی کا امجدی اور مبارک پور کا عزیزی فیضان ان پر جاری ہی ہے۔

کہیں بھی حضرت شارح بخاری سے ملاقات ہو جاتی تو وہ بڑے تپاک اور خوش اخلاقی سے ملاقات فرماتے تھے۔ خیر و خیریت اور مذہبی مصروفیات اور برطانیہ کے حالات پوچھتے تھے۔ اپنے اشرفیہ اور حافظ ملت کا ذکر وہ خود کسی طرح چھیڑتے یا ان کا ذکر آ جاتا تو ان پر شیفتگی و وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ باتوں اور یادوں کا ہجوم ان کے لبوں پر امنڈ آتا تھا۔ اپنے ہر انداز و گفتار میں شارح بخاری اپنے اشرفیہ اور حافظ ملت کے جاں نثار معنوی فرزند تھے۔ ان کی نیک نامی کے خواہاں تھے۔ اپنے آپ کو ان کا جز و لازم سمجھتے تھے۔ ان کی خدمت انہوں نے عملی طور پر جب شروع کی تو اپنی آخری سانس بھی انہیں کی آغوش میں لی اور اپنی قربانی و جاں نثاری کا زندہ نقش سب کے دل پر قائم کر کے اس جہان سے رخصت ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری کی قبر پر

●●

گیارہواں باب

شارحِ بخاری!
ترجمانِ مسلکِ اہلِ سنت

شارح بخاری! مسلک اہلسنّت کے ترجمان

ڈاکٹر شکیل اعظمی مصباحی مقصبہ گھوسی ضلع مئو، یوپی

اُٹھ گیا دہر سے وہ مفتیؔ دوراں افسوس
اب نہیں ہم میں وہ ملت کا نگہباں افسوس

محقق عصر، شارح بخاری، فقیہ اعظم حضرت الحاج مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات حسرت آیات نے دل ودماغ کو ماؤف کر رکھا ہے ان کی علمی عظمت وجلالت، فقہی بصیرت، غیر معمولی ذہانت وفطانت، دین حق کی پر جوش وپر خلوص نصرت وحمایت باطل پرستوں کے جارحانہ حملوں کی بھرپور مدافعت شدت سے یاد آتی ہے۔ یقین نہیں آتا کہ وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اور جب یقین ہوتا ہے تو ایک عجیب الناک صورت حال سامنے آتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ عظیم خلا کیسے پر ہوگا۔ ایسی ہمہ جہت عبقری شخصیت کہاں ملے گی، علمی مسائل کی گتھیاں اس خوش اسلوبی سے کون سلجھائے گا، اعتراضات کے تشفی بخش جوابات کون دے گا، جلال وجمال کا ایسا مظہر کہاں ملے گا کاروان سنیت کی پاسبانی کون کرے گا۔

ابھی ہم الجامعۃ الاشرفیہ کی جانب سے ان کی جشن کی شاندار تیاریوں کا منصوبہ بنا ہی رہے تھے، اُن کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے خاکے مرتب ہی کر رہے تھے کہ وہ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کا غم میرا اپنا ذاتی غم بھی ہے۔ اور جماعتی وجامعاتی بھی۔

ذاتی غم تو اس طور پر کہ وہ میرے لئے بہ طور مربی وسرپرست تھے۔ جب بھی مجھے کوئی اُلجھن پیش آتی۔ تسلی دیتے اور اُلجھن دور فرماتے علمی اشکال ہوتا تو تشفی بخش جواب سے نوازتے۔ شفقت ومحبت کا برتاؤ فرماتے، دعائیں دیتے، اگر کسی علمی مسئلہ پر گفتگو ہوتی اور بروقت کتاب موجود نہ ہوتی اور حوالوں کی ضرورت ہوتی تو اشرفیہ پہونچ کر اولین فرصت میں کتابوں کے حوالے ارسال فرماتے۔ کسی طرح کی تاخیر اور تساہل وسستی نہ برتتے۔ یہ ان کی علمی فیض رسانی اور احساسِ ذمہ داری کا بین ثبوت تھا۔

جماعتی غم تو یہ ہے کہ

ناز تھا جس پہ جماعت کو وہ انساں نہ رہا
ہائے افسوس کہ وہ مفتیؔ ذی شاں نہ رہا

جو جماعت اہلسنّت کا علمی وقار تھا، رشد وہدایت کا مینار تھا۔ علم وفن میں یکتائے روزگار تھا۔ اور دنیا سنیت کا سرمایۂ افتخار تھا اس کی رحلت پر جماعت جس قدر بھی اظہار غم کرے کم ہے۔

اور جامعاتی غم اس طور پر کہ آپ نہ جانے کتنے دینی اداروں کے سرپرست تھے ان کے پیچیدہ مسائل حل فرماتے، ان کی ترقی وکامیابی کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے اب وہ سب ادارے ان کی سرپرستی و رہنمائی سے محروم ہو گئے، بالخصوص الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تو اپنے دارالافتاء تعلیمی، تعمیری اور تنظیمی امور میں ایک تجربہ کار مخلص رہنما کی سرپرستی ورہنمائی سے محروم ہو گیا۔ علمی سطوت وجلالت کا آفتاب غروب ہو گیا اور جامعہ کے درودیوار وشعبہ جات اس کی ظاہری ضیاباریوں سے محرومی پر نوحہ کناں ہو گئے۔

اس پورے المیہ اور ماتمی فضا میں تسکین کی ایک صورت یہ ہے کہ انہوں نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے ایسا کثیر وعظیم علمی ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے صبح قیامت تک اہل علم اکتساب فیض کرتے رہیں گے۔ میں نے ان کی حیات ظاہری میں یہ قطعہ بہ طور خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

تیرے علمی کارنامے بخشیں گے تجھ کو دوام
آب زریں سے لکھے گا کل مورخ تیرا نام
تو نے نسل نو کو بخشا ہے شعور علم وفن
ہے تری ذات گرامی لائق صدر احترام

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ان کی گراں قدر شخصیت اور علمی کارناموں کو ہر خطیب ہر قلمکار اور ہر تاریخ نگار خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔ اخبار وجرائد مسلسل تعزیتی مضامین لکھ کر خصوصی شمارے نکال کر ان کی علمی شخصیت کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اس طرح تاریخ کے صفحات پر ... لئے زندہ وتابندہ ہو چکے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

فقیہ عصر کے یوں تو سارے علمی کارنامے انتہائی اہم اور وقیع ہیں لیکن نزہت القاری شرح بخاری کے فیوض و برکات نے ان کو وہ مقامِ عظمت وافتخار عطا کر دیا۔ جس کی نظیر ماضی قریب اور حال میں ملنی مشکل ہے۔ میں نے اپنی مطبوعہ منقبت میں ایک شعر کہا تھا۔

شرح بخاری کے صدقے میں تجھ پہ خدا کے فضل وکرم سے
ہوگی نگاہِ رحمت عالم، نائب مفتئ اعظم ہند

اور بلاشبہہ یہ سب نگہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیضان ہی ہے جس کے باعث انہیں غیر معمولی شہرت، عزت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ نزہت القاری کے تعلق سے میں نے قطعہ لکھا تھا۔

نزہت القاری ہے تیرے فکر وفن کا آئینہ
حسن تفہیمات واسلوب سخن کا آئینہ
اس میں تشریحات فرمان رسالت کے ہیں پھول
ہے یہ الفاظ ومعانی کے چمن کا آئینہ

اور آج نزہت القاری کے فکر وفن کے نقش جمیل اور تشریحات فرمان رسالت کے شگفتہ پھول ارباب علم وخرد کے دیدہ ودل کے لئے سامان کیف ونشاط بنے ہوئے ہیں۔ اور انشاء اللہ صبح قیامت تک بنے رہیں گے۔

زندہ باد اے کاروانِ سنیت کے پاسباں
زندہ باد اے علم دین مصطفیٰ کے نکتہ داں
زندہ باد اے مسلک احمد رضا کے ترجماں
زندہ باد اے مفتئ اعظم کے فن کے راز داں

الجامعۃ الاشرفیہ کی جانب سے منعقد ہونے والے جشن شارح بخاری کے تعلق سے میں نے چند قطعات کہے تھے، افسوس کہ جشن کے انعقاد سے قبل ہی شارح بخاری علیہ الرحمہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے

بہ طور یادگار وحصول برکت وہ قطعات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

یہ جشن جشن عقیدت ہے، جشن الفت ہے
یہ جشن علم کی توقیر کی علامت ہے
زمانہ بھول نہ پائے کبھی بزرگوں کو
یہ جشن پاک اسی بات کی ضمانت ہے

گھوسی کی خاک کا وہ اک ذرہ
کل جو تارے کی طرح روشن تھا
دیکھو اک آفتاب بن کر آج
علم کے آسمان پر چمکا

تجھ کو اشرفیہ کی، اشرفیہ کو تیری احتیاج
کل نہ مستغنی تھا اُس سے اور نہ مستغنی ہے آج
پیش کرتا ہے تو علمی اور عملی طور پر
بارگاہِ حافظ ملت میں ہر لمحہ خراج

اور آخر میں الجامعۃ الاشرفیہ حضرت سربراہ اشرفیہ اور فرزندان اشرفیہ کے تعلق سے چند قطعات ملاحظہ فرمائیں:

نام اشرفیہ کا زندہ اور تابندہ رہے
حافظ ملت کا علم فیض پائندہ ہے
سربراہ اعلیٰ کے اخلاص کا نقش جمیل
تاابد ایوان اشرفیہ پہ رخشندہ رہے

عروج اشرفیہ کا خدا کے فضل سے ہے
کسی کے بغض وعداوت سے گھٹ نہیں سکتا
یہ شہر حافظ ملت کا ہے بسایا ہوا
یہ شہر علم کبھی بھی سمٹ نہیں سکتا

یہاں پہ علم وخرد کو کمال ملتا ہے
خیال وفکر کو حسن وجمال ملتا ہے
ہر ایک فاضل اشرفیہ کو بہ فضل خدا
رضا کے علم کا جاہ وجلال ملتا ہے

اس تاثراتی مضمون کو ان دعاؤں کے ساتھ ختم کر رہا ہوں

ہے دعا بارگہہ حق میں کہ اے رب کریم
تیرے محبوب کا صدقہ زرہِ لطف عمیم
کر عطا مفتی دوراں کو تو فردوس نعیم
رحمتیں تیری رہیں ہر جگہ غمخوار وندیم
تیرے انوار کا ہو مرقد اطہر پہ نزول
میرے اللہ دعاؤں کو مری کر لے قبول

شارح بخاری! محسن اہل سنت

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دیوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

۱۱ر مئی جمعرات کی شام محترمی ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی آفتاب ہاسٹل روم نمبر ۴۶ میں آئے۔ میں نے مغرب کی نماز ابھی ابھی مکمل کی تھی۔ رسمی سلام کلام کے بعد انہوں نے پوچھا، کچھ اطلاع ہے؟ میں نے کہا نہیں تو کوئی نئی اطلاع تو نہیں ملی۔ خیر تو ہے؟ فرمایا، حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب وصال فرما گئے۔ اتنا سننا تھا کہ گویا پہاڑوں کا بوجھ سر پہ آ رہا، پیروں تلے زمین کھسک گئی، دل کا عجیب سا عالم تھا، بہت دیر تک سکتہ میں رہنے کے بعد میں نے دریافت کیا۔ یہ اطلاع آپ کو کب ملی؟ فرمایا۔ زہرہ باغ علی گڑھ، دہلی سے فون آیا تھا کہ آج ہی صبح نماز کے بعد ہارٹ اٹیک کی وجہ سے حضرت کا وصال ہو گیا۔ نماز جنازہ بعد نماز جمعہ ادا کی جائے گی۔

جمعہ کو میرا پیپر تھا۔ احباب نے بہت سمجھایا۔ شاہد بھائی، نوشاد بھائی ڈاکٹر طارق مختار صاحب سب نے ہی کہا کہ پیپر چھوڑ کر جانا مناسب نہیں لیکن میں حضرت کی نگاہ عنایت کا پروردہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھی احباب کے اصرار کو نظر انداز کرتا ہوا مگدھ ایکسپریس سے روانہ ہو گیا لیکن قسمت نے یاوری نہ کی اور جنازہ مبارکہ میں شرکت نہ ہو سکی۔

فقیہ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی کیا تھی، ان کا علمی مقام اور دینی جذبوں کی فراوانی کا گراف کیا تھا، انہوں نے ملت اسلامیہ کے واسطے کون سی گرانمایہ خدمات انجام دیں اور ان کے سانحۂ ارتحال سے ملت کو کیا غیر معمولی نقصان پہونچا؟ ان سب کی تفصیل ایک دفتر چاہتی ہے۔ نہ قلم اس کے بیان کی قوت رکھتا ہے او[illegible] علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر تاثرات رقم کرے۔ ۱۳۴۰ھ کو دنیائے رنگ و بو میں تشریف لانے والی یہ ذات گرامی اپنے اندر وہ خوبیاں اور کمالات رکھتی تھی جو سلف کی علمی ہمہ گیری، فنی وسعت، ذہنی جولانیت، حفظ و اتقان کی قوت حاضر جوابی کا حسن، استدلال کی شوکت، غرض ایک جہان معانی و کمالات کی خوشگوار یادیں تازہ کر دیتی تھی۔ افسوس! اب ان معنوی زیبائیوں اور علمی رعنائیوں کے لئے نگاہیں ترسا کریں گی۔

راقم ارشاد احمد رضوی غفرلہ نے ۱۹۸۶ء کے وسط سے اخیر عمر تک حضرت کے لمحات حیات دیکھے اور ۱۹۹۳ء سے ۲۰۰۰ء تک دارالافتاء میں حضرت کے زیر تربیت رہا۔ ان طویل عرصہ ہائے حیات میں حضرت کے اندر جو علمی، فکری، تربیتی، شعور اور جو نکتہ رسی، دقیقہ سنجی، حالات کی نباضی، فطرت کا گہرا مطالعہ، صحیفۂ کائنات کی وسعتوں پہ بھرپور نگاہ، وقت کے دینی تقاضوں کا خیال اور اس سے عہدہ برآئی کا احساس آپ کی ذات گرامی میں دیکھا وہ اب دور دور تک نظر نہیں آتا۔ علمی عبقریت کا تو ایک زمانہ شاہد ہے لیکن ان تمام خوبیوں کے باوصف آپ کا سب سے قیمتی اور زرنگار وصف، خلوص وللّٰہیت اور ملت کے تئیں دردمندی کا احساس نظر آیا۔ بارہا ان کی بھیگی پلکیں افتادِ امت کے ازالہ کے واسطے مناجات کرتی نظر آئیں۔ ان کا دردمند دل رب العزت کے حضور سجدوں میں مچلتا دیکھا گیا، ان کے ناتواں بازو اسلامیان عالم کی مشکل کشائی میں ایسے مستعد نظر آئے گویا جواں سالی لوٹ آئی۔ ان کی آہوں کا درد، دل کا دھواں، احساس کی آنچ، دل کا سوز، جذبوں کی کسک، حوصلوں کی تڑپ، روح کا کرب، جسم کی توانائی سب کے سب ملت کی نذر تھے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں، دشمن بھی آپ کی حمایت حق اور ملت کی پاسداری کا معترف تھا۔

بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ ملت اسلامیہ آپ کے احسانات فراموش نہیں کرسکتی۔ راقم حضرت کے تعلق سے چند مشاہدات پیش کر کے عقیدت کے اس مختصر سے نذرانہ کو مکمل کرتا ہے۔

عشق رسول

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ، ناز دوا اٹھائے کیوں

حضرت فقیہ اعظم کی زندگی میں عشق مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا رنگ بہت گہرا تھا، آپ کی تحریریں پڑھیئے تو اس عشق جانفزا کی جلوہ طرازیاں قدم قدم پہ دیکھنے کو ملیں گی۔ نزہۃ القاری اور آپ کے سفرنامۂ حج میں اس کی بہترین شہادتیں موجود ہیں۔ احقر آپ کے شب و روز سے عشق رسول کے چند مشاہدے نذر قارئین کرتا ہے۔

۱۹۹۸ء کی بات ہے، حضرت کا دوسرا سفر حج تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں عازمین حج اساتذہ و اراکین کو استقبالیہ پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت کے لئے بھی استقبالیہ کی خصوصی نشست رکھی گئی۔ حضرت کی فرمائش پر خاص اس سفر کے واسطے جاں نثار حافظ ملت حسان الہند جناب بیکل اتساہی نے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی ایک پوربی زبان کی مستزاد نظم کہی تھی جس کا پہلا مصرع تھا۔

ہے رے سکھی موہے چندری منگائے دے جانا ہے پی کی نگریا
موہے جانا ہے پی کی نگریا

عشق کے سوز میں ڈوبی ہوئی یہ نظم کیا پڑھی گئی کہ پوری فضا اشکوں میں ڈوب کے رہ گئی، یاد رسول میں آہوں کا ایک سلسلہ تھا جو تھمنے کا نام ہی نہ لیتا، اس مستزاد کا ایک ایک بند صبر و شکیب کی دنیا پر قیامت سے کم نہ تھا۔ میں نے اس محفل میں ان آنکھوں میں بھی آنسو دیکھے جو کبھی اشک آلود نہ دیکھے گئے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم کی وارفتگی کا تو عالم ہی دوسرا تھا، زار و قطار رو رہے تھے، آپ کی پرسوز آہوں سے دارالحدیث کا پورا گنبد گونج رہا تھا۔ در و بام پہ ایسا سکتہ طاری تھا جیسے یہ بھی غم ہجر کے مارے اس عاشق رسول کی آہوں اور سسکیوں کا ساتھ دے رہے ہوں۔ جامعہ اشرفیہ کے بعد گھوسی میں استقبالیہ دیا گیا بنارس جامعہ حنفیہ غوثیہ میں خصوصی استقبال رہا، ہر جگہ حضرت نے یہ نظم فرمائش کر کے سنی اور اپنی آہوں کی سوغات محبوب دو جہاں روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کرم میں پیش کر کے عاشقی کی دستاویز پر مہر تصدیق ثبت کرالی۔

سوء اتفاق کہ اس سفر میں حضرت کو ممبئی سے لوٹنا پڑا۔ سعودی ایمبسی نے ویزا بند کر دیا تھا اور پانچ ہزار سے زائد عازمین حج کو اس سعادت سے محرومی ہاتھ آئی۔ حضرت بھی حاضری بارگاہ عرش جاہ سے محروم رہے۔ اس محرومی کا داغ حضرت کے دل پر اتنا گہرا تھا کہ اساتذہ جامعہ آپ کی کبیدہ خاطری سے اداس ہو ہو جاتے۔ بارہا مناجات میں اشکبار ہوتے بلکہ بلکتے دیکھا۔ مولانا افتخار صاحب گھوسوی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ جو عرصہ دراز سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، ان کے نام جوابی مکتوب آپ املا کرا رہے تھے، احقر ہی لکھ رہا تھا۔ آپ نے لکھوایا:

"مولانا! سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو اس ناکارہ غلام کا خصوصی سلام نیاز پیش کر کے عرض کردیں وہ اپنے بابا جان آقائے دو جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس ناکارہ سیاہ کار غلام کے واسطے سفارش کردیں کہ حضور کم سے کم ایک بار اس سیاہ کار کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ جب تک حاضری نہ ہوگی چین نہ آئے گا اور اس محرومی کا داغ دل سے نہ جائے گا"۔

یہ جملے املا کراتے وقت آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب چکی تھیں۔ بالآخر آپ کے دل کی لگن پوری ہوئی اور چند ماہ بعد عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی پھر ایک سال بعد حج کے لئے بھی تشریف لے گئے دوسرے رمضان میں دوبارہ عمرہ کی سعادت اور دیار رسول کی مہمانی نصیب ہوئی۔ یوں ایک محرومی تین بار وصال یار کی پیامبر ثابت ہوئی۔ ع

جسے چاہیں اس کو نواز دیں یہ در حبیب کی بات ہے

یہ تو حضرت کے ذاتی سفر کے جذبات تھے لیکن جب دوسروں کو بھی دیار حبیب کی جانب رخصت کرتے تو آنکھیں نمناک ہو جاتیں، دل بھر آتا اور امام احمد رضا کے قصیدہ مبارکہ "حضور جان نور" (۱۳۲۴ھ) کے منتخب اشعار بڑے پُر درد اور جذباتی انداز میں پڑھتے، پھر یہ دوہا ضرور پڑھتے:

لاکھ سکھی پی ایک ہو ہرسو ہوز ہی ہوئے
ناجانوں اس جھنڈ میں کون سہاگن ہوئے

ایک مرتبہ احقر کو ایک فتویٰ املا کرا رہے تھے، اسی دوران مولانا روم کی مثنوی کا ایک شعر لکھوایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے زیبا پہ نچھاور کر دیا۔ یہ شعر لکھواتے لکھواتے رو پڑے۔

بارگاہ رسالت سے والہانہ وابستگی ہی تھی کہ آپ بیس برس کی عمر سے بعد نماز جمعہ درود رضویہ کے عامل تھے اور بڑی سے بڑی مصروفیت اس راہ میں آڑے نہ آئی۔

ملّی درد

حضرت فقیہ اعظم نے ایک دردمند، حساس دل پایا تھا جس کی ہر دھڑکن ملت کے واسطے وقف تھی۔ دردمندی کے یہی جذبات تھے جنہوں نے آپ کو ہمیشہ مضطرب اور آمادۂ عمل رکھا۔ جامعہ اشرفیہ کے ہر موڑ پر کام آئے، ہر مشکل میں دستگیری کی۔

۱۹۹۱ء میں خلیج کی جنگ نے اسلامیان ہند کے دلوں کو جذبات کا آتش فشاں بنا دیا تھا، ہر دل دھڑک رہا تھا اور ہر آنکھ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی، زندگی کی حرارتیں سرد پڑتی جارہی تھیں۔ ۱۷؍جنوری کی دردناک صبح جب اٹھائیس ملکوں کی سورمائیں تنہا لیکن شیردل عراق پر بموں کی بارش کررہی تھیں تو حضرت فقیہ اعظم کے جذبات ضعیفی کے عالم میں بھی شعلہ بداماں تھے۔ جذبوں کی حدت اشکوں کی صورت میں اسلامی سوز کا اظہار کررہی تھی۔ ہچکیوں میں ڈوبی ہوئی ان کی دعائیں آج بھی یاد آتی ہیں تو دل کا عالم زیروزبر ہونے لگتا ہے۔ ۸؍بجے صبح ہم سبھی طلبا کو دارالحدیث میں جمع ہونے کا حکم ہوا پھر آپ نے مسنون دعائیں، استغفار اور کلمہ طیبہ ورد کرائے اس کے بعد درد میں ڈوبی ہوئی آواز کیا بلند ہوئی کہ فضاؤں کی لرزش چھن کررہ گئی، ہر آنکھ آنسوؤں میں ڈوب گئی اور آہوں اور سسکیوں نے پوری فضا کو حسرت کا مزار بنا ڈالا۔

خلیجی جنگ کی آگ ہفتوں بھڑکتی رہی اور کمزور اعصاب کا حساس وجود اپنے رب کے حضور آہوں کی نذر پیش کرتا رہا۔ اداسی، دردمندی اور بھیگی پلکوں کا بوجھ پل پل سرکتا رہا۔ اس کربناک عرصے میں آپ کا نظام حیات درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔

بابری مسجد کی شہادت

بابری مسجد کے حوالہ سے انصاف اور قانون کے ساتھ ظلم کی ساری کڑیاں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے شعور کے زمانے میں جوڑی گئیں۔ بیسویں صدی کے پانچویں دہائی میں بابری مسجد پہ تالا چڑھا، آٹھویں دہائی میں بڑی عیاری سے مورتیاں رکھ دی گئیں، نویں دہائی کے اخیر میں رتھ یاترا اور شیلا نیاس کے جلوس سے قومی جذبات مشتعل کئے گئے اور نہ جانے کتنی جگہ فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ پھر ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کے منحوس ترین لمحات میں بابری مسجد شہید کر دی گئی اور انصاف و قانون کی دھجیاں بکھر کر رہ گئیں۔

بابری مسجد کے ان اخیر حادثاتی لمحات میں ہم نے حضرت فقیہ اعظم کے تڑپتے جذبات بھرآئے لہجے، برستی آنکھیں، لہولہو جگر، بارگاہ قدس میں اٹھے ہوئے لرزتے ہاتھ اور تھراتے لب دیکھے، دلدوز چیخوں میں ڈوبی دعائیں سنیں، آہیں، نالے، درد، سوز سبھی کچھ دیکھے۔

وہابی فتنہ گری

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے جن بزرگوں کی آغوش تربیت میں پرورش پائی ہے وہ وہابیت شکنی میں صف اوّل کے مجاہدین تھے۔ سیدی الکریم صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی قادری، مفتی اعظم غوث زماں شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری، استاذ العلماء ابوالفیض حافظ ملت حضرت علامہ مفتی شاہ عبدالعزیز قادری، محدث اعظم پاکستان ابوالفضل علامہ سردار احمد گورداسپوری، صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدست اسرارہم وہ ناموران اسلام اور شیران سنیت ہیں جن کے نام سے وہابیت لرزہ براندام رہا کرتی۔ حضرت فقیہ اعظم نے انہیں مجاہدین اسلام کی مقدس آغوش کرم میں تربیت پائی اس لئے آپ میں بھی تحفظ سنیت کا وہی جوش جنوں تھا، حریفان سنیت سے نبرد آزمائی کی وہی توانائی تھی۔ حضرت نے قریب قریب سبھی حریفان سنیت سے مقابلے کئے ہیں۔ قادیانی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی اور دیوبندی سبھی کے عیار نمائندوں کو ... آپ کی حیات کا یہ مجاہدانہ باب آب زر سے

لکھے جانے کے قابل ہے۔ جس کی قدرے تفصیل احقر کے مقالہ ''حضرت فقیہ اعظم کے مناظرے'' میں دیکھئے۔

چند سال پہلے کی بات ہے، حضرت کے وطن گھوسی ضلع مئو میں دیوبندیت کا غلیظ ترین مکروہ نمائندہ مولوی طاہر گیاوی نے اودھم مچا رکھی تھی۔ اس کی دل آزار تقریروں سے پورے علاقہ کی فضا کشیدہ اور مکدر تھی۔ اس کی تبرا بازیاں، فحش کلامیاں اتہامات اس کے اسلاف کی یادیں تازہ کررہے تھے۔ اہل سنت نے پہلے اس غلیظ کو قابل اعتنا ہی نہ سمجھا لیکن جب اس کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھنے لگیں اور عوامی انتشار پھیلنے لگا تو اہل سنت کے ذمہ دار حضرات، فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طاہر گیاوی کی تقریروں کے کیسٹ سامنے رکھے۔ حضرت نے جب اس کی غلیظ تقریریں اور بے سروپا اتہامات سنے تو چہرہ اسلامی غیرت کی حدت سے تمتما اٹھا پھر اہل سنت کے اس پرجوش بوڑھے مجاہد نے ایک ہفتہ سے کم مدت میں اس کا ایسا جواب تحریر فرمایا کہ وہابیت کے سارے لوہے ٹھنڈے پڑ گئے۔ حضرت فقیہ اعظم اس کا جواب فجر بعد بھی املا کراتے، عصر کے بعد بھی یہ کام ہوتا رہتا اور مغرب سے گیارہ بجے رات تک یہ سلسلہ چلتا رہتا جب کہ گرمی شباب پر تھی مختلف الجھنیں اور مشکلات نے بھی گھیر رکھا تھا اور منصبی ذمہ داریاں بھی سر پہ تھیں لیکن اہل سنت کا یہ صف شکن مجاہد نہ تو پیرانہ سالی اور موسم کے سرد وگرم کو خاطر میں لایا اور نہ الجھنیں زنجیر پا بن سکیں اور مختصری مدت میں اس غلیظ دیوبندی کی دل آزار باتوں کا محققانہ جواب کچھ ''جواب آں غزل'' کی جھلکیاں لئے ہوئے ''تعزیرات'' کی شکل میں منظر عام پر آگیا۔ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ وہابیوں کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ ایسی ذلت آمیز احساس شکست سے دوچار ہوئے کہ کہیں منھ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

احساس ذمہ داری

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کو ان کے منعم حقیقی نے جن انعامات سے نوازا تھا ان کی قدر شناسی بھی دی تھی اور جو ذمہ داریاں عطا کی تھیں اس سے عہدہ برآئی کا احساس بھی خوب عطا فرمایا تھا۔

میں نے آپ کی زندگی کا جو دور دیکھا اس میں آپ ایک ممتاز ترین مفتی اور مایہ ناز مناظر کے منصب پر فائز نظر آئے۔ اس کے علاوہ منتظم، مدبر، سیاسی سوجھ بوجھ کا مالک اور ماہر تعلیم بھی پایا۔ ان تمام صلاحیتوں کو جس خوبی کے ساتھ آپ نے استعمال کیا ہے وہ قابل رشک حد تک بہتر تناسب لئے ہوئے ہے۔ ستر سال سے زائد عمر، عارضۂ قلب اور حاسدین کی ریشہ دوانیوں کا ملال لئے یہ ضعیف العمر ذات گرامی جس قدر تعمیرات کے کاموں میں مصروف نظر آئی، باصلاحیت جوانوں کو بھی اتنا منہمک نہ دیکھا۔ ع

ضعف پیری میں وہ ہمت کہ جواں رشک کریں

فجر کی نماز کے بعد شرح بخاری میں مصروف رہتے، آٹھ بجے دارالافتاء میں تشریف رکھتے اور بارہ بجے دن تک چار گھنٹے مسلسل فتویٰ نویسی فرماتے، نائبین کے فتاویٰ سماعت فرماتے، اصلاح دیتے، تخصص کے طلبہ کی فقہی تربیت کرتے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد پھر دارالافتاء تشریف لاتے اور دو گھنٹے مسلسل کام کرتے، عصر بعد عمومی نشست ہوتی جس میں اساتذہ جامعہ کے ہجوم کے درمیان آپ صدر نشین ہوتے اس محفل میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی، دلچسپ تذکرے چھڑتے، طنز ومزاح کی زعفران زاریاں بھی رہتیں، جماعتی سطح کے مسائل پر تبصرہ ہوتا، علمی گتھیاں سلجھائی جاتیں، اساتذہ جامعہ کی ذہنی تربیت ہوتی۔ پھر مغرب سے لے کر گیارہ بجے شب تک شرح بخاری کا سلسلہ جاری رہتا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ جمعرات جمعہ کو کام کی شرح میں اور اضافہ ہوجاتا۔

ذمہ دار اور مصروف انسان دوسروں کو بھی ویسا ہی دیکھنا چاہتا ہے اس لئے ہم لوگوں سے اگر فرائض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی ہوجاتی، فتاویٰ کی ترسیل میں تاخیر ہوتی تو بہت رنجیدہ ہوتے۔ فرماتے ''میں اور مفتی نظام الدین جب دو آدمی دارالافتاء میں تھے تو ایک استفتاء بھی باقی نہ رہتا اور نہ ہی ضائع ہوتا۔ اب آپ چھ سات حضرات ہیں لیکن پھر بھی کام نہیں سمٹتا'' جب کہ حضرت کا عالم یہ تھا سات مفتی حضرات کے مجموعی کام سے زیادہ تن تنہا کام کرتے۔ جو سرعت تحریر، تجربہ اور مہارت حضرت کو میسر تھی دوسروں کو اس کا شمہ بھی کہاں نصیب!

کبھی ہم لوگوں کی سستی پر ناراض ہوتے تو فرماتے:

''ابھی آپ لوگ دوسرے (یعنی حضرت کے) سہارے چل رہے ہیں جب خود پر پڑے گی تو سمجھ میں آئے گا'' پھر نصیحت فرماتے:

فتویٰ بھیجنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ مان لیجئے کسی سے کلمۂ کفر صادر ہوا اس نے آپ کے پاس سوال بھیجا اب آپ نے جواب بھیجنے

میں تاخیر کی اسی دوران اس کا آخری وقت آگیا۔ اب وہ کیا کرے؟ اسے حکم ہی نہیں معلوم۔ اب بتایئے اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اسی لئے میری کوشش ہوتی ہے کہ جواب جلد سے جلد بھیجا جائے اس چکر میں حوالوں کی کثرت اور تحقیق کا خیال بھی بالائے طاق رکھتا ہوں۔ مستفتی کو کم از کم نفس حکم تو معلوم ہو جائے گا"۔

وقت کی بربادی سے بڑھ کر آپ کے نزدیک کوئی نقصان نہ تھا، ہزاری باغ کے اجلاس میں احقر بھی ساتھ تھا۔ منتظم حضرات نے جس ٹرین سے واپسی کا ٹکٹ بنوایا وہ شام کو پانچ بجے تھی، صبح کی ٹرین سے ریزرویشن نہیں ہوسکا۔ کوردہ علاقہ بے علم لوگ، حضرت کڑھ کر رہ گئے۔ اس ملال کا کئی بار اظہار بھی فرمایا کہ سارا وقت بے کار گیا۔

شرح بخاری کا کام سب سے زیادہ رمضان شریف میں ہوتا۔ تراویح کے بعد نشست جمتی اور عموماً ایک بجے تک کام ہوتا رہتا۔ ذرا سوچئے اسی سال کا بوڑھا انسان، روزہ کی مشقت خیزی، افطار اور تراویح کے بعد نوجوان حضرات بھی عموماً خود کو کسی علمی کام کے قابل نہیں پاتے لیکن اہل سنت کا یہ بوڑھا محسن، سلف کی علمی یادگار، اتنا سارا کام کر کے بھی نہ تھکتا بلکہ خود کو اور توانا محسوس کرتا اور۔ مع "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم" کی پرسکون بشاشت چہرے پر پھیل جاتی۔

عمر کے اس اخیر حصہ میں بھی مناظرہ میں شرکت کے واسطے کئی بار تشریف لے گئے یہ اور بات ہے کہ باطل حق کی ہیبت سے سامنے نہ آسکا۔

عصرانہ نشست میں علمائے اشرفیہ کو نصیحت فرماتے:

"آپ حضرات خود کو مناظرے کے واسطے تیار کریں۔ اہل سنت کے عقائد دلائل کے ساتھ مستحضر رکھیں، سلف کی عربی شروح حدیث کا مطالعہ کریں۔ عیسائیوں، آریوں، شیعوں، قادیانیوں، وہابیوں، مودودیوں، دیوبندیوں کے باطل افکار کا گہرائی سے احتسابی مطالعہ کریں، ان کا مضبوط دلیلوں کے ساتھ تنقیدی جائزہ لیں، احتسابی گوشے نوٹ کرلیں حوالے میں پیش کی جانے والی کتابیں خود ذاتی طور سے خرید لیں، پھر جب آپ حمایت حق کی خاطر باطل کے سامنے کھڑے ہوں گے تو مولائے کریم خود ہی ذہن کی گرہیں کھول دے گا اور ایسے ایسے اچھوتے جوابی گوشے سامنے آئیں گے کہ آپ خود حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ حق کی حمایت کرنے والوں کی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ ہاں کوشش ضرور شرط ہے"۔

ایک مرتبہ میں دارالافتاء میں حاضر تھا، شرح بخاری کا کام ہو رہا تھا۔ میں ذہنی ناپختگی کے سبب اپنی اس تشویش کا اظہار کر بیٹھا:

"حضرت! آپ حضرات کی صفیں ٹوٹنے کے بعد وہابیوں کا مقابلہ کون کرے گا؟ آپ حضرات کا بدل تو کوئی نظر نہیں آتا؟"

آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہر دور میں دین حق کی حمایت کے واسطے افراد پیدا فرماتا رہے گا، یہ دین برحق جس کا ہے وہی اس کی حفاظت فرماتا ہے۔"

آج کے تن آسانی اور مطلب برآری کے دور میں ذمہ داری کا اس قدر گراں احساس!

اہل علم کا اعزاز

حضرت فقیہ اعظم ذی علم حضرات کو ان کی حیثیت سے بڑھ کر اعزاز پیش کرتے خواہ وہ معاصر ہوں یا اصاغر۔ یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی، کشادہ قلبی اور علمی احترام کی کھلی دلیل ہے۔

جامعہ میں کوئی بھی عالم دین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ خندہ پیشانی کے ساتھ ان کا استقبال کرتے، فوراً اپنی جیب سے ان کی ضیافت کا اچھا سا انتظام کرتے۔ جامعہ کے فارغین، آپ کے تلامذہ نیازمندانہ حاضر ہوتے لیکن آپ بے تکلف ہو کر ان سے ملاقات کرتے، ان کے قیام و طعام کا انتظام فرماتے، ان کے احوال و کوائف دریافت کرتے، ضرورت محسوس کرتے تو مناسب مشورے دیتے جن سے ان کی علمی اور سماجی زندگی میں نکھار آئے۔

اکابرین یا نمایاں وجاہت رکھنے والے حضرات تشریف لاتے تو ان کے واسطے فرش راہ ہو جاتے۔ سیدی الکریم حضرت علامہ اختر رضا ازہری دامت برکاتہم القدسیہ تشریف لاتے تو کمرہ سے باہر نکل کر حضرت کا استقبال کرتے، سلام و مصافحہ، معانقہ اور دست بوسی فرماتے۔ مارہرہ مطہرہ کے سادات کرام میں سے کوئی تشریف لاتے تو پھر عقیدتوں کا عالم نہ پوچھئے، بچھ بچھ جاتے، دیدہ و دل فرش راہ کر دیتے۔ قدم بوسی دست بوسی

میں سبقت فرماتے۔ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفے قادری دام ظلہ یا سیدی الکریم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان حضرات کا کھڑے ہوکر استقبال کرتے اور جب تک یہ اساطین امت اپنی نشست گاہوں پر تشریف نہ رکھتے آپ ان کے اعزاز میں کھڑے رہتے۔

عرس عزیزی میں تو علمائے کرام کا ازدحام ہوتا، عقیدت مندوں اور عوامی نیاز مندوں کا جم غفیر الگ۔ لیکن اس بھیڑ بھاڑ میں بھی علمائے کرام کے اعزاز کو آپ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

عرس عزیزی ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد ظل الرحمٰن ضیائی عزیزی دام ظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ عوام حضرت کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا ظل الرحمٰن صاحب حضرت کے قریب بیٹھ گئے لیکن عوام میں بعض حضرات ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ حضرت نے ڈانٹا!

ارے ہٹو! حضرت کو جگہ دو۔ صرف میرا ہی خیال رکھو گے تو ان بزرگوں کا احترام کون کرے گا؟

پھر حسب عادت خیریت وغیرہ دریافت کی اور بعض شرعی مسائل پر تبادلۂ خیال بھی ہوا۔ آج کل کے مغرور، خود پسند متکبر نام نہاد علما کا حال یہ ہے کہ اپنے سامنے بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتے، اپنے سے چھوٹوں کا احترام کیا کریں گے؟ ایسے ماحول میں حضرت کی یہ شان تواضع اور ایسی وسیع الاخلاقی ہمارے واسطے درس عبرت ہے۔

افسوس اہل سنت کا یہ عظیم محسن ہمارے درمیان سے اٹھ گیا اور بہت ساری خوبیاں اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ اہل حسد ایسی جامع کمالات گلدستۂ محاسن ہستی لائیں تو سہی! ع اے اہل حسد ان کا کوئی مثل تو لاؤ

مولائے غفار وقدیر ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے حسنات قبول فرمائے اور سیئات سے درگزر فرمائے۔ آمین

ع ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہر باری کرے

●●●

شارح بخاری! وقارِ اہل سنت

عبدالغفار اعظمی مصباحی
اشرفیہ ضیاء العلوم، خیرآباد، مئو۔ یوپی

نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے زبردست فقیہ اور عدیم المثال مفتی تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک نقیب، اور مسلک اہل سنت کے جلیل القدر محافظ و پاسبان تھے۔ آپ کے فتاویٰ ملک و بیرون ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی آپ کے فتاویٰ کو سراہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے فیضان علم سے کتنے علماء نے فتویٰ نویسی کا سلیقہ سیکھا اور وقت کے مفتی ہونے کا شرف حاصل کیا۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے...... خلاق عالم نے آپ کو گوناگوں صفات سے نوازا تھا...... طبعاً نرم و منکسر المزاج تھے...... تو شکلاً بارعب و باوقار...... وضعاً پُرعظمت و پُرجلال تھے...... تو اخلاقاً متواضع و ملنسار...... خوش عقیدوں کے لئے رحم دل تھے۔ تو بدعقیدوں کے لئے شمشیر آبدار...... گویا...... اپنے کے لئے رحماء بینھم کے پیکر تھے...... تو...... غیروں کے لئے اشداء علی الکفار کی تفسیر۔

ملک کی عظیم ترین دینی دانشگاہ اور مسلک اہل سنت کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ناظم تعلیمات اور صدر شعبۂ افتاء کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ آپ کی نگرانی و چشم عنایت سے آج الجامعۃ الاشرفیہ کا تعلیمی نظام و نصاب اور طریقۂ تدریس و تعلیم اپنی مثال آپ ہے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جس کا چرچا ہے۔ اور بیرون ہند بھی پھیلے ہوئے مصباحی علما و ادبا کے تبلیغی کارناموں اور اشاعتی کارگزاریوں کے سبب آج الجامعۃ الاشرفیہ محتاج تعارف نہیں۔

مناظر...... ایسے کہ...... جب میدان مناظرہ میں پہونچ جاتے تو بدعقیدوں پر ایسی ہیبت طاری ہوتی کہ اوّلاً وہ سامنے آنے سے کتراتے۔ اور اگر جبراً وقہراً آ بھی گئے تو خوف و ہراس کے سبب وہ اپنے سارے دلائل فراموش کر دیتے اور حیلے بہانے بنا کر راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے۔

مصنف...... ایسے کہ...... مقتضائے وقت پر گہری نگاہ رکھتے ہوئے حسب ضرورت علمی و تحقیقی مقالات و تصنیفات کے ذریعہ قوم کی صحیح رہنمائی فرماتے...... جب چاند تک انسان کی رسائی پر قیاس آرائیاں اور نکتہ چینیاں کی جانے لگیں...... اور...... خوش عقیدہ مسلمان شک و ریب کے دلدل میں پھنستے نظر آئے۔ تو آپ نے "اسلام اور چاند کا سفر" لکھ کر قوم کے سامنے پیش کر دیا۔ اور قرآن و احادیث کے ناقابل انکار دلائل و براہین سے ثابت کر دیا کہ چاند پر انسان کی رسائی شرعاً و عقلاً ممکن ہے۔ جب یورپی ذہنیت اور مسیحی مشینری نیز ان کے اعتراضات سے مرعوب بدمذہبیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کو گدلا...... اور...... روشن اخلاق کو دھندلا کرنے کی ناپاک کوشش کرنے لگی۔ تو آپ نے "اشرف السیر" لکھ کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال سیرت کریمانہ کو اجاگر کر دیا۔ اسی طرح آپ کے مقالات جو حالات کے پیش نظر منظر عام پر آتے رہے انتہائی تحقیقی و علمی و ادبی شاہکار ہیں۔

رہی اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح بخاری شریف کی اردو شرح بنام "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کامل ۹ر جلدوں میں آپ کی ایسی مقبول ترین اور قابل رشک تصنیف ہے جس نے رہتی دنیا تک آپ کو زندۂ جاوید بنا دیا۔ جو علماء، طلبہ اور دینی ذوق رکھنے والے اہل علم کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس میں جو علمی ذخائر ہیں وہ دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات منارۂ ہدایت و رہنمائی تھی۔ ان کا سینہ خشیت الٰہی کا خزینہ تھا۔ وہ عاشق رسول تھے۔ وہ نائب مفتی اعظم ہند تھے۔ مذہب اہل سنت کے علمبردار تھے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی عملی تصویر تھے۔ تو العلماء ورثۃ الانبیاء کے آئینہ دار۔ اسلام و سنیت پر جب بھی حملہ کیا گیا آپ نے مجاہدانہ شان کے ساتھ جم کر اس کا مقابلہ کیا۔ اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیتے ہوئے ہوشربا معارضہ قائم کیا۔ وہ ایک تابندہ ستارہ تھا۔ جو اچانک ٹوٹ گیا...... وہ ایک درخشندہ آفتاب تھا...... جو دیکھتے ہی دیکھتے گہنا گیا...... وہ ایک چڑھتا ہوا چاند تھا...... جو دفعتاً ڈوب گیا۔

وہ بہار باغ تقویٰ، وہ وقار اہل سنت
ہوئی بزم فقہ سونی، چلا رہبر شریعت
۱۴۲۱

مفتی اعظم ہند نہیں رہے۔
۲۰۰۰ء

بارہواں باب

شارح بخاری!
کچھ یادیں کچھ باتیں

شارحِ بخاری

”یادیں ان کی، باتیں ان کی“

مفتی محمد اسلم بستوی مصباحی
شیخ الحدیث انوار القرآن
بلرام پور۔ یوپی

حضرت شارح بخاری کی ہمہ جہت و متنوع شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ میں منھ دیکھی، یا کان سنی باتیں نہیں بلکہ اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر ان کے تبحر علمی سے متعلق کچھ باتیں معرض تحریر میں لا رہا ہوں۔

حضرت شارح بخاری کے زیر سایہ شفقت مجھے تقریباً سات سال تک تدریسی و فتویٰ نویسی کی خدمات کا موقع جامعہ انوار القرآن بلرام پور میں میسر رہا۔ اس دوران بے شمار درسی، غیر درسی، دینی و ملی مسائل پر بلا تکلف و جھجک، آزادانہ گفتگو کے مواقع میسر آئے، درپیش مسئلہ کتنا ہی پیچیدہ کیوں نہ ہو، مبحث کتنا ہی تحقیقی کیوں نہ ہو، بلا دغدغہ و بے دریغ اپنی دوٹوک رائے سے نوازتے، جرأت اختلاف رائے پر دلائل و سند کے انبار لگا دیتے۔ یا اللہ! حضرت کی قوت حافظہ یا کتب شرعیہ کی لائبریری، اسلامی دماغ ہے یا عہد حاضر کے کمپیوٹر کا انٹرنیٹ، جس موضوع کا سوئچ دبایئے جواب حاضر!

تربیت کا انوکھا انداز

میں نے حضرت شارح بخاری کی ذات سے بیحد استفادے کئے، میرے وہ باضابطہ استاذ نہیں لیکن ایک ایسے مربی تھے جو کسی استاد سے کم نہیں ہوتا، میرے اوپر ان کے بیحد احسانات ہیں، ان کے بار قرض سے میں شاید زندگی بھر سبکدوش نہ ہوسکوں، میرے ابتدائی تحریری کاموں کا تمام تر مرجع ”اردو ادب“ ہی رہا، میری نثری و نظمی تحریریں ہند و پاک کے ادبی رسائل میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کر رہی تھیں۔ اس زمانے میں حضرت شارح بخاری نے میرے قلم کے رخ کو موڑنے کے لئے ایک موثر نصیحت فرمائی، ارشاد فرمایا۔ آپ کے ادبی کاموں سے صرف ”اردو ادب“ کو فروغ یا فائدہ ہوسکتا ہے۔ لیکن ملت و مسلک کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس لئے آپ اپنی تحریر کے دھارے کا رخ [illegible] بجائے مذہب و ملت کی طرف موڑ دیجئے اس سے دو آتشہ فائدہ ہوگا۔ ہمارے مسلک کو ایک جدید قلمکار مل جائے گا اور ”اردو ادب“ کو بھی بدستور فائدہ ہوتا رہے گا۔ اس لئے کہ آپ کی ساری تحریریں اردو ہی میں ہوں گی۔ بات میری سمجھ میں آگئی، اور میں نے ”مذہبی ادب“ کے فروغ کی طرف اپنے قلم کو موڑ دیا۔ آج جو کچھ میری مذہبی تحریریں ہیں یا ماضی میں جتنی کتابیں معرض تحریر میں آئیں وہ سب حضرت ہی کے فیضان تدبیر کی مرہون منت ہیں۔ اور مجھے اس اعتراف میں ذرہ برابر بھی جھجک نہیں کہ میری تدریسی خدمات کو جلا بخشنے میں حضرت ہی کے فیضان تربیت کی کرم فرمائی رہی۔

حضرت نے اپنے زیر سایہ، متوسطات، معقولات، فنون اور دورۂ حدیث کی مشکل ترین کتابیں اس نااہل کے پاس یہ کہہ کر رکھوائیں کہ ”نائب صاحب! (اس نااہل کو حضرت نے اپنی نیابت میں رکھ کر، خود ”نائب صاحب“ کہتے تھے اور طلباء و دیگر مدرسین سے ”نائب صاحب“ ہی کہلواتے تھے آج بھی جب مجھے کوئی نائب صاحب کہتا ہے تو لطف پارینہ آتا ہے) میرے ذمہ بہت سارا کام رہتا ہے اور میں معقولات قدیم کی نامعقول بحثوں کے لئے مغزپچی نہیں کرنا چاہتا۔ مزید اصول حدیث و تفسیر اور اصول فقہ وغیرہ پڑھانے میں آپ ہی کا فائدہ ہے اس لئے یہ سب کتابیں اب آپ ہی پڑھائیں“۔

اس طرح مجھے زمانۂ طالب علمی کے بعد ایک بار پھر دائرہ مطالعات میں داخل فرما دیا، مزید وقت طلب مسائل پر جب بھی میں نے حضرت سے رجوع کیا حضرت نے فی الفور میری تسلی و تشفی فرما دی۔ جس پر میں حضرت کا ہمیشہ ممنون کرم رہا اور رہوں گا۔

فتویٰ نویسی

[illegible] عملی بھٹی سے گزارنے کے بعد میرے لئے

آپ کی تجربہ کار نگاہیں کسی اور ''ہدف'' پر مرکوز تھیں۔ بلاشبہ جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور، حضرت کی تشریف آوری کے چند ہی دنوں بعد ملک و بیرون ملک کا مرجع فتاویٰ بنتا جارہا تھا۔ ہندوستان اور بیرونی دنیا تک سے بے شمار مسائل آنے لگے۔ جن میں کچھ مسائل معمولی اور کچھ غیر معمولی ہوا کرتے تھے لیکن کثرت تو بہر حال کثرت ہی ہوتی ہے۔

ایک دن حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا جب انوار القرآن بلرام پور میں، میں نے آپ کو اپنا نائب بنالیا ہے تو میری نیابت کے فریضے میں فتویٰ نویسی بھی شامل ہے لہٰذا اب آپ فتویٰ نویسی میں بھی میرا ہاتھ بٹائیں یہ کہتے ہوئے دو استفتے میرے سپرد فرمادیئے، یہ استفتے چونکہ معمولی مسائل کے تھے اس لئے میں نے اسی نشست میں قلم برداشتہ ان کے جوابات لکھ کر عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی، حضرت نے بنظر غائران جوابوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا، اوہو! تو یہ کام بھی آپ سے آسانی کے ساتھ لیا جاسکتا ہے، یہ کہتے ہوئے دو اہم مسائل کے استفتے تھمادیئے، اور فرمایا، ان کو لے جایئے، غور سے دیکھئے پھر مدلل جوابات لکھئے: دوسرے دن میں نے بڑی محنت و عرق ریزی کے بعد ایک مدلل و مفصل جواب لکھ کر حاضر کیا، حضرت نے اتنا لمبا چوڑا جواب پڑھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

''استفتے سے چار گنا زیادہ حجم پر مشتمل آپ کا جواب ہے جسے مستفتی بمشکل ہضم کرپائے گا، ٹھیک ہے آپ نے محنت کی ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں، لیکن ہمیشہ یاد رکھئے! اور دھیان دیجئے کہ استفتے میں روح مسئلہ کیا ہے؟ اسی کا جواب لکھئے جواب ہمیشہ مختصر اور ژولیدگی کے پیچ وخم سے پاک وصاف ہونا چاہئے اور عند الضرورت مفصل جواب بھی لکھا جائے مگر بلاضرورت احتراز کیا جائے'' یہ ہدایت فرماتے ہوئے میرے ہاتھ میں ''رسم المفتی'' کی اپنی مخصوص بیاض تھماتے ہوئے فرمایا آپ اس کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے ذہن نشین کرلیں۔

اگلا فتویٰ لکھتے ہوئے مجھے تقریباً ایک ہفتہ لگ گیا اس لئے کہ حوالہ جاتی کچھ عبارتیں کتابوں سے نہیں نکال پارہا تھا۔ سائل جواب حاصل کرنے کے لئے آگیا، حضرت نے مجھ سے فتویٰ مانگا میں نے کہا حضرت! ابھی جواب ادھورا ہی ہے، فرمایا جیسا بھی ہے، لے آیئے! ادھورا جواب لے کر حاضر ہوا دیکھا دو حوالے تشنۂ جواب تھے، فرمایا حوالے اپنے قلم سے لکھئے میں املا کراتا ہوں، یہ کہہ کر حضرت نے زبانی دونوں عبارتیں بول دیں۔ شامی، ردمحتار کے حوالے بھی دیدیئے۔ جواب، سائل کو سپرد کرنے کے بعد فرمایا، شامی اور ردمحتار لایئے، لایا، کھول کر دونوں عبارتیں مِن وعَن دکھادیں! حضرت کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ مجھے ان کی قوت حافظہ کا بھی قائل ہونا پڑا۔ اس طرح مسلسل چھ سال تربیت دے کر مجھے فتویٰ نویسی کے لائق بنا دیا۔ یہ بھی انہی کا کرم ہے۔

تحریری کارنامے

جہاں آج کل حضرت کی تحریر کردہ ''نزہۃ القاری'' شرح بخاری کی دھوم پورے چاردانگ عالم میں ہے۔ وہیں ماضی میں بھی ان کی تحریری خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ ''اشک رواں'' سے لے کر۔ تحقیقات، مقالات امجدی، اشرف السیر، اسلام اور چاند کا سفر۔ یہ ان کے تحریری کارنامے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ہر ایک کتاب پر کتب شاری کے علاوہ اس مختصر سے مقالے میں تبصرہ دشوار ہے۔ تاہم مشتے از نمونہ خروارے'' کے بمصداق، چند باقی تحریریں مثلاً۔

اشرف السیر

گزشتہ صدی میں سیرت کے موضوع پر درجنوں اردو کی کتابیں تحریر کی گئیں جن میں شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کی مشترکہ تصنیف ''سیرت النبی'' کو زبان و بیان اور شیریں لب ولہجے کی وجہ سے مسلم پڑھے لکھے حلقوں میں زیادہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگرچہ اس کے کچھ مندرجات میں جہاں تاریخ وسیر کے کچھ گوشے اپنی صحت کے اعتبار سے مجروح ہیں، وہیں بڑے ہی شیریں انداز مصنفین نے اپنے مخصوص معتقداتی نظریات کی پیوندکاری اور رفوگری ایسی کردی ہے کہ جس سے خوش عقیدہ مسلمان بھی غیر شعوری طور پر بہک جائے یہ ایک ایسا میٹھا زہر تھا کہ جس کی کاٹ نہ کی جاتی تو شاید اس زہر سے صحت مند عقیدے آہستہ آہستہ بیمار و مفلوج ہوجاتے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ سیرت کے موضوع پر صحیح اور مستند روایات کی روشنی میں ایک ایسی

کتاب ترتیب دی جائے کہ جس سے خوش عقیدہ مسلم معاشرہ محفوظ و مامون ہو جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر حضرت شارح بخاری کا قلم حرکت میں آیا اور ''اشرف السیر'' نامی کتاب سیرت کے موضوع پر تحریر کرنا شروع کر دی، جس کی تمہید ہی مقدمہ حالی کی طرح نہایت ہی معرکۃ الآراء اور تحدی و چیلنج ہے۔ اس کتاب کا اپنا ایک تیور ہے، جس میں حضرت کے انداز تحقیق کی بھرپور جولانیت ہے، یقیناً یہ کتاب اگر مکمل ہو گئی ہوتی تو پوری ملت اسلامیہ ہند کے لئے ایک سرمایہ ہوتی۔

اسلام اور چاند کا سفر

جب ستر کی دہائی میں امریکہ نے اپنے ایک خلا باز آرم اسٹرانگ کو چاند پر اتارنے کا دعویٰ پیش کیا تو اس وقت پورے عالم اسلام میں ایک ہلچل سی مچ گئی بلاد عرب و افریقہ سے قطع نظر خود ہمارے ملک ہندوستان کے ایک مفتی نے اپنے فتویٰ میں لکھا کہ چاند چونکہ آسمان میں ہے اس لئے اس پر پہنچنا شرعاً محال ہے لہٰذا جو مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ انسان چاند پر پہنچ سکتا ہے اس پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح فرض ہے۔

اور ہندوستان ہی کی ایک جلیل القدر اور باوقار علمی شخصیت (جو حضرت مفتی صاحب قبلہ کے اساتذہ میں سے تھے) نے صحیح النظر فی صعود القمر نامی اپنا تحقیقی مضمون رسالہ کی شکل میں پیش کیا جس کا خلاصہ کم و بیش اس طرح تھا کہ قرآنی آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ چاند آسمان کے اندر ہے اور قرآنی نقطۂ نظر سے آسمان دبیز اور ثخین ہے اس لئے انسان کا چاند پر پہنچنا شرعاً محال ہے اور عقلاً بھی محال عادی ہے اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اپنا ایک تحقیقی مقالہ اصح النظر فی صعود القمر کے عنوان سے ماہنامہ ''نوری کرن'' بریلی سے شائع کیا جس میں بالتحقیق قرآنی آیات و احادیث اور مفسرین و محدثین حضرات کی مستند تفسیر و تشریحات کی روشنی میں ثابت کیا کہ چاند آسمان میں نہیں ہے بلکہ زمین اور آسمان کے مابین معلق ہے اس لئے چاند پر پہنچنا شرعاً ممکن ہے۔ اور عقلاً بھی ممکن ہے۔ اس لئے کہ فلاسفہ کا مسلمہ اصول ہے کہ محال عادی امکان کے منافی نہیں ہوتا [illegible] معرکۃ الآراء شہرۂ آفاق کتاب ''اسلام اور چاند کا سفر'' شائع ہوئی جس میں علم شرع علم ہیئت کی روشنی اور سائنٹفک نقطۂ نظر سے بھرپور تنقیح کی گئی ہے یہ کتاب جہاں مذکورہ بحث کے لئے حرف آخر ثابت ہوئی وہیں بہت سے پڑھے لکھے مسلمانوں کو گمراہی سے بچالیا اور ایسے نام نہاد سائنس داں جو اسلام کو تنگ فریم اور محدود نظریہ کا حامل سمجھتے تھے ان کو بھی اسلام کی ہمہ گیر فکر و نظر اور حقانیت کا قائل ہونا پڑا پیش خدمت ہیں اس معرکۃ الآراء کتاب کے چند مقتبسات کہ جس سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی بالغ نظری ان کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ ان کے ہمہ گیر وسعت مطالعہ کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔

فن ہیئت کی تاریخ

ہیئت یا فلکیات بہت قدیم علم ہے۔ آنکھ کھولتے ہی چاند، سورج، ستارے اور ان سے آراستہ پیراستہ آسمان نظروں کے سامنے آجاتے ہیں دن رات، صبح و شام، دوپہر آدھی رات گرمی سردی، رات کا چھوٹا بڑا ہونا، ایسی چیزیں ہیں جن کے دوش بدوش انسان اپنی زندگی بسر کرتا ہے پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ان اہم اشیاء پر انسان غور نہ کرتا اور اس کو حل کئے بغیر چین پاتا، اسی لئے قدیم علوم کے خزانوں میں اور کچھ ملے یا نہ ملے مگر چاند سورج ستاروں کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور ملتی ہیں، نجوم اور جوتش اسی انسانی کدوکاوش کا نتیجہ ہیں، علوم قدیم کا تاریخ داں جانتا ہے کہ سب سے پہلے نجوم کا فن ''بابل و نینواں'' میں پھیلا۔ پھر ان کے بعد ایران ہندوستان اور چین کے پجاریوں پنڈتوں میں آیا، مگر اتنا خفیف اور پوشیدہ کہ سوائے مخصوص خاندان اور افراد کے کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی، اور اس فن کے ساتھ ہزاروں توہمات وابستہ تھے اور آج تک یہ توہمات کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔

پھر پانچویں صدی قبل مسیح میں کسی طرح یہ علم یونان پہونچا اور یونان کے فلاسفہ اپنی روش پر اس میں منہمک ہو گئے، انہوں نے آسمان کے متعلق وہ وہ سوالات اٹھائے جن کو ہر دور میں طرح طرح سے حل کرنے کی کوشش کی گئی اور آج تک ان میں کتنے کے جوابات غیر مکمل [illegible] سورج ستارے کہاں ہیں؟ کیسے وجود میں

آئے؟ یہ چمک کیسے رہے ہیں؟ کیسے، فضا میں قائم ہیں؟ان کی جسامت کیا ہے؟ یہ زمین سے کتنے فاصلے پر ہیں؟ یہ حرکت کیوں کرتے نظر آرہے ہیں؟

یونان میں غالباً فیثاغورث اور اس کے شاگردوں نے پہلے پہل افلاک کا باقاعدہ تصور باندھا، اور یہ خیال قائم کیا کہ چاند وسورج اور ستارے ایک ایک جرم میں جڑے ہوئے ہیں اور یہ اجرام ایک مرکز پر حرکت کررہے ہیں۔ فیثاغورث (Pytha goras) کے بعد ارسطو نے بھی اس کی تائید کی۔ ارسطو (Aristothe) کے بعد دوسری صدی قبل مسیح میں ایرخس پیدا ہوا جسے عہد عتیق کا سب سے بڑا ہیئت داں مانا جاتا ہے، اس نے فیثاغورث کے نظریہ افلاک کی صرف تائید ہی نہیں بلکہ اس کو کافی ترقی دی۔ اور نئی معلومات کا اضافہ کیا۔ اعتدالین کو دریافت کیا، چاند اور سورج کی حرکتوں کی تشریح بتائی۔ ستاروں کی ایک فہرست مرتب کی، ثوابت اور سیارے کی تقسیم کی۔

ایرخس، دہیارکس (Hipparches) کے بعد اسکندریہ (مصر) میں ایک مشہور فلسفی ماہر ہیئت پیدا ہوا جس کا نام بطلیموس (Ptolemy) تھا اس نے بڑی عرق ریزی اور کدوکاوش کے بعد ایرخس کے کام کو تکمیل تک پہونچایا اور نظریہ افلاک کی آخری تشکیل یہ کی۔

بیچ میں زمین ہے۔ زمین کے اوپر پانی، پانی کے اوپر ہوا، ہوا کے اوپر نار، اور ان سب کے اوپر نو آسمان سارے عالم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، زمین کا مرکز سب آسمانوں کا مرکز ہے۔ اسی مرکز کے گرد سب آسمان حرکت کرتے ہیں۔ مگر زمین خود ساکن ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں۔ بطلیموس نے اپنے پہلے کے ہیئت دانوں سے جو کچھ اخذ کیا تھا۔ اور جو کچھ اپنی کدوکاوش سے حاصل کیا تھا، ان سب نظریات کو مفصل ایک کتاب میں جمع کردیا جس کا نام المجسطی (Almageslaynlaxio) ہے، یہی ہیئت کی وہ معرکۃ الآراء کتاب ہے جو چودہ سو سال تک ہیئت دانوں کے نزدیک سب سے مستند بنیادی کتاب رہی۔

یورپ ان ایام میں اپنے دن رات جہالت کی تاریکی میں گزار رہا تھا، ایران، ہندوستان اپنی قدیم معلومات کو حرف آخر جانتے رہے، یہاں تک کہ چھٹی صدی عیسوی میں نیر اسلام طلوع ہوا اور دنیا کو علم و عرفان سے مالا مال کیا ابتداً مسلمان اسلام کی اشاعت اور اس سلسلے میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے اصول و فروع کے ضبط اور اشاعت میں معروف رہے۔

لیکن جب اسلامی تمدن میں عجمیت نے جگہ بنانی شروع کی اور اقوام عالم کے ساتھ خلط ملط کی بدولت مادہ پرستی چور دروازے سے مسلمانوں میں داخل ہونے لگی تو ان مادی علوم کا بھی ان کو چسکا لگ گیا اور پھر اس کو اتنا فروغ دیا کہ آج کی دنیا بھی محو حیرت ہے"۔

موجودہ اہل یورپ کا نظریہ

ہزار ہا سال کے بطلیموسی نظریہ کو موجودہ سائنس دانوں نے پاش پاش کرکے رکھدیا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ آسمان کا کوئی وجود نہیں ہم جو نیلگوں قبہ دیکھ رہے ہیں یہ کوئی جرم نہیں بلکہ فضا کا خلاء ہے۔ سورج کی کرنیں قوس وقزح کے رنگ سے مرکب ہیں۔ سورج سے ان سب رنگوں کی شعاعیں لہروں کی شکل میں جدا ہوکر زمین کی طرف آتی ہیں درمیاں میں کرۂ ہوا ہے سرخ رنگ کی لہریں کرۂ ہوا کو پار کرکے سیدھی زمین پر آپہونچتی ہیں مگر نیلی لہریں ہوا کے ذروں سے متصادم ہوکر ٹوٹ جاتی ہیں اور فضا میں منتشر ہوجاتی ہیں یہی سورج کی نیلی لہریں ہوا کے ذروں میں منعکس ہوکر ہمیں نظر آتی ہیں اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے سر پر نیلا شامیانہ تنا ہوا ہے اگر درمیان میں کرۂ ہوا نہ ہوتا تو ہم کو فضا بالکل سیاہ نظر آتی، جیسا کہ چاند سے نظر آتی ہے اس لئے کہ چاند پر ہوا کا وجود نہیں کپلر اور گلیلیو کے مطابق عالم کا مرکز زمین نہیں بلکہ سورج ہے۔ زمین اور دیگر سیارے سب سورج کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ زمین ساکن نہیں متحرک ہے اس کی دو حرکتیں ہیں ایک یومیہ جو پچھم سے پورب ہوتی ہے اس کے نتیجے میں دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ حرکت متدیرہ ہے اور چوبیس گھنٹے میں پوری ہوتی ہے۔

دوسری حرکت سالانہ ہے جو سورج کے چاروں طرف ہوتی ہے یہ اہلیلجی ہے۔ اور یہ تین سو پینسٹھ دن اور تقریباً پونے چھ گھنٹے میں پوری ہوتی ہے۔

اس حرکت کی وجہ سے جاڑا گرمی ربیع خریف کے موسم بدلتے رہتے ہیں۔ چاند سیارہ ضرور ہے مگر وہ زمین کے گرد حرکت کرتا ہے اس کا مرکز زمین ہی ہے ان کی دریافت کے مطابق کائنات کا نظام یہ ہے۔

"بیچ میں سورج ہے، سورج سے تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل کے فاصلہ پر عطارد ہے، اسے ہندی میں (بدھ) فارسی میں (دبیر فلک) انگریزی میں (Meramy) کہتے ہیں۔ اس کے بعد زہرہ ہے جو سورج سے چھ کروڑ ستر لاکھ میل کی دوری پر ہے اس کے بعد یہ زمین ہے اس کا فاصلہ سورج سے نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ پھر مریخ ہے یہ سورج سے چودہ کروڑ میل کی دوری پر اوسطاً رہتا ہے اس کے بعد مشتری ہے اس کی مسافت سورج سے اڑتالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے یہ پانچ ستارے بغیر دوربین کی مدد سے آنکھ سے بھی نظر آتے ہیں ان کے بعد یورے نس ہے۔ یہ سورج سے ایک ارب اٹھتر لاکھ میل دور ہے اس کے بعد نیپچون ہے یہ سورج سے دو ارب اسّی لاکھ میل کی دوری پر ہے سب سے اخیر میں پلوٹو ہے یہ سورج سے تقریباً تین ارب میل کے فاصلہ پر ہے۔

چاند

قدیم نجومیوں کے نزدیک چاند اور سورج دیگر سیاروں کی فہرست میں تھے۔ مگر اب یہ سیاروں کی فہرست سے خارج ہیں ان کی جگہ زمین داخل ہوگئی ہے۔ قدماء کا کہنا تھا کہ چاند و سورج و دیگر سیاروں کا مرکز زمین ہے ان متاخرین کا کہنا ہے کہ نہیں سیاروں اور خود زمین کا مرکز سورج ہے۔ رہ گیا چاند تو یہ ان سیاروں کی صف میں نہیں اس کا مرکز سورج نہیں، زمین ہے۔ یہ زمین کے گرد دو حرکتیں کرتا ہے اس کا دورہ زمین کے گرد ۱/۳ ۲۷ دن میں پورا ہوتا ہے۔ جس میں اس کی دو حرکتیں پوری ہو جاتی ہیں اس حساب سے قمری مہینہ ۱/۳ ۲۷ دن کا ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ ان کے زعم کے مطابق زمین مع چاند کے سورج کے گرد حرکت کرتی ہے اس لئے قمری مہینہ تقریباً ۱/۲ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ رویت ہلال کے اختلاف سے کبھی تیس دن کا کبھی انتیس دن کا مانا جاتا ہے۔ چاند کی دونوں حرکتیں ۱/۳ ۲۷ دن میں زمین کے گرد کیسے پوری ہوتی ہیں اور زمین کی سورج کے گرد حرکت کی [illegible] بھی روشن نظر آتی ہے مگر چاند سے کئی گنا

ہے یہ طلسم بہت پُر پیچ ہے اگرچہ ایسا نہیں کہ اسے سر نہ کیا جا سکے مگر بنظر اختصار اسے حل کئے بغیر ہم چھوڑ دیتے ہیں جنہیں شوق ہو وہ ان سائنس دانوں کی کتابیں مطالعہ کریں۔

چاند کا قطر دو ہزار میل ہے اور زمین سے اس کا فاصلہ دو لاکھ میل سے کچھ زائد ہے جو گھٹتا بڑھتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دو لاکھ اڑتیس ہزار میل تک ہوتا ہے اور اس کا وزن ۷۳۵۰۴۸۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ کلوگرام ہے۔ چاند خود روشن نہیں بلکہ یہ سورج کی روشنی کے انعکاس سے روشن دکھائی دیتا ہے۔ چاند کا ایک ہی رخ زمین کی طرف ہمیشہ رہتا ہے۔ چاند پر دو ہفتہ کی رات اور دو ہفتہ کا دن ہوتا ہے۔ چاند چونکہ زمین سے بہ نسبت دوسرے اجرام فلکی کے قریب تر ہے اس لئے اس کے متعلق سب سے زیادہ تفصیلی معلومات حاصل کی جا چکی ہیں اور اب تو خلا بازوں کے چاند پر پہونچ جانے کے بعد جو کچھ دوربینوں سے دیکھ کے بتایا گیا تھا سائنس دانوں کے نزدیک ان پر مہر تصدیق ثبت ہو چکی ہے۔

چاند بالکل ہماری زمین کی طرح مٹی پتھر کے مجموعے کا نام ہے اس کی سطح اونچی نیچی ہے اس پر پہاڑ ہیں، میدان ہیں بڑے بڑے غار ہیں دوربین سے شمال کی طرف ترچھا ایک سلسلۂ کوہ صاف نظر آ رہا ہے۔ غار اتنے بڑے ہیں کہ بعض بعض کے دہانے پچاس ساٹھ میل اور بعض کے سو میل سے بھی چوڑے ہیں۔ پورے سطح پر ایک قسم کی راکھ پائی جاتی ہے۔ یہ راکھ منجمد لاوا کے سفوف کے شکل ہے کہیں کہیں دراڑیں ہیں جس میں بعض دو دو میل چوڑی ہیں۔ اس کے بعض غاروں کے دہانوں سے لکیر دار شعاعیں نکلتی ہیں جو میلوں پھیل جاتی ہیں چاند میں دن میں اتنی گرمی پڑتی ہے کہ الاماں الاماں انسان جانبر نہ ہو سکے اور رات میں سردی ایسی کہ جاندار ٹھٹھر کر رہ جائے۔ درجہ صفر سے بھی دو سو درجہ کم پانی یا ہوا بالکل نہیں اسی لئے زمینی جانداروں کا وہاں جینا محال ہے کسی قسم کے نباتات یا سبزی یا مخلوق کا کوئی وجود نہیں اسی لئے خلا بازوں کو اپنے ساتھ خورد و نوش کے سامان کے ساتھ آکسیجن بھی پیٹھ پر لاد کر لے جانی پڑتی تھی جس طرح زمین سے چاند روشن نظر آتا ہے

زیادہ چاند پر برف، بخارات، ہوا نہیں اس لئے اس میں سورج کی کرنوں کا انعکاس کم ہوتا ہے اور زمین ان خزانوں سے معمور ہے۔ اس لئے سورج کی شعاعوں کا انعکاس اس میں چاند کے بہ نسبت بہت زیادہ ہے اور زمین چاند سے چوگنا بڑی اس لئے وہ چاند پر سے بہت بڑی دکھائی دیتی ہے۔ زمین کے اوپر چونکہ کرۂ ہوا ہے اس لئے زمین سے ستارے ہلتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر چاند پر سے بالکلیہ ساکن و جامد دکھائی دیں گے زمین سے فضا نیلگوں دکھائی دیتی ہے مگر چاند سے بالکل سیاہ نکھری ہوئی دکھائی دے گی۔

اسلامی نظریہ

اب تک جو کچھ تحریر کیا گیا ہے یہ کائنات کی کہانی اہل ہیئت و سائنس کی زبانی تھی جسے بلا کسی نقد و تبصرہ کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا گیا ان مزخرفات سے قطع نظر کرتے ہوئے اب آیئے قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں تلاش کریں کہ چاند کہاں ہے۔ اس لئے کہ ہمارے اصل موضوع کی تحقیق یعنی چاند تک خلائی کشتی کے ذریعہ انسان کا پہونچنا ممکن ہے یا نہیں؟ اسی پر موقوف ہے۔ ارشاد باری ہے کل فی فلک یسبحون ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں۔

اس آیت میں لفظ فلک وارد ہے فلک سے یہاں مراد آسمان ہے یا کچھ اور؟ مفسرین کے دونوں اقوال ہیں۔ خازن میں ہے۔

والفلک مدار النجوم الذی یضمها و قیل الفلک طاحون کهیئة المغزل یرید ان الذی تجری فیه النجوم مستدیر کاستدارة الرحیٰ و قیل الفلک السماء الذی فیه ذلک الکوکب فکل کوکب یجری فی السماء الذی قدر فیه قیل الفلک استدارة الرحیٰ و قیل الفلک موج مکفوف دون السماء تجری فیه الشمس و القمر و النجوم (سورہ انبیاء)

ترجمہ:۔ فلک سے مراد ستاروں کا مدار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فلک چکی ہے تکلے کے گھرے کے مثل مطلب یہ ہے کہ ستاروں کی رہگذر چکی کے مثل گول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فلک سے مراد وہ آسمان ہے جس میں وہ ستارہ ہے ہر ستارہ اس آسمان میں چلتا ہے جس میں بنایا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چکی کی گولائی ہے ایک قول یہ ہے کہ فلک سے مراد موج مکفوف ہے آسمان کے علاوہ جس میں چاند اور سورج اور ستارے چلتے ہیں۔

شرعاً چاند پر پہونچنا ممکن ہے

جب جمہور مفسرین کے قول مختار کی بناء پر چاند آسمان میں نہیں آسمان کے نیچے ہے تو چاند پر کسی بھی انسان کا خواہ وہ کافر ہو خواہ مسلمان خلائی کشتی یا کسی اور مناسب چیز کے ذریعہ پہونچنا شرعاً ممکن۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شرعی استحالہ یا قباحت نہیں۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہل ہیئت جو کہیں اگر شرع کے مخالف نہ ہو تو اس کے ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں۔

والاعتقاد بما قاله اهل الهیئة لا یضر و لیس فی الشرع ما یخالفه

"اہل ہیئت کی یہ بات مضر نہیں اور شریعت میں اس کے مخالف کوئی بات نہیں"۔

شرح مواقف میں دوائر عشرہ کے بارے میں ہے

لاحجر من جهة الشرع فی مثلها (صفحہ ۴۷۸)

"ان جیسی باتوں میں شریعت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں"۔

اس لئے اگر کوئی کہے کہ امریکن خلا باز اپالو کے ذریعہ یا روس کی خلائی کشتی لونا چاند پر پہونچ گئی تو اس کی نہ تو تکفیر جائز نہ تضلیل اور نہ تجہیل اہل علم کا کام۔

یہ ہیں حضرت شارح بخاری کے وہ علمی و عملی کارنامے کہ جس پر ملت اسلامیہ ہند کو رہتی دنیا تک فخر رہے گا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت شارح بخاری کی قبر پر رحمت و نور کی بارش نازل فرمائے۔ آمین

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گل کی نگہبانی کرے

●●●

شارح بخاری اور تعطیل کلاں کی مصروفیات

ڈاکٹر محمد محب الحق قادری شہزادہ شارح بخاری۔ دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

ابا حضور، قدس سرہٗ العزیز خواہ پچپڑوا رہے ہوں یا بریلی شریف، بلرام پور رہے ہوں یا مبارک پور، تعطیل کلاں میں عام طور پر دس شعبان یا سولہ شعبان کے بعد غریب خانہ تشریف لے آتے تھے۔ ان کی تشریف آوری کا انتظار سب سے زیادہ احقر کو، اس کے بعد بھائیوں اور بچوں کو رہتا، احقر کو اس لئے کہ اب خدمت کا کچھ موقع مل جائے گا۔ بھائیوں اور بچوں کو تو اس لئے کہ کچھ کھانے کی اچھی چیزیں اور کھیلنے کے لئے کھلونے مل جائیں گے۔ ابا حضور بھی بہت خوش ہوتے، بچوں کو آواز دیتے، دیکھتے ہی ناتی پوتے، سب دوڑ پڑتے کہ دادا آگئے! دادا آگئے! اور تھوڑی ہی دیر میں سب کو کچھ نہ کچھ ضرور مل جاتا۔

ابا حضور کی تشریف آوری کا انتظار علماء میں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کو جب تک وہ باحیات تھے بہت شدت سے رہتا، ان دونوں حضرات میں بڑی ہی گھنشتا تھی۔ دونوں میں راز دارانہ باتیں ہوتی تھیں۔ اور نرم و گرم علمی مباحث بھی، چونکہ دادا مرحوم بیٹھک میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے رات کو اعظمی صاحب یا حکیم غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم کے دولت کدہ پر نشست ہوتی تاکہ انھیں خلل نہ ہو، اور دن میں غریب خانہ پر صبح سے لے کر ظہر تک دیگر علماء کی مجلسیں بعد نماز عصر ہوتیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا شفیق احمد صاحب، مولانا خلیق احمد صاحب، مولانا شمیم احمد صاحب، مولانا قمرالدین، مولانا سیف الدین، مولانا عاصم صاحبان اور کبھی کبھی ڈاکٹر شکیل احمد صاحب وغیرہ تشریف لایا کرتے تھے۔

اس خوشخبری کے بعد کہ حضرت تشریف لے آئے سب لوگ حسب معمول حاضری دینا شروع کر دیتے۔ مختلف علوم و فنون، تاریخ، سیر، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، شعر و شاعری، سیاسیات قدیم و جدید غرضیکہ حاضرین کو جو کچھ معلوم کرنا ہوتا وہ اپنا سوال پیش کرتے، اس بحث کو دلچسپ بنانے کے لئے ابا حضور اس سوال کو دوسرے علماء سے پوچھتے کہ آپ بتایئے اس کا جواب کیا ہے؟ اگر وہ جواب دیتے تو مولانا خلیق احمد صاحب اس بحث کو اور طرح دیتے اور سوال در سوال علماء کے مابین بحث چل پڑتی۔ اگر کوئی خاص موضوع نہ ہوتا تو تھوڑی دیر میں بحث ختم ہو جاتی ورنہ اگر کوئی اہم موضوع ہوتا تو بحث تین تین روز تک چلتی رہتی۔ اگر علماء میں سے کسی نے جواب دے دیا تو ٹھیک ورنہ ابا حضور فیصلہ کن جواب دیتے۔

تشریف آوری کے بعد ہفتہ عشرہ تو خطوط کے جوابات اور ادھر اُدھر کی بحث میں گزر جاتا اس کے بعد نزہۃ القاری کا کام شروع ہوتا، پانچ یا چھ سال تک تو رمضان شریف میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں رہ کر شرح کا کام تن تنہا کیا۔ یہ ایام کس قدر پریشانی اور مشقت میں گزرتے آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس بڑھاپے میں تن تنہا، نہ کوئی یار و مددگار ابتداءً کم روشنی بجلی کی آنکھ مچولی، گرمی کا زمانہ، پہلے پیٹرومیکس جلا کر بعد میں بیٹری کے ذریعہ بلب جلا کر روشنی کا انتظام کیا۔ اس کے بعد حاجی ابراہیم صاحب نے (suzuki) کا پورٹیبل جنریٹر کا انتظام کیا۔ تو اب روشنی اور ہوا دونوں کا انتظام ہو گیا۔ صبح نو بجے سے کام شروع کرتے تو ظہر تک کرتے رہتے پھر آرام کرتے، بیدار ہونے پر دیگر موضوعات پر لکھتے یا مطالعہ کتب کرتے، بعد نماز عصر نشست ہوتی

اور ملاقات کا سلسلہ چلتا رہتا بعد نماز عشاء تقریباً ۱ بجے تک شرح بخاری کا کام مسلسل کرتے، غریب الدیار میں سحری کے لئے صرف ڈبل روٹی اور دودھ کا انتظام کر لیتے کبھی کبھی دودھ خراب ہو جاتا تو صرف ڈبل روٹی اور پانی ہی سے سحری کر لیا کرتے گھر سے کبھی کچھ بنوا کر بھیجتا یا لے جاتا تو کہتے اس کی کیا ضرورت ہے بے حد ضعف کے باوجود معمولات میں فرق نہیں پڑتا۔ جب ابا حضور رمضان میں مبارک پور میں قیام فرماتے تو یہ فکر دامن گیر رہتی کہ کتنی مشقت و پریشانی تن تنہا اٹھا رہے ہوں گے۔ کاش یہ کام گھر پر کرتے تو کتنا اچھا ہوتا مگر وہ ارادہ کے اتنے پختہ تھے کہ انھیں راضی کرنا بہت مشکل کام تھا۔

بھلا ہو مولانا افتخار احمد قادری کا کہ ایک سال شعبان و رمضان کی چھٹیاں گزارنے کے لئے مدینہ شریف سے اپنے گھر گھوسی تشریف لائے۔ شعبان کے آخری عشرہ میں ابا حضور بھی گھر تشریف لے آئے۔ اور چند روز قیام کے بعد فرمایا کہ اب مبارک پور جا رہا ہوں شرح کا کام کرنا ہے مولانا افتخار احمد صاحب نے کہا کہ حضور! اب شرح کا کام یہیں ہو۔ ہم لوگ آپ کی پوری مدد کریں گے اس طرح غریب خانہ پر یہ مقدس کام شروع ہو گیا اور احقر کو اطمینان ہو گیا کہ چلو اب ابا حضور اور علماء کی خدمت کا شرف مل جائے گا یہاں کام کا طریقہ یہ تھا کہ ابا حضور املا کراتے اور مولانا افتخار صاحب مولانا خلیق احمد صاحب اور کبھی کبھی مولانا کمال احمد صاحب مولوی فیضان المصطفیٰ صاحب لکھتے۔ دیگر علماء مثلاً مولانا شمیم احمد، مولانا کمال احمد، مولانا نثار احمد، حضرت مولانا قمر الدین صاحب، قمر اشرفی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی مولانا الحاج شفیق احمد، مولانا فداء المصطفیٰ صاحب، صاحبزادہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، موجود رہتے اس میں سے بعض علماء حوالہ جات دیکھتے اور بعض استفادہ کی غرض سے حاضر رہتے۔ اس میں سے بعض حضرات ۱۱ر۱۲ر بجے تک چلے جاتے لیکن مولانا خلیق احمد، مولانا شمیم احمد، مولانا شفیق احمد صاحبان صدائے سحری تک ساتھ دیتے۔ ان سبھی حضرات کی خدمات وقربانی انتہائی قابل تحسین ہے کہ لوگ اپنی تعطیل میں اپنے گھر آرام کرنے کے لئے آتے ہیں لیکن ان لوگوں نے اپنی چھٹیاں شرح بخاری کے تعاون میں صرف کر دیں، ابا حضور فرماتے ہیں کہ رمضان شریف میں جتنا کام ہوتا ہے سال بھر تک نہیں ہو پاتا۔

ابا حضور سحری کھا کر وظیفہ میں مشغول ہو جاتے اور اوّل وقت میں فجر کی اذان دلا کر جماعت قائم کرتے تاکہ لوگوں کی فجر قضا نہ ہو کیونکہ عام طور سے سحری کھا کر سونے کے بعد غفلت کی نیند آتی ہے، نماز سے فراغت کے بعد تقریباً ۹ بجے تک آرام فرماتے، بیدار ہونے کے بعد بیٹھک میں تشریف رکھتے، اب اخبار، استفتاء، ڈاک ملاحظ فرماتے، اس وقت تک علماء کی آمد شروع ہو جاتی اور اسی درمیان جوابات لکھواتے، مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی۔

بعد نماز ظہر آرام فرماتے بیدار ہونے کے بعد تلاوت قرآن، یا کسی کتاب کا مطالعہ فرماتے، پھر عصر بعد مختصر سی نشست ہوتی، عشاء کی نماز و تراویح سے فارغ ہونے کے بعد باضابطہ شرح بخاری کا کام شروع ہو جاتا، جو صدائے سحری تک جاری رہتا، درمیان میں بعض خاص مباحث پر علماء استفادہ بھی کرتے، اس طرح ۲۸ رمضان شریف تک یہ کام باضابطہ ہوتا رہتا۔

اہتمام تراویح: جامع مسجد اور دیگر مساجد کے متولیوں اور مصلّیوں کو یہ تاکید فرماتے کہ تراویح کے لئے حافظ قرآن کا انتظام کریں، چنانچہ ابا حضور کی جب تک صحت ٹھیک رہی جامع مسجد میں تراویح پڑھتے اور حافظ کو لقمہ بھی دیتے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابا حضور حافظ تو نہیں تھے مگر حافظہ اتنا قوی تھا کہ حافظ صاحبان کو بھی لقمہ دیتے تھے جس کے گواہ جامع مسجد کے مصلیان ہیں۔ بعد میں جب آنکھ کی روشنی کمزور ہو گئی اور پیر کی تکلیف کی وجہ سے دیر تک کھڑا رہنا یا بیٹھنا بہت مشکل ہو گیا تو گھر پر ہی سورہ تراویح پڑھ لیا کرتے تھے۔

جب برکاتی مسجد کا افتتاح ہو گیا تو فرمایا مسجد میں ہر سال حافظ قرآن کا انتظام ہونا چاہیئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر

سال حافظ قرآن کا انتظام پابندی سے ہوتا ہے ایک ختم قرآن پڑھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس خادم کو اس کا انتظام واہتمام کرنے اور تاحیات تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اعتکاف :-- عالی جناب دادا عبدالصمد صاحب مرحوم اور ابا حضور سے بارہا سنا کہ یہاں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ پابندی سے مسجد میں رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری مرحوم بھی جب یہاں تشریف لائے تو مسجد میں اعتکاف کرتے، حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ بھی یہاں رہتے تو اعتکاف کرتے، حضرت مولینا غلام یزدانی صاحب کے انتقال کے بعد ابا حضور جامع مسجد میں اعتکاف کرنے لگے۔ پھر دادا مرحوم اعتکاف کرتے رہے، بیچ میں کچھ دنوں وقفہ ہوگیا۔ جب برادرِ عزیز حافظ حمید الحق جامع مسجد میں تراویح پڑھانے لگے تو دوسال تک انھوں نے بھی اعتکاف کیا۔ لیکن جب ابا حضور گوشۂ برکات میں تشریف لائے تو برکاتی مسجد میں باوجود سخت سردی اور ضعف کے اعتکاف فرمایا اور اس دوران بھی شرح بخاری کا کام بعد نماز عشاء وتراویح بدستور جاری رہا، باقی اوقات اوراد ووظائف، تلاوت قرآن، اور احادیث وتفسیر کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرتے، لوگوں کو تاکید کرتے کہ دیگر مساجد میں بھی لوگ اعتکاف کریں، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تین پشت نے اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

رویت ہلال: حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب، علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد، چاند کے رویت کی تصدیق واعلان کی ذمہ داری ابا حضور کو ملی، اگر ۲۹ رکو رویت عام ہوگئی تو ٹھیک، ورنہ اختلاف رویت کے بعد تو ہم لوگوں کی خیر نہ رہتی، رات بھر غریب خانہ پر چہل پہل رہتی رات بھر جاگنا پڑتا اور سب کو جواب دینا پڑتا، بعد نماز مغرب غریب خانہ پر علماء اور خواص جمع ہونا شروع ہوجاتے اور قافلہ در قافلہ اطراف واکناف سے لوگ آتے رہتے۔

رویت ہلال کے بعد عید کی تیاری ہوتی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کے بعد ابا حضور عیدین کے امام ہوئے اور تاعمر امامت فرماتے رہے۔ باوجود ضعف ونقاہت کے اور دوسال سے انتہائی سخت سردی، اور کُہرا پڑنے کے باوجود عید گاہ میں نماز پڑھائی۔ ان سردیوں نے اچھے اچھے لوگوں کے اعصاب شل کردیئے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ امسال عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھی جائے مگر ابا حضور نے فرمایا کہ نہیں۔ عیدگاہ میں نماز پڑھی جائے گی، آخر کار عیدگاہ کا بھی تو حق ہے صرف یہی دو نمازیں تو پڑھی جاتی ہیں۔ باوجود سخت سردی اور کُہرے کے اوّل وقت میں عیدگاہ تشریف لے گئے۔ عیدین میں ابا حضور کی تقریر بہت اہم ہوتی تھی اور ہر شخص کو اس کا شدت سے انتظار رہتا تھا، عام طور سے اصلاحی مسائل، اور مسلمانوں کو غیرت وحمیت دلانے والی بہت ہی پرجوش، پرمغز، ولولہ انگیز تقریر ہوتی دو دو گھنٹے مسلسل کھڑے ہوکر خطابت فرماتے رہتے خاص طور سے دعا میں تو الحاح وزاری کی کیفیت طاری ہوجاتی۔

امسال فرمایا کہ غور سے اس بوڑھے کی باتیں سن لو شاید اب تمھیں یہ باتیں سننے کو نہ ملیں۔ کسے معلوم تھا کہ یہ صدا یہ آواز اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہونے والی ہے، قدرت نے ان کی بات سچ کر دکھایا اور ان کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ گیا۔

نماز کے بعد مصافحہ ومعانقہ کا سلسلہ بڑا طویل ہوتا سب سے کھڑے ہوکر مصافحہ معانقہ فرماتے پھر آباء واجداد کی قبروں پر فاتحہ پڑھ کر غریب خانہ تشریف لاتے۔ اور چند دنوں تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی روزانہ نشست قائم ہوتی اور ۹ رشوال کی شام سب کے چہرے مُرجھا جاتے کہ اب حضرت رخصت ہوجائیں گے۔

افسوس اب یہ نشستیں کہاں میسر ہوں گی اب تو ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ نشستیں بلکہ گلیاں سونی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر پر اپنے انوار وتجلیات کی بارش فرمائے۔ آمین

شارح بخاری! جنت البقیع میں

مولانا محمد علی فاروقی مصباحی۔رائے پور۔ایم،پی

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ الحاج مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان دنیائے فکر وفن کی وہ عظیم اور جلیل القدر ہستی ہیں جن کی ذات والا صفات مینارۂ نور بن کر صدیوں تک کاروان حق کی راہوں میں عشق رسول کا اُجالا بکھیرتی رہے گی۔ جب تک دھرتی کے سینے پر حدیث رسول کے گلشن مہکتے رہیں گے تب تک نزہۃ القاری کی عطر بیز نکہتوں سے لوگوں کی مشام جاں معطر ومنور ہوتی رہے گی۔ اور آپ کی ذات احادیث کریمہ کی تجلیات سے پرنور اور فقہ کے کوثر وزمزم سے سرشار، عشق رسول میں شرابور ایک ایسے قائد اور ایک ایسے مشفق وسرپرست کی طرح تھی جو نہ صرف خود ہی قوم کا درد رکھتی تھی بلکہ آپ کے پاس جو بیٹھ جاتا وہ بھی قوم وملت کا نگہبان بن کر قوم کا درد بانٹنے لگتا تھا۔

فقیہ اعظم ہند کے دیدار سے میں پہلی بار اس وقت مشرف ہوا جب کہ جدی الکریم خلیفہ اعلیٰ حضرت محسن ملت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ رائے پور (ایم پی) کے زمانۂ حیات میں ایک جلسہ میں شرکت کے لئے آپ رائے پور تشریف لائے تھے۔ اتفاق سے اس وقت ایک بزرگ کے عرس کا زمانہ قریب تھا۔ شہر میں عرس کی تیاریاں چل رہی تھیں۔ کچھ لوگ اسے ذریعۂ معاش بنا کر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنا رہے تھے اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ ضرب ید اللہ اور سجدۂ شبیری کا پیکر بنے ایسے لوگوں کو للکار رہے تھے۔ عین اسی دوران حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی جلسہ میں شرکت کے لئے رائے پور تشریف لے آئے۔ مدرسہ میں حضرت کا قیام تھا۔ عورتوں کی قوالی اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے جلال کی وجہ سے پورے شہر میں تناؤ تھا۔ اس کشیدہ ماحول میں آپ کی آمد ہوئی اور مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ میں آپ کا قیام ہوا۔ خبر ملتے ہی دن بھر لوگوں کی آمد ورفت کا تانتا بندھا رہا اور سبھوں کا موضوع کلام ''عورتوں کی قوالی'' تھا۔ آپ لوگوں کو سمجھاتے رہتے۔ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی رفعت وعظمت اور ان کے موقف پر تأمل کرتے رہے، یہاں تک کہ رات ہوگئی اور جب جلسہ میں آپ کے سامنے مائک رکھا گیا تو آپ نے اس موضوع پر اتنی دلنشیں اور مدلل تقریر فرمائی کہ اٹھتا ہوا طوفان بدتمیزی اچانک تھم گیا۔ نفرت و بغاوت کے سلگتے ہوئے ماحول میں خوشی ومسرت کی پرکیف ہوا چلنے لگی۔ اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ جو لوگ کل تک مزار کو ذریعۂ معاش بنانے کی فکر میں بے چین وبے قرار تھے اب وہی آپ کے سامنے نادم وشرمسار فکر آخرت میں بے چین وبے قرار دکھائی دے رہے ہیں۔ پورے شہر میں حضرت کی تقریر کا چرچا تھا۔ ہر کس وناکس کی زباں پر صرف ایک ہی جملہ تھا کہ خطابت کا جوہر دکھانا اور ہے۔ اور دلوں میں روحانی انقلاب برپا کرنا اور ہے۔ حضرت کی تقریر نے جو روحانی انقلاب برپا کیا اس نے شہر کی تاریخ ہی بدل دی۔

۲۹ر مارچ ۱۹۹۸ء بروز اتوار کی وہ تاریخ آج بھی یاد آتی ہے تو آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگتے ہیں اور نگاہوں کے سامنے گنبد خضریٰ اور جنت البقیع کا وہ کیف پرور، نشاط انگیز اور روحانی منظر گھوم جاتا ہے۔ جہاں قدم قدم پر قدسیوں کا ڈیرا ہے، ہر جگہ رحمتوں کا سویرا ہے، اور ہر قدم پر کوثر وزمزم کا ابلتا ہوا دھارا عشق ومحبت اور ایمان وعقیدہ کی نئی دنیا تعمیر کر رہا ہے۔ جدھر نگاہ اٹھایئے کائنات کے تاجدار کے جلوؤں سے سارا ماحول جگمگاتا نظر آئے گا۔ جدھر جایئے ان کی بخشش اور ان کی عطا کے دھارے چلتے نظر آئیں گے۔ جہاں قدم رکھئے طوبیٰ کا سایہ نظر آئے گا۔ اور جہاں بیٹھ جایئے امیدوں کا کاشانہ دکھائی دے گا۔

مسجد نبوی شریف میں نماز اشراق سے فارغ ہو کر اور پیارے

آقا و مولیٰ کی بارگاہ ناز میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت و محبت پیش کر کے میں جیسے ہی باب جنت البقیع سے باہر نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت فقیہ اعظم ہند جنت البقیع کے پاس کھڑے ہیں جیسے ہی میں قریب پہونچا حضرت نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا رائے پور کے مولانا فاروقی آرہے ہیں۔ قریب پہونچ کر میں نے سلام و دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور پھر حضرت کے ساتھ زیارت کے لئے جنت البقیع پہونچے۔ ہم لوگ پیچھے پیچھے تھے۔ اور حضرت آگے آگے چلتے جارہے تھے اور جب کسی صحابی کے مزار سے گزرتے تو سلام و فاتحہ کے بعد ان کی پوری تاریخ اسی طرح بیان فرماتے جیسے آپ نے ساری زندگی انہیں کی تاریخ پڑھنے پڑھانے میں گزار دی ہو۔ انداز بیاں اتنا مختصر اور جامع ہوتا کہ چند جملوں میں ساری تاریخ سمٹ کر رہ جاتی۔ زیارت کے بعد آپ نے مجموعی طور پر بڑے والہانہ انداز سے ایک بار پھر سبھوں پر فاتحہ پڑھی اور عالم اسلام کے لئے اتنے رقت انگیز اور دردناک لہجہ میں دعا مانگی کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹنے لگے اور پتھر دل بھی موم کی طرح پگھلنے لگا۔

جنت البقیع سے واپسی پر مستشفیٰ (ہاسپٹل) کی عمارت کے قریب سے گزرتے ہوئے جب آپ اپنی قیام گاہ تشریف لے جارہے تھے تو دوران گفتگو ام الرسول سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر جمیل چھڑ گیا۔ اسی دوران ایک موقع پر آپ نے ان کا نام لیتے ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمادیا۔ اتفاقاً کوئی حرماں نصیب نجدی گزر رہا تھا وہ یہ مقدس کلمات سنتے ہی بھڑک اٹھا اور فوراً کفر و شرک اور بدعت کی گردان شروع کردی اور جب آپ نے اسے سمجھانا چاہا تو نہ سمجھنے کی قسم کھا کر وہ سپاہیوں کی مدد طلب کرنے دوڑ پڑا۔ پھر چند ہی لمحہ میں حکومت کے دو سپاہی سامنے کھڑے حضرت سے پوچھ تاچھ کرنے لگے۔ ہم لوگ تو گھبرا اٹھے میں سوچنے لگا کہ دلائل کی دنیا میں تو ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ وہ ایک دم یتیم ہیں۔ مگر حکومتی سطح پر خصوصاً انگریزوں کی پشت پناہی اور امریکی غلامی میں بڑے بڑے کوڑے رکھتے ہیں جو صرف حق پرستوں پر برستے ہیں۔ مگر چند ہی لمحے بعد ہماری گھبراہٹ حیرت میں تبدیل ہوگئی۔ جب ہم نے دیکھا کہ حضرت جبل استقامت بنے نہایت پرسکون انداز میں ان سے اس طرح عربی میں گفتگو فرمارہے ہیں کہ حکومتی شرطہ (پولیس والے) بھی حیرت میں پڑ گئے۔ آپ نے سیدہ طیبہ طاہرہ ام الرسول حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان پر ایسی مدلل اور مستند گفتگو فرمائی کہ محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی کیسٹ بج رہا ہو جو تسلسل کے ساتھ حدیث پر حدیث اور اقوال پر اقوال دہرا رہا ہو۔ میں نے دیکھا کہ شرطہ (پولیس والے) کا چہرہ جو شروع میں بڑا غضبناک نظر آرہا تھا اب وہی عقیدت و محبت کا پیکر دکھائی دے رہا تھا۔ اور جب حضرت نے گفتگو ختم کی تو ان میں کا ایک پولیس والا جذبات میں بے قابو ہوکر آپ سے بغلگیر ہوکر دست بوسی کرنے لگا اور دوسرا حیرتوں کا مجسمہ بنا کھڑا آپ کو تکتا رہا۔ جب کہ وہ حرماں نصیب نجدی اپنے پیروں تلے کھسکتی زمین سے گھبرا کر عالم بے کسی میں المدد یا شرطہ کا نعرہ لگا رہا تھا۔ حضرت فقیہ اعظم ہند کی لمحہ بھر کی گفتگو نے نہ صرف اس شرطہ کو ایمان کے قریب کردیا تھا بلکہ بلانے والے بدنصیب کو بھی ''طلب و مدد اور استعانت'' کا ایسا پیکر بنا دیا تھا کہ وہ واپس لوٹا تو اس کی زبان پر ''المدد یا شرطہ'' کا ورد جاری تھا۔

یہ تو اکثر لوگ جانتے ہیں کہ تکمیل نزہۃ القاری کے بعد آپ کی رحلت کی بشارت آپ کو بہت پہلے ہی مل چکی تھی مگر کسی کو یقین نہیں تھا کہ یہ بشارت اتنی جلدی کرامت دکھا جائے گی۔ ادھر شرح بخاری کی تکمیل ہوئی اور لاکھوں کے مجمع میں صالحین امت، اساطین ملت اور سربرآوردگان روزگار علمائے کرام کی جھرمٹ میں آپ کو چاندی سے تولا گیا ادھر پیکر اجل پیغام وصال محبوب لے کر آگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے قال اللہ اور قال الرسول کی مجلس سجانے والا گنبد خضریٰ کی تجلیات میں شرابور ہوگیا۔ شاید یہ دوسری دنیا میں پیش آنے والے منظر کا چھوٹا سا نمونہ تھا۔ جہاں چاندی کی اینٹوں سے نہیں بلکہ سونے کے محلوں سے نوازا جائے گا اور علماء و فقہاء کے جھرمٹ ہی میں نہیں بلکہ جلیل القدر صحابہ کرام کے مجمع میں بلکہ خود صاحب جود و عطا اور مالک کوثر و جنت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانواز تبسم کے سایہ میں انعامات و اکرامات سے اس طرح نوازا جائے گا کہ عارفین و صالحین سے لے کر اساطین امت تک ان کے مقدر پر رشک کررہے ہوں گے۔

●●●

کچھ یادیں ..... کچھ باتیں

مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی شیخ الادب دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، یوپی

۱۱رشعبان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰راپریل ۱۹۲۱ء کو خطہ اعظم گڑھ کی مردم خیز سرزمین گھوسی سے اُٹھنے والا ایک ذرہ جو اسی (قمری) سال تک نیر تاباں بن کر مطلع عالم اسلام پر چمکتا رہا اور جس نے بیشمار دلوں کو اپنے علم وفضل کے انوار سے درخشاں وتاباں بنایا بالآخر ۶رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱رمئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات بعد نماز فجر غروب ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

اس خطہ اعظم گڑھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اُٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

سرزمین گھوسی کی صدیوں پرانی علمی ودینی تاریخ ہے اسی سرزمین کی معلوم دینی تاریخ کے مطابق خواجہ بہاء الدین نقشبندی بانی سلسلۂ نقشبندیہ متوفی ۷۹۱ھ کے خلیفہ اور معاصر ایک مایہ ناز عالم وفقیہ حضرت مفتی محمد حسین اصفہانی نے مسلم مشرقی سلاطین کے شروعاتی دور میں آٹھویں صدی ہجری میں اصفہان سے آکر گھوسی میں اپنی بساط علم بچھائی، اور علم اور دین کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، پھر یہاں مشائخ وصوفیہ اور علماء ومبلغین کی آمد کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور خود یہاں بھی ان بزرگوں کے فیض تعلیم وتبلیغ سے علماء ومشائخ پیدا ہونے لگے۔

بارھویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین حضرت مولانا غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی گھوسی ہی کی سرزمین پر پیدا ہوئے چودھویں صدی ہجری میں مشہور علمی ودینی خانوادۂ مولانا خیر الدین میں اسی سلسلۂ علماء ومشائخ میں سے ایک فقیہ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی نے عالم گیتی میں قدم رکھا آہ..... گھوسی کے چرخ علم وفضل کا یہ نیر اعظم بھی اوجھل ہوگیا۔ آپ ایک مرجع انام فقیہ ومفتی زبردست محدث ومؤرخ، اور عظیم مناظر ومتکلم بھی تھے، ساتھ ہی ساتھ ایک صاحب نسبت قادری برکاتی رضوی بزرگ بھی تھے، حضرت غوث وقت شاہ برکت اللہ مارہروی، اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی روحانیتوں سے بڑا گہرا اور خصوصی تعلق تھا بلکہ ان بزرگوں سے محبت جنون وشیفتگی کی حد تک پہونچی ہوئی تھی۔

آپ کی خدمت کا دائرہ تقریباً ساٹھ سال کو محیط ہے، تدریسی، تصنیفی، وتبلیغی خدمات کے ساتھ بہتوں کو آپ نے روحانی فیوض وبرکات سے بھی مالامال کیا ہے، وہ اپنوں سے بے حد محبت کرتے تھے۔ تھوڑی دیر کے لئے ناراض بھی ہوجاتے تھے اور پھر معاً بعد ایسی شفقت ومحبت فرماتے کہ آدمی غضب کی تلخیاں ایک دم بھول جاتا، آپ رُعب وجلال کا پیکر بھی تھے۔ اور لطف وجمال کا مظہر بھی۔

عمر طبعی ستر کے بعد کی زندگی کو وہ "گھلوا" کہتے تھے جس کا اظہار عید وبقرعید کی تقریروں میں فرمایا کرتے تھے۔ عمر کے ساتویں دہائی کے شروع میں شرح بخاری کا کام شروع فرمایا اور عمر کی آخری آٹھویں دہائی آگئی اور تکمیل کی صورت نظر نہ آتی دیکھ کر بار بار بڑی تڑپ سے تکمیل شرح کی آرزو کا اظہار فرماتے اور بزرگوں سے دعا کراتے۔ احسن العلماء حضرت شاہ سید حیدر حسن مارہروی علیہ الرحمہ نزہۃ القاری کی تکمیل کی دعا دے کر اشارۂ روحانی پر فرمایا (مفتی صاحب آپ کی شرح ضرور مکمل ہوگی) خانہ کعبہ میں ملتزم سے لگ کر اور مدینہ میں روضۂ اطہر کے سامنے حضرت مفتی صاحب نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے اتنی زندگی اور عطا فرمادے کہ یہ شرح مکمل ہوجائے چنانچہ آپ کی یہ مبارک خواہش ودعا اور بزرگوں کی دعا پر سوز، بارگاہ رب العالمین میں مقبول ہوگئی۔ اور مقبولیت کے آثار دیکھ کر حضرت مفتی صاحب اور اہل تعلق کو تقریباً یقین ہوگیا کہ کتاب ضرور مکمل ہوگی۔ اور حضرت مفتی صاحب کا

سایہ ابھی ہم لوگوں پر قائم رہے گا۔

بعض بہی خواہ عجلت پسند لوگ اگر کہتے کہ حضور نزہۃ القاری کے کام میں تاخیر ہورہی ہے مزید توجہ درکار ہے تو فرماتے کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں جلدی سے مرجاؤں، جب تک نزہۃ القاری مکمل نہ ہوگی میں نہیں مروں گا۔

اللہ کے فضل وکرم سے وہ دن بھی آ گیا کہ ۱۱ر رمضان ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰ر دسمبر ۱۹۹۸ء کو شرح مکمل ہوگئی اور آپ کی خواہش پوری ہوگئی اور زندگی کی تمنا بھی اس کے بعد دنیا سے حد درجہ بیزار رہنے لگے۔ ایک صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں نے ایک نشست میں حضرت کے سامنے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر سو سال تک قائم رکھے، تو فوراً فرمایا کہ "مجھے اب اس کی خواہش نہیں ہے، وہ اور لوگ ہوں گے جو اس کی خواہش کرتے ہوں گے۔" ایک مجلس میں فرمایا "اب میرے لئے موت سے زیادہ لذیذ کوئی چیز نہیں ہے۔"

حضرت مفتی صاحب میں خوردنوازی بہت تھی اگر کوئی حضرت کے رعب وجلال کی وجہ سے دور رہتا تو ملاقات پر شفقت فرماتے اور قریب آنے کی ترغیب دلاتے، میرا بھی معاملہ کچھ ایسا ہی رہا میں اپنے قلبی ضعف کے سبب اکثر ملنے اور مجلس میں بیٹھنے سے کتراتا تھا مگر کبھی کبھی جب خود ہی ہمت کر کے اپنے کو ملاقات کے لئے آمادہ کر لیتا اور ملاقات کرتا یا ناگہانی مواجہہ ہو جاتا تو شفقت وکرم کی انتہا فرماتے خوب نوازتے، دلداری کرتے، قریب رہنے اور ملتے رہنے پر زور دیتے۔ ادھر تقریباً چھ ماہ سے میرے ان کے قلبی لگاؤ میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ان کی توجہات وعنایات سے میرا قرب وتعلق خاطر بہت بڑھ گیا نماز عید کے بعد عیدگاہ میں مصافحہ ومعانقہ کے بعد بڑے محبت بھرے اور پرسوز انداز میں فرمایا (بیٹا آیا کرو، میں بھی یہیں رہتا ہوں تم بھی یہیں رہتے ہو۔

یہ انداز محبت میرے دل میں ایسا درد واثر پیدا کر گیا کہ میں آبدیدہ ہوگیا اور خلاف عادت آنا جانا زیادہ ہوگیا گزشتہ شوال میں منعقدہ فقہی سمینار میں حاضری کے لئے مبارکپور پہونچا تو بہت خوش ہوئے پھر بقرعید کی چھٹیوں میں گھر تشریف لائے ... فیض صحبت ... اُٹھایا جانے لگتا تو فرماتے بیٹھو کہاں جارہے ہو اس موقع کی ملاقات وزیارت میری ان کی آخری ملاقات وزیارت رہی، پھر میں محرم میں وطن آیا تو تبلیغی جلسوں کی شرکت کی وجہ سے حضرت وطن نہ آئے اور اس کے بعد تشریف لائے تو میں وطن میں نہیں تھا۔

کئی مہینوں ہی سے میں آپ کو خواب میں دیکھا کرتا تھا، دو خوابوں کی تصویر ذرا واضح ہے اور وہ اب تک یاد بھی ہے لہذا میں انہیں ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔

عالم روحانی میں پذیرائی:-ایک شب دیکھا کہ ایک مزین عالی شان مکان ہے، مرصع تخت لگا ہوا ہے اور حضرت مفتی صاحب اس پر جلوہ فرما ہیں یہ اس وقت کا خواب ہے کہ جب ممبئی میں ۲۱ر شوال ۱۴۲۰ھ کو رضا اکیڈمی اور شارح بخاری فاؤنڈیشن کے اشتراک سے منعقد جشن تکمیل شرح بخاری مسمیٰ بہ نزہۃ القاری میں شہزادگان مارہرہ اور دیگر علماء ومشائخ نے چاندی کے سکوں سے آپ کو تول کر عالم جسمانی میں آپ کی قدردانی وپذیرائی فرمائی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواب میں مَیں نے جو کچھ دیکھا وہ عالم روحانی میں آپ کی قدردانی اور پذیرائی تھی"

وصال کی پیشین گوئی:-دوسرا اور آخری خواب جو مجھے وصال ۶ر صفر مطابق ۱۱ر مئی سے کوئی دو ہفتہ یا اس سے کچھ اور پہلے نظر آیا تھا وہ یہ تھا کہ حضرت مفتی صاحب نے باغ کریم الدین پور گھوسی میں اپنے والد صاحب مرحوم اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے مزاروں پر فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ (میں بھی ساتھ وہاں موجود تھا) یہاں قبرستان میں آتا ہوں تو پریشان ہو جاتا ہوں، مجھے روحانی سفر پر جانا ہے اب ۱۱/۱۲ر کو آؤں گا"

نزہۃ القاری کی تکمیل کے بعد بھی کو خطرہ لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب کیا ہو جائے، میرے ان پیہم خوابوں خاص کر اس آخری خواب نے میری تشویش میں اور اضافہ کر دیا خواب کے دوسرے یا تیسرے دن مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی کے کچھ اساتذہ سے اس خواب کا ذکر بھی کر دیا اور اس پر بطور ... وقت موعود قریب آ گیا ہے اور اب چل

چلاؤ کا وقت ہے آج کونسی تاریخ ہے، کیا اگلے ماہ صفری ۱۱/۱۲ تاریخ مراد ہے یا اگلے ماہ مئی کی ۱۱/۱۲/۔

میرا یہ خواب اور اس پر میرے یہ خدشات سن کر مولانا اختر حسین صاحب علیمی اور مولانا حافظ منصور عالم صاحب شمسی مدرسین دارالعلوم علیمیہ فکر و غم اور اندیشۂ فردا سے افسردہ صورت کچھ بول نہ سکے۔

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں ۱۱/مئی کو صبح سات بجے جب فون کے ذریعہ وصال کی خبر ملی تو اوّلا کچھ سمجھ میں نہ آیا اور خبر پر یقین نہ ہو رہا تھا مگر پھر پانچ منٹ بعد برادرم شمیم رضا کے دوسرے فون سے یقین ہو گیا کہ آج کا یہ حادثہ صحیح ہے پھر میں وہیں (صدر المدرسین حضرت مفتی قدرت اللہ صاحب رضوی دارالعلوم علیمیہ کی درسگاہ میں) بیٹھ گیا اور اسٹاف کے لوگ بھی بیٹھ گئے اور مجھے یک بیک دو ہفتہ پہلے کا خواب یاد آ گیا اور میں نے پورے اسٹاف کے سامنے اپنا خواب اور ریمارک دوہرایا اور کہا کہ خواب دیکھنے کے دوسرے یا تیسرے دن یہ خواب بھی بیان کیا تھا تو حافظ منصور عالم صاحب نے تصدیق بھی کی کہ ہاں آپ نے بیان کیا تھا میں نے کہا کہ ۱۱/۱۲/مئی کو سفر روحانی پر جانے اور قبرستان جانے کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔ ہوا یہ کہ گیارہ مئی کو بعد نماز فجر اشرفیہ مبارکپور میں عالم روحانیت کی طرف سفر فرمایا اور ۱۲/مئی بعد نماز جمعہ گھوسی میں تدفین عمل میں آئی۔

****

شارح بخاری! اپنے ارشادات کے آئینے میں

مولانا محمد نعیم مصباحی بارہ بنکوی

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان افراد میں سے تھے جنہوں نے انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا مسلمانوں کے افکار واعتقادات کی حفاظت کی انہیں فکری آوارگی سے بچایا ان کی زندگی کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان کے قولی شہ پاروں کو تاریخ وسیر کے گنجینوں میں جمع کر کے ضائع ہونے سے بچالیں تاکہ آنے والی نسل بھی مستفید ہوتی رہے۔

راقم السطور نے کم وبیش چھ سال جامعہ اشرفیہ میں ان کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے اس درمیان فرمائے گئے ان کے مواعظ وارشادات میں سے کچھ مرے پردہ ذہن پر محفوظ ہیں افادہ عام کے لئے نذر قارئین ہے۔

ایمان کی حفاظت کا نسخہ کیمیا:۔

ایک مرتبہ عصر حاضر کے نام نہاد دانشوروں کی فکری آوارگی پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا...... ہمیں شریعت اسلامیہ کے اُصول وضوابط، فقہ اسلامی کے کلیات وجزئیات کو فقط اپنے عقل کے تراوز میں تول کر ہم ناجائز کو جائز، جائز کو ناجائز نہیں کر سکتے۔ عصر حاضر کے دانشوروں کی تحقیق، ماہرین قانون کے قوانین اگر اسلامی اصول سے متصادم ہوں تو اسلامی اصول میں ترمیم وتحریف کر کے ہم ان کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ ہم اسے رد کر دیں گے ہمارا سب سے بڑا عالم الغیب والشہادہ رب قدیر ہے ہمارا سب سے بڑا دانشور، سب سے بڑا مفکر، سب سے بڑا مدبر ہمارا رسول ہے ان کی باتیں ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں اور عصر حاضر کے کسی دانشور کی نظر وہاں تک پہونچے یا نہ پہونچے بادی النظر میں خلاف عقل ہی کیوں نہ معلوم ہوں ہم اس پر عمل کریں گے۔"

ہندوستانی تاریخ کے سب سے بڑے وزیر اعظم ہندوستانیوں کے عظیم مفکر، ماہر قانون جواہر لعل نہرو نے لکھا ہے کہ شروع شروع میں ہم لوگ جب باپو (گاندھی) کے نظریات اور سیاسی فیصلوں کو سنتے تھے تو ان کی باتیں ہمیں فہم ودانش کے خلاف معلوم ہوتی تھیں، بہت سے فیصلوں کو ہماری عقل قبول کرنے کو تیار نہ ہوتی تھی اور بادی النظر میں وہ فیصلے غلط معلوم ہوتے تھے مگر جب ہم اس پر بحث ومباحثہ اور غور وفکر کرتے تھے تو نتیجتاً انہیں کی بات صحیح نکلتی تھی اور ہمیں اپنا فیصلہ غلط معلوم ہوتا تھا اس لئے ہم لوگوں نے ان کی ہر بات اور ہر فیصلے کو چاہے وہ ہماری سمجھ میں درست ہوں یا نہ ہوں ماننا شروع کر دیا...... پھر آپ نے فرمایا:

"جب ایک ہندو سیاسی لیڈر اور رہنما کے بارے میں نہرو کے ایسے خیالات ہیں تو ہمارا خدا اور رسول جن کی ذات تک ہمارے فہم وفکر کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی اگر ان کی باتیں ہماری سمجھ میں نہ آئیں تو ہم اس کو کیوں نہیں مانیں گے۔ کوئی بھی شخص اس فلسفہ کو یاد رکھے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔"

❷ ایک مرتبہ بدعقیدوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بدعقیدوں سے ادنیٰ اختلاط بھی ایمان کے لئے زہر قاتل ہے محبت وعقیدت اور بغض وعداوت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی بدعقیدوں کی صحبت سے دل سے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ اور محبوبان خدا کی عظمت وتقدس کا مقدس جذبہ دور ہونے لگتا ہے اور آدمی کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

❸ ایک بدعقیدوں کے مکر وفریب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"حسن اخلاق اور خوش خلقی کا سہارا لے کر بہت سے لوگ بدعقیدوں دیوبندیوں، وہابیوں سے بڑے خلوص سے ملتے ہیں وہ لوگ حسن خلق اور بھائی چارگی اور اسلامی اخوت کی صورت میں اپنے مکر وفریب کا مہلک جال بچھا کر سیدھے سادھے سنی مسلمانوں کو با آسانی اپنے ساتھ کفر وگمراہی کے عمیق غار میں لے جاتے ہیں لہذا سنیوں کو ان سے کسی اخلاق مندی کا مظاہرہ نہ کرنا چاہئے بلکہ اسوۂ فاروقی پر عمل کرنا چاہئے۔

●●

تیرہواں باب

شارح بخاری! کے
مختلف پہلو اور احساسات و تاثرات

شارح بخاری! مقبولیت وگرویدگی کے اسباب

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی
قادری دارالعلوم قادریہ
چریاکوٹ۔مئو

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد شریف الحق اعظمی امجدی علیہ الرحمہ کے ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ/ ۱۱ مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات اچانک انتقال فرمانے سے جو خلاء پیدا ہوگیا ہے وہ بظاہر پُر ہوتا نظر نہیں آتا حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے اچانک انتقال پرملال سے عقیدت کیشوں کو ایسا محسوس ہوا کہ بے شان وگمان اچانک کسی نے غم کا پہاڑ لاکر ان کے سر پر رکھ دیا ہو۔ یقیناً آپ کے دم قدم سے حلقۂ اشرفیہ میں جو بہار تھی وہ رخصت ہوگئی، بلکہ اراکین ہوں یا اساتذہ طلبہ ہوں یا دیگر عملہ سب نے ایسا محسوس کیا کہ اب ہمارا سرپرست نہ رہا۔ اب ہمارا غمگسار رخصت ہوگیا۔

حضرت شارح بخاری کی زندگی میں جن لوگوں کو کم عقیدت تھی یا جو لوگ بہت زیادہ قربت نہیں رکھتے تھے، انتقال کے بعد ان پر بھی ایسا اثر ہوا کہ جیسے ان کی کوئی متاع بے بہا گم ہوگئی، ان کے سروں سے کسی عظیم سرپرست کا سایہ اٹھ گیا، یقیناً ''قدر مردم بعد مردن'' کا مقولہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ پر خوب چسپاں ہوتا ہے۔ ہم نے حیات ظاہری میں سمجھا کہ ان کی شایان شان ہم نے قدر کرڈالی، لیکن اب ان کے اٹھنے کے بعد معلوم ہوا کہ علم کا ایک پہاڑ تھا جو نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ معارف کی لائبریری تھی جو بند ہوگئی، فکر وفن کا ایک مینار تھا جو روپوش ہوگیا۔

حضرت شارح بخاری کی یہ بے پناہ عقیدت ومحبت جو آج لوگوں کے دلوں میں پائی جارہی ہے اور وصال کے بعد پوری دنیا میں اہل سنت کے درمیان آپ کا جو غم منایا جارہا ہے یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ پوری دنیا میں آپ کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور نہ ہی اس وجہ سے کہ آپ کے کثیر تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں بلکہ اس کے اسباب میں نمایاں طور پر جو چیزیں میری سمجھ میں آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھینچنے میں آپ ممتاز مقام کے مالک تھے اس بارے میں آپ کسی لومۃ لائم کی اور کسی بڑے سے بڑے خطرے یا کسی بڑے سے بڑے آدمی کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا آپ کی گھٹی میں پلایا گیا تھا گویا اس سلسلے میں آپ ''افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر ''(سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی کسی ظالم بادشاہ کے سامنے بھی حق بات کہنے میں دریغ نہ کرے) کے صحیح مصداق تھے۔

دوسری عظیم وجہ آپ کی مقبولیت کی یہ ہے کہ آپ نے اپنی پوری حیات دین متین کی اور عامۂ مسلمین کی خدمت کے لئے وقف کررکھی تھی، گویا آپ اس حدیث کے بھی صحیح مصداق تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خير الناس من ينفع الناس ''(لوگوں میں بہتر اور افضل وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے)۔ یہ نفع عام ہے دینی ہو یا دنیاوی اور دونوں میں دینی نفع رسانی یقیناً دنیاوی نفع رسانی سے افضل ہے۔

تیسری عظیم وجہ یہ ہے کہ آپ نے اصح الكتب بعد كتاب الله صحیح بخاری شریف کی شرح اردو مع ترجمے کے تحریر فرمایا جو لوگوں کے لئے ایک طرف تو حدیث رسول کو سمجھنے میں بیحد معاون ہے دوسری طرف مختلف فیہ مقامات پر ایسی تقریریں اختصار کے ساتھ ثبت فرمادی ہیں کہ وہابیت غیر مقلدیت کے سارے دام پرفریب تار تار ہوتے نظر آتے ہیں۔ وہابیۂ زمانہ بخاری کے تراجم دکھا دکھا کر بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو عرصے سے بہکا رہے تھے بلکہ ہندوستان میں وہابیت کے فروغ کا بہت بڑا سبب بخاری کے اردو تراجم ہی ہیں۔ الحمد للہ حضرت شارح بخاری نے اپنی محدثانہ ابحاث اور نکتہ آفرینی سے فروغ وہابیت کے سب سے بڑے دروازے کو بند کردیا ہے۔

نزہۃ القاری شرح بخاری عقائد کے تحفظ اور مسلک اہل سنت کی صیانت وحفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے جس کا صلہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مقبولیت فی الارض کی شکل میں دنیا ہی میں عطا فرمایا اور انشاء اللہ العزیز آخرت میں بھی وہ عطا فرمائے گا کہ سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی

رہ جائیں گی۔

خود حدیث پاک کی نشر و اشاعت حفظ و صیانت رضائے الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جس کے طفیل رب تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کے خادم کو خوش حالی تروتازگی عطا فرماتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَ وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا كَمَا سَمِع (مشکوۃ شریف، صفحہ ۳۵، کتاب العلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کو تروتازہ اور خوش حال رکھے جس نے میری حدیث سنی اور خوب اچھی طرح یاد کیا پھر اسے جیسا سنا دوسروں تک پہنچایا۔

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ یقیناً اس حدیث پر عامل تھے اور اس کے فیضان سے مالا مال بھی اور آپ کی مقبولیت وقدردانی اور آخر عمر تک حدیث رسول کی خدمت کے لئے جسمانی صحت وتوانائی بھی یقیناً اسی حدیث پاک کا صدقہ ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خدمت حدیث خدا کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

چوتھی عظیم وجہ یہ ہے کہ آپ صرف علم ہی کے پہاڑ نہ تھے بلکہ تصلب فی الدین استقامت علی الحق کے ساتھ اعمال صالحہ کے بھی پیکر تھے اور ایسوں کے لئے تو خود قرآن گواہی دے رہا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُداً (سورہ مریم، ۹۶)

ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب رحمٰن ان کے لئے محبت کردے گا (کنز الایمان)

تفسیر: یعنی اپنا محبوب بنالے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا محبوب ہے جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبرئیل آسمان میں نداء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومنین صالحین و اولیاء کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کو قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ لوگ بغیر ظاہری وجہ کے ان محبوبان خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں اولیاء اللہ کی جو محبت لوگوں کے دلوں میں ہوا کرتی ہے اس کا سبب یہی حدیث ہے اس تناظر میں جب ہم حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی مقبولیت ومحبوبیت کو دیکھتے ہیں تو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کی محبوبیت ومقبولیت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔

اور یقیناً حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ صرف عالم ہی نہ تھے عالم گر تھے، صرف عالم ظاہر ہی نہ تھے بلکہ اپنے باطن کو بھی معرفت الٰہی سے آراستہ فرمالیا تھا۔ خشیت ربانی سے اپنے دل کو جگمگا چکے تھے، سنتوں کے سانچے میں اپنے کو ڈھال لیا تھا، شریعت کے پیکر بن گئے تھے اور صرف پیکر ہی نہیں شریعت کی تلوار بن گئے تھے۔ شریعت کے معاملے میں کسی کا لحاظ کرنا جرم سمجھتے تھے، جو شریعت مصطفیٰ کا حکم ہوتا اسی پر چلتے، جو شریعت کہتی اسی کو بتاتے اور حضور کی امت شریعت پر چلے یہی دل سے چاہتے اسی کے لئے صبح وشام کوشاں رہتے، یہی آپ کا مطمح نظر تھا، اور یہی مقصود زندگی، بلکہ مقصد اعلیٰ یہی تھا، ایسے ہی عالم ربانی کو اللہ کا ولی کہا جاتا ہے، چنانچہ حضرت سیدنا امام اعظم وحضرت امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول حضرت علامہ احمد صاوی علیہ الرحمہ، حاشیہ جلالین میں نقل فرماتے ہیں۔

وقال الامام الشافعي و ابوحنيفة اذا لم تكن العلماء اولياء اللّٰه فليس لله ولي و ذلك في العالم العامل بعلمه (تفسیر صاوی، ج ۲، صفحہ ۱۸۲، اصح المطابع ممبئ)

امام شافعی اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جب علماء ہی اولیاء اللہ نہ ہوں گے تو پھر اللہ کا کوئی ولی نہیں اور یہ (عالم کے ولی اللہ ہونے کا حکم) اس عالم کے بارے میں ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اور آپ کا جنتی ہونا تو اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت فرمایا۔

مَنْ اَدّٰى اِلَى اُمَّتِيْ حَدِيْثًا لِتُقَامَ بِهٖ سُنَّةٌ اَوْ تُثْلَم بِهٖ بِدْعَة فَهُوَ فِي الْجَنَّة (کنز العمال، جلد ۱۰، صفحہ ۹۰)

جو میری امت تک کوئی حدیث پہنچائے اس غرض سے کہ اس

کے ذریعہ سنت پر عمل کیا جائے یا اس کے ذریعہ کوئی بدمذہبی دور کی جائے تو ایسا شخص جنتی ہے۔

اور یقیناً حضرت شارح بخاری کی پوری زندگی اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ صرف عالم ہی نہیں تھے عامل بھی تھے، اور مسلمانوں کو بھی عامل دیکھنا چاہتے تھے اور علماء کے بارے میں بڑی شدت سے تاکید فرماتے تھے کہ ان کو عمل کے میدان میں آگے بڑھنا چاہئے۔ اور علماء کی بدعملی سے حد درجہ کڑھا کرتے تھے، ایک بار کسی نے شکایت کی فلاں صاحب علماء کی توہین کرتے ہیں تو فرمایا۔ کن علماء کی باعمل یا بدعمل، اگر بدعمل علماء کی توہین کرتے ہیں تو کیا آج کے علماء جو بدعملی کا شکار ہیں وہ تعظیم کے لائق ہیں؟ یعنی علماء کو باعمل ہونا چاہئے اپنے کردار کو عمدہ بنانا چاہئے ورنہ ان کی بدعملی کی وجہ سے اگر کسی نے ان کی ناقدری کی تو اس کا سبب خود انہوں نے ہی فراہم کیا اس کے وہ خود ہی ذمہ دار ہیں"۔

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ خود حدیث پاک میں ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں تَعَلَّمُوْا مِنَ الْعِلْمِ مَا شِئْتُمْ فَوَاللّٰہِ لَا تُؤجَرُوْنَ بِجَمْعِ الْعِلْمِ حَتّٰی تَعْمَلُوْا (کنز العمال، جلد ۱۰، صفحہ ۱۸۱)

علم جو بھی چاہو حاصل کرو مگر خدا کی قسم تم علم جمع کرنے کا ثواب نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ عمل کرو۔

بلاشبہ حضرت شارح بخاری اپنے علم پر عامل تھے تو جیسے آپ کا علم وسیع و کثیر تھا انشاء اللہ اس کا اجر بھی عظیم ہی ملے گا۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ خشیت الٰہی کے پیکر تھے۔ شریعت پر سختی سے عامل تھے، سنتوں کے پابند تھے، قوم کی بدعملی و زبوں حالی سے نہایت درجہ نالاں تھے۔ دین و شریعت اور مسلک حق کے خلاف کوئی کام دیکھتے یا سنتے تو سخت ناراض ہوتے، جو کمال خشیت کی دلیل ہے، اور عالم وہی عالم کہے جانے کے لائق ہے جو خشیت الٰہی کا پیکر ہو۔

حضرت کی زندگی میں ایک اہم موڑ آتا ہے اپنے فتاویٰ سے رجوع کا، بعض لوگ جو یا تو حسد کا شکار ہیں یا پھر نادانی و کج فہمی کا، اس کو حضرت شارح بخاری کی شان کا سبب منقصت شمار کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عالم کی اور عالم ربانی کی تو شان ہی یہی ہے کہ سوچ سمجھ کر دیانتداری کے ساتھ جو کچھ ... روشنی میں دیکھے کہ صواب اس کے خلاف ہے اور اپنی غلطی ظاہر ہو جائے تو فوراً رجوع کرلے۔ کیوں کہ ایسے موقع پر غلط رائے پر اڑے رہ جانا تو اس سے سخت تر غلطی ہے بلکہ شیطان کی شاگردی کے مترادف ہے، بہت سے علماء بننے والے حضرات اپنی شان کی بلندی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ غلط یا صحیح جو رائے ایک بار قائم کرلی اس پر اڑے رہیں گے اس سے ہرگز نہیں ٹلیں گے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا یہ وصف بھی خشیت ربانی سے ناشی ہے جو صرف اہل اللہ کی شان ہے، جو شیطانی تکبر کا حامل ہوگا وہی اس کو کسر شان کہے گا۔ چنانچہ علماء و فقہاء اور ائمۂ کرام کی زندگیوں میں ایسے مواقع ہزاروں بار آئے ہیں کہ انہوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کیا ہے اور اس رجوع میں ان کو کوئی چیز مانع نہیں ہوئی ہے۔ اور یہی خشیت ان کے عالم کامل و عالم ربانی ہونے کی بین دلیل ہے، چنانچہ حضرت امام شعبی فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَشِیَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یعنی عالم وہی شخص ہے جو اللہ عزوجل سے ڈرے۔ (بحوالہ علم و علماء ص ۹۶۔ از:۔ فقیہ ملت)

□□□□

شارح بخاری...... ایک زندہ حقیقت

مولانا محمد قمر الحسن قادری مصباحی (ایم، اے) امریکہ

عربی شاعر ابو تمام حبیب بن اوس طائی نے کہا:

وما ابن آدم الّا ذکر صالحة
او ذکر سیئة یسری بها الکلم
اما سمعت بدهر بادامته؟
جاءت باخبار لها من بعدها امم

ترجمہ: انسان مر چکا ہوتا ہے مگر اس کی اچھائی یا برائی کا ذکر زبان زد عام وخاص رہتا ہے۔ کیا تم نے کسی زمانے کی ہمیشگی کو سنا ہے جس کو بعد کے لوگوں نے یکے بعد دیگرے نقل کیا ہو؟

عربی شاعر نے رمز حیات کی گرہ کشائی کی ہے اور اس مخفی راز کو طشت از بام کیا ہے جو مقصد حیات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، بساط حیات سمٹ جانے کے بعد روئے زمین پر کسی کا نقش تو باقی رہ سکتا ہے مگر اس میں دوام کا کتنا حصہ ہوگا وہ اس کی صالحیت پر موقوف ہے۔ نہ روئے زمین پر جب سے انسانی قدم سے دنیا کو معمور وآباد کیا گیا اور ہزاروں افراد خموشی کی غار میں دفن ہوجاتے ہیں اور ان کا سراغ تک نہیں مل پاتا۔ مگر کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی شناخت کا جوہر ان کی حیات سے زیادہ موت کے بعد چمکتا ہے اور اس کی ضیا باری سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔

ہندوستان اسلامی علوم وثقافت کا گہوارہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اگرچہ اس کے افق پر کچھ تکدر کی گرد پڑ رہی ہے مگر اسلامی شعائر وعلامات کے لحاظ سے وہ آج بھی اسی طرح ہے جیسے کل تھا۔ زمین ہند نے اسلام کے کیسے کیسے بطل جلیل کو جنم دیا اور پھر انہیں اپنے دامن میں سمولیا۔ ملا محمود جونپوری، ملا محب اللہ بہاری، علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، علامہ عنایت احمد کاکوری، علامہ مفتی صدرالدین آزردہ، پھر حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی علامہ عبدالعلی فرنگی محلی، ملا احمد جیون، پھر شاہ برکت اللہ عشقی، شاہ ابوالحسین احمد نوری، علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی، امام احمد رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا بریلوی، پھر علامہ عبدالعلیم صدیقی، علامہ امجد علی اعظمی، علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی اور پھر علامہ عبدالعزیز مرادآبادی، علامہ شمس الدین جعفری مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی، علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری علامہ برہان الحق جبلپوری، وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان یہ ایک اجمالی ذکر تھا اس کی تفصیل کے لئے دفتر درکار۔ ان میں کا ہر شخص اپنے نقوش چھوڑ کر گیا کہ ع جاءت باخبارها من بعدها امم" کا مصداق ہے۔

ادھر کئی سالوں سے اسلامیان ہند میں علمی خلا کا اضافہ ہو رہا ہے اور نابغہ روزگار ہستیاں یکے بعد دیگرے تیزی سے اٹھتی جارہی ہیں، ہم نے بچپن میں جن نورانی چہروں کی زیارت کی تھی وہ آج نہیں ہیں۔ وہ ایسا سنہرا دور تھا کہ جیسے رحمت الٰہی اس دور کے لئے مختص ہوگئی ہو۔ حضور مفتی اعظم، حضور برہان ملت، حضور سید العلماء حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت وغیرہ قدم قدم نور تھا اور نظر نظر ضیا تھی، پھر تاریخ کے اوراق الٹتے گئے اور آہستہ آہستہ ہماری نگاہیں ان جلوؤں سے محروم ہوتی گئیں، پھر گردش ایام نے ان ہستیوں کو بھی اوجھل کردیا جن کو ہم نے قریب سے دیکھا تھا۔

۲۰ رمئی ۲۰۰۰ء کا دن بھی تاریخ کا ایک ورق الٹ گیا۔ اور ماضی کی یادوں کے حوالے سے صفحہ کائنات پر کچھ انمٹ نقوش باقی رہ گئے۔ فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا ارتحال یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ

تاریخ ہند کا وہ سانحہ ہے کہ جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ اگر صرف مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے تشخص و وجود کی بات ہوتی تو اس کو کسی ذات کا واقعہ قرار دے کر صرف نظر کیا جاسکتا تھا مگر بات مفتی صاحب کے تشخص و جود کی صرف نہیں ہے بلکہ اس تحریکی عمل کی ہے جو ان کے تشخص و وجود سے وابستہ تھا۔ اس لئے زندگی کی کتاب بند تو ہوگئی مگر عملی تسلسل ابھی بھی اسی طرح رواں دواں ہے۔ جریان عمل کا یہ تسلسل خدا کرے کہ یوں ہی رہے۔

اہل سنت و جماعت کا علمی سرمایہ ہمیشہ عزت و وقار کے حصار میں رہا۔ اور تحقیق و تدقیق کی عرق ریزیوں نے اس مسلک کو ہمیشہ جاذب بنائے رکھا۔ عہد مغلیہ سے لے کر اب تک علوم کی بالادستی کا ہر کریڈٹ اسی مسلک مہذب کا رہا ہے، خواہ وہ علماء دہلی ہوں، یا علمائے رامپور، علمائے فرنگی محل ہوں یا فقہائے بریلی، ہر جگہ یہی نقش چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ سقوط ہندوستان کے بعد مسیحی دسیسہ کاریوں نے اگرچہ نئے نئے ابواب کا اضافہ کیا اور نئی نئی تحریکیں جنم دیں مگر سرمایہ علمی کا جو طنطنہ اہلسنّت و جماعت کے جلو میں تھا وہ کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ امام اہلسنّت مولانا احمد رضا قادری بریلوی سے قبل شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا خاندان ولی اللّٰہی افکار و نظریات سے بہت پہلے اپنی بساط علمی سے دلوں کی تسخیر کر چکا تھا۔ پھر خاندان ولی اللّٰہی نے دلی کی مرکزیت کو مزید آگے بڑھایا مگر قدرت نے اس زوال پذیر عہد میں جس شخصیت کا انتخاب کیا تھا وہ ہر لحاظ سے جامع تھی اور اس نے اس کو عمل کر کے دکھا بھی دیا۔

امام احمد رضا کی علمی جلالت نے پورے ہندوستان کی توجہ کو اپنی طرف مرتکز کر لیا تھا اور اب اہلسنّت و جماعت کے میدان میں ہر چہرہ بریلی کے اس عظیم محقق کے حوالے سے پہچانا جا رہا تھا۔ جس کے فیض کی لہریں برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں۔ حضرت صدرالشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ بھی اس گلشن علم و فضل کے گل سر سبد تھے جس کی علمی رعنائی کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ بچپن میں جب کسی عظیم اور قدر آور شخصیت کی زیارت کا شرف ملا تو اس کی نسبت علمی بالذات یا بالواسطہ درس گاہ امجدی سے متعلق ملی۔ حافظ ملت، صدرالعلماء مفتی اعظم کانپور، شمس العلماء وغیرہ اور مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی نسبت علمی بھی ایک واسطہ سے وہیں پہنچتی ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا عظیم الشان زندہ جاوید کارنامہ الجامعۃ الاشرفیہ بھی دو واسطوں سے امام اہلسنّت مولانا احمد رضا قادری بریلوی تک پہنچتا ہے۔ حافظ ملت نے جامعہ اشرفیہ کو قائم کر کے جہاں ایک زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیا وہیں افکار رضا کی عظیم پیمانے پر علمی و عملی نشر و اشاعت کی۔ امام اہلسنّت کی ہزار ہا علمی تصنیف کا نقش جلی ہے الجامعۃ الاشرفیہ۔ اگر الجامعۃ الاشرفیہ نہ ہوتا تو امام اہلسنّت کے علمی وقار کا آئینہ تلاش کرنا مشکل ہو جاتا۔ حضرت مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ اس درس گاہ کی علامت تھے۔

میں جس وقت دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی، یوپی کا ایک ادنیٰ طالب علم تھا، انہیں دنوں ایک سالانہ جلسے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ تشریف لائے تھے۔ اس وقت ان کی زندگی کے ادوار میں کسی خزاں کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بہت ہی وجیہ نظر آ رہے تھے۔ سر پر قرمزی رنگ کا عمامہ اور بدن پر آبی رنگ کی شیروانی تھی۔ دن کے وقت ظہر کے بعد ان کا خطاب تھا۔ آواز میں کھنک کے ساتھ ساتھ قوت استدلال کا پیرایہ بیان بھی بہت مؤثر تھا۔ میں ایک طالب علم تھا وہ بھی حفظ کا تاہم ان کی تقریر سے ردوہابیہ کے کئی ایک ایسے گوشے ذہن میں محفوظ ہو گئے جو آج بھی یاد ہیں۔ اور اس کے اثرات آج بھی محسوس ہوتے ہیں۔ فالحمدللہ۔

آپ کی ذات تقریر و تحریر اور درس و تدریس گوناں گوں خصوصیات سے مالا مال تھی، یہی وجہ ہے کہ علمی اثاثے کو آپ نے فروغ دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ امام احمد رضا اور ان کے تلامذہ کے دور تک تصنیف و تالیف کا جو خوشگوار دور دیکھا جا رہا تھا۔ وہ بعد میں بحرانی کا شکار ہو گیا۔ خصوصاً تراجم و شروح کے میدان میں دور دور تک خاموشی کا ماحول نظر آتا ہے۔ اگرچہ بعد میں پاکستان میں علمائے اہلسنت نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی مگر ہندستان میں بہر حال تعطل کی چادر دراز تھی۔ لیکن قدرت نے اس پورے عرصہ کا قرضہ ادا کرنے کے لئے حضرت مفتی صاحب کا انتخاب کیا اور انہوں نے اس پورے عرصہ پر [illegible] کرتے ہوئے ایک تحریکی عمل شروع کیا

جو دیکھتے دیکھتے اس قدر مؤثر ثابت ہوا کہ اس درمیانی وقفہ کے خلاء کو پورا کردیا اور ان کا یہ علمی کارنامہ بعد والوں کے لئے سنگ میل بن گیا۔

اگر چہ ان کی تصانیف درجنوں تک پہنچتی ہیں مگر ''نزہۃ القاری'' کو رب تعالیٰ کی بارگاہ کرم سے جو قبولیت عطا ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اب تو یورپ اور امریکہ کی لائبریریاں بھی اس سے مزین ہو رہی ہیں اور ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ شرح بخاری کی علمی تنقیحات و فقہی وفنی تدقیقات سے حضرت مفتی صاحب کا علمی پلہ کتنا بلند نظر آتا ہے یہ بذات خود ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' ہے۔ صرف اس پر جو تقدیم ہے وہی ان کی علمی جولانیت کا شہکار ہونے کے لئے کافی ہے۔ انہوں نے اصول حدیث سے جس طرح بحث کی ہے اس سے ان کا علمی استحضار ظاہر ہے اور پھر تشریح حدیث کے ضمن میں فقہ حنفی کی تقویت اور اس سے حنفی مسائل کا استخراج فقہ حنفی پر ان کی گہری نظر کے غماز ہیں۔ اپنے موقف کی وضاحت کے لئے وہ علم کے اُن سارے اصولوں کو بروئے کار لاتے ہیں جن سے مسئلہ کا استنباط ہوتا ہے اور احناف کو تقویت پہنچتی ہے۔ فقہی جزئیات کے استحضار نے حدیث کی تشریح میں جو تسہیل پیدا کی ہے، وہ بھی ایک فنی اور علمی صلاحیت کا انوکھا رخ ہے، باب التفسیر میں امام بخاری علیہ الرحمہ اپنے عمل کو کس طرح تیز گام کرتے ہیں اور پھر اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہیں، حضرت مفتی صاحب نے اس میں بھی اپنی علمی جولانیت کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔

مجھے یاد آیا جب میں اشرفیہ مبارک پور میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ تو اُن دنوں ہم لوگوں کی تفسیر بیضاوی حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی مصباحی علیہ الرحمہ کے یہاں ہو رہی تھی، ان کا علمی طنطنہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ سبحان اللہ ایسی گل افشانیاں فرماتے، وہ وہ نکات بیان کرتے، کلمات کی ایسی جامع تشریح کرتے کہ سوالات واعتراضات خود بخود ختم ہو جاتے اس پر مستزاد انداز تفہیم اتنا موثر تھا کہ دوران درس کبھی بے کیفی نہ محسوس ہوتی خود عربی ادب میں درک رکھتے تھے۔ اس لئے الفاظ کے قوامیس کو شعرائے عرب کے حوالے سے حل فرما کر معنیٰ مقرر فرما دیتے۔ دوران درس کبھی بھی کسی سقم کا احساس نہ ہوتا تھا۔ گھنٹی ختم ہو جاتی تھی اور پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ وقت کیسے گزرا؟ خیر سالانہ امتحان میں تفسیر کا پرچہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں چلی گئی، چنانچہ اثنائے امتحان جب وہ طلبہ سے خوش ہوئے تو خود ہی بجائے امتحان لینے کے پڑھانا شروع کر دیا۔ اس وقت محسوس ہوا تھا کہ آپ کا پایہ قرآن فہمی میں بھی کم نہیں ہے۔ ایسی جامع تقریر فرمائی کہ طبیعت پھڑک اُٹھی تھی۔ اور درس کا طریق کار بھی بہت جاذب تھا۔

آپ کو علم ہیئت وتوقیت میں جو ملکہ حاصل تھا وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ ۱۹۷۱ء میں جب روسی اور امریکی خلا بازوں نے چاند پر پہنچنے کے تعلق سے دنیا بھر میں ایک ہلچل مچا دی تھی تو عالم اسلام میں بھی اس پر گرما گرم بحث چھڑ گئی۔ مغرب کے زیر اثر جو اذہان تھے ان کے لئے اس مسئلے کی ممکن ہے کوئی اہمیت نہ رہی ہو مگر اصحاب الرائے اور مذہبی حضرات کو اس کا شدید دھچکہ لگا تھا۔ کیونکہ ایک بالکل نئی بحث تھی جس کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور اسلامیان ہندوستان میں ہر مسجد، ہر مدرسہ اور ہر خانقاہ میں یہ آواز کبھی تذبذب، کبھی تشکیک اور کبھی یقین کی لہروں کے ساتھ سنی جا رہی تھی۔ امکان وعدم امکان کی بحثیں چھڑ چکی تھیں۔ اس وقت حضرت مفتی صاحب نے امام اہلسنت کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے اس نازک موضوع پر قلم اُٹھایا تو اس قدر سیر حاصل گفتگو کی کہ بڑے بڑے اہل علم نے ان کو سراہا، ہیئت قدیمہ اور سائنس جدید کے تناظر میں آیات قرآنیہ، تفاسیر اور احادیث مبارکہ، سے یہ ثابت کیا کہ چاند پر پہنچنا ممکن ہے اور شرعی نقطۂ نگاہ سے نہ تو مستحیل ہے اور نہ ہی کفر ''اسلام اور چاند کا سفر'' نامی کتاب اسی موضوع پر تصنیف ہوئی جس میں تحقیق کا حق ادا کر دیا گیا۔ کتاب کی ترتیب میں فلسفہ قدیمہ، تصریح ہیئت اور سائنس جدید کی گہری بحث وتمحیص کے بعد اسلامی نظریات پر تحقیقی گفتگو کی گئی ہے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت منفرد ہے۔

آپ کے پہلو میں ایک حساس اور درد مند دل تھا جس میں اعدائے دین کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں تھا۔ زندگی بھر قلم کی جنبش انہیں موضوعات کی تشریح وتوضیح پر ہوتی رہی۔ ایک بے باک اور جری مرد قلندر کی طرح آپ نے ہر مخالف آواز کا سامنا کیا۔ مسلک حق کی تائید وحمایت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مناظروں کی زینت بھی

رہے، افتاء کا وقار بھی درس کی آبرو بھی رہے۔ اور خطابت کے شہسوار بھی، تصنیف و تالیف کے شناسا بھی رہے اور بحر تحقیق و تدقیق کے شناور بھی۔ آپ نے اپنی عمر دو روزہ کے مقاصد کی حقیقت کو پہچان لیا تھا اس لئے وہ کام کرتے رہے، جو کسی زندگی کی علامت کے طور پر محفوظ کیا جاتا ہے۔ آپ کے فتاوئی کی تعداد تو اس وقت پتہ چلے گی جب فتاوئی طبع ہوکر منظر عام پر آئیں گے۔ یقیناً ان کی ایک متعد بہ تعداد ہوگی۔ جس میں بہت سارے تحقیقی امور پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہوگی۔

علمی تحقیق و تدقیق میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ جب ۱۹۹۶ء میں عمرہ کے لئے مدینہ منورہ زاد اللہ شرفاً حاضر ہوئے تو بارگاہ رسالت میں جو استغاثہ کیا تھا وہ کچھ اور نہیں بلکہ یہ تھا کہ: "سرکار اتنی مہلت دے دیں کہ شرح بخاری مکمل ہو جائے۔" (اشرفیہ جنوری ۱۹۹۷ء) اور یہ دعا بارگاہ کرم میں اس طرح قبول ہوئی کہ جس کا مشاہدہ ایک عالم نے کیا۔ ادھر شرح بخاری کا تکملہ ہوا اُدھر حیات مستعار کی تکمیل ہوئی۔

حضرت مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ اپنے علمی کارناموں کی روشنی میں آج بھی زندہ ہیں اور کل بھی زندہ رہیں گے، انہوں نے اس حقیقت کا سراغ پالیا تھا جس سے زندگی کو دوام مل جاتا ہے، عربی شاعر ابو محمد بن سید بطلیوسی نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے:

اخو العلم حی خالد بعد موته
واوصاله تحت التراب رميم
وذو الجهل ميت وهو ماش على الثرىٰ
يظن من الاحياء وهو عديم

(ترجمہ:- علم والا اپنی موت کے باوجود ہمیشہ زندہ ہے اگر چہ اس کے جوڑ جوڑ زیر خاک بوسیدہ ہو چکے ہیں۔

اور جاہل زمین پر چلتے ہوئے بھی مردہ ہے، وہ خود کو زندہ میں شمار کرتا ہے حالانکہ وہ معدوم (یعنی مرا ہوا) ہے۔

یقیناً مفتی صاحب علیہ الرحمہ اُردو کے اس شعر کے مصداق ایک زندہ حقیقت بن چکے ہیں:

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانا خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

شارح بخاری! باکمال شخصیت

مولانا عبدالصمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

فقیہ اعظم شارح بخاری علامہ شاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہٗ العزیز بیسویں صدی کی ایسی مثالی اور نابغۂ روزگار شخصیت تھی جن کو خدائے تعالیٰ نے بے شمار اوصاف وکمالات سے نوازا تھا جنہوں نے اپنی خداداد علمی وعملی صلاحیت قائدانہ کردار اور تفقہ وتدبر سے عظیم خدمات انجام دیں اور اسلام پر ہر چہار جانب سے ہونے والے حملوں کے جوابات بڑے بلند حوصلے اور علمی مردانگی سے دیئے۔

آپ کی ہشت پہلو شخصیت کا ہر پہلو تابناک تھا آپ نازش عصر رواں اور فقیہ دوراں تھے آپ عالم اسلام کی ایسی چند شخصیات میں سے تھے جن کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے آپ کی ہمہ جہت خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کا احاطہ آسان نہیں آپ نے اسلام کی سربلندی اور شریعت حقہ کی بالادستی کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اس کے عروج وارتقاء کے لئے جو قربانیاں دیں اس سے نہ صرف مسلمانان عالم بلکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے احسان عظیم سے خمیدہ رہیں گی۔

آپ کے کاروان حیات کا ایک ایک لمحہ خدمت دین متین، اعلائے کلمۃ اللہ، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور وعظ وارشاد میں صرف ہوا۔ آپ انتہائی محتاط اور پابند شرع تھے جب کبھی آپ بیمار ہوتے ضعف ونقاہت سے جسم نڈھال رہتا لیکن جب "اللہ اکبر" کی صدائے دلنواز آپ کے کانوں سے ٹکراتی تو آپ کے اندر ایک نئی طاقت آجاتی، فوراً اٹھتے اور بذات خود پانی لے کر وضو فرماتے نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کبھی بیمار ہی نہیں تھے۔

مہمانوں سے خندہ پیشانی سے ملتے ایسی تواضع اور قدردانی فرماتے کہ مہمان کیلئے حضرت کے ساتھ گزرے لمحات یادگار بن جاتے۔

آپ کی ہر ادا سنت نبوی کے مطابق ہوتی کھاتے پیتے سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ایک ایک سنت کی

دین اسلام کے معاملہ میں کبھی آپ کا رویہ مرعوبانہ اور معذرت خواہانہ نہیں رہا الہ آباد، امرت بازار پترکار اور سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" کی شان رسالت اور اہل بیت اطہار کی شان میں گستاخی اور "ریلیجس لیڈرس" نامی کتاب کی اہانت ہو یا عراق کا قضیہ ہو یا ہندوستانی مسلمانوں کی زبوں حالی یا بابری مسجد کا سانحہ بستر بند جماعتی بھگوڑوں کا چیلنج مناظرہ ہو یا ان کا کذب وافتراء اور جعل سازی پر مشتمل کتابچہ ہر محاذ پر آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ مقابلہ آرائی فرمائی۔

حق گوئی وبیباکی کی صفت میں آپ سلف صالحین اور ائمہ مجاہدین کے نقش قدم پر زندگی بھر گامزن رہے اور پیغام حق وصداقت سنانے میں آپ نے کبھی تساہلی اور مداہنت سے کام نہ لیا اور لایخافون فی اللہ لومۃ لائم پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔

قدرت کی طرف سے آپ کو مشکل سے مشکل عبارتوں لاینحل اور پیچیدہ مسائل کو نہایت ہی اچھے انداز اور دلنشیں پیرائے میں سمجھانے کا حصہ وافر ملا تھا آپ ہمیشہ ایسی گفتگو فرماتے کہ ہر سامع اور ہر قاری آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

کل نفس ذائقۃ الموت کے تحت آپ ضرور رحلت فرما گئے لیکن موت نے آپ کے نام پر ٹھپہ نہیں لگایا آپ کی گراں قدر خدمات عظیم وجلیل کارنامے بیسویں صدی کے نصف آخر پر پوری طرح سے محیط ہیں اور ملت اسلامیہ کے لئے آپ کی تصانیف کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے جو رہتی دنیا تک عالم اسلام کے لئے مشعل راہ بنے گا۔

ملک کی متعدد دانش گاہوں میں آپ نے درس وتدریس کے جواہر بکھیرے اور اپنی خداداد غیر معمولی صلاحیت وقابلیت کا لوہا منوالیا ہزاروں تشنگان علوم کو خوب خوب سیراب کیا کہ کردار سازی اور افراد سازی کا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ایسے ارشد تلامذہ پیدا کئے جو آج [illegible] کا فریضہ انجام دے رہے ہیں جن کے

بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے "اذا مات منا سید قام سید" جب ہمارا کوئی سردار وفات پاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔

آپ کی خدمات کا سب سے روشن پہلو قرآن وحدیث سے لبریز تحقیقات انیقہ سے بھرپور آپ کی درجنوں تصانیف ہیں جو عصری اسلوب میں وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں آپ جس موضوع پر قلم اُٹھاتے اس کا حق اس طرح ادا فرماتے کہ اس کے تمام پہلو روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتے۔

چنانچہ پہلی بار جب خلابازوں کے چاند پر پہنچنے کی سنسنی خیز خبر نشر ہوئی تو مذہبی حلقوں میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ''چاند پر پہنچنا ممکن ہے یا نہیں؟ تو آپ نے اسلام اور علم ہیئت کے اصولوں پر اس خبر کا تحقیقی جائزہ لیا اور موجودہ سائنس دانوں کے رجحانات سامنے رکھ کر قرآن کی تفاسیر اور اقوال ائمہ کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کر کے ساری دنیا کو چونکا دیا کہ چاند تک کسی بھی انسان کا پہنچنا ممکن ہے اس میں کوئی شرعی استحالہ نہیں۔'' اس موضوع پر نہایت معرکۃ آراء کتاب ''اسلام اور چاند کا سفر'' تحریر فرمائی جو مقبول خاص وعام ہوئی اور اہل تحقیق وریسرچ کے درمیان اپنے موضوع پر اہم ماخذ ہے۔

جب آپ نے سیرت طیبہ کو عنوان قلم بنایا اور سیرت کے نادر ونایاب پہلو اور مخفی گوشوں کو اجاگر کرنا چاہا تو اشرف السیر، نامی کتاب تحریر فرمائی جس میں سیرت نبوی پر فاضلانہ اور سیر حاصل گفتگو فرمائی مشککین کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور معترضین کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا۔ جس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے پروفیسر مسعود احمد (کراچی پاکستان) یوں رقم طراز ہیں:

''اصل میں اشرف السیر کی وجہ تالیف ہی یہی ہے کہ سیرت پاک سے متعلق مغرب کے جاہلانہ اور مشرق کے مرعوبانہ اور معذرت خواہانہ طرز عمل کو زیر بحث لایا جائے چنانچہ علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی نے سیرت پاک کے بنیادی سیرت نگاروں محمد بن اسحاق، محمد عمر الواقدی، وغیرہ پر فن تاریخ وحدیث اور سیرت کے حوالہ سے مخالفین کے اعتراضات کے علمی جواب دیئے جائیں۔

(معارف شارح بخاری ص: ۹۲۷، باب ہفتم)

آپ کی سب سے عظیم تصنیف، نزہۃ القاری شرح بخاری ہے، جو نو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ زبان بڑی شستہ سادہ عام فہم ہے اسلوب تحریر وتفہیم محققانہ اور بے حد شگفتہ ہے قاری وسامع کے دل ودماغ کو مطمئن اور متاثر کرنے والا ہے حدیث پاک کا رواں سلیس اور اچھوتا ترجمہ بھی کیا گیا ہے آپ نے اس شرح میں اپنے مسلک وعقیدے کی بیباک ترجمانی فرمائی ہے اس میں مشہور زمانہ عربی شروحات فتح الباری اور عینی کی تشریحات کا خلاصہ بھی ذکر کر دیا ہے اور اختلافی مسائل میں محاکمہ بھی جو حدیث بخاری کے مختلف باب میں مختلف عنوان کے تحت مذکور ہے اس طرح کی احادیث کو ایک ہی جگہ لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور حاشیہ میں عنوان کے ساتھ ابواب کی تخریج کر دی گئی ہے اور وہی حدیث کس کس مقام پر کس کس نام سے مذکور ہے حاشیہ میں واضح کر دیا گیا ہے، آپ کی اس عظیم علمی کاوش سے متاثر ہو کر فضیلۃ الشیخ فضل الرحمٰن بن شیخ ضیاء الدین مدنی (مدینہ منورہ) نے یوں اظہار خیال فرمایا:

قد یحتوی ھذا الشرح علی تسع مجلدات کبیرات فیھا علوم معارف، فیھا تحقیقات انیقہ رصیۃ وبحوث رائعۃ جمیلۃ وفیھا لمعۃ الامام الرازی، وفیھا نور الامام الغزالی، وفیھا منھج الامام العسقلانی، وفیھا اسلوب الامام القسطلانی، وفیھا روعۃ الامام العینی، وفیھا لون الامام السبکی، وفیھا وسعۃ دراسۃ الامام السیوطی وفیھام حسن عقیدۃ الامام الدھلوی و فیھا بحوث الامام احمد رضا القادری

(معارف شارح بخاری، ۲۷)

یہ شرح نو بڑی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس میں علوم ومعارف روشن گرانقدر تحقیقات چمکدار اور واضح دلائل ہیں۔ اس میں امام رازی کی تابندگی، امام غزالی کی روشنی، امام عسقلانی کا طرز فکر، امام قسطلانی کا پیرایۂ بیان، امام

عینی کی بصیرت، امام سبکی کا رنگ، امام سیوطی کی فکری ہمہ گیری، امام دہلوی کے نظریہ کی جلوہ نمائی اور امام احمد رضا قادری کی تحقیقات ہیں۔

یہ شرح جہاں امت مسلمہ کے لئے منارۂ نور وہدایت ہے وہیں علماء وفضلاء ومحدثین کی تحقیق وریسرچ کے لئے ایک نیا موضوع اور استفادہ کے لئے ایک معتبر ذخیرہ ہے اس شرح نے جہاں عالم اسلام میں قبول خاص وعام حاصل کیا وہیں آپ کو اس صدی کے مشہور ترین محدثین کی صف میں لاکھڑا کیا۔

دور طالب علمی سے ہی آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا اور باضابطہ فتویٰ لکھنے لگے مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد علیہم الرحمہ جیسے وقت کے جلیل القدر فقہا سے آپ نے فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور فتاویٰ کی دنیا میں معتبر شخصیت کی حیثیت سے اپنی پہچان کرائی اور اپنے نوک قلم سے ایسے تحقیقی فتاوے صادر فرمائے کہ آپ عالم اسلام کے مرجع فتاویٰ تسلیم کئے جانے لگے اور ایک عظیم مفتی کی حیثیت سے عرب وعجم میں یکساں مقبول ہوئے آپ نے اپنے نوک قلم سے تقریباً ستر ہزار فتاوے صادر فرمائے جو فقہیات کی دنیا میں ایک زبردست اضافہ ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (بخاری)

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی بصیرت عطا فرماتا ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں جب ہم آپ کی حیات مستعار کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یقین ہوجاتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے خیر کا ارادہ فرمایا تھا کہ آپ دنیائے اسلام کے زبردست فقیہ بنے۔

آپ کی حیات مبارکہ کا سب سے عظیم کارنامہ بیسویں صدی میں علوم نبویہ کے فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج اور احیائے دین وملت کی سب سے عظیم تحریک الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور) میں جان ڈال دینے اور روح پھونک دینے کا ہے آپ نے عزیز ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ جو اس تحریک کے روح رواں اور قائد اعظم ہیں کے ساتھ شانہ بشانہ چل کر اس تحریک کے عروج وارتقاء میں ایک مثالی مجاہد کا کردار ادا کیا چنانچہ عزیز ملت آپ کی رحلت کے بعد ایک تعزیتی خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”آج ہم تنہائی کا احساس کررہے ہیں کہ اب ہماری مجلس باوزن کیسے بنے گی۔ اب ہمیں مشورہ دینے والا کون رہے گا، اب ہمارا ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا کون رہے گا، جب یہ حالت ہو تو بتاؤ ہمارا کیا عالم ہوگا ہم اپنے احساسات کو بیان نہیں کرسکتے۔ جامعہ کے تعلق سے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا علمی مسئلہ ہو، تدریسی مسئلہ ہو، انتظامی مسئلہ ہو رقم کی فراہمی کا مسئلہ ہو اس بوڑھے مرد مجاہد نے ہر موڑ پر ہمیں حوصلہ دیا رہنمائی فرمائی ہم نے ان کے دیئے ہوئے حوصلوں سے توانائی محسوس کی اور اس سے فائدہ اُٹھایا۔ ضرورت پڑی تو باہر نکلے، چل نہیں سکتے تھے۔ مگر چلے، اور رقم جمع کرکے جامعہ کو عطا فرمائی یہ وہی جذبہ تھا جو حافظ ملت نے انہیں عطا فرمایا تھا...... (فقیہ اعظم ہند نمبر ماہنامہ اشرفیہ، جولائی، ص:۱۰)

مبلغ اسلام علامہ بدرالقادری (دی ہیگ ہالینڈ) اپنے ایک مکتوب میں الجامعۃ الاشرفیہ اور فقیہ اعظم کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

”برادر محترم! حضرت شارح بخاری کی علمی عملی اور روحانی مقبولیت ایک عطر پاش جھونکے کی طرح اُٹھی اور دُنیا بھر میں پھیلی ہے، میں انہیں حضور حافظ ملت کے نائب کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ نزہۃ القاری یقیناً ان کا ایک لازوال کارنامہ ہے مگر اپنی ممکن صلاحیتوں کے ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تعمیر وتہذیب اور اس کے لئے مکمل جدوجہد، حضرت فقیہ اعظم ہند کی دوسری وہ عظیم خصوصیت ہے جس نے ان کو عظیم سے عظیم تر کردیا ہے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے بعد حضرت عزیز ملت کا دست راست اور مشیر ومشفق ہی نہیں بلکہ ان کے والد بزرگوار کی طرح بہی خواہ اور مخلص اُٹھ گیا۔ حضرت فقیہ اعظم ہند نے الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے اپنی ایک ایک سانس فدا کر دی اور ہر طرح سے اسے بلند کرنے کے

عمل سے فرزندان اشرفیہ کے لئے ایک تازہ سنگ میل نصب کیا ہے۔''

(ماہنامہ اشرفیہ اگست ۲۰۰۰ء ص:۴۳)

الجامعۃ الاشرفیہ کے ناظم تعلیمات ہونے کی حیثیت سے آپ نے اس کے علمی وعملی عروج وارتقاء اور اسے عالمی ادارہ بنانے کے لئے انقلابی اقدامات کئے جن کے نتائج ہمارے سامنے موجود ہیں آج الجامعۃ الاشرفیہ عالمی شہرت یافتہ ادارہ کی حیثیت سے پوری دنیا میں مشہور ہے آج یہ ایک دینی جامعہ ہی نہیں بلکہ تعلیمی واصلاحی میدان میں عالم اسلام کی دھڑکن بن چکا ہے اور تعلیم وتہذیب کا عالمی مرکز ہے۔

ان سب کے باوجود آپ نے بہت سادہ زندگی بسر کی اعلیٰ صلاحیت وقابلیت عالمی شہرت اور اہم عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود دنیا سے بے رغبتی عہدوں سے بے نیازی اور زندگی کے ہر شعبہ میں کمال احتیاط آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز رہا جن حضرات نے آپ کے کاروان حیات کا قریب سے مطالعہ کیا ہے اور آپ کی مجالس سے استفادہ کیا ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کی نظر میں دنیا ومتاع دنیا کی کوئی وقعت نہیں تھی آپ کی انہیں خصوصیت سے متاثر ہو کر علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابھی کل کی بات ہے انہیں چاندی سے تولا گیا ہے لیکن دنیا والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ انہوں نے ساری چاندی جامعہ اشرفیہ مبارکپور اور رضا اکیڈمی کی نذر کردی ایسی دریا دلی اور سیر چشمی تو قرون اولیٰ کے بزرگوں کے بارے میں پڑھتے تھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دور ماضی کے بزرگوں کے قافلے کی ایک شخصیت ہمارے دور میں ظہور پذیر ہوگئی تھی۔'' (فقیہ اعظم ہند نمبر، ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۰۰ء، ص:۴۳)

آپ کی زندگی کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جنھیں اس مختصر مضمون میں ذکر نہیں کیا جاسکتا۔

آپ اسلاف واکابر کی تمام خوبیوں پر عمل پیرا تھے اور اس صدی کے جامع الصفات بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

●●

شارح بخاری!

اکابر اور ممتاز علماء اہل سنت کی نظر میں

مولانا بدر عالم مصباحی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

حضرت فقیہ اعظم ہند عالم اسلام کی عظیم شخصیت تھے، وہ اپنے دور شباب ہی سے اپنے مشائخ اور اکابر اساتذہ کے معتمد اور منظور نظر تھے، اپنے معاصرین میں بھی انہیں امتیازی اور صد قابل رشک مقام حاصل تھا، وہ اپنی بلند پایہ علمی و فقہی تدریسی و تبلیغی خدمات کے پیش نظر دین و دانش کی ہر محفل کے روشن مینار تھے۔ اس کا اعتراف ان کے مشائخ اور معاصرین اور نائب، اسلام کے عظیم مفکرین نے بھی کیا ہے، پیش ہیں وہ گلہائے رنگا رنگ جنہیں کبھی اکابر نے کبھی معاصرین نے اور کبھی ارباب عقیدت و محبت نے مختلف مواقع پر پیش کر کے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کیا ہے۔

(۱) حضرت صدر الشریعہ علامہ شاہ امجد علی اعظمی

(مصنف بہار شریعت) علیہ الرحمۃ والرضوان۔

حضرت فقیہ اعظم ہند کے دور طالب علمی میں حضرت صدر الشریعہ نے حافظ ملت سے فرمایا۔ "یہ (شریف الحق) آپ کا نام روشن کرے گا۔" (شارح بخاری، معارف، ص:۱۲۰)

(۲) حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا قدس سرہٗ بریلی شریف

"میں اپنے دارالافتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر رہا ہوں، آپ (فتاویٰ) لکھیں۔" (شارح بخاری معارف، ص:۱۹۶)

(۳) حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، استاذ فقیہ اعظم ہند۔

"میں جب تم کو پڑھانے لگتا ہوں تو میرے علم میں جوش آ جاتا ہے، اور جی چاہتا ہے کہ جو کچھ حضرت صدر الشریعہ نے عطا فرمایا ہے سب تمہارے سینے میں انڈیل دوں۔" (معارف، ص:۱۷۷)

(۴) حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری گرداسپوری، استاذ فقیہ اعظم ہند

"ماشاء اللہ بہت ذہین ذی استعداد ہے باتیں سمجھتا ہے اور یاد بھی رکھتا ہے۔ میرے پاس استفتاء کی ڈاک کافی جمع ہے، تم بھی آ کر کچھ لکھا کرو، میرا کام ہلکا ہو جائے گا۔"

(۵) حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی اڑیسوی

"اے اللہ! یہ دین کی خدمت کرتے ہیں پڑھاتے ہیں، فتویٰ لکھتے ہیں، تقریر کرتے ہیں بدمذہبوں کے رد میں کتابیں لکھتے ہیں، مناظرے کرتے ہیں، ان کو شفا عطا فرما! ان کی آنکھوں کی بینائی باقی رکھ، تاکہ یہ اسی طرح دین کی خدمت کرتے رہیں، اے اللہ میری آنکھوں کی بینائی ان کو دے دے۔"

(۶) حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

"میں کہتا ہوں کہ تفقہ جس کا نام ہے چند بزرگوں کو چھوڑ کر مفتی محمد شریف الحق میں زیادہ پایئے گا۔ (شارح بخاری، ص:۶۶)

(۷) حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن علیہ الرحمہ مارہروی

"مفتی شریف الحق میرے مفتی ہیں، برکاتی مفتی ہیں۔ وہ اپنے دور کے امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں۔"

(۸) حضور سید آل رسول حسنین میاں نظمی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

"ہم نے مارہرہ مطہرہ کی دھرتی پر ان کی وہ عزت دیکھی ہے کہ مفتی [illegible] تشریف لاتے تھے تو ہم لوگوں کو نئے کپڑے

پہنائے جاتے تھے تاکہ ہم سلام کے لئے مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور ان کی دعائیں لے سکیں۔ (ماخوذ از خطاب مورخہ ۲۹ر جنوری ۲۰۰۰ء حج ہاؤس ممبئی)

(۹) حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب مارہروی علی گڑھ سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

''میں آج اس برکاتی منبر سے علماء ومشائخ اور ہزاروں سامعین وزائرین کی موجودگی میں خادم آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی حیثیت سے حضرت شارح بخاری کو فقیہ اعظم ہند کا خطاب دیتا ہوں۔''

''میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مفتی صاحب مرد مومن ہیں مفتی صاحب جیسے لوگ کم ہوتے ہیں۔''

(۱۰) حضرت سید محمد اشرف میاں صاحب کمشنر شعبہ انکم ٹیکس ممبئی

''فقیہ اعظم ہند کئی اعتبار سے اعظم ہیں، تمام اعظموں پر نظر رکھ کر اس فقیر برکاتی کا یہ قطعہ ملاحظہ کیجئے:

(۱) مذہب اعظم، مشرب اعظم اور مسکن بھی اعظم ہے
اور ان کا قلم بھی طاقتور ہے اور ان کا فن بھی اعظم ہے

(۲) مفتی شریف الحق صاحب کے سارے حوالے ارفع ہیں
چاہنے والا ان کا سواد اہل سنن بھی اعظم ہے

(۳) صدر شریعت حافظ ملت احسن العلماء مفتی اعظم
سارے بڑوں کو ہم نے ان پر خوب ہی مائل دیکھا ہے

(۴) فیض شریعت فیض طریقت کیوں نہ ان سے جاری ہو
حب نبی میں ہم نے ان کو گھائل دیکھا ہے

(بحوالہ خطاب ۳۰ر جنوری ۲۰۰۰ء مستان تالاب ممبئی)

مفتی صاحب کا کمال یہ تھا کہ ضرورت پڑنے پر فوراً وہ کتاب لکھتے اور بصیرت انہیں چار واسطوں سے ملی تھی، حافظ ملت نے میدان تدریس میں صدر الشریعہ نے فقہی، علامہ سید احسن العلماء اور مفتی اعظم نے خانقاہی بصیرتیں عطا کیں تھیں، اب وہ عالم بقاء کو چلے گئے، ان کا کوئی نعم البدل نظر نہیں آتا۔ (بحوالہ نامہ نگار اُردو ٹائمز ممبئی)

(۱۱) حضرت علامہ سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی مہتمم دار العلوم محمدیہ، ممبئی۔

''وہ سنیت کے اچھے عالم تھے، کافی قابل شخصیت تھی ان کا انتقال ایک المناک حادثہ ہے، جس کے سبب ایک خلا سا محسوس ہو رہا ہے، انہوں نے کتابیں بھی لکھیں، ان کی کتابوں میں بخاری کی شرح سب سے معتبر ہے۔ (بحوالہ نامہ نگار اُردو ٹائمز ممبئی)

(۱۲) حضرت سید انوار اشرف مثنی میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف۔

''مفتی کی حیثیت سے ان کا کوئی بدل نہیں، پوری زندگی فقیرانہ اور صالح گزاری، ان کی زندگی مشعل راہ ہے پوری زندگی دین کا کام کرتے رہے، آخری عمر میں ایسی کتاب لکھی۔ جس کی شدید ضرورت تھی۔ (بحوالہ نامہ نگار اُردو ٹائمز ممبئی)

(۱۳) علامہ محمد ابراہیم، خوشتر صدیقی قبلہ بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل مقیم حال مانچسٹر، انگلینڈ

''حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی فقیہ النفس تھے، فقہی جزئیات پر ان کی گہری نظر تھی، حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ کے بعد میں نے ان جیسا فاضل ہندو پاک میں نہیں دیکھا۔ ان کی وہ تمام علمی و فکری تصانیف جو عقلیات پر مشتمل ہیں، اگر ان کا ترجمہ انگریزی میں کر دیا جائے تو امریکہ اور یورپ کی دانشگاہوں میں علوم قرآن و حدیث کے حوالے سے ایک جدید فکر کا اضافہ ہوگا۔ (ماہنامہ اشرفیہ، صفحہ ۲۸، اگست ۲۰۰۰ء)

(۱۴) ماہر لسانیات پروفیسر شاہد رضا نعیمی سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ

''حضرت مفتی صاحب قبلہ عصر حاضر میں مسند درس و افتا پر حافظ ملت کے سچے جانشین تھے، انہوں نے اپنی فقہی بصیرت اور خداداد صلاحیتوں سے ملت اسلامیہ کی ہر مشکل مرحلے میں رہنمائی فرمائی ہے، انہوں نے ایسے نازک دور میں اسلامیان ہند کو دین فہمی کا شعور عطا فرمایا جب کہ اہل سنت کی صف اوّل کے علماء و مشائخ اور مفتیان کرام اٹھ چکے تھے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، اگست ۲۰۰۰ء، صفحہ ۲۹)۔

(۱۵) علامہ شیخ فضل الرحمٰن مدنی۔ مدینہ طیبہ۔

''اے فقیہ اسلام اے فاضل علوم اسلامیہ، اے محدث جلیل، اے فقہ اسلامی کی عبقری شخصیت، اے اعظم علمائے اہل سنت! ہم نزہۃ القاری شرح بخاری کی تکمیل پر آپ کو بار بار مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(ترجمہ عربی مکتوب، مورخہ ۲۱ رجمادی الاخرہ ۱۴۱۰ھ)

(۱۶) علامہ ارشد القادری مصباحی دہلی

(حضرت شارح بخاری) الفقیہ الکبیر، العلامۃ النحریر، فقیہ النفس، مرجع العلماء، فرید العصر آپ نے میدان مناظرہ میں اہل سنت کی جو رہنمائی کی ہے وہ آپ کی ذہانت علمی استحضار قوت حافظہ کے کمال کا فقید المثال نمونہ ہے۔ آپ کی قد آور شخصیت علمی اعتبار سے اتنی اونچی ہوگئی ہے کہ اب آپ ملک کے ہر حصے سے نظر آتے ہیں۔ (مکتوب ۱۴ر نومبر ۱۹۹۹ء)

(۱۷) حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب

سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

"حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضور حافظ ملت اس قدر متاثر ہوئے کہ شاید اپنی اولاد کے انتقال سے بھی نہ ہوئے ہوں، اس کے بعد انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ ان کا بدل مجھ کو مل گیا، اور وہ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی کی شکل میں۔ (انٹرویو، معارف شارح بخاری، صفحہ ۱۶۰)

(۱۸) بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی

"حضرت شارح بخاری کی شان فقہ و افتاء کا امتیازی مقام علمائے اعلام کے درمیان ہمیشہ مسلم رہا ہے، بڑے بڑے مفتیان کرام، مدارس کے شیخ الحدیث حضرات اہم پیچیدہ علمی و فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع فرماتے"۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کا جب وصال ہوگیا، تو جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے پیچیدہ اور اہم مسائل فقہیہ کے حل کیلئے حضرت فقیہ اعظم ہند ہی کی بارگاہ میں رجوع فرمایا۔ گویا حضرت بحر العلوم پہلے حضور حافظ ملت اور حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ کی بارگاہوں کی طرف اہم مسائل فقہیہ میں رجوع فرمایا کرتے، اور ان حضرات کے بعد حضرت شارح بخاری کی طرف رجوع فرمانا فقیہ اعظم ہند کی ممتاز فقاہت اور علو مرتبت کا پتہ دیتی ہے، ذیل کا مکتوب حضرت شارح بخاری کی فقہی عظمت و سطوت کا عکاس ہے۔

مکتوب بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

حضرت العلام دام مجدکم السلام علیکم ورحمتہ

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اور حضور حافظ ملت قدس سرہٗ العزیز کے ظل کرم میں مفوضہ خدمات انجام ہوتی رہیں مگر اب بسا اوقات ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ کوئی قطعی راہ قائم نہیں ہوتی۔ پینڈنگ میں پڑے ہوئے بہت سارے مسائل ہیں۔ جن کے حل کی سبیل یہی نظر آتی ہے کہ ایک ہفتہ کے لئے آپ کو تکلیف دی جائے، یہاں یہ آسانی ہوگی کہ کتابیں بآسانی مل جائیں گی، یا پھر آپ حکم دیں تو ایک ہفتہ کے لئے وہیں حاضری دوں جیسی رائے عالی ہو حکم دیں۔ والسلام۔

عبدالمنان اعظمی۔ دار العلوم اشرفیہ،

۱۰ رمضان ۱۳۹۶ھ

(۱۹) حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور

"حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی جماعت کے ممتاز ترین صاحب علم و بصیرت باقیات صالحات میں سے ایک ہیں۔ ذکاوت طبع اور قوت اتقان وسعت مطالعہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت شارح بخاری میرے خاندان کے علمی وقار تھے"۔

(۲۰) حضرت علامہ سید کمیل اشرف صاحب

اشرفی مصباحی۔ کچھوچھہ شریف

"حضرت شارح بخاری" عظیم مفکر بے مثل مؤرخ بے نظیر محقق صاحب تصانیف کثیرہ رئیس المناظرین اور فقیہ عصر ہیں۔

(۲۱) حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں

اشرفی مصباحی۔ کچھوچھہ شریف

"رب کریم نے آپ کو علم و فضل کی عظیم مسند پر بٹھایا ہے آپ جیسے لوگ ہمارے لئے بلکہ سارے قوم و ملت کے سرمایہ افتخار ہیں، اور العلماء ورثۃ الانبیاء کے صحیح مصداق ہیں، میں ہر حال میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں" (مکتوب مورخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۷۸ء)

(۲۲) حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی۔ لندن

"حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ گلستان امجدیہ کی وہ بہار جاوداں تھے، جن کے فیض سے سیکڑوں درسگاہیں، اسلامی [illegible] صبح قیامت تک فیضیاب ہوتی رہیں گی۔

بلاشبہ حضور فقیہ عصر کے وصال سے دنیائے علم وفکر، فقہ و افتاء تعلیم وتدریس، تحقیق وتفحص، نقد ونظر، مناقشات علمیہ، مباحثہ ومناظرہ تصنیف وتالیف تحریک وتنظیم میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ جس کا پُر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔ عالم اسلام میں ایسی شخصیتیں بہت کم پیدا ہوتی ہیں، جو علوم اسلامیہ کے تمام گوشوں کا یکساں احاطہ کرسکتی ہوں، اور جن کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ وہ کس علم اور کس فن میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔

مجھے ان کے تلمذ کا شرف تو نہ حاصل ہوسکا لیکن ہندوستان کے دوران قیام اور برطانیہ منتقل ہونے کے بعد بھی بہت سی نشستوں میں ان کے علمی مباحث اور آراء کو سننے اور فیضیاب ہونے کا اتفاق ہوا اور ان کی جملہ تحریروں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ وہ فقہ اسلامی کے جملہ اصول وفروع پر مکمل دسترس اور استنباطی قدرت رکھتے تھے۔ جزئیات کا استقصا اصول فقہ میں ان کا تبحر مصادر استنباط اور مصادر استخراج میں ان کا درک کامل آج کے دور کے فقہاء میں ان کو بہت منفرد اور بلند مقام پر فائز کرتا ہے۔

(۲۳) حکیم سید فخر الدین اشرف

سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

''ہم جب ممدوح موصوف حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ کو رکھ کر دیکھتے ہیں تو ہر پہلو سے آپ کا پلہ بھاری دکھائی پڑتا ہے۔ (معارف، صفحہ ۵۴)

(۲۴) حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی راجستھان

''حضرت فقیہ اعظم ہند'' رئیس المحققین سند المفتیین، فقاہت و بصیرت کے مظہر اتم ہیں۔ (معارف شارح بخاری)

(۲۵) شیخ طریقت حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین

امرڈوبھا بستی۔ یوپی

''حضرت شارح بخاری قائم مقام مفتی اعظم ہند ہیں۔ آپ کی ذات عوام وخواص سب کے لئے مرجع تھی، ایسا عظیم فقیہ اور مستند مفتی ہونا جو سب کے لئے مسلم ہو آسان نہیں۔

(۲۶) حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

مرکز تربیت افتاء بستی۔ یوپی

''آپ حضرت شارح بخاری فقیہ اعظم ہند اہل سنت وجماعت کی اہم علمی شخصیت ہیں۔ مسائل کلامیہ وفقہیہ پر گہری نظر وبصیرت کے حامل تھے، جید علمائے کرام آپ سے اہم اور دقیق مسائل میں استفادہ استفاضہ کرتے ہیں۔

(۲۷) مشہور محقق، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب

لاہور پاکستان

''حضرت فقیہ اعظم ہند نے پورے ہندوستان کے اہل سنت کا ولولہ تازہ کردیا ہے، اور جلالۃ العلم والعرفان حضرت حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان محمد سردار احمد (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے دیئے ہوئے کرنٹ کو دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ کردیا ہے۔ (مکتوب مورخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ)

(۲۸) مولانا عبیداللہ خاں اعظمی مصباحی، ممبر آف پارلیمنٹ

''حضرت فقیہ اعظم ہند اپنی جماعت کے اولوالعزم قائد اہل سنت کے سرمایہ افتخار، یادگار سلف، علم رسول کے وارث، فکر ونظر کے امین، اہل سنت وجماعت کے فی زمانا محافظ اور تاج الفقہاء ہیں۔

(۲۹) حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی صاحب میلسی پاکستان

''سیدی آقائے نعمت حضور محدث اعظم پاکستان اور پھر سیدنا مفتی اعظم ہند قدس سرھما کی ذوات قدسیہ تھیں کہ فوراً جواب مرحمت فرماتے اب آپ کی ذات کہ حضور سیدنا صدر شریعت سیدنا مفتی اعظم سیدنا محدث اعظم پاکستان اور حضور حافظ ملت قدست اسرارہم کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہے لہٰذا بار بار زحمت دی جاتی ہے۔ (بحوالہ مکتوب موصوف)

(۳۰) مولانا منشا تابش قصوری۔ لاہور پاکستان

''ہند وپاک کی جن نامور شخصیات نے میرے دل میں محبت کے چراغ روشن کئے ان میں آپ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے، باوجودیکہ آپ کی زیارت سے تادم تحریر مستفیض نہ ہوسکا۔

(۳۱) علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

اجمل خاں طبیہ کالج دہلی

''محقق دوراں، فقیہ عصر، حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق

صاحب امجدی (علیہ الرحمہ) دور حاضر میں اہل سنت و جماعت کے قائد اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان، آپ کے تدریسی، تحریری، اور تصنیفی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، جن میں دو کارنامے ملت اسلامیہ پر احسان عظیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نو ضخیم جلدوں میں صحیح البخاری کی شرح ''نزہۃ القاری'' بے شمار مسائل وفوائد پر مشتمل آپ کے فتاویٰ۔ اگر آپ کو دور حاضر کا محدث اعظم ہند کہا جائے تو یہ محض روایتی عقیدت کی کارفرمائی نہیں ہوگی بلکہ حقیقت کا برملا اظہار ہوگا۔ اور اگر آپ کو عہد حاضر کا فقیہ اعظم ہند کہا جائے تو غلط نہ ہوگا'' (ماہنامہ کنزالایمان، دہلی)

(۴۲) حضرت مولانا بدرالقادری مصباحی، ہالینڈ

''میں انہیں حضور حافظ ملت کے نائب کی صورت میں دیکھتا ہوں، انہوں نے اپنی ایک ایک سانس فدا کرکے اور ہر طرح اسے بلند کرنے کے عمل سے فرزندان اشرفیہ کے لئے ایک تازہ سنگ میل نصب کیا ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، اگست ۲۰۰۰ء)

(۴۳) حضرت قاری محمد اسماعیل مصباحی

ڈائریکٹر مصباح العلوم اردو سنٹر۔ راچڈیل۔ انگلینڈ

''تحریر و تصنیف کے ہر مرحلے میں وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک ترجمان تھے، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ نوراللہ مرقدہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ انہیں سرزمین ہند میں حدیث مصطفیٰ کا مدون ثانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ (ماہنامہ اشرفیہ، اگست، ۲۰۰۰ء)

(۴۴) حضرت مولانا محمد ادریس بستوی

نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

''حضور شارح بخاری کے علمی جاہ وجلال کا حال اپنے اور بیگانے سبھی جانتے ہیں۔ لیکن مجھ جیسے خادم کو ان کی بارگاہ میں پندرہ سال جاروب کشی کی سعادت ملی۔ میں نے ان کا انکسار، دیانتداری اور خردنوازی کو بے مثال پایا۔ استغنا میں وہ عدیم المثال تھے۔ ان تمام خوبیوں میں ان کا بدل کوئی نظر نہیں آیا''۔ ●●●

شارح بخاری!

احساسات و تاثرات

"موت العالم موت العالم" عالم کی موت جہاں کی موت ہے۔ ان کلمات کی جتنی بھی تشریح کی جائے کم ہے مگر اس کی صداقت اس وقت کھل کر سامنے آجاتی ہے جب کوئی حقیقتاً عالم فوت ہوتا، جہاں پر ہو کا عالم طاری ہوجاتا۔ لوگوں پر سکتہ طاری ہوجاتا ہے۔ وہ پکار پکار کر ایک دوسرے کو ایسی المناک اور تکلیف دہ خبر دیتے بے حال نظر آتے ہیں۔ گو متوفی کے ساتھ انہیں کوئی روحانی و جسمانی نسبت بھی نہیں ہوتے وہ نہ جانے کیوں آنسو بہاتے ہیں۔ کیوں روتے ہیں کیوں جانے والے کو رہ رہ کر یاد کرتے ہیں۔ ہزاروں میلوں دور ہوتے ہوئے بھی قرب کا یوں مظاہرہ کہ بُعد کا تصور تک ختم، انسان ہی نہیں آسمان بھی رو دیتے ہیں۔ زمین بھی تڑپ اٹھتی ہے فرشتے بھی پکارتے ہیں۔ ہائے وہ عالم شریعت چل بسا۔

جب خبر ملی شارح بخاری نائب مفتیٔ اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت الحاج مفتی محمد شریف الحق قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بڑی شان سے راہیٔ بقا ہوگئے تو اس خبر نے ہلا کر رکھ دیا غم کے بادل چھا گئے۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ غمزدہ میرے تدریسی کمرے میں تشریف لائے نمناک آنکھوں اور افسردہ چہرے سے نمایاں تھا کہ کوئی عظیم حادثہ ہوگیا ہے، چند لمحے خاموشی کے بعد گویا ہوئے افسوس کہ "شارح بخاری" وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر ناظم جامعہ نظامیہ رضویہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت و جماعت پاکستان کی خدمت میں یہ پریشان کن خبر جاسنائی۔ موصوف نے فوری طور پر جلسۂ تعزیت کا اعلان کروادیا، جملہ اساتذہ جامعہ اور تمام طلباء مسجد میں جمع ہوئے مدرسین جامعہ نے اپنے اپنے قلبی تاثرات کا اپنی معلومات کے مطابق اظہار کیا۔ راقم السطور محمد منشا تابش قصوری اور علامہ شرف قادری صاحب مدظلہ کو خصوصی طور پر حکم ہوا کہ آپ دونوں کو حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مقدس زندگی کے بارے زیادہ علم ہے۔ لہٰذا بھرپور خراج عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لئے ہم یکے بعد دیگرے مائیک پر آئے اور جہاں تک ممکن تھا آپ کی حیات مقدس کے مختلف گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی اور آخر میں حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ نے بھی آپ کی شان فقاہت، خدمات دینیہ، مسلک حق اہل سنت و جماعت کے تحفظ میں جو کچھ علمی و تحقیقی کارنامے سرانجام دیئے بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمائے۔ اور آخر میں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ پڑھی گئی۔ دعائے مغفرت اور ترقی درجات کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گزارشات پیش کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جملہ روحانی و جسمانی متعلقین و وابستگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے اور حضرت کے روحانی فیوض و برکات کو ہمارے لئے ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین۔ بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(منشا تابش قصوری کا خط حضرت شارح بخاری کے نام)

بخدمت اقدس حضرت فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی مدظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج وہاج

پاک و ہند کی جن نامور شخصیات نے میرے دل میں محبت کے چراغ روشن کئے ان میں آپ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے باوجودیکہ آپ کی زیارت سے تادم تحریر مستفیض نہ ہوسکا مگر زیارت محض ظاہری آنکھ سے ہی تو عبارت نہیں، روحی و قلبی آنکھوں سے بھی اس نعمت کو پایا جاسکتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی آنکھوں کا قدرے زیادہ ہی تذکرہ کرتے ہیں۔

رویت قلبی و روحی کے سامنے در و دیوار اور بُعد مسافت کی کوئی [illegible] نہیں رہتی چنانچہ میرے دل میں محبت کی جو آنکھیں روشن ہیں

ان کے ذریعے راقم السطور آپ کو عرصہ دراز سے دیکھتا رہا ہے۔ کبھی پاسبان اور نوری کرن میں دیکھا تو کبھی جام نور اور استقامت میں نظر آئے۔ کبھی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، سنی دنیا، اشرفیہ اور فیض الرسول میں زیارت سے شاد کام ہوا کبھی اشرف السیر، تحقیقات اور دیگر گرانقدر تصانیف میں بڑی شان سے دکھائی دیئے۔ سبحان اللہ۔

بریلی شریف کے بازاروں، مزاروں اور مبا کپور کی بہاروں میں جلوہ گر دیکھا پھر اچانک آپ ایسے شرافت کے پیکر کو بمبئی میں چاندی کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں حیرانگی کے عالم میں بہ چشم تصور دیکھا۔ چاندی ہی نہیں دیکھنے والے بھی متعجب تھے، کیا کہنے اس سعادت کے جسے آپ نے نوازا، بظاہر یہ معرکۃ الآرا اور تاریخی کارنامہ جہان سنیت میں مولانا الحاج محمد سعید نوری صاحب نے سرانجام دیا۔ مگر آپ نے اتنی بڑی مادی دولت رضا اکیڈمی اور الجامعۃ الاشرفیہ کو عطا فرمائی تو ایک میں ہی نہیں ہزار ہا ستیوں نے آپ کے فقر واستغناء کو بہ رنگ حقیقت، چشم تر سے دیکھا، اب آپ نے عظیم الشان تاریخی کتاب ''معارف شارح بخاری'' مرحمت فرما کر ایسا آئینۂ جمال ہاتھوں میں تھما دیا ہے جسے دیکھتے دیکھتے ایک دن بہ چشم ظاہر بھی دیکھ لوں گا۔ ممکن ہے پھر یوں گنگناؤں۔

چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت راصد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بارد گر بینم

اس عنایت وکرم پر کیسے شکریہ ادا کروں۔ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی مدظلہ کو ہی وسیلہ بناتا ہوں جن کی وساطت سے اس گرانقدر خزینۂ علمی سے بہرہ مند ہوا۔ تاکہ میری طرف سے موصوف مناسب اور آپ کی رفعت ومنزلت کے مطابق شکریہ ادا کرسکیں۔ فقط و السلام مع الاکرام

احباء وعلمائے اشرفیہ اور طلباء سے سلام مسنون

طالب دعا

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ پاکستان

ابھی کل کی بات ہے خبر آئی کہ نائب مفتی اعظم ہند کو ان کی وسیع علمی، قلمی اور فقہی خدمات کے پیش نظر چاندی سے تولا جائے گا اور وہ آپ کے وزن کے برابر چاندی آپ کی نذر کردی جائے گی۔

اس خبر فرحت اثر نے پاک وہند کے ایک وسیع طبقے کو حیران کردیا۔ اس نفسانیت کے زمانے میں کونسا حاتم طائی نمودار ہوا ہے جس نے ایک ایسے بندۂ خدا کو اس نذر کے لئے منتخب لیا۔

آخر وہ لمحۂ سعید آپہنچا۔ ہندوستان کے عظیم مرکزی شہر بمبئی کی فضاؤں نے اس مرد قلندر کو اپنی آغوش میں لیا اور ترازو کے پلڑے وا کردیئے۔ اکابر علماء ومشائخ اہل سنت کے جلو میں ایک متواضع انسان، پیکر فقاہت، مجسمۂ شرافت، زینت قناعت آگے بڑھا اور چاندی کی اینٹیں اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگیں۔

حضرت الحاج سعید احمد نوری زید مجدہ اپنی زندگی کی یادگار سعادتوں کو سمیٹنے لگے۔ آہستہ آہستہ چاندی کی اینٹیں نقیہ اعظم ہند کی نگاہوں کے سامنے خوشی سے جھومتی ہوئیں دوسرے پلڑے میں جاکر خاموش ہوتی گئیں۔ آواز آئی وزن برابر ہوگیا۔ اب ایک اور منظر سامنے تھا ڈھیروں چاندی آپ کا منھ تکنے لگی اور آپ کے قلب اطہر نے یوں اطمینان کا سانس لیا جب آپ نے تمام کی تمام چاندی الجامعۃ الاشرفیہ اور رضا اکیڈمی کی ملی، دینی، علمی، تدریسی، قلمی، اشاعتی وطباعتی خدمات کو مرحمت فرما کر دنیائے امارت کو حیران وسشدر کردیا۔ اور ثابت کردکھایا۔

تخت سکندر پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

ابھی اس تاریخی سنہری واقعہ کی سیاہی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ خبر آئی ۱۱رمئی ۲۰۰۰ء کو حضرت نائب مفتی اعظم ہند بعد از ادائیگی نماز فجر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ حقیقت ہے ہمیں کسی باوثوق ذرائع سے اس خبر کی تصدیق نہیں ہورہی تھی تاہم بے حد دکھ ہوا۔ انتہائی صدمہ پہنچا۔ آپ کا وصال اہل سنت وجماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ فوری طور پر آپ کی مصروف زندگی پر لکھنا نہایت دشوار گزار امر ہے تاہم آپ کی خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ چند الفاظ حاضر ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزت وشرف

دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ

بارک وسلم۔ حضرت کے جملہ روحانی وجسمانی پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل اور آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی

ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ پاکستان

محترم جناب قمرالدین رضوی صاحب سلمہ سلام مسنون

مزاج گرامی! مجھے یہ معلوم ہوکر بیحد مسرت ہوئی کہ آپ فقیہ الہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی، فضائل وکمالات پر مشتمل کنزالایمان ماہنامہ کا ایک عظیم الشان دستاویزی نمبر شائع کررہے ہیں۔ یقیناً موصوف علیہ الرحمہ یادگار اسلاف تھے۔ آپ کی فقہی خدمات اور علمی کمالات کا احاطہ کرنا بہت مشکل عمل ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کے تربیت یافتہ جلیل القدر علماء کی بڑی تعداد موجود ہے، وہ متبحر عالم دین، بلند پایہ فقیہ اور عظیم الشان محدث تھے، آپ کی خوش اخلاقی اور تواضع بھی بے مثال تھی۔ جب بھی ملاقات ہوتی تھی تو بہت محبت فرماتے تھے اور میرے جدامجد حضرت علامہ شاہ مفتی محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ضرور فرماتے تھے۔ اپنے طلبہ اور چھوٹوں سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے مشفقانہ سلوک فرماتے تھے۔ فقیہ اعظم ہند کے جلیل القدر منصب پر فائز ہونے پر احقر نے جب تائید کی تو آپ نے ازراہ محبت دعائیں تحریر فرمائی تھیں ان کی دعائیں اور شفقتیں آج ہمارے لئے انمول سرمایہ ہیں اور مشعل راہ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملتے ہی مسجد فتح پوری میں جلسہ ایصال ثواب بھی کیا گیا تھا اور نماز جمعہ کے بعد بھی دعاء مغفرت کی گئی تھی۔ حلقہ مریدین اور معتقدین میں تعزیتی اجلاس منعقد کئے گئے ان کی یادیں میرے دل میں تازندگی قائم رہیں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کنزالایمان کے اس نمبر کو قبول فرمائے اور ملت اسلامیہ کو حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام

احقر:۔ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد

نقشبندی، چشتی، قادری سہروردی شاہی امام وخطیب مسجد جامع فتح پوری دہلی ۶

چودھواں باب

شارح بخاری! سفر آخرت

شارح بخاری! سفر آخرت

مفتی محمد نسیم مصباحی
استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۵؍صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰؍مئی ۲۰۰۰ء بروز بدھ بعد نماز مغرب ہم خدامان شارح بخاری حضرت کی قیام گاہ میں حاضر ہوئے۔ موجودین میں حضرت استاذ گرامی مولانا عبدالحق رضوی مصباحی، حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی، حضرت مولانا بدر عالم مصباحی اور راقم الحروف محمد نسیم مصباحی، ہم لوگوں نے عرض کیا جامعہ اشرفیہ میں مجلس شوریٰ نے جشن شارح بخاری منانے کا فیصلہ کیا ہے اس کی تاریخ اور طریقۂ کار کے سلسلہ میں مشورہ کرنا ہے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مصباحی صاحب (خیر الاذکیاء علامہ محمد احمد نائب صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ) سے عرض کردو کہ ذرا سی تکلیف گوارہ کر کے میٹنگ میں تشریف لے آئیں۔ حضرت مصباحی صاحب سے میں نے عرض کیا، حضرت فوراً تشریف لائے جشن کی تیاریوں اور مختلف موضوع پر عشاء تک گفتگو ہوئی۔ حضرت نوادہ مبارک پور ایک جلسے میں مدعو تھے وہاں کے لوگ لینے کے لئے آگئے میٹنگ ابھی مکمل نہ ہو سکی تھی حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگ سوچ لیجئے کہ کونسا کام کس سے لینا ہے پھر کل بعد مغرب تشریف لایئے پھر یہ طے پایا کہ میٹنگ اتوار کو ہوگی۔ دوران میٹنگ حضرت بہت زیادہ ہشاش بشاش تھے۔ شرکاء میٹنگ کو مٹھائیاں بھی کھلائیں پھر یہ فرما کر روانہ ہو گئے کہ میں نوادہ جا رہا ہوں آپ لوگ اتوار کو آئیے گا۔ مگر آہ! اب وہ اتوار کبھی نہ آئے گا جس میں ہم حضرت شارح بخاری کی صدارت میں کچھ کہیں اور سنیں، حضرت نوادہ سے واپس تشریف لائے، نہ کوئی علالت تھی نہ کوئی تکلیف، رات میں آرام فرمانے لگے۔

حضرت نے حسب معمول سویرے اٹھ کر نماز فجر ادا فرمائی، بلکہ اپنی قیام گاہ ہی میں جماعت بھی کی، بعد نماز وظیفہ میں مشغول ہو گئے دوران وظیفہ کچھ تکلیف محسوس ہوئی ایک طالب علم سے فرمایا کہ حضرت مصباحی صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب کو بلاؤ، سب سے پہلے حضرت مصباحی صاحب تشریف لائے ان سے فرمایا کہ ڈاکٹر کو بلوایئے میری طبیعت خراب ہو رہی ہے اتنے میں مولانا عبدالحق صاحب بھی پہنچ گئے حضرت کو دوا کھلائی حضرت پسینے سے شرابور تھے کرتا اتار کر چارپائی پر لیٹ گئے۔ ادھر حضرت چارپائی پر لیٹ رہے ہیں ادھر آفتاب طلوع ہو رہا ہے کسے خبر تھی کہ آفتاب مشرق کے طلوع ہوتے ہی علم و فضل اور فکر و فن کا یہ نیر تاباں ہمیشہ کے لئے غروب ہو جائے گا۔

حضرت کے لیٹتے ہی حضرت مصباحی صاحب قبلہ نے سورہ یٰس شریف کی تلاوت شروع کر دی اتنے میں، میں حاضر ہوا، کمرے میں قدم رکھتے ہی دل پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی حضرت کا چہرہ دیکھا تو دل دھڑک گیا۔ حضرت مصباحی صاحب قبلہ کی طرف میں نے نگاہ اٹھائی حضرت سورہ یٰس شریف تلاوت فرما رہے ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب [illegible] حسبنا اللہ، حسبنا اللہ کا ورد کر رہے ہیں۔

حاضرین دم بخود ہیں کوئی کچھ نہیں بول رہا ہے میں نے حضرت کی پیشانی پر ہاتھ رکھا، ہاتھ رکھتے ہی مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی فوراً میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ حضرت نہیں رہے۔ اتنے میں ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی بھی آگئے انہوں نے نبض دیکھی آلہ لگایا اور کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر چلے گئے اب سب حاضرین کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔

وصال کے بعد حضرت کا چہرہ ایسا خوشنما، دلکش اور بارونق تھا معلوم ہورہا ہے کہ گہری نیند میں آرام فرمارہے ہیں اس سے پہلے سونے کی حالت میں کبھی بھی ایسا بارونق آپ کا چہرہ میں نے نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی مسکرادیں گے۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ۔

نشان مرد مومن باتو گویم — چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

فوراً اعلان کردیا گیا کہ حضور شارح بخاری کا وصال ہوگیا یہ جانکاہ خبر پورے اشرفیہ، مبارک پور قصبے اور اطراف میں بجلی کی طرح پھیل گئی ارکان الگ اداس ہیں کہ ہمارے صدر مفتی اور ناظم تعلیمات و سچے بہی خواہ ہم سے رخصت ہوگئے، طلبہ الگ گریہ کناں ہیں کہ ہمارے مربی چلے گئے، اساتذہ کی آنکھیں الگ اشکبار ہیں کہ ہمارے سرپرست ہم سے جدا ہوگئے، اتنے میں حضرت عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لے آئے۔ حضرت شارح بخاری کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ان کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور اس خادم پر کیا گزری وہ حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔

تھوڑی دیر میں جامعہ اشرفیہ کا گراؤنڈ آدمیوں سے کھچا کھچ بھر گیا پورا مبارک پور و اکناف اپنے عظیم محسن کے آخری دیدار کیلئے امنڈ پڑا۔

مبارک پور کے ذمہ دار و سربرآوردہ حضرات خصوصاً حاجی محمد یونس صاحب چیئرمین اور حاجی قمر الحق وغیرہم نے حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب سے گزارش کی کہ حضرت کی نماز جنازہ یہیں مبارکپور میں پڑھ لی جائے حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب نے معززین مبارک پور کی درخواست قبول فرماکر گیارہ بجے نماز جنازہ کا اعلان فرمادیا۔

دس بجے حضرت کو آپ کی قیام گاہ کے سامنے غسل دیا گیا، غسل دینے میں راقم الحروف محمد نسیم، حضرت مولانا عبدالحق صاحب، حضرت مولانا غلام حسین صاحب، مولانا ناظم علی صاحب، مولانا غلام نبی صاحب، قاری جلال الدین صاحب و صاحبزادہ وحید الحق صاحب، مولانا بدر عالم صاحب اور قصبے کے کچھ افراد شریک تھے۔ راقم الحروف اور مولانا بدر عالم صاحب، مولانا غلام حسین صاحب قاری جلال الدین صاحب نے کفن پہنایا، نماز پڑھنے کے لئے جنازہ عزیز المساجد سے دکھن اور دارالحفظ سے پچھم جانب میدان لے جایا گیا پورا میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ٹھیک گیارہ بجے حضرت علامہ الحاج عبدالشکور صاحب قبلہ نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہزاروں افراد نے جامعہ اشرفیہ کے گراؤنڈ میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔

پھر حضرت شارح بخاری کا جسد خاکی ان کے وطن مالوف قصبہ گھوسی ضلع مئو لے جانے کے لئے ایمبولینس میں رکھا گیا اس وقت جامعہ اشرفیہ میں قیامت صغریٰ کا منظر تھا طلبہ و مدرسین، اراکین و اہل مبارک پور پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ گئے کسی کا دل نہیں چاہتا تھا کہ حضرت کے جسد خاکی کو اشرفیہ سے جدا کیا جائے بالآخر سارے طلبہ و مدرسین و اراکین و اہل مبارک پور نے اپنے مربی و سرپرست و مخلص و عظیم محسن کو سسکتے، بلکتے پرنم آنکھوں سے الوداع کہا۔ ۷ر صفر مطابق ۱۲ر مئی بعد نماز جمعہ تدفین کا اعلان ہوگیا۔ ملک کے طول و عرض سے علماء و عوام، محبین و مخلصین اور عقیدت مندوں کا قافلہ سرزمین گھوسی پر اترنے لگا۔ ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ ادا ہوئی فوراً آپ کا جنازہ اٹھایا گیا سب سے پہلے آپ کے جنازہ کو آپ کے خلف اکبر صاحبزادہ ڈاکٹر محب الحق و صاحبزادہ مولوی وحید الحق نے پائنتی جانب اور فرزند روحانی و عصائے پیری و خلیفۂ ارشد حضرت مولانا عبدالحق صاحب سرہانے داہنی دائیں جانب اور اس ناچیز خادم نے بائیں جانب سے اٹھایا۔ مولانا بدر عالم، مولانا محمد خلیق اعظمی و مولانا قمرالدین اشرفی حافظ محمد اقبال نوری و دیگر حضرات بھی اٹھانے میں شریک رہے۔

جنازہ کے آگے آگے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مشہور زمانہ منظوم درود "کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود" پڑھتے ہوئے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے جنازہ محلہ بکھی کے قریب وسیع و عریض میدان میں لے جایا گیا۔ صفیں درست ہوئیں۔

خانقاہ مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی صاحب قبلہ جانشین حضرت سید العلماء نے آپ کی نماز جنازہ

پڑھائی۔ بعد نماز جنازہ حضرت نظمی میاں صاحب، حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب وحضرت محدث کبیر صاحب، اس خادم اور دیگر عقیدت مندوں نے جنازہ اٹھایا پھر وہاں سے آپ کی قائم کردہ برکاتی مسجد کے پاس جنازہ لایا گیا۔

قبر میں اتارنے کے لئے صاحبزادہ ڈاکٹر محب الحق صاحب اور صاحبزادہ مولوی ظہیر الحق صاحب، مولانا مفتی مجیب اشرف صاحب، مولانا قمرالدین صاحب، مولوی وحید الحق قبر میں اترے اور قبر کے کنارے حضرت مولانا عبدالحق صاحب و مولانا بدر عالم و راقم الحروف کھڑے ہوئے، حضرت محدث کبیر صاحب کھڑے ہوکر ہدایت فرماتے رہے جنازہ لے چلنے اور قبر میں اتارنے کا منظر بہت ہی جذباتی تھا بہت ہی مشکل سے جنازے کو کندھا دیا جاسکتا تھا۔ قبر کے قریب پہنچ کر پورا مجمع بے قابو تھا لوگ اپنے عظیم محسن کو اپنے کندھے سے اتارنا نہیں چاہتے تھے بڑی مزاحمت کے بعد قبر میں اتارا گیا سب سے پہلے حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی نے پُرنم آنکھوں سے حضور فقیہ اعظم ہند قدس سرہٗ کی قبر میں مٹی ڈالی۔ پھر شام تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ تقریباً چار بجے برکاتی مسجد میں فاتحہ خوانی ہوئی۔

حضرت سید نظمی میاں صاحب نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا خانقاہ برکاتیہ کا معتمد و مخلص ہم سے جدا ہوگیا جسے ہمارے ابا حضور، چچا (سید العلماء و حضرت احسن العلماء قدس سرھما) ہمارے مفتی صاحب، و برکاتی مفتی اور خاندان برکات کا مفتی کہا کرتے تھے سید العلماء و احسن العلماء کے وصال کے بعد حضرت مفتی صاحب ہمارے سرپرست تھے۔

حضرت سید محمد امین میاں صاحب مائک پر تشریف لاتے ہی اپنے آنسوؤں کو تھام نہ سکے بلا اختیار حضرت کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ حضرت کو روتا ہوا دیکھ کر تمام حاضرین شارح بخاری کی جدائی کے غم میں رو پڑے بڑی مشکل سے حضرت سید امین میاں صاحب قبلہ نے دعا فرمائی۔

موت ہے اس کی کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

شارح بخاری! مستحکم نسبت رضویت

● جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی رضوی ازہری ● رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری

تأثرات: (بموقع عرس چہلم شارح بخاری)

(۱) میں کسی تقریر کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ مثل مشہور ہے اور غالباً یہ حدیث بھی ہے کہ انما یعرف الفضل لذوی الفضل "فضل والوں کی معرفت اہل فضل ہی کو ہوتی ہے۔" ان کے فضل کو پہچاننے والے وہ ہوتے ہیں جو خود فضل والے ہوتے ہیں۔

حضرت مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار تو بڑے علماء میں ہے میں تو علم سے کورا، میرے اندر اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں چھوٹے سے چھوٹے عالم کو آپ کے سامنے ناپ دوں، بس ہمارے لئے اور آپ کے لئے یہ بڑی بات ہے کہ حضرت مفتی شریف الحق صاحب، یہ ہمارے لئے بھی بڑی بات ہے آپ کے لئے بھی بڑی بات ہے۔ اور ان کے لئے بھی۔ میرے نزدیک جو بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ ان کی نسبت وسیلہ در وسیلہ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی، اور بڑی مستحکم نسبت تھی، ان کو حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ اعلیٰ حضرت کی کرامت مولانا مفتی امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعہ نسبت رضویت، نسبت برکاتیت ملی، اور یہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے کچھ نہ کچھ فیوض ان کے ذریعہ سے ان کو ملے۔ پھر وہ بریلی آئے اور بریلی میں انہوں نے ایک طویل عرصہ گزارا۔ طالب علمی کے زمانہ کا بھی عرصہ گزارا میرے دادا حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب فاضل بریلی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ وہ مستفیض ہیں۔ وہ خود سناتے تھے کہ حدیث کی شروح کی بڑی بڑی کتابیں لے کر مولانا سردار احمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ جب طالب علم تھے جاتے تھے، اور حجۃ الاسلام کی خدمت میں جو اشکال ہوتا تھا حضرت اس کو حل فرماتے تھے تو استاد کو جو فیض ملتا تھا ان کے پاس جو ان کے شاگرد بیٹھے ہوتے تھے ان کو بھی وہ ملتا تھا اور ابھی کسی نے کہا، مفتی اعظم ہند کے فن کے راز دار، تیسری بات ان کے لئے جو ہے اور ہم سب کے لئے جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ ایک مدت تک مفتی اعظم قبلہ کی خدمت میں حضرت مفتی شریف الحق قبلہ موجود رہے۔ اور ان [illegible] مستفیض ہوتے رہے [illegible] ان کے فن کے راز داں ہو گئے، اب وہ کیسے راز داں ہو گئے وہ جانیں مفتی اعظم جانیں، اور ان کو میں نے اپنے افراد خاندان سے سنا کہ بریلی سے ان کو ایک لگاؤ تھا۔ بریلی میں جب تک رہے سب سے بنا کر رہے سب کے دوست اور سب سے بے تکلف اور جب بریلی سے گئے تو میرے برادر نسبتی اور میرے ان سے بہت سے رشتے اور بھی ہیں خاندانی، مولانا حبیب رضا خان صاحب حبیب میاں یہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے خط لکھا کہ میں بریلی کی گلیوں کو یاد کر کے روتا ہوں۔ اللہ عزوجل ان کے فیض کو عام و تام فرمائے اور ان کی قبر پر رحمت و نور کی بارش فرمائے۔ (آمین)

●●

(۲) کئی مہینہ سے میں بستر علالت پر ہوں، دعا فرمائیں (اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے) میری بہت بڑی سعادت ہوگی میں حضرت شارح بخاری کے سلسلہ میں اپنی محبت کا اظہار کروں، اللھم صل ......

وہ تو چلے گئے دنیا سے لیکن انہوں نے بہت سی یادگاریں چھوڑیں ایسی بھی یادگاریں جو ہمیشہ باقی رہیں گی اور ذریعہ نجات بن جائیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ ایک نیا نام انہوں نے اپنے نام کے ساتھ جوڑ لیا ہے، شارح بخاری، کوئی مفتی شریف الحق صاحب کا نام لے چاہے نہ لے شارح بخاری کہہ دیا سمجھ میں آ گیا کون ہے ایک بہت بڑی سعادت انہوں نے حاصل کی اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے نقش قدم پر ہمیں چلائے، ہم نے اس دنیا میں بہت سے مرنے والوں کو بھی دیکھا ہے۔

اس سلسلہ میں مفتی صاحب لائق صد فخر ہیں یہ معمولی بات نہیں ہے کہ اس دور میں ہزاروں افراد نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور چلچلاتی ہوئی دھوپ میں برستی ہوئی آگ میں لوگوں نے شارح بخاری کی آخری رسوم کو ادا کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہوں نے جو یادگار اپنی چھوڑی ہے اللہ اسے محفوظ رکھے، آمین وصلی اللہ تعالیٰ ...... بخاری شریف کی شرحیں اپنے طور پر یادگار ہیں اور جو تلامذہ ہیں ان کے ان کی جو تصنیفات ہیں وہ بھی یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

●●

شارح بخاری! وصال ایک ناقابل تلافی نقصان

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

حضرت فقیہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمۃ و الرضوان کا اچانک رحلت کرنا افسوسناک ہے۔ ان کی رحلت سے آج دنیائے سنیت میں ایک عظیم خلا ہے جس کے پُر ہونے کے بظاہر اسباب نظر نہیں آتے اگر چہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں مگر بظاہر اسباب ایسے ہی ہیں۔

علم فقہ علوم دینیہ میں سب سے مشکل ترین فن ہے۔ دنیا میں جتنے علوم پائے جاتے ہیں ان سب کی ضرورت کسی نہ کسی جہت سے علم فقہ میں پڑ ہی جاتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب علم فقہ میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اقران میں امتیازی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ اور پھر اس دور قحط الرجال میں تو وہ منفرد تھے۔ اگر ان کا کوئی ثانی تھا تو وہ خود تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے جماعت اہل سنت کے لئے تیز ترین اسلحہ فراہم فرمائے۔ آپ نے ہمیشہ تحقیق کو سامنے رکھا۔ اس آخری عہد میں آپ کا ۹۰ ر فیصدی فتاویٰ کا حصہ املا کرایا ہوا ہے اس میں بھی آپ نے تحقیق کے دامن کو نہ چھوڑا ایک وقت ایسا تھا کہ مفتی صاحب نے اپنے تدریسی کمالات کا لوہا منوا لیا تھا اور جس وقت آپ نے قاضی مبارک اور شمس بازغہ وغیرہ جیسی مشکل ترین کتابیں پڑھائیں تو حضرت خواجہ مظفر حسین جیسے لوگ پیدا ہوئے۔

حضرت مفتی صاحب ہمارے خاندان کے اہم فرد تھے کیونکہ ہمارے پَردادا اور مفتی صاحب کے پَردادا دونوں حقیقی بھائی تھے۔ مفتی صاحب ہمارے خاندان کا وقار تھے وہ ہمارے خاندان کی عزت و ناموس تھے۔

میرے والد ماجد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مفتی صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ ان پر ہم لوگوں سے کہیں زیادہ شفقتیں فرماتے۔ آپ نے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں فتویٰ نویسی کی تربیت پائی تھی۔ اس زمانہ میں وسائل [illegible] قدر کہ آج ہیں۔ سرسوں کے تیل سے چراغ جلایا جاتا تھا جب تیل مہنگا ہوگیا تو ارنڈی کا تیل لوگ چراغ جلانے کے لئے استعمال کرنے لگے تھے۔ آخر عمر میں جب والد ماجد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کی آنکھ کی روشنی کم ہوگئی تو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مفتی صاحب کو فتویٰ املا کرایا کرتے تھے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں اِملا کرتا اور حوالہ کی ضرورت پڑتی تو صدر الشریعہ فرماتے کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر اس جانب حاشیہ میں اس کا جواب ہے فرماتے ہیں میں دوسری جانب دیکھنے لگتا تو صدر الشریعہ ڈانٹنے لگتے اور فرماتے کہ میں کہہ رہا ہوں کہ جواب فلاں صفحہ کے اس جانب ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ جس جگہ کا انتخاب صدر الشریعہ فرما دیتے وہیں جواب موجود ہوتا۔ میں اس وقت چھوٹا تھا صدر الشریعہ مفتی صاحب کو مجھ سے بلواتے۔ جب بھی گھر میں کوئی مخصوص کھانا بنایا جاتا مجھ سے انہیں بلواتے یا وہ چیز میرے ذریعہ ان کے گھر بھجواتے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب سے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو کتنا لگاؤ تھا اور مفتی صاحب کو بارگاہ صدر الشریعہ میں کتنا قرب تھا۔

دیوبندیوں نے تو انگریزوں کی غلامی کا پٹکا پہن ہی لیا تھا جب تک انگریز ہندوستان میں رہے اس وقت تک دیوبندی انگریزوں کے کاسہ لیس رہے اور انگریزوں کے بعد گاندھی کی کاسہ لیسی کی۔

آزادیٔ ہند کے ساتھ تقسیم ہند کا مسئلہ بڑا پیچیدہ تھا۔ ایسے پُر پیچ دور میں علماء تین گروپ میں بٹے ہوئے تھے ایک گروپ وہ تھا جو مسلم لیگ کی مخالفت کے ساتھ پاکستان بنانے کا حامی تھا اس گروپ میں حضرت صدر الافاضل علامہ مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی، حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی، حضرت [illegible] صدر الشریعہ [illegible] اعظمی علیہ الرحمہ وغیرہ تھے۔ دوسرا

گروپ مسلم لیگ کی حمایت اور پاکستان بنانے کا حامی تھا اس میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ فیصل آبادی، حضرت محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، حضرت برہان ملت علامہ برہان الحق صاحب جبل پوری اور ان کے والد حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری وغیرہ شامل تھے۔ تیسرا گروپ مسلم لیگ کی مخالفت اور پاکستان بنانے کی مخالفت کررہا تھا اس میں حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی، مولانا سراج الہدیٰ صاحب گیاوی، اور مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی وغیرہ شامل تھے۔ حضرت مفتی صاحب کو حافظ ملت علیہ الرحمہ کی پشت پناہی حاصل تھی ایسے نازک وقت میں مفتی صاحب نے سیاست میں زبردست حصہ لیا اور ایسے پُر پیچ ماحول میں مفتی صاحب نے ایک کتاب بنام ''اشک رواں'' تحریر فرمائی یہ مفتی صاحب کے عنفوان شباب کا دور تھا اس وقت بھی مفتی صاحب صدرالشریعہ کی بارگاہ میں فتویٰ نویسی کے لئے آیا کرتے تھے باوجود اس کے کہ مفتی صاحب پاکستان بنانے کے سلسلے میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے موقف سے الگ تھے مگر صدرالشریعہ نے اس بارے میں ایک لفظ بھی مفتی صاحب کو نہ کہا اور نہ ہی رجوع کرنے کے لئے فرمایا اس سے بھی حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اور مفتی صاحب کے درمیان محبت کا پتہ چلتا ہے۔

جب میدان مناظرہ میں اترتے تو اپنے مقابل و خصم کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے۔ جس طرح کا سوال ہوتا ویسا ہی جواب دیتے۔ رمضان المبارک ۶۸ھ میں جب کہ مفتی صاحب کی جوانی کا دور تھا حضرت صدرالشریعہ حالت اعتکاف میں تھے مسجد میں مفتی صاحب کو بلا کر جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ صدرالشریعہ کی اس نظر عنایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کیا کچھ تھے۔ ان کی نگاہ بصیرت دیکھ رہی تھی کہ ان کے اندر کونسا جوہر علم پنہاں ہے۔

جب بھی آپ سے کوئی بات پوچھی جاتی تو اس کا برجستہ جواب دیتے ایسا محسوس ہوتا کہ انہوں نے پہلے سے سوال سن رکھا ہے اور اس کا جواب تیار کر رکھا ہے ہمیشہ آپ پر علمی استحضار کی کیفیت رہتی۔ جب بھی ہم کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہم ان سے مشورہ طلب کرتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ آج میں جس وقت جامعہ اشرفیہ آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ مجھے یہاں پہچاننے والا کوئی نہیں ہے۔ مجھے میری تنہائی نے ایسا دبوچا کہ میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں محسوس ہوتا تھا کہ جامعہ اشرفیہ کے در و دیوار نوحہ کناں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جنات عدن میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر منیر کو انوار و تجلیات سے بھر دے۔ آمین

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

●●●

شارح بخاری سانحہ ارتحال!

مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی
میلسی، پنجاب (پاکستان)

آہ! یہ المناک وحشت اثر خبر سننا بھی مقدر میں تھی کہ فقیہہ کبیر محدث شہیر شارح بخاری علامہ الحاج مفتی محمد شریف الحق امجدی قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دور قحط الرجال میں ہم سنیوں کو داغ مفارقت دے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ حضرت ممدوح قدس سرہٗ العزیز کی جامع معقول ومنقول شخصیت پر جب نظر ڈالتے ہیں تو بیک وقت متعدد عنوانات اور موضوع سامنے آجاتے ہیں کس کس وصف کا تذکرہ کیا جائے۔

چلو یہیں سے شروع کرتے ہیں حضرت علامہ شارح بخاری علیہ الرحمۃ الباری سے ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء سے گہرے روابط تھے جب نائب اعلیٰ حضرت مظہر صدرالشریعت حضور محدث اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز نے وصال فرمایا ہمیں نہیں معلوم تھا کہ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ہمارے برادر خواجہ تاش ہیں اور حضور سیدی محدث اعظم پاکستان سے شرف تلمذ واجازت سند حدیث رکھتے ہیں کیونکہ حضرت قبلہ سیدی محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ اپنے شاگردوں کو شاگرد نہیں بلکہ فاضل جامعہ رضویہ اور اپنے مریدین کو ہمارے احباب ہیں کہہ کر یاد فرماتے یا متعارف کراتے تھے۔ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء میں ہمیں اس وقت معلوم ہوا کہ جب حضرت محدث اعظم کے وصال پر ماہنامہ ''نوری کرن'' بریلی شریف نے محدث اعظم پاکستان نمبر شائع کیا۔ اس میں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ کے دو، روح پرور پُرمغز انتہائی معلومات افزا یادگار مضامین تھے جو اپنی مثال آپ تھے۔ ان مضامین کو تقریباً پاکستان کے ہر سنی جریدہ نے شائع کیا اور راقم الحروف سمیت حضرت محدث اعظم کے ہر سوانح نگار نے ان مضامین سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد سے باہمی روابط بڑھتے گئے

یہاں سے حضور سیدنا مفتی اعظم شہزادہ اعلیٰ حضرت سجادہ نشین بریلی شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں جو استفتاء ارسال کیا جاتا اس کا جواب حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کے قلم سے ہوتا اور اس پر سرکار سیدنا حضور مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ کی تصدیق وتائید اور مہر شریف ہوتی ان دنوں حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ بریلی شریف کے مرکزی دارالافتاء کے مشاق وکہنہ مشق مفتی تھے۔ حضرت علامہ ثناء اللہ اعظمی مئوی، حضرت علامہ تحسین رضا خانصاحب، حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب ٹانڈوی، قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی وغیرہ بھی رضوی دارالافتاء میں سیدنا حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ سے استفادہ اور رضوی دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ حضرت علامہ مفتی صاحب امجدی علیہ الرحمہ دارالعلوم مظہر اسلام میں نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے اور کار افتاء پر مامور تھے۔ یہ دارالعلوم بھی حضرت محدث اعظم پاکستان کی علمی روحانی یادگار تھا اور اس زمانہ کے پوسٹروں اور سنی جرائد میں لکھا ہوتا تھا۔

سراج السالکیں سردار احمد اس کے ہیں بانی
جہان علم وفن میں دوستو جن کا نہ تھا ثانی

اس زمانہ کے حضرت شارح بخاری کے تحریر فرمودہ فتاویٰ اور خطوط آج بھی سیکڑوں کی تعداد میں فقیر راقم الحروف کے پاس موجود ومحفوظ ہیں اور ممکن ہوا تو کسی وقت شائع بھی ہوں گے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی ؏ خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا

فقیر انجمن انوار القادریہ حیدرآباد کالونی کراچی کے احباب کے بار بار اصرار پر ۱۶؍مئی کو کراچی حاضر ہوا تھا کہ ایک صاحب دارالعلوم [illegible] قادری رضوی کے پوسٹر لائے فقیر

نے معلوم کیا کہ کیا امسال عرس شریف میں مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی اور علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اعظمی تشریف نہیں لا رہے ہیں اس شخص نے یہ دل دوز المناک خبر اندوہ اثر سنائی کہ مفتی شریف الحق صاحب تو انتقال فرما گئے۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی تو صرف پندرہ سولہ دن پہلے حضرت ممدوح مرحوم کا دس بارہ صفحات پر مشتمل طویل ترین مکتوب آیا تھا اور پھر رضا اکیڈمی بمبئی والوں کے ذریعہ پھر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اور ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی کے ذریعہ ''جشن شارح بخاری'' کی اطلاعات آ رہی تھیں اور ابھی کچھ دن پہلے جب فقیر نے اپنی بعض کتب محاسبہ دیوبندیت جلد دوم اور مناظرہ بریلی کا جدید ایڈیشن معہ اضافہ جدید اور نصرت خداداد فتح بریلی کا دلکش نظارہ کا تقابلی جائزہ بذریعہ ڈاک حاضر کیا تو حضرت علامہ مفتی صاحب امجدی علیہ الرحمہ نے فقیر سے مناظرہ بریلی کی دیوبندی روئیداد ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' طلب فرمائی تھی اور فقیر نے ارسال کی تھی فقیر ان کی رسید آنے کا منتظر تھا۔ لیکن یہ کیا سن رہا ہوں؟ ویسے تو حضرت ممدوح مرحوم اپنے تقریباً ہر مکتوب گرامی میں اپنی مسلسل علالت طبع ضعف و نقاہت اور ضعف نظر کا تذکرہ ضرور فرماتے تھے اور دل دھڑکنے لگتا تھا۔

مختصر یہ کہ اپنے عزیز و احباب مولانا محمد الطاف قادری رضوی چیرمین انجمن انوار القادریہ کراچی اور مولانا صوفی محمد فیصل صاحب قادری رضوی نقشبندی کے ہمراہ انجمن انوار القادریہ مدرسہ قادریہ رضویہ کی ویگن پر دار العلوم امجدیہ برائے تصدیق و تحقیق حاضر ہوا مگر اس وقت ایک بج چکا تھا اور حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی رضوی مصباحی مہتمم دار العلوم امجدیہ اور مولانا سید شاہ تراب الحق صاحب قادری رضوی دار العلوم سے تشریف لے جا چکے تھے البتہ مولانا صاحبزادہ نبیرۂ صدر الشریعہ عطاء المصطفیٰ اعظمی مفتی دار العلوم امجدیہ اپنے دار الافتاء میں تشریف فرما تھے۔ بہت ہی زیادہ محبت و مروت سے پیش آتے ہیں فوراً اپنے دولت کدہ پر لے گئے بوتل، برفی، شربت جو کچھ لا سکتے تھے بعجلت لے آئے مگر اس وقت دھیان ہی کہاں۔ آثار بتا رہے تھے کہ ہمارے عظیم رفیق و شفیق محسن و صدیق شارح بخاری جو بایں بزرگی و پیران سالی ہمیں ''برادر خواجہ تاش'' کہہ کر مخاطب فرماتے تھے ہم میں نہیں رہے۔ الغرض نبیرہ صدر الشریعہ مولانا مفتی عطاء المصطفیٰ سلمہ سے معلوم کیا اور اس خبر وحشت اثر کی تصدیق کی دل پکڑ کر بیٹھ گیا کہ اب اس دنیا میں کون ہے جو مرجع خواص و عوام ہے اب اس دنیا میں کون ہے جو سیدنا صدر الشریعہ کے فیوض و علوم کا مظہر ہو وہ کون ہے جو سیدنا محدث اعظم پاکستان کی جرأت و استقامت حسن اخلاق و اخلاص و مروت کا مظہر ہو وہ کون ہے جو شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا مفتی اعظم کی نیابت کا تاج جس کے فرق اقدس پر ہو وہ کون ہے جو حضور حافظ ملت کا سرمایہ صد افتخار ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان۔ تاجدار اہل سنت مفتی اعظم قائد اہل سنت سیدنا صدر الشریعت۔ فخر اہل سنت حافظ ملت قدست اسرارہم کے علمی و روحانی فیوض و برکات کا عطر مجموعہ تھے۔ ان کو دیکھنے سے ان بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ بلاشبہ وہ اس دور قحط الرجال میں یگانہ زمانہ تھے وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے جبل استقامت تھے ایسا عالم دین اس دور قحط الرجال میں شاذ ہے جو بیک وقت زبردست عالم و فاضل محقق و مدقق مفتی و مناظر اعلیٰ درجہ کا قادر الکلام خطیب اور بیک وقت ممتاز محدث و فقیہ اعلیٰ درجہ کا مدرس منفرد و ممتاز اہل قلم ہو۔ ہم نہ حضرت مفتی صاحب کے شاگرد نہ مرید مگر اس کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں کہ وہ جامع جمیع صفات عالم دین تھے۔ اور پھر ان کا خلوص و ایثار اور دینی جذبہ اور مسلکی ولولہ ہر باطل نظریہ کو کچلنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخر وقت تک مسلک اہل سنت پر کاربند رہنا۔ ورنہ آج کل چند ایسے کم ظرف نام نہاد فاضل اور سطحی محقق بھی نظر آئے جن کو تھوڑا بہت لکھنے یا بولنے کا سلیقہ آ گیا وہ خود فریبی میں مبتلا ہو کر آپے سے باہر ہو گئے اور جنون و خبط میں بہکنے لگے۔ مگر حضرت مخدومی شارح بخاری علیہ الرحمہ ایک مسلمہ متبحر علمی شخصیت اور بالغ نظر فقیہ و محدث ہونے کے باوجود اصول و فروعات کے جملہ مسائل میں سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع نہ صرف تابع بلکہ مسلک رضوی کے عظیم ناشر عظیم مبلغ عظیم محافظ عظیم پاسبان و علمبردار و جانثار تھے یہ وصف ان کا بہت نمایاں تھا۔ پھر بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہم انشاء اللہ العزیز ہر موضوع پر مستقل مضمون مفصل لکھیں گے سردست تو ہم حضرت ممدوح کے سانحہ

ارتحال پر اپنے قلبی فکری تاثرات پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ عنایات امجدی کا گویا ہم پر ایک قرض ہے جو ہم اتار رہے ہیں۔

مولانا عطاء المصطفیٰ سلمہٗ سے وصال امجدی کی المناک خبر اندوہ اثر سنکر خود بخود ہاتھ فاتحہ و دعا کے لئے اٹھ پڑے اور آنکھیں گویا منتظر تھیں باوجود ہزار ضبط کے نمناک ہوگئیں۔ دیر تک مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب سلمہٗ سے حضرت ممدوح کے احوال و کوائف معلوم کرتا رہا حالانکہ عین ممکن ہے اور شاید فقیر ان سے زیادہ جانتا ہو مگر ذکر محبوب سننے میں بیان کرنے سے زیادہ لذت ہوتی ہے۔ دار العلوم امجدیہ سے رخصت ہو کر حاجی ابوبرکاتی جو حضور تاج العلماء مارہروی علیہ الرحمہ کے جاں نثار مرید ہیں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھانا تھا اب موٹر کار میں سوار ہوئے تو حضرت مفتی صاحب امجدی کے لئے فاتحہ خوانی ہو رہی ہے۔ حاجی ابوبرکاتی صاحب یا ان کے بھائی کی کوٹھی پر ہیں تو حضرت مفتی صاحب قبلہ کے لئے فاتحہ خوانی ہو رہی ہے اور یہاں سے اپنے میزبان کے ہاں حیدر آباد کالونی جمشید روڈ جا رہے ہیں تو فاتحہ خوانی ہو رہی ہے ایک لمحہ کے لئے دل و دماغ سے ان کا خیال نہ اترتا تھا حد یہ کہ جب سے اب تک سوتے میں ایسا ہے کہ جب کروٹ بدلتا ہوں تو ایک دم زبان سے تلاوت اور فاتحہ خوانی شروع ہو جاتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی حضرت شارح بخاری کا روحانی تصرف اور کرامت ہے کہ دل پر ان کا قبضہ ہے یہی حال حضور سیدنا مفتی اعظم قدس سرہٗ کا تھا کہ جب سیدی سندی حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کا وصال ہوا جب بھی کسی نے کبھی مولانا محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کا نام نامی حضرت کے سامنے لیا یا کہیں حضرت نے لکھا ہوا ملاحظہ فرمالیا حضور مفتی اعظم فوراً ہاتھ اٹھا کر فاتحہ خوانی شروع فرما دیتے تھے۔ بار بار کا مشاہدہ ہے۔ خود نمائی نہیں ہرگز نہیں یہی حال اب اپنا ہے گھر میں موجود ہوں، سفر پر جا رہا ہوں، رات کو چارپائی پر آرام کر رہا ہوں، بلکہ نیند کی حالت میں جب کروٹ لیتا ہوں تو بلا مبالغہ حضرت شارح بخاری کے لئے تلاوت کرکے فاتحہ پڑھنا ایصال ثواب کرنا شروع کر دیتا ہوں بار بار دن میں رات میں حضرت ممدوح کے لئے بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ حضرت مخدوم ممدوح کی شفقتیں عنایتیں اور محبتیں اس فقیر حقیر بے توقیر کے لئے اس قدر تھیں جن کا شمار و ادراک نہیں کیا جا سکتا جب ان کا تصور آتا ہے اور آتا گیا ہے جاتا کہاں ہے ایک ایک واقعہ یاد آنے پر دل پر چوٹ لگتی ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی محبتوں سے پہلے کے حادثوں اور سانحوں کو بھلا دیا تھا ان کا کیف و سرور سے بھرپور محبت نامہ جب آتا تھا غم غلط ہو جاتے تھے نئی توانائی اور روحانی تازگی ملتی تھی اور اب بے قراری ہی بے قراری ہے وہ وہاں یوپی میں فوت ہوئے یہاں پنجاب میں صف ماتم بچھ گئی، دل و دماغ پر رنج والم کا سایہ ہے اور کسی طرح قرار نہیں۔

لے گیا چھین کے کون ترا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

اب صورت حال یہ ہے کہ یہاں کے دوست احباب سے اکثر ان کا تذکرہ رہتا ہے۔

ذکر جب چھڑ گیا محفل میں ان کا
نہیں ہوتی زباں دو دوپہر بند

بخدا ہرگز خود نمائی نہیں گزشتہ سالوں میں کئی عزیز رشتہ دار اور بزرگ فوت ہوئے لیکن حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کے حادثہ ارتحال نے سب غم بھلا دیئے۔

فقیر کے خلف اکبر مولوی سردار احمد رضا رضوی مصطفوی (خلیفہ سیدنا مفتی اعظم) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں زیر تعلیم ہیں انہوں نے وہاں برادر طریقت علامہ مفتی عبد القیوم قادری رضوی ہزاروی سے اور علامہ شرف قادری سے ذکر کیا کہ ابا (راقم الحروف) کراچی سے آئے ہیں حضرت قبلہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔ یہ سنتے ہی لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ میں سناٹا چھا گیا، صف ماتم بچھ گئی۔ فوراً جلسہ تعزیت اور فاتحہ خوانی کا انتظام کیا گیا۔ یہی حال کراچی کا تھا جہاں جہاں جانا ہوا جن جن علماء و احباب سے ملاقات ہوئی حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہٗ کی جدائی کو شدت سے محسوس کیا گیا جیسے ان کا قریبی محسن و مربی پردہ فرما گیا۔

میلسی میں بزم انوار رضا اہل سنت کے زیر اہتمام فاتحہ خوانی اور جلسہ تعزیت کا اہتمام کیا گیا عرس قادری رضوی میلسی کے جلسہ پوسٹر میں حضرت شارح بخاری کے جلسہ تعزیت کا پوسٹر شائع ہوا۔ ●●

شارح بخاری میرے ابا حضور

مولانا حمید الحق رضوی مصباحی، زمبابوے (افریقہ)

وہ وقت کتنا صبر آزما تھا، وہ خبر کتنی اندوہناک تھی، جب کانوں سے ٹکرائی کہ میرے ابا حضور حضرت مفتی محمد شریف الحق ہم سے رخصت ہوگئے۔ کان کو یقین آئے تو کیسے! دل مانے تو کیسے! یقین کیا جائے تو کس طرح! جب کہ چند گھنٹہ قبل میں ہرارے (زمبابوے) سے ان سے فون پر بات کر چکا تھا۔ خلاف معمول دیر تک بات ہوئی۔ بچوں سے فون پر دلجوئی فرمائی، کیا کھایا؟ کیا کیا؟ بچوں سے کیسے گھل مل کر باتیں کرتے تھے۔

زمبابوے کا تین بجا تھا کہ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ جب کہ وہاں عام معمول ہے کہ رات کو سوتے میں کوئی بھی فون کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔ نیند ہی کی حالت میں کہ فون باہر ہی کا ہوگا، ریسیور اٹھایا، ہیلو کے بعد قاری جلال الدین صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی آواز آتی ہے۔ حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ کا انتقال ہوگیا، جیسے کان کی ساعت سلب کر لی گئی ہو۔ پھر دوبارہ وہی آواز آتی ہے۔ میں نے سوال کیا اور کوئی ہے جس سے میں بات کروں فرمایا مولانا اختر کمال صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہیں وہ کسی طرح سسکتی ہوئی آواز سے فرماتے ہیں حافظ صاحب حضرت نہیں رہے پھر دہاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ وہ صدا گویا میرے دل پر بجلی کی طرح دھماکہ خیز لگی آہ و فغاں سے پورا ماحول گونج اٹھا۔ میں اور اہلیہ دیر تک روتے رہے، رات کے پچھلے پہر کون سنتا جو تسلی دینے آتا۔ بچے بھی سوئے ہوئے جاگ گئے، وہ بھی اچنبھے میں پڑے دیکھتے رہے، آج یہ کیا ہوگیا روتے تو ہم تھے امی چپ کراتی تھیں اب الٹا کیوں ہے؟ محو حیرت کچھ دیر تک وہی تماشائی بنے رہے پھر انہیں دیکھ کر دل کو ڈھارس بندھی سسکی رکی پھر فون کر کے مبارک پور معلوم کیا کب انتقال ہوا کیسے ہوا؟ بس جواب یہی ملا۔ اچانک ہوا۔ خیر جیسے تیسے احباب کو مطلع کیا۔ حنیف بھائی اور برادر منصور بھائی کو مطلع کیا اور یہ کوشش شروع کی کہ مجھے جانا ہے جنازے میں پہنچنا ہے گھوسی فون پر معلوم کیا نماز جنازہ کب ہے؟ پتہ چلا آج ہی کا ارادہ ہے شام کو میں نے عرض کیا میں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں کل جنازے کو مؤخر کر دیں کرم ہوگا، خیر لوگوں نے اس کو منظور کیا۔ میں چلنے کی تیاری میں لگ گیا۔ لوگ تعزیت کے لئے گھر آنا شروع ہوگئے۔ وہاں تعزیت کا انداز بھی پیارا ہے۔ جس گھر میت ہوگی۔ اس کے گھر جا کر پہلے وارثین سے گلے ملیں گے افسوس کا اظہار کریں گے پھر خود ہی فاتحہ پڑھیں گے پھر پوچھیں گے کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ اس کے بعد تسلی کے الفاظ دہرائیں گے۔ احباب و متعلقین صبح ہی سے آنا شروع ہوگئے۔ ادھر فون پر بھی لوگوں کے تعزیتی تاثرات ملتے۔ ملک اور بیرون ملک ہر جگہ سے لوگوں کے تاثرات موصول ہوتے رہے۔ اسی دن صبح کی فلائٹ کینیا ایئر لائنس سے بنارس تک

ٹکٹ او کے ہوگیا کچھ امید بندھی میں بھی جنازے میں شریک ہو جاؤں گا۔ اس وقت بلکنا پڑا جب معلوم ہوا کہ ۱۰ بجے جانے والی فلائٹ آج آٹھ بجے ہی چلی گئی۔ بغیر کسی انفارمیشن (اطلاع) کے اسی دن کا ٹائم بدل دیا گیا۔ اس کے بعد ساری تدبیر ناکام رہی کہیں سے کوئی فلائٹ نہیں ملی جس سے میں جمعہ کے وقت تک پہنچ جاتا۔ چارو ناچار میں دوسرے دن کینیا ایئرلائنس سے بمبئی ہوتے ہوئے بنارس پہنچا۔ پتہ چلا حضرت نظمی میاں بنارس میں مقیم ہیں میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا، حضرت نے دعاؤں سے نوازا کافی تسلی دی۔ ان کی محبت کے دکھ بھرے کلمات میرے لئے مرہم زخم ثابت ہوئے۔ پھر اجازت لے کر غمکدہ کے لئے رخصت ہوا۔ بنارس ایئرپورٹ پر لینے کے لئے مولانا خورشید بھائی، محبی مولانا محمد صدیق صاحب میرے خسر عرفان الحق صاحب اور ان کے چھوٹے صاحبزادے شاہد رضا تھے۔ یہ سب لوگ ساتھ ہی گھوسی تک آئے یہ لوگ میری ڈھارس بندھانے میں کافی معاون ثابت ہوئے۔ جب مرقد پر نظر پڑی وہ وقت کتنا صبر آزما تھا۔ دل بے قابو ہوگیا اور کیوں نہ ہوتا جب کہ اس سے قبل جب بھی آتا ان کی دست بوسی کرتا، قدم بوسی کرتا، مشفق باپ سراپا سامنے ہوتا تھا ان کی محبت اور کرم نوازی کے جلوے سامنے ہوتے مگر اب تو کچھ بھی نہیں تھا۔ دل پر قابو پاتے ہی بہت مشکل سے فاتحہ پڑھی۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد جب گھر میں داخل ہوا تو کہرام مچ گیا بڑی مشکل سے ان سب سے قابو پانے کے بعد بیٹھک میں علماء واحباب کے جھرمٹ میں پہنچا۔ بہت سارے رشتے دار بھی موجود تھے۔ صبر وشکر کی لوگوں نے تلقین کی۔ جہاں وہ دکھ کا اظہار کرتے وہیں محبت کے آنسو بھی چھلک آتے میں سمجھتا تھا۔ مجھے اولاد کے ناطے زیادہ تکلیف اور دکھ ہے مگر دوسروں کے غمگین چہروں کو دیکھ کر محسوس ہوتا وہی زیادہ زخم خوردہ ہیں۔ میں کس کس کی سناؤں۔ جہاں گھوسی کے در ودیوار سوگوار نظر آتے ہیں وہیں مدینہ طیبہ کے گل گلزار بھی سوگوار نظر آئے۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ شیخ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت علامہ شیخ فضل الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کے دل کی تو کوئی پوچھے ان پر کیا بیتی فون پر جو تعزیتی کلمات ارشاد فرمائے اس سے جو دل کی کیفیت تھی صاف عیاں تھی۔

میرے ابا حضور دنیا سے چلے گئے۔ مگر ان کی خدمات انہیں صدیوں یاد رکھیں گی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی جو خدمات کی ہیں انہیں زندۂ جاوید رکھیں گی۔ ان کا علمی جاہ وجلال مدتوں دشمنوں کے دلوں پر حاوی رہے گا ان کی قلمی خدمات چاہے باطل شکن ہوں یا دینی علمی جواہر پارے تا قیامت عظمت کے مینار بن کر چمکتے دمکتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

میں ممنون ہوں ان کرم فرماؤں کا جنھوں نے جس طرح بھی ہمارے زخمی دل پر مرہم رکھا۔ دعاؤں سے نوازا، تسلی بخش کلمات سے نوازا، ہمیں صبر وشکر کی تلقین کی۔ ابا حضور علیہ الرحمہ کے لئے قرآن خوانی تعزیتی جلسے کئے۔ ان کے لئے خصوصی مضامین لکھے بزم قلم وسخن سجائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے کرم سے نوازے بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

●●

شارح بخاری!

مدینۃ الرسول میں دعاء مغفرت

مولانا افتخار احمد قادری مصباحی
مدینہ منورہ۔ حجاز مقدس

۹ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ

بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ

محب مکرم ڈاکٹر محب الحق صاحب و مولانا عبدالحق صاحب زید حکم و عزیزی حافظ حمیدالحق و عزیزی وحیدالحق و عزیزی ظہیرالحق سلمہم المولیٰ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شارح بخاری حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ و الرضوان بلاشبہ پورے عالم اسلام کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ ان کے کئے ہوئے کاموں کی خوشبو پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور اس کی خوشبو مزید بڑھتی ہی جائے گی اور اس خوشبو سے معطر ہونے والے بڑھتے جائیں گے۔ جب یہ خبر عزیزی حافظ حمیدالحق صاحب نے فون پر سنائی تو پہلے اس کا یقین نہ ہوا چونکہ ذہن اس کے لئے تیار نہ تھا نہ تو علالت کی خبر ملی تھی اور نہ اس طرح کے حالات تھے، پھر مسلسل ٹیلی فون آتے رہے اور خواہی نخواہی دل و دماغ مجبور ہوگئے۔ لیکن دماغ واعصاب اتنے متاثر ہوئے کہ کام سب معطل ہوگئے۔

حضرت قدس سرہٗ صرف آپ کے ہی والد کریم نہ تھے بلکہ ہم سب کے بابائے شفیق بھی تھے۔ اپنے حقیقی والد علیہ الرحمہ کے انتقال پر یتیمی کا احساس اتنا شدید نہ ہوا تھا جتنا کہ اب ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ استاذ مکرم ہی نہ تھے بلکہ ایک مشفق باپ بھی تھے۔

لیکن ہم سب اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں حدیث شریف میں آیا الخلق عیال اللہ ۔ ساری ذمہ داری ہماری بھی اوران کی بھی سب رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ هو المدبر الفعال لما یرید اس کے فیصلہ کے سامنے ہمارے سرنیاز خم ہیں اور ہماری زبان ناطق ہے انا للہ و انا الیہ راجعون

اور اہل ایمان کی نشانی بتائی گئی ہے کہ جب رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو اس طرح کی جانگسل آزمائشیں پہنچتی ہیں تو صبر ورضا کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للہ و انا الیه راجعون

اور بیشک ہماری آزمائش بڑی ہی عظیم ہے کہ ہم سے صرف اب کبیر ہی نہیں رخصت ہوا بلکہ علم کا ایک بابائے عظیم بھی ہم سے گیا۔ اور حق فرمایا گیا ہے۔ موت العالم موت العالم

جتنے سوگوار تجہیز ونماز وتدفین میں بھی شامل ہوئے وہ سب بھی پُر ملال ہیں اور جو دور رہے وہ بھی اندوہگیں ہیں۔

ہم سب آپ سب کو صبر جمیل کی تلقین کرتے ہیں اور رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ سب کو بیحد و بے حساب اجر وثواب عطا فرمائے۔ اور حضرت کے مزار پرانوار پر رحمت ونور کی ایسی موسلا دھار بارش فرمائے جس کا سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے۔

خبر ملتے ہی میں حرم شریف حاضر ہوا اور روضہ میں نمازیں پڑھیں، تلاوت کی اور دعائیں کی گئیں۔ پاکستان کے مشہور خطیب حضرت مولانا شفیع اوکاڑوی کے بھائی اکرام صاحب ملے ان کو اس جانکاہ خبر سے آگاہ کیا موصوف سخت متاسف ہوئے میں نے ان سے دعا کے لئے کہا انہوں نے مجھ سے کہا آپ دعا کریں، میں نے منبر شریف کے قریب روضۂ مبارکہ میں دعائیں کی دعا کے بعض الفاظ یہ تھے۔

اللھم اسکنه فسیح جناتک اللھم اغفرله و ارفع درجاته فی جنات النعیم اللھم اعطه الدرجة الرفیعة فی جنات الخلد اللھم امنح اولاده و اخلافه الصبر و السلوان و اجعل له خیر خلف ینوبون عنه فی خدمات اسلامیة اللھم انزل علیه رحمتک و رضوانک مادام الملوان بجاه نبیک و حبیبک سیدنا و سیدالمرسلین صلی اللہ علیه و علیٰ اله الطیبین و صحبه اجمعین

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کیا ان کی طرف سے خصوصاً اور سب احباب کی طرف سے عموماً اور مغفرت و رحمت اور ارفع درجات کے لئے دعائیں کی اس طرح حضرات شیخین امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات میں سلام عرض کیا اور ان کی طرف سے بھی خصوصاً پھر دعائیں کیں۔

پھر جنت البقیع حاضری دی اور اہل بیت النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنین، اولاد طیبین اور سارے آسودگان بقیع کو سلام پیش کرنے کے بعد فاتحہ پڑھی اور حضرت کی طرف سے بھی اور سب مخلصین کی طرف سے بھی اور پھر دعا کی۔

بعد جمعہ سعودیہ کے وقت کے مطابق دو بجے سے ساڑھے تین بجے تک میری رہائش پر قرآن خوانی ہوئی اور ایک ختم اور ستائیس پاروں کے ساتھ ایصال ثواب کیا گیا۔ حیدرآباد کی عظیم شخصیت علامہ سید حبیب اللہ قادری علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے سید مصطفےٰ قادری و سید جلال قادری شریک رہے آخر الذکر الریاض سے زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے اس مبارک محفل میں حضرت قدس سرہٗ کے درجات کی رفعت کے لئے خاص طور سے دعا کی گئی۔

حضرت قدس سرہٗ کی بڑی خوش نصیبی رہی کہ اطلاع ملتے ہی فوراً روضہ میں دعائیں ہوئیں اور غالباً پہلی قرآن خوانی بھی حدود حرم میں ہوئی۔

مولیٰ تعالیٰ ان کے قبر انور پر رحمت و کرم کی ہمیشہ بارش فرماتا رہے اور اسے روضة من ریاض الجنة سے بدل دے اور ان کے درجات میں ہمیشہ ترقیاں عطا فرماتا رہے اور اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا سے نوازے اور ان کو اپنے قرب خاص سے سرفراز فرمائے۔

۸؍ صفر جمعہ کی شام کو بوقت عشاء حضرت سیدی شیخ فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تفصیلات سے باخبر کیا تو موصوف نے تعزیت کا فون کیا۔ میری بھی ڈاکٹر محب الحق صاحب سے بات ہوئی اور جنازہ مبارکہ کی تفصیلات سے انہوں نے آگاہ کیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے بلاشبہ ایک باوقار زندگی کے ساتھ باوقار انتقال بھی فرمایا۔ والسلام

افتخار احمد قادری، المدینة المنورہ

●●●

شارح بخاری! یورپ میں دعاء مغفرت

مولانا قمرالزماں اعظمی مصباحی
مانچسٹر، انگلینڈ

عزیزی عبدالعلی عزیزی سلمہ کے ٹیلی فون سے فقیہ اعظم ہند محدث عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پُر ملال کی اطلاع ملی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تھوڑی دیر تک سکتے کی کیفیت طاری رہی اور پھر زبان سے کلمہ استرجاع ادا ہوا۔ حضور فقیہ عصر کے وصال سے پوری دنیائے سنیت غم واندوہ میں ڈوب گئی ہے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے دردناک وصال کی تعزیت کن کن افراد، جماعتوں، اداروں، اور درسگاہوں کو پیش کروں حقیقت تو یہ ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ عالم اسلام بالخصوص برصغیر ہندو پاک کا ہر مسلمان تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ گلستان امجدیہ کی وہ بہار جاوداں تھے جن کے فیض سے سیکڑوں درسگاہیں اسلامی ادارے اور افتاء کی مسندیں صبح قیامت تک فیضیاب ہوتی رہیں گی۔ بلاشبہ حضور فقیہ عصر کے وصال سے دنیائے علم وفکر، فقہ وافتاء تعلیم و تدریس، تحقیق وتفحص، نقد ونظر مناقشات علمیہ مباحثہ ومناظرہ تصنیف وتالیف تحریک وتنظیم، میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوگیا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔ عالم اسلام میں ایسی شخصیتیں بہت کم پیدا ہوتی ہیں جو علوم اسلامیہ کے تمام گوشوں کا یکساں احاطہ کرسکتی ہوں اور جن کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ وہ کس علم اور کس فن میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔

مجھے ان سے تلمذ کا شرف تو نہ حاصل ہوسکا لیکن ہندوستان کے دوران قیام اور برطانیہ منتقل ہونے کے بعد بھی بہت سی نشستوں میں ان کے علمی مباحث اور آراء کو سننے اور فیضیاب ہونے کا اتفاق ہوا اور ان کی جملہ تحریروں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ فقہ اسلامی کے جملہ اصول وفروع پر مکمل دسترس اور استنباطی قدرت رکھتے تھے۔ جزئیات کا استقصا اصول فقہ میں ان کا تبحر مصادر استنباط اور مصادر استخراج میں ان کا درک کامل آج کے دور کے فقہاء میں ان کو بہت منفرد اور بلند مقام پر فائز کرتا ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی شرح ''جو بلاشبہ ملت اسلامیہ بالخصوص ملت حنفیہ پر ان کا احسان عظیم ہے'' کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ فن حدیث میں بھی فقہ وافتاء کی طرح مہارت تامہ رکھتے تھے۔ نزہۃ القاری میں سیکڑوں مقامات کی تشریح وتعبیر توفیق وتفہیم اور تلفیق بین الآراء کے حوالے سے علم واستدلال کے وہ چراغ روشن کئے ہیں جن کی ضیاء سے ریب وتشکیک کے تمام اندھیرے کافور ہوگئے ہیں۔

بخاری شریف کی بعض معاصر شرحوں میں صرف اختلاف آراء کی نقل پر اکتفا کیا گیا ہے جس حدیث کا ایک عام طالب علم شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنس جاتا ہے مگر فقیہ عصر نے انتہائی دقت نظر کے ساتھ اہلسنت اور احناف کے فقہی اور کلامی موقف کی تصویب وترجیح پر جو دلائل قائم کئے ہیں وہ صرف ان کا حصہ ہیں۔

مطالعہ نزہۃ القاری کے بعد اس قول کی حقیقت مبرہن ہوگئی ہے کہ ہر فقیہ کے لئے محدث ہونا ضروری ہے جب کہ ہر محدث کے لئے فقیہ ہونا ضروری نہیں۔

مشہور فرانسیسی مستشرق گستاولیبان نے کہا تھا کہ فقہ اسلامی میں اجتہاد قیاس اور استنباط نے اسلامی قوانین کو ایک بحر ناپیدا کنار کی حیثیت عطا کردی ہے اور قوانین کے یہ سرچشمے اسلام کو عصری تقاضوں کے مطابق رہنمائی کی مکمل استعداد عطا کرتے رہیں گے۔

فقیہ عصر نے اپنی قیادت میں فقیہ اسلامی سے متعلق ''تحقیقاتی اور نظریاتی کونسل'' قائم فرما کر عصری مسائل کو اصول فقہ اور دانش حاضر کی

روشنی میں حل کرنے کی طرف نمایاں پیش رفت فرمائی اور الجامعۃ الاشرفیہ میں مفتیان کرام کی تربیت کا جو نظام قائم فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے امید ہے کہ جامعہ کا یہ شعبہ عالمگیر شہرت کا حامل ہوگا اور اگر ان کے متعین کردہ خطوط تواتر وتسلسل سے کام ہوتا رہا تو اس ادارے کو جامعہ ازہر کے درالافتاء اور مجمع البحوث الاسلامیہ وغیرہ کا ہمسر بنایا جاسکے گا حقیقت تو یہ ہے کہ استاذی واستاذ العلماء جلالۃ العلم مخدومی ومطاعی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نیز نائب الشیخ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد فقیہ عصر کی شخصیت نے جامعہ کے علمی فنی اور تدریسی بھرم کو قائم رکھا اور مجھے امید ہے کہ ان کے زیر تربیت علماء اور جامعہ کے عظیم اساتذہ اس روایت کو قائم رکھیں گے اور ان کا یہی عمل حضور فقیہ کی خدمت میں بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

وصال عظیم حقیقت ہے مگر بڑے مبارک ہیں وہ نفوس قدسیہ جو مشیت کی طرف سے تفویض کردہ فرائض اور مسئولیات اور اپنے حصے کا ہر کام مکمل کر کے جاتے ہیں حضور فقیہ اعظم اسی جماعت کے نمائندے تھے فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین۔

برطانیہ کی بہت سی مساجد بالخصوص عبادالرحمٰن ٹرسٹ، جامع مسجد نارتھ مانچسٹر، ورلڈ اسلامک مشن اسلامک سنٹر لیسٹر مسجد نورالاسلام بولٹن، مسجد خضریٰ گلاسگو اسکاٹ لینڈ اسلامک سنٹر راچڈیل کے علاوہ یورپ میں ہالینڈ، جرمنی، ناروے، امریکہ میں ہوسٹن شکاگو ڈیلس سان فرانسسکو، کنیڈا میں ٹورنٹو اور افریقہ میں بہت سے ممالک میں حضور فقیہ عصر کے لئے تعزیتی اجلاس اور ایصال ثواب کی محافل منعقد ہوئیں اور ہو رہی ہیں میری طرف سے حضور عزیز ملت اور جملہ اساتذہ اشرفیہ وپسماندگان فقیہ العصر کی خدمت میں سلام وتعزیت پیش فرمادیں۔

شارح بخاری! علماء برطانیہ کا خراج عقیدت

مولانا محمد فروغ القادری (ایم اے) ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ، برطانیہ

فقیہ عصر، نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر دارالافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی انڈیا کے اچانک وصال پر ملال کی خبر وحشت اثر یہاں برطانیہ عظمیٰ میں بذریعہ فون وصولیاب ہوئی۔ یہ اطلاع ملتے ہی مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی قبلہ سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ نے مشن کے اراکین ودیگر ارباب علم ودانش واحباب اہلسنت پر مشتمل ایک تعزیتی اجلاس طلب فرمایا۔

علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کے سانحہ ارتحال پر اپنے گہرے دکھ اور قلبی صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "ان کے وصال سے اہلسنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ برصغیر ہندوپاک میں اس وقت وہ مرجع فتاویٰ تھے۔ مسائل کے استنباط کے سلسلے میں وہ اجتہادی شان کے مالک تھے۔ ان کے اُٹھ جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ انہوں نے بخاری شریف کی شرح مکمل فرما کر ملت اسلامیہ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے اور کم وبیش نصف صدی فقہ وافتاء کی خدمت کر کے انہوں نے ایک عظیم مثال قائم فرمائی ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دوران قیام، فقہی سمینار (Seminars) کی سرپرستی کر کے انہوں نے عہد حاضر کے مسائل میں شرعی فیضان کے ذریعے سے اہلسنت وجماعت کو ایک اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔

علامہ اعظمی نے اس بات پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ان سے تربیت حاصل کرنے والے مفتیان کرام اس عظیم ادارے کو جاری وساری رکھیں گے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر بیش قیمت کتابیں تحریر فرمائیں جو اسلامی لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے۔ کاش کہ "اشرف السیر" مکمل ہوگئی ہوتی تو یقیناً اسلامی تاریخ، وسیرت کا ایک عظیم ماخذ بنتی۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے وصال پر ملال کی تعزیت صرف ان کے پسماندگان ہی کو نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کو پیش کی جانی چاہئے۔ اس لئے کہ ان کے وصال سے جملہ علمائے کرام خود کو یتیم محسوس کر رہے ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب قبلہ بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل مقیم حال مانچسٹر انگلینڈ نے فرمایا کہ "حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی فقیہ النفس تھے۔ اور فقہی جزئیات وحواشی پر ان کی گہری نظر تھی، حضور مفتی اعظم ہند اور حضور صدر الشریعہ کے بعد میں نے ان جیسا فاضل ہندوپاک میں نہیں دیکھا۔ جس زمانے میں چاند پر پہنچنے کی واقعیت کے حوالے سے ارباب فکر وفن باہم مباحثہ کا شکار تھے۔ علامہ امجدی نے اسے اپنی وقیع اور جامع تحریر کے آئینے میں ثابت کر دکھایا۔ علامہ خوشتر صدیقی نے فرمایا کہ ان کی وہ تمام علمی وفکری تصانیف جو عقلیات کے عناوین پر مشتمل ہیں، اگر ان کا انگریزی ترجمہ کر دیا جائے تو امریکہ اور یورپ کی دانشگاہوں میں علوم قرآن وحدیث کے حوالے سے ایک جدید فکر کا اضافہ ہوگا۔"

حضرت علامہ پروفیسر شاہد رضا نعیمی صاحب قبلہ سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن یورپین. یونین نے فرمایا کہ "حضرت مفتی صاحب قبلہ عصر حاضر میں مسند درس وافتاء پر حافظ ملت کے سچے جانشیں تھے، انہوں نے اپنی فقہی بصیرت اور خداداد صلاحیتوں سے ملت اسلامیہ کی ہر مشکل مرحلے میں رہنمائی فرمائی ہے۔ نصف صدی تک شعبہ افتاء سے وابستگی کے دوران باطل تحریکات کے عقائد وعزائم اور مسلکی ومذہبی احتساب میں ان کی قلمی جرأت کو نمایاں حیثیت حاصل رہے گی۔ انہوں نے ایسے نازک دور میں اسلامیان ہند کو دین فہمی کا شعور عطا فرمایا ہے اہلسنت کی صف اوّل کے علماء مشائخ اور مفتیان کرام اٹھ چکے تھے۔ اور آج خود ان کا سانحہ ارتحال پورے عالم اسلام کے لئے کسی ناقابل تلافی نقصان سے کم نہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے پیچھے باصلاحیت طلبا وتلامذہ کی ایک

بہت بڑی جماعت چھوڑی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حضرات اس علمی خلاء کو پر کرنے میں ہر ممکن جدو جہد اور سخت کوشی سے کام لیں گے۔"

حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی ڈائریکٹر مصباح العلوم اُردو اکیڈمی راچڈیل انگلینڈ نے فرمایا کہ "حضرت مفتی امجدی صاحب قبلہ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز درس وتدریس سے فرمایا تھا۔ تحریر و تصنیف کے ہر مرحلے میں وہ مسلک اہل سنت کے بیباک ترجمان تھے۔ بلکہ یہی ان کا مشن تھا۔ اور اس مقصد عظیم کے پیش نظر انہوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ بیباک ترجمان تھے۔ بلکہ یہی ان کا مشن تھا۔ اور اس مقصد عظیم کے پیش نظر انہوں نے کوئی دقیقہ "فروگزاشت نہیں کیا۔ بریلی شریف اور پھر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے زمانہ قیام میں ہزاروں طلباء نے ان سے اکتساب فیض کیا اور فتویٰ نویسی کی تربیت وصلاحیت حاصل کی۔ بعد وصال یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔

بلاشبہ فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ جیسی شخصیت مدتوں بعد پیدا ہوتی ہے ان کی فقہی اور حدیثی خدمات کے احسانات سے برصغیر ہندو پاک کے ارباب سنیت کی گردن ہمیشہ جھکی رہے گی۔ ان کی فتاویٰ نویسی کا تسلسل گزشتہ چھ دہائیوں کو محیط کئے ہوئے ہے۔ انہوں نے ایسے نازک حالات میں اسلامیان ہند کو علوم قرآن وحدیث اور درس وافتا سے آشنا کرایا کہ جس دور میں اکابر علماء کی صفیں خالی ہو چکی تھیں۔ انہیں سرزمین ہند میں حدیث مصطفیٰ کا مدّون ثانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ انہوں نے نو ضخیم جلدوں میں "نزہۃ القاری" شرح بخاری لکھ کر فقہ حنفی کے بے شمار حوالوں کو ضائع ہونے سے بچالیا ہے۔ وہ اپنی ضعف عمری اور تدریسی مصروفیات کے باوجود فتاویٰ نویسی کی دقت طلب راہوں میں جس قدر عرق ریزی اور سخت کوشی سے کام لیا ہے۔ اس کا اندازہ ان کے ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے فتاوے سے لگایا جاسکتا ہے۔ وہ عصر حاضر میں صدر الشریعہ کی شوکت علمی کے پیکر مجسم اور مفتی اعظم کے نائب اعظم تھے۔

ابھی چند مہینوں پیشتر رضا اکیڈمی ممبئی نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو چاندی کے وزن کے ساتھ تول کر ان کے علمی کارناموں کو جن عقیدتمندانہ جذبات کے ساتھ سراہا ہے بلاشبہ ان کا ہی حصہ تھا۔ شوکت علم وفن کی قدر نوازی اور اہتمام شوق کی اس بزم آرائی کے لئے "رضا اکیڈمی" کے مخلص اور درد مند اراکین پورے عالم اسلام سے مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔

مذکورہ کانفرنس کے انعقاد کے چند مہینوں بعد گرچہ حضرت ممدوح بظاہر ہم میں موجود نہیں ہیں مگر یقین جانئے ان کا علمی فیضان قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔ ان کے علم وفن کے فیضان سے سنیت کے بام و در ہمیشہ روشن وتابناک رہیں گے انہوں نے اپنے پیچھے اپنی گرانقدر علمی تصانیف کے ذخائر، مخنتی، باشعور اور فہم وفراست کی جملہ صلاحیتوں سے آراستہ علماء وفضلاء کی جو عظیم ترین جماعت چھوڑی ہے وہ دعوت الی اللہ والی الرسول کی جدو جہد کو اقطار عالم کے ہر گوشے میں پہنچاتے رہیں گے۔ وہ جب تک مسند افتاء پر فائز رہے فرائض شریعت کی ادائیگی میں لمحہ بھر کے لئے بھی کسی شخصیت یا خارجی اثرات کے دباؤ سے مرعوب ہوئے بغیر اپنا فیصلہ صادر فرمادیا کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ نے انہیں جو داعیانہ منصب عطا فرمایا تھا اس کی حقیقی پاسداری کی راہوں میں تادم اخیر کسی بھی مصلحت کوشی کو درمیان میں حائل ہونے نہیں دیا۔ اور یہی دراصل ان کے ایوان علم وعمل کا طرہ امتیاز تھا۔

ان کی جملہ تصنیفات دلائل وبراہین اور فقہی جزئیات سے مزین ہونے کے باوجود حد درجہ سریع الفہم اور متاثر کن ہیں۔ "ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ" کے ذریعہ ان کی جامع اور وقیع تحریروں سے پوری دنیا ایک عرصے تک استفادہ کرتی رہی، اور افسوس کے اب اس علمی محرومیت کے احساس سے ہر جانب مایوسی کا سامنا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ تغمدہ اللہ بغفرانہ و جلعہ بحبوحۃ جنانہ ہمارے عہد کی ایک عظیم شخصیت تھے، علم وفضل، فکر وفن، زہد واتقاء فی الدین کا کوئی بھی تذکرہ ان کے ذکر کے بغیر مکمل ہو نہیں سکتا۔

بجھا چراغ اٹھی بزم، کھل کے رو، اے دل!
وہ چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

شارح بخاری! جامعہ ازہر مصر میں دعائے مغفرت

مولانا تاج محمد قادری، جامعہ ازہر مصر

۲۶ر مئی بروز جمعۃ المبارکہ مجمع البحوث الاسلامیہ الازہر الشریف میں جمعیۃ الباحثین کے زیر اہتمام فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے سلسلہ میں ایک جلسۂ تعزیت کا انعقاد کیا گیا جس میں برصغیر ہند و پاک کے علاوہ دیگر چودہ ممالک کے طلبہ نے بھی شرکت کی۔

اولاً حاضرین نے قرآن خوانی کی، حضرت شارح بخاری کی روح پاک کو ایصال ثواب کیا۔ بعدازاں مولانا دین محمد قادری نے بارگاہ رسالت مآب میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔ مولانا نعمان احمد اعظمی نے حضرت شارح بخاری کے انتقال پر اپنے شدید رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اس کو پوری سنیت کا نقصان قرار دیا۔ جمعیۃ کے سکریٹری مولانا منظرالاسلام نے حضرت شارح بخاری کی حیات کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی روشن خدمات اور جہاد بالقلم کے نمایاں کارناموں سے حاضرین کو واقف کرایا۔ نیز انہوں نے تجویز پیش کی کہ ہندوستان سے حضرت کے تفصیلی حالات منگوا کر یہاں کے عربی اخبارات و رسائل کو مضامین دیئے جائیں تاکہ مصر کے علماء و دانشوران بھی حضرت کی خدمات سے آگاہ ہوسکیں۔ صدر انجمن مولانا جلال رضا فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے اس شعر سے اپنی گفتگو کو آغاز کیا۔

وما کان قیس ھلک واحد

ولکنہ بنیان قوم تھدم

انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت سے شرف ملاقات حاصل نہیں تھا لیکن میں نے ان کی تصانیف کا مطالعہ ضرور کیا اور اسی وقت سے میرے دل میں حضرت کے غیر معمولی علم و فضل کا ایک عجیب تاثر قائم ہے انہوں نے مزید کہا کہ ابھی کچھ عرصہ قبل اپنی ایک میٹنگ میں ہم نے حضرت شارح بخاری کے جشن پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا تھا مگر کیا معلوم تھا کہ چندون بعد ہم ان کے وصال پر ماتم کریں گے افسوس کہ آج ہمارے درمیان حضرت شارح بخاری نہیں رہے لیکن ان کی قلمی خدمات ان کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

آخر میں سرپرست جمعیۃ مولانا عاصم قادری نے تعزیتی کلمات کے ساتھ اپنے رنج و غم کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ یوں تو بخاری شریف کی اُردو میں کئی شروحات تھیں لیکن وہ عشق رسول کے جذبہ اور تعظیم انبیاء و اولیاء کے احساس سے خالی تھیں ان شروحات کو پڑھ کر عوام گمراہ ہو رہی تھی وقت کی اس اہم ضرورت کے پیش نظر حضرت شارح بخاری نے اُردو میں شرح بخاری لکھنے کا بیڑہ اٹھایا اور آج ہمارے پاس نو جلدوں میں اُردو کی صحیح ترین شرح بخاری موجود ہے اُردو بولنے اور سمجھنے والے ہر مسلمان کو مفتی محمد شریف الحق صاحب کا احسان مند ہونا چاہئے۔

آخر میں دعاء مغفرت کے ساتھ مندرجہ ذیل تجاویز باتفاق رائے منظور کی گئی۔

(۱) جمعیۃ الطلبۃ الباحثین کا یہ اجلاس حضرت فقیہ اعظم ہند کے وصال پر ملال پر اپنے شدید رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) جمعیۃ حضرت کے ورثاء اور جامعہ اشرفیہ کے غم میں برابر کی شریک ہے اور ان حضرات سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

(۳) جمعیۃ فیصلہ کرتی ہے کہ ہندوستان سے حضرت کے حالات طلب کئے جائیں اور یہاں کے اخبارات کو حضرت کی حیات و خدمات کے سلسلہ میں مضامین فراہم کئے جائیں۔

(۴) حضرت کی تصانیف کا پورا سیٹ ہندوستان سے منگوا کر ازہر یونیورسٹی، قاہرہ یونیورسٹی اور عین شمس یونیورسٹی کے اُردو شعبوں کی لائبریروں میں وقف کیا جائے۔

شارح بخاری! اشکوں کے آئینہ میں

نازاں فیضی گیاوی۔ عارف نگر شہر گیا۔ بہار

شارح بخاری علامہ شاہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظیم شخصیت کی یہ والہانہ مقبولیت اور عوام وخواص میں پذیرائی کا اندازہ ان کی زندگی میں کسی کو نہ ہوا ہوگا جو بعد وصال بحر وبر قریہ قریہ شہر بہ شہر صفحۂ قرطاس پر اور جلسہ وجلوس کے ذریعے تقاریر میں ان کی مقبولیت سامنے اُبھر کر آئی ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے سطح سمندر میں کوئی خاموش طوفان عرصۂ دراز سے چھپا ہو اور اچانک مدوجزر کے ساتھ چہرے سے اپنا نقاب اُلٹ دیا ہو۔

ہماری جماعت کے حلقے سے بہت سارے علماء ومشائخ آخرت کے سفر پہ روانہ ہو چکے مگر اتنا مضبوط اور خلوص ومحبت میں ڈوبا ہوا غم واندوہ کا سلسلہ تو کسی کے وقت نظر نہ آیا جو شارح بخاری کے وصال پر ہر طرف صدمات کے بادل چھائے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اب اس کو پڑھیے یہ مقبولیت کی انتہا ہی تو ہے کہ ان کی وفات پر آنسوؤں کا سمندر اُمنڈ پڑا ہے۔

احباب کا مسلسل تقاضہ ہے اپنے آقائے نعمت پر تم بھی کچھ لکھو، دل کہتا ہے مبارک ماتم کر لینے دو لکھنے کو زمانہ پڑا ہے۔ ہمت جٹا کر کبھی لکھنے بیٹھتا ہوں تو اشکہائے غم سے دامن قرطاس تر ہو جاتا ہے اور سیاہی علامت غم بن کر پھیلنے لگتی ہے (اداریہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۰۰ء)

جب مادر علمی کے صحن چمن سے اس کے قابل فرزند کا جنازہ اُٹھا تو جامعہ کے وسیع گراؤنڈ میں ایک حشر برپا ہو گیا در ودیوار آہ وفغاں کر رہے تھے گلستان اشرفیہ کی ہر کلی چاک گریباں تھی گلوں پر پژمردگی چھا گئی تھی فضاؤں میں ہوائیں سانس روک کر ٹھہر گئی تھیں۔

اساتذۂ اشرفیہ کا تڑپ تڑپ کر رونا دیکھا نہیں جا رہا تھا طلبہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ قریب ساٹھ ہزار اہل محبت کا اُمنڈتا ہوا سیلاب غموں کے ناپیدا کنار سمندر [illegible] بڑھا تو طلبہ جوش جنوں میں راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

ان کی یہ جنونی کیفیت چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی ہمارے سرپرست ومحسن کا جنازہ ملت کے کاندھوں پر نہیں ہمارے سینوں پر گزر کر جائے گا (اداریہ ماہنامہ اشرفیہ بابت ماہ جولائی ۲۰۰۰ء)

"حجاز مقدس، دبئی، بحرین، لبنان، قاہرہ، عراق، پاکستان، آسٹریلیا، امریکہ، یورپ، برطانیہ، ہالینڈ، انگلینڈ، کولمبو، ساؤتھ افریقہ، ماریشش، ہرارے وغیرہ درجنوں ممالک سے فون فیکس اور ڈاک کے ذریعہ علماء ومشائخ کے تعزیتی پیغامات کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، اور ملک و بیرون ممالک کے گوشے گوشے سے مدارس اہلسنت اور اساطین امت کے تعزیتی پیغامات مسلسل موصول ہو رہے ہیں۔" ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۰۰)

دیکھا آپ نے جیسے ساری دنیا کٹ کر شارح بخاری کی اچانک رحلت پر آنسو بہانے میں لگ گئی ہے جیسے اشکوں کا ساون بھادوں برس رہا ہے۔ اہل محبت کو یتیم کر کے جانے والا کوئی معمولی فرد نہیں تھا شارح بخاری تھا بخاری شریف کی شرح لکھنا کوئی آسان کام نہ تھا، رات کے سناٹے میں دنیا ومافیہا سے بے خبر تن من سے مسلسل کئی سال دین وسنت کے اس عظیم کام میں وہ مشغول رہے دانا وبینا نے اسے دن کے اُجالے میں لا کر قوم وملت کو باخبر کر دیا کہ یہ فقیہ ملت کوئی معمولی فقیہ ملت نہیں سچے عاشق رسول کا سچا جانشین ہے۔

اس کی قدر ومنزلت اس کی شایان شان ہونی چاہئے رضا اکیڈمی ممبئی والے تو بڑے ہی خوش نصیب نکلے کہ شارح بخاری کو چاندی سے وزن کر کے حدیث رسول کی قدردانی کر گئے اس سے اچھا کون ہے کہ حدیث رسول کی اس وقت قدر کرے اور اس کے لئے سونا چاندی اس [illegible] رسول کی بے قدری کر رہے ہوں

آتا ہے بخار اُن کو بخار یہ نہیں آتی

ترجمہ اور قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث رسول کی تشریح اگر صحیح صحیح ہو عشق و محبت رسول میں ڈوب کر ہو تب تو سبحان اللہ ماشاء اللہ ورنہ یہی قرآن پاک کا ترجمہ اس کی تفسیر اور حدیث رسول اللہ کی تشریح غلط ڈھنگ سے بغض و عناد کے شامیانے میں کچھ لوگوں نے بیٹھ کر یوں بھی کی ہے کہ جس کی کوکھ سے یہ عقیدہ اُبھرا کہ معاذ اللہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے، حضور محشر میں کسی کی شفاعت نہیں کریں گے۔

اور یہ کہ نماز میں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز باطل اب اس کے مقابلے میں شارح بخاری کی نزہۃ القاری ملاحظ فرمایئے اس چودہ صدی کے دور میں صحیح صحیح بخاری شریف کی اُردو میں شرح کس قدر ضروری تھی جو کام کسی سے نہ ہو سکا تھا وہ بفیض اعلیٰ حضرت و بکرم حضور حافظ ملت، علامہ مفتی شریف الحق امجدی نے کر دکھایا۔ پھر خدا کیوں نہ انھیں شرف عزت بخشے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ رضا اکیڈمی والے بڑے خوش نصیب نکلے کہ جیتے جی شارح بخاری کو چاندی سے وزن کر کے شارح بخاری سے حتمی محبت و اُلفت کا ثبوت دیا ورنہ آج عاشقان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم بعد وصال انھیں آنسوؤں سے وزن کر رہے ہیں۔ اپنی آہوں سے وزن کر رہے ہیں۔

آج شارح بخاری ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر فردوس کو سدھارے اب نگاہیں انھیں ڈھونڈتی ہیں کہ ایک جھلک دیدار نصیب ہو مگر اب وہ کہاں نظر آنے والے:

شفق دھنک مہتاب گھٹائیں تارے نغمے بجلی پھول
اس دامن میں کیا کچھ ہیں وہ دامن ہاتھ میں آئے تو

(عندلیب شانی)

مگر اب وہ کہاں وہ تو خلد میں جا بسے ان کا جلوۂ زیبا ہمارے اشکوں کے آئینے میں ہے ایک پاکستانی شاعر نے اس موقعے کے لئے کیا عمدہ شعر کہا ہے اسی شعر پر میں اپنا یہ آنسو فشاں مضمون ختم کرتا ہوں

وہ اشک بن کے مری چشم تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

●●●

شارح بخاری! تاریخی مادہ ہائے وصال

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی
جوہی، بریلی شریف، یوپی

چراغ بجھتا ہے تو گھر اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے اور سورج ڈوبتا ہے تو پوری دنیا تاریکی میں ڈوب جاتی ہے۔ ایک عالم دین کی موت بس ایسی ہی ہوتی ہے جیسے سورج ڈوب گیا ہو اور سارے عالم میں اندھیرا چھا گیا ہو۔ اسی لئے ''عالم کی موت کو عالم کی موت کہا گیا ہے۔''

اب ایک ایسے عالم کی موت جو بیک وقت فقیہ ومفتی، محدث ومفسر، متکلم ومناظر، استاذ ومعلم، مرشد وہادی، ادیب ومصنف، شارح ومحقق، نقاد، ومبصر، مصلح وقائد اور مدبر ومفکر بھی رہا ہو۔ اس کی موت کتنے عوالم کتنے جہانوں کی موت ہوگی؟

ہاں! وہ ایک ایسے ہی خوبیوں والے عالم دین اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ جنہیں کل تک زمانہ ''نائب مفتی اعظم ہند'' کے لقب وخطاب سے یاد کرتا تھا اور اب انہیں ''فقیہ اعظم ہند'' کے عظیم وجلیل لقب سے یاد کرتا ہے۔ ہاں! وہی ''مفتی محمد شریف الحق امجدی'' آج جنہیں مرحوم ومغفور، رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز لکھنا پڑ رہا ہے۔

یعنی

(۱) نائب مفتی اعظم رحمۃ اللہ الولی......۱۴۲۱ھ

آہ ''فقیہ اعظم ہند'' نہیں! بلکہ ''فقیہ اعظم ہند وپاک'' پردہ فرما گئے ہم سے جدا ہو گئے۔

(۲) ''وصال فقیہ اعظم ہند وپاک''......۱۴۲۱ھ

سے دنیائے سنیت کی چکمتی مہکتی فضا میں سناٹا چھا گیا

(۳) ''آہ! صاحب عزت وعظمت''......۲۰۰۰ء

آپ صحیح معنی میں......(۴) ''صاحب فضیلت'' تھے......۱۴۲۱ھ

اس شریف شہر حق وصداقت'' حق جل جلالہ کے ''بندۂ شریف'' ''مرد شریف'' مفتی محمد شریف الحق امجدی نور اللہ مرقدہ کی موت سے۔ علم وفضل وآگہی، تدبر وتفکر رشد وہدایت کے کمال [illegible] وانسانیت کی موت ہوگئی۔ اس

(۵) نازش صدر شریعت رحمۃ اللہ الحی......۲۰۰۰ء

(۶) الفت صدر الشریعہ......۱۴۲۱ھ

(۷) رازدار فقاہت رضا......۲۰۰۰ء

کے تفقہ، علم وفضل وکمال، انکسار وخلوص، اکابر سے نیاز مندی، اصاغر پر شفقت، کو دیکھتے پرکھتے ہوئے انہیں مرکز اہل سنت بریلی شریف کے علمائے کرام ومفتیان عظام نے ''نائب مفتی اعظم'' تسلیم کیا تھا۔

سرکاران مارہرہ مطہرہ کی تحریک پر اسلامیان برصغیر نے انہیں ''فقیہ اعظم ہند'' کا عظیم وجلیل لقب دیا اور ان کے دینی وعلمی کارناموں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے انہیں چاندی میں تولا چاندی سونے اور ہیرے موتی کی کیا حقیقت؟ ان کی شخصیت تو ایسی گراں بہا تھی کہ اس کے سامنے وزن وقیمت بے وزن وبے مول ہو جاتے ہیں، وہ انمول تھے۔ وہ تو جماعت اہل سنت کے دلوں میں بسے اور پلکوں پر سجے ہوئے تھے اور آج ہر دل ان کا گھر اور ہر پلک ان کی رہ گزر ہے۔

(۸) ''آہ! نازش مرشدان مارہرہ شریف''......۲۰۰۰ء

(۹) ''برکاتی بریلوی مفتی''......۱۴۲۱ھ

آہ!

(۱۰) چراغ خانہ علم ''خموش ہو گیا آہ!

(۱۱) شمع حب رضا''......۱۴۲۱ھ گل ہو گئی آہ!

(۱۲) ''نیر منیر چرخ امجدی'' غروب ہو گیا......۱۴۲۱ھ

لیکن آفتاب غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا۔ علم وفضل کے اس آفتاب نے صرف اپنا مطلع تبدیل کیا ہے۔ اس کا برپا کیا ہوا اُجالا آج بھی علم وفضل وکمال ودانش کی دنیا کو منور کئے ہوئے ہے۔ بالخصوص ''نزہۃ القاری شرح بخاری'' کی روشنی سے علم وتحقیق، شرح وتدقیق، [illegible] تحریر انشاء [illegible] کا اجالا منور وتاباں ہے۔

آہ! آہ!!

(۱۳) شارح بخاری قدس سرہ الملک الوافی" ۲۰۰۰ء

"آپ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے" آپ گئے تو "باغ فردوس" (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) کی بہاریں روٹھ گئیں۔ بریلی شریف کے جامعات "منظراسلام" "مظہر اسلام" "نوریہ رضویہ" کی فضائیں سوگوار ہوگئیں۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے "مرکزی دارالافتاء" میں سناٹا سا چھا گیا۔ سرکاران مارہرہ مطہرہ کے دلوں سے آہ اور ہونٹوں سے کراہ نکل پڑی۔ گھوسی، مبارکپور، بنارس، براؤں ہی کیا، ہندوسندھ سے لے کر سیلون ورنگون۔ زمبابوے وہرارے، سوری نام وموریشش، افریقہ و امریکہ اور ہالینڈ و انگلینڈ تک کی فضائیں سوگوار ہوگئیں۔ آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ مدرسوں، دارالافتاؤں اور دانش کدوں کے درودیوار رو پڑے۔

(۱۴) "آہ! قرار دل حافظ ملت" آپ دلوں کو بے قرار کر کے چلے گئے ۲۰۰۰ء۔

آپ چلے گئے لیکن آپ کی یاد سدا ہمارے دلوں میں باقی رہے گی۔ آپ کے کارنامے اور آپ کا نام باقی رہے گا۔ آپ امر ہیں، زندہ جاوید ہیں۔

سلام! آپ کی عظمتوں کو سلام "اے مرد شریف خدا" "اے شریف شہر فقہ وافتا" فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ زندہ باش!!

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

مادہ ہائے وصال

حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی نور اللہ مرقدہ (علیحدہ سے)

(۱) صاحب فضیلت ۱۴۲۱ھ

(۲) آہ! صاحب عزت وعظمت۔ ۲۰۰۰ء

(۳) وصال فقیہ اعظم ہندو پاک۔ ۱۴۲۱ھ

(۴) شارح بخاری قدس سرہ الملک الوافی ۲۰۰۰ء

(۵) آہ! نازش مرشدان مارہرہ شریف ۲۰۰۰ء

(۶) نیر منیر چرخ امجدی۔ ۱۴۲۱ھ

(۷) چراغ خانۂ علم ۲۰۰۰ء

(۸) برکاتی بریلوی مفتی ۱۴۲۱ھ

(۹) الفت صدر الشریعہ ۱۴۲۱ھ

(۱۰) شمع حب رضا ۱۴۲۱ھ

(۱۱) نائب مفتی اعظم رحمۃ اللہ الولی ۲۰۰۰ء

(۱۲) رازدار فقاہت رضا ۲۰۰۰ء

(۱۳) نازش صدر شریعت رحمۃ اللہ الحی ۲۰۰۰ء

(۱۴) آہ! قرار دل حافظ ملت ۲۰۰۰ء

شارح بخاری! لوح تواریخ وصال پاک دل فقیہ عصر

۲۰۰۰ء

قاری محمد امانت رسول رضوی نوری
مدینۃ الاسلام۔ پیلی بھیت۔ یوپی

بسم اللہ المالک المغنی ۱۴۲۱ھ
پاک نگاہ شارح بخاری ۱۴۲۱ھ
اہل مدارج مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
محاسن شہزادہ اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
نصائح شہزادہ اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
پاک صحبت،فرزند امام احمد رضا ۲۰۰۰ء
تجسس فرزند امام احمد رضا ۲۰۰۰ء
باتمکین فرزند امام احمد رضا ۲۰۰۰ء
مجموعۂ احسان مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
مجلس ادب فرزند اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
گلشن مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۰۰ء
شمس مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۰۰ء
کشش عشق صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
اطوار فرزندان سرکار صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
خواب سرکار صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
الفت صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
والا صفات سرکار صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
واقفان امور سلطنت جناب صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
محرم رموز حافظ ملت ۲۰۰۰ء
مصاحبت حافظ ملت ۲۰۰۰ء
لیاقت حافظ ملت ۲۰۰۰ء
حکام سنی عربی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ ۲۰۰۰ء
سالم جامعہ اشرفیہ سنی عربی یونیورسٹی ۲۰۰۰ء

نیک وجود شارح بخاری ۱۴۲۱ھ
خانہ حبیب شارح بخاری ۲۰۰۰ء
مشہور منزل شارح بخاری ۲۰۰۰ء
زیب علم شہزادہ اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
بندۂ محمود شہزادہ اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
سوز محبت فرزند امام احمد رضا ۲۰۰۰ء
استنباط فرزند امام احمد رضا ۲۰۰۰ء
جمعیت فرزند امام احمد رضا ۲۰۰۰ء
علم فرزند اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
نگاہ جلال فرزند اعلیٰ حضرت ۲۰۰۰ء
منشیٔ مفتیٔ اعظم ہند ۲۰۰۰ء
بحر شفقت صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
غنچۂ لب صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
ہر دو چشمان سرکار صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
راحت سرکار صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
نفع رسان صدرالشریعہ ۱۴۲۱ھ
آب و ہوائے باغ جناب صدرالشریعہ ۲۰۰۰ء
حامل اسرار حافظ ملت ۲۰۰۰ء
گنج حکمت حافظ ملت ۲۰۰۰ء
مرد ناموِر حافظ ملت ۲۰۰۰ء
حاکم سنی عربی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ ۲۰۰۰ء
زیب گل سنی عربی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ ۲۰۰۰ء
[illegible] سنی عربی یونیورسٹی ۲۰۰۰ء

منام جامعہ اشرفیہ سنی عربی یونیورسٹی ۲۰۰۰ء	بخط الجامعۃ الاشرفیہ ۱۴۲۱ھ
متقدمین الجامعۃ الاشرفیہ ۱۴۲۱ھ	فرد عصر الجامعۃ الاشرفیہ ۱۴۲۱ھ
فلک انتساب الجامعۃ الاشرفیہ ۱۴۲۱ھ	طائر باغ الجامعۃ الاشرفیہ ۲۰۰۰ء
شمع شبستان الجامعۃ الاشرفیہ ۲۰۰۰ء	عنایات خاص الجامعۃ الاشرفیہ ۲۰۰۰ء
دارالعدالت مفتی شریف الحق ۲۰۰۰ء	رشک چمن مولانا مفتی شریف الحق ۲۰۰۰ء
شیریں مقال مفتی شریف الحق ۲۰۰۰ء	کلام عاشقاں مفتی شریف الحق ۲۰۰۰ء
اعانت کامل مولانا مفتی شریف الحق ۲۰۰۰ء	مقرب مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
نزدیک رب برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء	حسن داں سنی برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء
جام لبریز برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء	ارباب وفا برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء
زیب مسند سنی برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء	ماہ منزل سنی برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء
روح افزا برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء	چمن عطا سنی برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء
نجم عطا سنی برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء	کان انصاف برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء
فقیہ زماں برکاتی رضوی امجدی ۲۰۰۰ء	عنایات ایزدی مولانا شریف الحق ۱۴۲۱ھ
جنتی مولانا شریف الحق صاحب ۱۴۲۱ھ	ابر کرم مولانا شریف الحق صاحب ۱۴۲۱ھ
استاد زماں مولانا شریف الحق ۱۴۲۱ھ	جنت مکان مولانا شریف الحق ۱۴۲۱ھ
زبدۂ انجمن مفتی شریف الحق ۱۴۲۱ھ	بلند نگاہ مفتی شریف الحق ۱۴۲۱ھ
اعلیٰ مزاج مفتی شریف الحق ۱۴۲۱ھ	بلبل زماں مفتی شریف الحق ۱۴۲۱ھ
سحر بیاں مفتی شریف الحق انصاری امجدی ۲۰۰۰ء	سحاب کرم مفتی شریف الحق امجدی انصاری ۲۰۰۰ء
کان کرم مفتی شریف الحق امجدی انصاری ۲۰۰۰ء	بحر الطاف مفتی شریف الحق امجدی انصاری ۲۰۰۰ء
والا قدر مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء	عالی گہر مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
ماہ منور مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء	میزان عدالت مولانا مفتی شریف الحق ۲۰۰۰ء
متاع ایمان مولانا مفتی محمد شریف الحق ۲۰۰۰ء	معلّی القاب مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
اکرام ایزد مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء	انعام معبود مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
بحر جمال مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء	صاحب مناصب مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء
بعالم فانی مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۲۰۰۰ء	از قلم داد خواہی قاری محمد امانت رسول ۲۰۰۰ء

کتبۂ گل افشاں قاری محمد امانت رسول ۲۰۰۰ء

پیش کردہ:— (مولوی) محمد کرامت رسول نوری مصباحی

فاضل جامعہ اشرفیہ مبارک پور ساکن محلہ بھوریخاں پیلی بھیت یوپی

پندرہواں باب

شارح بخاری!
منظومِ خراج عقیدت

شارح بخاری!

منظوم خراج عقیدت

مفتی اعظم کے نائب نازش برکاتیت

سید ملت حضرت مولانا سید آل رسول حسنین میاں
برکاتی نظمی مارہروی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

مفتیٔ اعظم کے نائب، نازش برکاتیت — حق کی جانب حضرت مفتی شریف الحق چلے
خدمت دین میں کرتے رہے جو عمر بھر — سرخرو جنت میں بیشک وہ حنیف الحق چلے

شارح متن بخاری، ماہر قرآنیات — فضل طیبہ ہر گھڑی ہر لحہ ان کے ساتھ تھا
سیکڑوں علماء پہ بھاری تھی شریف الحق کی ذات — سنّیوں کے سر پہ علم و فضل والا ہاتھ تھا

جن؟ سنی مفتی شریف الحق کی رحلت کی خبر — سب پکار اٹھے، الٰہی خیر، یہ کیا ہوگیا
اک مفسر، اک محدث، ایک عالم، اک فقیہ — جاگنے کا وقت باقی تھا تو پھر کیوں سوگیا

ایک عالم، ایک عاشق، ایک عامل اٹھ گیا — شاہباز چرخ حکمت، مردِ کامل اٹھ گیا
شعبہ افتاء کا وہ کوہِ گراں، بحر العلوم — علم ظاہر، علم باطن کا وہ حامل اٹھ گیا

لو جدا ہوتا ہے اب اک اور میر قافلہ — کاروانِ سنّیت، اللہ والی ہے تیرا
حافظ ملت گئے، اور مفتیٔ اعظم گئے — اب شریف الحق چلے پُر ہوگا کیوں کر یہ خلا

چلی پیا کے دیس

چلی پیا کے دیس سجنیا بھیس بدل کے — عشق محمد کا غازہ چہرے پہ مَل کے
قرآں اور حدیث کا ٹیکا جھومر پہنا — خدمتِ دیں کا اُبٹن ہر بُن مُو سے جھلکے
حنا شریعت اور طریقت کی لگوائی — چھٹنے کے ڈر سے چلتی ہے ہلکے ہلکے
جھِل مِل کرتی اوڑھنی حنفیت کی — قادری چشتی چوڑیاں پہنیں بدل بدل کے
نتھنی رضوی مسلک کی، زیبائش اس کی — سرمہ بریلی کا آنکھوں سے جھلکے جھلکے
امجدی ہار گلے میں ڈالا ہیروں والا — اور برکاتی نسبت سر سے پا تک ڈھلکے
نظمی نے کی چہرہ نمائی اٹھا کے گھونگھٹ — دشمن کے دل کالے پڑ گئے حسد سے جل کے

مذہب[۱] اعظم مشرب اعظم اور مسکن بھی اعظم ہے

اشرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی، کمشنر انکم ٹیکس ممبئی

صبا بہ نازو ادا گلستاں میں آئی ہے
چمن میں لالہ و گل اپنا زر لٹاتے ہیں
کلی کلی چمن دل کی مسکرائی ہے
کہ آج "شرح بخاری" کی رونمائی ہے

خدمت دین حق جذبۂ بے ریا
الفت شاہ برکات، عشق رضا
تقویٰ و دانش و علم دین ہدیٰ
یہ بہم جب ہوئے تب یہ مفتی بنا

دنیوی مرحلہ، مسئلہ دین کا
اپنے استاذ و مرشد کی شاگردی کا
جس نے جس وقت پوچھا بتا کر دیا
حق یہ ہے تم نے سب حق ادا کردیا

مذہب اعظم مشرب اعظم اور مسکن بھی اعظم ہے
مفتی شریف الحق صاحب کے سارے حوالے ارفع ہیں
ان کا قلم بھی طاقتور ہے ان کا فن بھی اعظم ہے
چاہنے والا ان کا سواد اہل سنن بھی اعظم ہے

صدرشریعت، حافظ ملت، احسن علماء، مفتی اعظم
فیض طریقت، فیض شریعت، ان سے نہ کیوں کر جاری ہو
شرح بخاری لکھ کر ان کو سیرت پر بھی لکھنا ہے
سارے بڑوں کو ہم نے ان پر خوب ہی مائل دیکھا ہے
حب نبی میں ہم نے ہمیشہ ان کو گھائل دیکھا ہے
اسّی سال کے جسم میں ہم نے ایک جواں دل دیکھا ہے

امجدی ہے رضا کے در کا غلام

بیکل اتساہی عزیزی بلرام پوری

جشن ہے شارح بخاری کا
غوث اعظم کے اک بھکاری کا

بمبئی اک دلہن ہے شہروں کی
اور یہ نوشہ شہر یاری کا

جس کو کہتے ہیں سب شریف الحق
حسن نزہت ہر ایک قاری کا

امجدی ہے رضا کے در کا غلام
حق لیا، دیں کی پہرے داری کا

ذرہ کب آفتاب بن جائے
صدقہ مارہرہ کی اٹاری کا

رنگ وبو اس کا باغ اشرفیہ
پھول بوالفیض کی ہے کیاری کا

سنیت کا اٹوٹ اک چٹان
اور مینار خاکساری کا

جس کا سینہ ہے بحر فقہ و حدیث
دل ہے اک دریا ذمہ داری کا

اک قلم سے حصار توڑ دیا
بدعقیدوں کی سحرکاری کا

جس کو چاندی میں تول کر ہم نے
حق ادا کچھ کیا اُدھاری کا

کاوشیں ہیں سعید نوری کی
فیض بیکل رضا نگاری کا

۱ امام اعظم، غوث اعظم، اعظم گڑھ

فقیہ اعظم ہند اور مارہرہ مطہرہ (بتقریب عرسِ چہلم عرض کردہ شد)

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی

اے شریف اے فقیہ اعظم ہند
بندۂ خانہ زاد مارہرہ
تجھ کو میں جب بھی یاد کرتا ہوں آ ہی جاتی ہے یاد مارہرہ
جیسے شامل ہے تری خلقت میں خاک و نار آب و بادِ مارہرہ
کچھ تو ہے جو سمجھ سے ہے باہر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
اے شریف ....

تجھ کو مارہرہ سے جو نسبت ہے ایک نسبت ہے لاکھ نسبت کی
بھید کھلتا نہیں حقیقت کا ایک گتھی ہے سرِّ قدرت کی
کچھ تو ہے جو سمجھ سے ہے باہر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
اے شریف ....

چہرہ کھل جاتا تھا کنول کی طرح لب پہ آتے ہی نام مارہرہ
اہل دل کی وہ بزم آخر شب اور وہ مے بجام مارہرہ
کچھ تو ہے جو سمجھ سے ہے باہر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
اے شریف ....

محو حیرت ہے خود خرد کہ یہاں دل سے دل کا معاملہ ٹھہرا
بند آنکھوں کو کیا نظر آیا دیدۂ دل نے اور کیا دیکھا
کچھ تو ہے جو سمجھ سے ہے باہر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
اے شریف ....

بَرَکاتی نظر کا فیض ہے یہ تیرا چرچا جو آج ہر سُو ہے
کچھ جو سمجھے تو اہل دل سمجھے وہ جو تجھ میں ہے اور جو تو ہے
کچھ تو ہے جو سمجھ سے ہے باہر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
اے شریف ....

بھیک تو اونچے در کی تھی لیکن ظرف بھی تو تھا لینے والے کا
حال تو بس خدا کو ہے معلوم لینے والے کا دینے والے کا
کچھ تو ہے جو سمجھ سے ہے باہر
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
اے شریف ....

رنگ و بوئے اعلیٰ حضرت نزہۃ القاری میں ہے

مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی

سرور عالم کی عظمت نزہۃ القاری میں ہے
ضوفشاں آقا کی سیرت نزہۃ القاری میں ہے

چشمۂ ہر علم و حکمت نزہۃ القاری میں ہے
ہر ورق گلزار جنت نزہۃ القاری میں ہے

ظلمت کفر و ضلالت دور دنیا سے ہوئی
جلوہ گر شمع ہدایت نزہۃ القاری میں ہے

دین کا نور بصیرت عشق و عرفاں کا شعور
بے بہا ایماں کی دولت نزہۃ القاری میں ہے

سیرت و کردار پیغمبر کا ہے اک آئینہ
نور خورشید رسالت نزہۃ القاری میں ہے

اے فقیہ عصر اے علم و قلم کے تاجدار
آپ کی علمی وجاہت نزہۃ القاری میں ہے

اس کے اسلوب بیاں سے صاف ہوتا ہے عیاں
رنگ و بوئے اعلیٰ حضرت نزہۃ القاری میں ہے

دیکھنے کو نور مارہرہ بریلی چاہئے
منظر حق و صداقت نزہۃ القاری میں ہے

خوش عقیدہ اہل سنت مرد مومن کیلئے
کامیابی کی ضمانت نزہۃ القاری میں ہے

حافظ ملت کے یہ زندہ و روشن یادگار
جن کا فیضان کرامت نزہۃ القاری میں ہے

پرچم رفعت ہے اشرفیہ کا تم سے سربلند
فتح و نصرت کی بشارت نزہۃ القاری میں ہے

جس کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہے نسیم
نکہت گلہائے جنت نزہۃ القاری میں ہے

مصطفیٰ کا ہوا تو رضا کا ہوا یعنی سرکار غوث الوریٰ کا ہوا

مولانا عبدالجبار رہبر اعظمی

ماہر علم و فن ناز فکر و سخن ذات اک انجمن بطل اہل سنن
فخر و شرف وطن اے شریف زمن دے تجھے پیرہن رحمت ذوالمنن
تو گیا سو گیا میرا کیا کھوگیا رو گیا میرا من
غنچے غم پوش ہیں گل ہی خاموش ہیں سونا سونا سا لگتا ہے سارا چمن
گلشن اشرفیہ کی اک اک کلی ہو کے مایوس صورت ہے غم میں ڈھلی
اس چمن کو جدائی ہے کتنی کھلی ہر طرف چھا گیا ابر رنج و محن
فقہ و فتویٰ میں اس دور کا پاسباں مسلک اہلسنت کا تھا ترجماں
مشرب اعلیٰ حضرت کا زندہ نشاں آج جنت میں ہے شاد و فرحاں مگن
مصطفےٰ کا ہوا تو رضا کا ہوا یعنی سرکار غوث الوریٰ کا ہوا
یوں علی یعنی مشکل کشا کا ہوا تجھ سے راضی ہیں مولا و شاہ زمن
تجھ پہ یہ فضل رب العلا ہوگیا باوضو موت کتنا بھلا ہوگیا
تیرے جانے سے کیسا خلاء ہوگیا ہوگئے جانے کتنے یتیم اہل فن
غم میں ڈوبا ہوا رہبر غمزدہ اور کیا کہہ سکے آج اس کے سوا
ہے یہ میری دعا از طفیل رضا قبر ہو سیج اور روح تیری دلہن

عصر حاضر کا مفتی اعظم

عاصم گونڈوی گورکھپور۔ یوپی

ماتم و غم کے چھا گئے بادل
عصر حاضر کا مفتی اعظم
جس کو کہتے تھے سب شریف الحق
سچ تو یہ ہے کہ اہل دانش کا
یہ ابوالفیض کا تھا فیض عاصم
رہنما ایسا تھا شریعت کا

ایک روشن دیا بجھا، افسوس
بزم عالم سے اٹھ گیا، افسوس
بزم فقہاء کا سربراہ تھا وہ
بے بدل مرکز نگاہ تھا وہ
نور بن کر رہا نگاہوں میں
روشنی تھی اسی سے راہوں میں

صورت تحفہ نزہۃ القاری
کون بھولے گا حشر تک عاصم

اس نے جو دیدیا ہے امت کو
اس کے احسان کو محبت کو

کارناموں کو آب زر سے لکھو
فضل رب کا تھا انتظار جسے

خاک آسودہ اس کی خاک ہوئی
واصل حق وہ روح پاک ہوئی

حق سمجھنے کیلئے نزھۃ القاری پڑھ لو

محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی
دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد

چہرے مرجھائے ہوئے، آنکھ سے ہے اشک رواں
اشرفیہ کے درو بام ہوئے خون فشاں
سارا ماحول نظر آتا ہے کیوں نوحہ کناں؟
کس بڑی بات پہ ہوتا ہے قیامت کا گماں؟

کوئی ہنستا ہوا اللہ کے در پر پہونچا
غم و آلام کا بادل مرے سر پر پہونچا

ہند میں تھا وہ بلا ریب فقیہ اعظم
"اعظمی" فقہ کا تھا ہاتھ میں جس کے پرچم
عقل و نقل کا تھا ایک مبارک سنگم
"سلفی" لوگ ہراساں رہے جن سے ہر دم

فضل مولیٰ سے وہ جنت کی طرف جاتا ہے
پردۂ غیب سے اب دیکھئے کون آتا ہے

جن کی تقریر کا ہر لفظ ہدایت کی سبیل
خشک موضوع پہ بھی تحریر تھی رنگین و جمیل
رزم گاہ حق و باطل میں جماعت کا وکیل
دیکھ کر جس کو مقابل کی طبیعت ہو علیل

اپنے ہر فن میں وہ اس عہد کا لاثانی تھا
پیکر زہد تھا اور عالم ربانی تھا

مسئلے فن کے بیاں کرتے یوں اکثر جیسے
ہوں نظامی کی کتابیں انہیں ازبر جیسے
کوئی حافظ پڑھے قرآن کو فرفر جیسے
خوشہ چیں جن کے ہوئے خواجہ مظفر جیسے

جائے استاذ ہوئی خالی تیرے جانے سے
گلشن افتاء ہے بے مالی تیرے جانے سے

طالبو! آؤ، ذرا پھر سے بخاری پڑھ لو
حق سمجھنے کیلئے نزہت قاری پڑھ لو
علم کی نہر ہے کس طرح سے جاری پڑھ لو
کس قدر ہیبت حق ہوتی ہے طاری پڑھ لو

لے جگہ ان کی کوئی کام یہ آسان نہیں
سب تفقہ کا پئیں جام یہ آسان نہیں

اہل سنت کیلئے ہے مایۂ صد افتخار

محمد حفیظ اللہ عاصم القادری

مفتی اعظم کا نائب وہ فقیہ روزگار
جس کے قول و فعل سے انوار سنت آشکار

مقتدائے اہل سنت علم و فن کا تاجدار
نزہۃ القاری ہے جس کی کاوشوں کا شاہکار

اس کی رحلت ہے مسلمانوں کا نقصان عظیم
غم سے دل ہے پارہ پارہ اور آنکھیں اشکبار

حضرت صدرالشریعہ کی غلامی کے طفیل
صاحب البرکات کے گھر سے ملا عزو وقار

اس کی تحریر مرصع اور تقریر منیر
اہل سنت کے لئے ہے مایۂ صد افتخار

جس کے جانے سے ہر اک فرد بشر مغموم ہو
ایسی ہستی دہر میں آتی نہیں ہے بار بار

ہائے وہ مرد مجاہد ہم سے رخصت ہوگیا
نام سے جس کے لرزتے تھے عدو نابکار

باغ فردوس بریں کو وہ روانہ ہوگیا
باغ فردوس زمیں میں جس سے تھی ہرسو بہار

تاابد عاصمؔ رہے بارانِ رحمت کا نزول
اس کی خاکِ پاک پر بہر حبیب کردگار

تھے علم وفن کے بحر بیکراں مفتی شریف الحق

مولانا کلیم فیضی۔ سکندر پور۔ بستی۔ یوپی

حقیقت ہے یہ دنیا پر عیاں مفتی شریف الحق
تھے دینِ مصطفےٰ کے پاسباں مفتی شریف الحق

تمہارے علم کی عظمت سبھی تسلیم کرتے ہیں
وہ عالم ہوں کہ مفتیِ زماں مفتی شریف الحق

بخاری کی شرح لکھ کر بڑا احسان فرمایا
رہے گی حشر تک وہ ضو فشاں مفتی شریف الحق

وقارِ مفتیِ اعظم نمایاں کردیا تم نے
ہے علماء و مشائخ کا بیاں مفتی شریف الحق

ہمیشہ آپ کی توصیف میں رطب اللساں ہوں گے
ہر اک واعظ مقرر نعت خواں مفتی شریف الحق

گزاری خدمت دین متیں میں زندگی ایسی
کہ سب مداح ہیں پیرو جواں مفتی شریف الحق

گئے وہ بزم ہستی سے مگر محسوس ہوتا ہے
ہیں جلوہ گر ہمارے درمیاں مفتی شریف الحق

نہ جانے کتنے پیاسے علم کے سیراب ہوتے تھے
تھے علم و فن کے بحر بیکراں مفتی شریف الحق

بلندی پر ہمیشہ ہے تمہارا پرچم عظمت
یہ کہتا ہے کلیم حق بیاں مفتی شریف الحق

وہ نائب رسول تھا اور با کمال تھا

حافظ تنویر مبارکپوری

چہرے پہ جس کے عشق محمد کا نور تھا
تھا فیضیاب صدر شریعت کے فیض سے

علم فقہ پہ اس کو مکمل عبور تھا
باطل کو زیر کرنے کا اس میں شعور تھا

افسوس اب وہ دین کا رہبر نہیں رہا
دنیائے سنیت کا گلستاں اداس ہے

علم فقہ کا ماہِ منور نہیں رہا
شرع محمدی کا گل تر نہیں رہا

اسلام کے چمن کا نگہباں چلا گیا
زلف فقہ کو خونِ جگر سے سنوار کر

قائم تھی جس سے شان مسلماں چلا گیا
نورِ نگاہ حضرت نعماں چلا گیا

وہ نائب رسول تھا اور باکمال تھا
حالاتِ حاضرہ کے مسائل کی بات کیا

دینِ نبی کے علم سے وہ مالا مال تھا
شرمندہ اس کی بزم میں ہر اک سوال تھا

مفتی ہوئے ہزاروں زمانے میں بے مثال
اے شارح بخاری ! ہے تجھ پر خدا کا فضل

لیکن ملا کسی کو نہ یہ شرف باکمال
تصنیف تیری نزہت قاری ہے لازوال

ہاتھوں میں اپنے دامنِ سرور لئے ہوئے
سینے میں اپنے عشق پیمبر لئے ہوئے
تنویر جا کے ان کی لحد پہ تو مانگ لے
سوئے ہیں علم و فن کا سمندر لئے ہوئے

مسلک احمد رضا کا پاسباں جاتا رہا

محمد حسین مشاہد رضوی
رضا اکیڈمی، مالیگاؤں۔ مہاراشٹر

مسلک احمد رضا کا ترجماں جاتا رہا
مفتی اعظم کے فن کا رازداں جاتا رہا

نزہۃ القاری ہے جس کے علم کا شہکار ایک
ماہر قول شفیع عاصیاں جاتا رہا

مفتی اعظم کے نائب شارح قول رسول
واقف فرمان شاہ انس و جاں جاتا رہا

گلشن رضوی، و نوری، امجدی کا پھول وہ
سنیت کا چھوڑکر اب گلستاں جاتا رہا

کانپتے تھے اہل باطل سن کے جس کے نام کو
تھا جو باطل کے لئے تیغ و سناں جاتا رہا

سنیت کا اے مشاہدؔ ہے یہ نقصان عظیم
مسلک احمد رضا کا پاسباں جاتا رہا

قطعات بر رحلت حضور شارح بخاری

غوّاص بحر علم حدیث رسول تھے
گنجینۂ علوم و فروع و اصول تھے
ان کی مہک مشاہدؔ رضوی عجیب تھی
رضوی، چمن کے امجدیؔ گلشن کے پھول تھے

☆

صاحب شرح بخاری مفتی دین حنیف
مفتی اعظم کے نائب ان کے اعداء کے حریف
واعظ بے مثل تھے آپ اور مناظر بے بدل
کانپتے تھے نام سن کر جن کا باطل کے حلیف

رضوی کتاب گھر اور رضوی کمپیوٹر پوائنٹ

بحمدہٖ تعالیٰ آج اہل سنت کے متعدد بڑے کتب خانے ملک کے مختلف شہروں وقصبوں میں قائم ہیں۔ جو اپنے اپنے انداز سے دینی وعلمی کتابوں کی طباعت واشاعت میں مصروف ہیں۔ اوران کے ذریعہ کتب ورسائل اہلسنت کی نشرواشاعت کے ساتھ تبلیغ سنیت کا کام بھی عظیم پیمانے پر ہورہا ہے۔ اوراچھا خاصا سنی لٹریچر مارکیٹ میں پھیل چکا ہے۔

رضوی کتاب گھر کا آغاز اس دور میں ہوا جب کہ یہ ماحول نہیں تھا۔ اوراس شعبہ کی طرف اہل سنت کی قابل ذکر توجہ بھی نہیں تھی۔ ۱۹۷۶ء میں بھیونڈی (مہاراشٹر) سے رضوی کتاب گھر نے اپنا تجارتی اور پھر اشاعتی سفر شروع کیا۔ بمبئی کے علاوہ مہاراشٹر کے بہت سے دور دراز خطوں تک اس نے اپنا دائرہ عمل نہایت مختصر مدت میں وسیع کرلیا۔ لوگوں کے اعتماد اور طلب میں اضافہ ہوتا گیا۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل، کشف المحجوب اور مکاشفۃ القلوب جیسی کتابیں اس نے بھیونڈی ہی سے شائع کرکے شائقین وقارئین سے خراج عقیدت وصول کیا۔

موجودہ دور مشینی اور تکنیکی دور ہے۔ جہاں عمدہ اور ترقی یافتہ کمپیوٹر سے اردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی کی کتابت بہت جلد اور آسانی سے ہوجاتی ہے۔ جدید دور کے ساتھ قدم سے قدم ملاکر چلنے کی غرض سے رضوی کتاب گھر نے ایک الگ شعبہ رضوی کمپیوٹر پوائنٹ کے نام سے تقریباً تین سال قبل قائم کیا۔

کسی بھی کتاب ورسالہ کی کمپوزنگ کرانی ہو، کوئی کتاب، رسالہ، کلنڈر چھپوانا ہو۔ مدارس ومساجد کی رسیدیں یا جلسہ وجلوس کے اشتہارات چھپوانے ہوں۔ ہرصورت میں آپ رضوی کتاب گھر سے رابطہ کیجئے۔ انشاء اللہ آپ کا مطلوبہ کام حسن وخوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوگا۔ ہم آپ کی ہر خدمت کے لئے ہمہ وقت مستعد اور سرگرم عمل ہیں۔ والسلام

آپ کا خادم

محمد قمرالدین رضوی

رابطہ کا پتہ

رضوی کتاب گھر

425، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 110006۔ فون 3264524

مرکز اہلسنّت برکات رضا
پور بندر (گجرات)

برکاتی رضوی مشن کو عوام کے ساتھ علماء
اور دانشوروں کے حلقے تک پہنچانے کا بابرکت آغاز

الشفاء، الوفاء، الخصائص الکبریٰ
اور المواہب اللدنیہ

جیسی اہم عربی کتابوں کی اشاعت اور تیزی کے ساتھ انہیں عالم عرب کے ہر طبقہ تک پہنچانے کا قابل قدر سلسلہ ★ عشق رسول علیہ التحیۃ والثناء کی نسیم جاں فزا سے اہل محبت کے قلوب کو مسرور اور اس کی شعاعوں سے انہیں پُرنور بنانے کی تاریخی تحریک
★ اہلسنّت بالخصوص سادات ومشائخ مارہرہ مطہرہ واعلیٰ حضرت محدث بریلوی وحضور مفتی اعظم ہند کے مسلک عشق وعرفان کی دعوت وتبلیغ جس کا نصب العین اور مطمح نظر ہے۔ اس کی جانب سے

برکاتی مفتی حضرت شارح بخاری

کی خدمت میں خراج عقیدت

عبدالستار ہمدانی برکاتی رضوی نوری

مرکز اہلسنّت برکات رضا، پور بندر
گجرات

سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف

بلگرام ومارہرہ کی مقدس سرزمین سے جاری ہونے
والا وہ چشمۂ روحانیت جو متحدہ ہندوستان کا مرکز قادریت
ہے اور جس سے ہزاروں لاکھوں تشنہ قلوب وارواح کو سیرابی حاصل ہوئی

بدایوں شریف کے اکابر علماء کے علاوہ رئیس المتکلمین
حضرت مولانا نقی علی بریلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی
اسی دربار گہربار کے ہیرے جواہر اور اسی آستانۂ مقدسہ کے فیض یافتگان ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے مری سرکاروں کے

امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی طرف سے خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے منظور نظر اور
برکاتی مفتی حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کو ایک
گرانقدر نمبر کی شکل میں پیش کرنے پر کنز الایمان دہلی کے

شارح بخاری نمبر کو مبارک باد

از:- غلامان خاندان برکات وسلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ

امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ